خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب

ماہنامہ

آنچل کراچی

Naeyufaq.com

WWW.PAKISTANIPOINT.COM
پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام
PAKISTANIPOINT
ایک رابطہ اپنوں سے
پاکستانی پوائنٹ

دنیا خاموش تھی اور ان سے جینے کا حق چھینا جا رہا تھا

نئے اُفق

زرین قمر

کے قلم سے ایک لازوال اور ناقابل فراموش کہانی

دنیا کے سامراجوں کی بھوکی نظریں اس کے وطن کی عزت سے کھیل رہی تھیں

قدم قدم پر موت اور اپنے سایوں نے اسے گھیر رکھا تھا

دخترِ وطن

اس کے وطن کی ہواؤں میں زہر بکھرا تھا خطرہ تھا تنہائی تھی

انصاف کے بین الاقوامی ادارے بند اور دشمن چالاک اور عیار تھا

ایک نازک دوشیزہ جس نے خود کو خطروں میں ڈال کر مستقبل داؤ پر لگا دیا

پل، پل پردہ اٹھاتی سچی کہانی جسے پڑھتے ہوئے آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے

رقص زنجیر شروع کر دینے والی حسینہ، اس نے کئی ملکوں میں جنگ لڑنے کے لئے اسٹیج سجا لیا تھا

بہت جلد نئے افق کے صفحات پر ملاحظہ کیجئے

ماہنامہ

نئے اُفق

کراچی

تازہ شمارہ شائع ہوگیا ہے

آج ہی اپنے قریبی ہاکر سے طلب کریں

اپریل 2020ء کے شمارے کی ایک جھلک

خطرناک کھلاڑی: یہ وطن بڑی قربانیوں کے بعد حاصل ہوا ہے مگر ہم نے اس کی قدر نہیں کی اور اس ملک میں اپنے ذاتی مفادات کا خیال رکھا کبھی ملک کے بارے میں نہیں سوچا' مگر ایسے سب لوگ نہیں ہیں کچھ ایسے سر پھرے بھی ہیں جنہیں اپنی جانوں سے زیادہ یہ ملک عزیز ہے اور اس کی عزت وناموس کے لیے اپنی جانوں کی بھی پروا نہیں کرتے ان کی نظر میں ملک کی قدر و قیمت کیا ہے وہ اس کا عملی مظاہرہ کرکے دکھاتے ہیں۔ خالی جمع خرچ سے انہیں کوئی واسطہ نہیں

پراسرار وادی: دنیائے حیرت کی ایک عجیب وادی جس میں ہر وقت سیاہ طوفانوں کے جھکڑ چلتے تھے،اس میں موجود پہاڑوں میں چھپے ایک خزانے کا کھوج لگانے کے لئے انہوں نے اپنی جان داؤ پر لگادی مال و دولت کی لالچ میں اندھے لوگوں کا احوال جو ایک ایسی وادی میں داخل ہوگئے تھے جہاں سے واپسی موت کی صورت میں ممکن تھی

بساط گر: دنیا کے مسترد کردہ جاگیردارانہ معاشرے کی ایک جھلک جو اب بھی ہمارے خطے میں اپنی تمام تر توانائیوں اور برائیوں کے ساتھ زندہ ہے۔ جہاں زمین کو ماں کا درجہ دے کر معصوم انسانوں کا خون بہا کر اسے سیراب کیا جاتا ہے جہاں گھوڑی کی چوری کو بیٹی کے اغوا کے برابر تصور کیا جاتا ہے

Naeyufaq.com

پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں/ (021-35620771/2)

ماہنامہ

آنچل

کراچی

بانی مدیرہ	زیب النساء
مدیراعلیٰ	مشتاق احمد قریشی
مدیرہ	قیصر آراء
نائب مدیرہ	سعیدہ نثار
گروپ ایڈیٹر	طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاون	جویریہ احمد
	روبین احمد

جلد 42

شمارہ 01

اپریل 2020

نئے اُفق گروپ آف پبلیکیشنز

نئے اُفق آنچل حجاب

رُکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

رُکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر

رُکن چیمبر آف کامرس

naeyufaq.com

Aanchal & Hijab Official Group

/women.magazine

اشتہارات اور دیگر معلومات

0300-8264242

سرورق: ایشانور .... عکاسی: موسیٰ رضا

ابتدائیہ

سرگوشیاں — مدیرہ — 10
حمد — امجد اسلام امجد — 11
نعت — اقبال عظیم — 11
درجواب آں — مدیرہ — 12

دانش کدہ

ربنا آتنا — مشتاق احمد قریشی — 17

ہمارا آنچل

انٹرویو — سونیہ اداس / عیشا شوکت — 20

سالگرہ کا دن

سالگرہ سروے — سعیدہ نثار — 23

سلسلہ وار ناول

اکائی — عشنا کوثر سردار — 70
نسلوں کے اس سفر میں — اُم ایمان قاضی — 148

مکمل ناول

عشق کے دیماری میں جھلی — صائمہ قریشی — 34
شام سے پہلے — ماوراء طلحہ — 94

افسانے

محبت ابر باراں ہے — رابعہ افتخار — 62
حرف محبت — صدف آصف — 140
تیرا پیار ساحرانہ — قرۃ العین سکندر — 176

مستقل سلسلے

بیاض دل — میمونہ رومان — 188
ڈش مقابلہ — طلعت آغاز — 190
نیرنگ خیال — ایمان وقار — 193
دوست کا پیغام آئے — ہما احمد — 197
یادگار لمحے — جویریہ سالک — 203
آئینہ — شہلا عامر — 206
ہم سے پوچھیے — شمائلہ کاشف — 222
آپ کی صحت — ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا — 224

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی، 74200 فون نمبرز 021-35620771/2
فیکس 03008264242 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل: Info@naeyufaq.com
پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی
دفتر کا پتا: 81 ٹیپو سپر بیرکس، ہاکی کلب آف پاکستان، اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

WWW.PAKISTANIPOINT.COM پاکستانی پوائنٹ

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اپریل ۲۰۲۰ء کا شمارہ آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے حاضر ہے۔

الحمدللہ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کا آنچل اکتالیس سال مکمل کرکے بیالیسویں سال میں داخل ہونے والا ہے اس پر اللہ سبحان و تعالیٰ کی جتنی بھی حمد وثناء اور شکر ادا کیا جائے وہ کم ہی رہے گا کیونکہ کے ہمارے پاس وہ الفاظ وکلمات ہی نہیں ہیں جن سے ہم اللہ سبحان وتعالیٰ کی بزرگی برتری اور اس پاک ذات کا شکرانہ ادا کرسکیں۔

الحمدللہ آج آنچل جس مقام پر ہے یہ سب ہماری لکھاری اور قاری بہنوں کی وجہ سے ممکن ہو پایا ہے۔ اس اکتالیس سال کے سفر میں کئی مصنفین ہمارے ہم قدم رہی اور ساتھ چھوڑ گئیں اور کئی اب بھی ہم سے جڑی ہوئی اپنا بہترین کام ادارے کو سونپ رہی ہیں اور کئی بہنیں اپنی عمر تمام کرکے اس دار فانی سے کوچ کرگئیں اللہ سبحان وتعالیٰ ان سب کو غریق رحمت فرمائے اور جو بہنیں ساتھ ہیں یا ساتھ چھوڑ گئی ہیں اللہ سبحان وتعالیٰ ان سب کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور مزید ان کا نام روشن کرے آمین۔

ان اکتالیس سالوں میں ادارے نے کئی پل صراط عبور کیے اور کئی جگہوں پر ڈگمگائے آپ سب کی حوصلہ افزائی وپسندیدگی اور اللہ سبحان وتعالیٰ کی مدد نے ہمیں ہمیشہ اور ہر بار نئی ہمت وطاقت عطا کرکے ان تمام مشکلات وآزمائشوں کو عبور کرنے میں آسانی عطا فرماکر ہمیں آپ سب کے سامنے سرخرو رکھا اس کے لیے اللہ سبحان وتعالیٰ اور آپ سب قارئین اور مصنفین کے شکر گزار اور مشکور ہیں۔

ہم ان سب بہنوں کے بھی مشکور ہیں جو ہر ماہ اپنی قیمتی آراء سے نوازتی رہتی ہیں اور پرچوں کے معیار کو بہتر سے بہترین بنانے میں ہماری مددگار ومعاون ثابت ہوتی ہیں اور جس کے نتیجے میں آپ کے یہ رسائل نکھر وسج سنور کے ہر ماہ آپ کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔ ہماری تو یہی کوشش رہتی ہے کہ بہتر سے بہترین کہانیاں اور دیگر چیزیں آپ کو پڑھنے کے لیے دیئے جائیں پھر بھی ہم سو فیصد بہنوں کو مطمئن نہیں کرپاتے اور کچھ بہنوں کو اب بھی یہی شکایت ہے کہ پرچوں کا وہ معیار نہیں رہا جو پہلے تھا جبکہ ہم اور ہمارے ساتھی تو اپنی پوری کوشش کرتے ہیں کسی بھی شائع ہونے والی چیز کا معیار کم نا ہو بلکہ پہلے سے زیادہ اچھا ہو پھر بھی ہم سو فیصد کامیاب نہیں ہو پاتے۔

ان شاء اللہ آئندہ آنے والے ماہ وسال میں ہمارے ادارے کی پوری کوشش ہوگی کہ آپ سب لکھنے پڑھنے والوں کو سو فیصد مطمئن کرپائیں اور اس سلسلے میں ہمیں آپ سب لکھنے وپڑھنے والوں کا ساتھ اور مشورے چاہیے ہوں گے اور ہم امید کرتے ہیں کہ آپ کا ساتھ ہمیں ضرور ملے گا تاکہ آپ کے یہ پرچے مزید کامیابیوں کے زینے چڑھتے ہوئے آپ سب کو معیاری چیزیں دے پائیں۔

اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وطن عزیز کو سدا اپنی حفاظت میں رکھے اور ہم سب کو اپنے وطن کی عزت وترقی کے لیے مخلص، ایمان دار اور دیانت دار بناکر ملک وقوم کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ سبحان وتعالیٰ ہم سب پر سے اپنے تمام عذابوں اور سزاؤں کو معاف کرکے راحت وسکون عطا فرمادے آمین۔

ہم صائمہ قریشی کو مبارک باد دیتے ہیں کہ مسلسل سولہ ماہ کی محنت اور لگن کے ساتھ انہوں نے اپنا شہکار وشاندار ناول کو نہایت بہترین انداز میں اختتام پذیر کیا اور ان سولہ ماہ میں کہانی نے قارئین کو اپنے سحر میں پوری طرح جکڑے رکھا۔ ہم امید کرتے ہیں اس طرح صائمہ کا قلمی تعاون ادارے کے ساتھ جاری رہے گا اور وہ ہم سب کو اس سے بھی بہترین شہکار پڑھنے کو دیتی رہیں۔

اس ماہ کے ستارے:
رابعہ افتخار، ماورا طلحہ، صدف آصف، قرۃ العین سکندر۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

مدیرہ
قیصر آرا

حمد

خزاں کی شام کو صبح بہار تو نے کیا
میرے خدا، میرے پرودگار تو نے کیا
میں یونہی خاک کی پستی میں ڈولتا رہتا
ترا کرم کہ مجھے استوار تو نے کیا
میرے لہو میں رکھے اپنی خلوتوں کے راز
پھر اس کے بعد مجھے بے قرار تو نے کیا
خطا کے بعد خطا پے بہ پے ہوئی مجھ سے
معاف مجھ کو مگر بار بار تو نے کیا
شبیہہ اپنی بنادی ہماری آنکھوں میں
پھر ان کو وقف رہِ انتظار تو نے کیا
جھلستی ریت میں اگنے لگے ہیں پھول ہی پھول
کرم جو مجھ پہ کیا بے شمار تو نے کیا

امجد اسلام امجد

نعت

مدینے کا سفر ہے اور میں نم دیدہ نم دیدہ
جبیں افسردہ افسردہ، قدم لغزیدہ لغزیدہ
چلا ہوں ایک مجرم کی طرح میں جانب طیبہ
نظر شرمندہ شرمندہ، بدن لرزیدہ لرزیدہ
کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ
مدینے جاکے ہم سمجھے تقدس کس کو کہتے ہیں
ہوا پاکیزہ پاکیزہ فضا سنجیدہ سنجیدہ
وہی اقبال جس کو ناز تھا کل خوش مزاجی پر
فراق طیبہ میں رہتا ہے اب رنجیدہ رنجیدہ

اقبال عظیم

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

درجواب آں

مدیرہ

عشناء کوثر سردار...... کراچی

پیاری عشنا! جگ جگ جیو، یوں تو آپ نے اپنی تحریروں سے آنچل، حجاب اور نئے افق کو خوب سجایا ہے اور قارئین نے بھی آپ کو ہمیشہ سراہا ہے اور اب بھی آپ کا ناول ''اکائی'' بے حد پسند کیا جارہا ہے۔ خاص کر فاطمہ بی بی اور محمد جہانگیر کا کردار کو پسند کیا جارہا ہے پر یہاں کچھ عرصہ سے قارئین قسط سے مطمئن نہیں ہو پارہے ہیں غالباً آپ نے تبصروں میں بھی پڑھا ہوگا کہ قسط کوآگے بڑھانے کی بات کررہے ہیں۔ قسط وار ناول میں قاری کی پسند کو مدنظر رکھنا میرا خیال ہے ضروری ہوتا ہے۔ باقی آپ بہتر سمجھتی ہیں کہ انہیں کیسے مطمئن کیا جائے آپ کی ناساز طبیعت کا پتا چلا دعا گو ہوں کہ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے اور آپ کے لکھنے میں مزید روانی عطا فرمائے، آمین۔

سلمیٰ غزل...... کراچی

پیاری سلمیٰ! خوش رہو آنچل کی سالگرہ آپ کو بھی مبارک ہو۔ سالگرہ آنچل کی ہو یا حجاب کی آپ دونوں کے سروے میں ضرور شامل ہوتی ہیں اور ہم آپ کی اس محبت کو سراہتے ہیں ویسے بھی آنچل سے آپ نے لکھنے کی شروعات کی اور اب تو حجاب کو بھی اپنی تحریروں سے سجارہی ہیں۔ قارئین بھی آپ کی تحریروں کو پسند کرتے ہیں اور آپ کو پڑھنا چاہتے ہیں۔ ابھی بھی آپ کی جانب سے دو تحریریں موصول ہوئی ہیں جو جلد ہی آنچل وحجاب میں اپنی جگہ بنالیں گی۔ البتہ سروے کے سوال روک لیے ہیں ان شاء اللہ آئندہ ماہ شامل کریں گے دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

عائشہ پرویز...... کراچی

پیاری عائشہ! سدا سہاگن رہو، ایک وقت تھا کہ آپ آنچل کے سلسلوں میں ہر ماہ شرکت کرتی تھیں پھر شادی اور گھریلو زندگی میں ایسی مصروف ہوئی کہ شرکت کم ہونے لگی۔ لڑکیوں کی اصل زندگی تو شادی کے بعد شروع ہوتی ہے جب گھر کی ذمہ داری اصل میں سر پر پڑتی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے والدین کے گھر میں اپنی مرضی ہوتی ہے۔ کام کیے نہ کیے کوئی مسئلہ نہیں پر اپنے گھر یا سسرال کہہ لیں کام ہر حال میں کرنے ہی ہیں اور کمر سیدھی کرنے کو رات کو بستر ملتا ہے۔ آپ کی دادی کی رحلت کا پتا چلا اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ سمیت دیگر گھر والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

ثمرہ گلزار...... گجرات

پیاری ثمرہ! سدا آباد رہو، آپ کا آرٹیکل ''موت کی تیاری'' اور آپ کی تحریر دونوں پرچے کے معیار پر پوری نہیں اتری ہیں ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ دوست کا انٹرویو باری آنے پر شائع ہوجائے گا بے فکر رہیں۔ ابھی آپ دیگر سلسلوں میں شامل ہوتی رہیں جب ان میں نکھار آجائے تو پھر لکھنے کی طرف دھیان دیں ساتھ مطالعہ پر بھی توجہ دیں امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔

شائستہ جٹ...... ساہیوال

پیاری شائستہ! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے تحریر ''اسیر خاک'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے نام ور مصنفین کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں اور اپنا مشاہدہ بھی وسیع کریں تاکہ لکھنے میں بہتری آئے، امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔

انعم زہرہ...... ملتان

پیاری انعم! سدا سہاگن رہو کبھی کبھی یونہی ہوتا ہے کہ خوشی ہمارے پیچھے بھاگ رہی ہوتی ہے اور ہم غموں کا دامن تھام کر خود کو آگے گھسیٹ رہے ہوتے ہیں پر کہتے ہیں ناں کہ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے اور اس نے اس وقت ہونا ہے بس آپ کے ساتھ بھی یہ سب اسی وقت ہونا لکھنا تھا اور رہی بات خوابوں کی تو وقت کے ساتھ جہاں زندگی بدلتی ہے وہاں خواب بھی بدل جاتے ہیں۔ حالات کبھی ایک سے نہیں رہتے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی خوشیوں کو قائم ودائم رکھے اور آپ کو اپنے گھر میں ہنستا، پھلتا پھولتا رکھے، آمین۔ میں محفل میں شامل ہونے سے منع نہیں کرتی پر اب گھریلو زندگی کو زیادہ سے زیادہ وقت دیں، میاں بیوی کا رشتہ ایسا ہے کہ اگر کوئی تیسرا درمیان میں آجائے تو گراں گزرتا ہے کیونکہ یہ محبت کا رشتہ ہے ابھی آپ اس کو سمجھیں اپنے میاں کو وقت دیں توجہ دیں تاکہ وہ بھی آپ کی محبت کو سمجھے۔

سدرہ رحمان...... ملتان

پیاری سدرہ! سدا سہاگن رہو، یہ ایک حقیقت ہے کہ گھریلو مصروفیت ہر شوق پر حاوی ہوجاتی ہے اور جب بچے ہوجائیں تو پھر اپنے لیے وقت ہی نہیں بچتا۔ ان کے چھوٹے چھوٹے کام کرتے کب دن سے رات ہوئی اور رات سے دن پتا نہیں چلتا اور پھر ایک وقت وہ بھی آتا ہے جب بچے ہمارے برابر آ کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے کام خود کرنے لگتے ہیں پھر ہم مصروفیات تلاش کرتے ہیں کیونکہ کام کرنے کی عادت ہوچکی ہوتی ہے۔ اس لیے چاہ کر بھی کوئی مصروفیت ہاتھ نہیں آتی تو نظریں دروازے پر ٹک جاتی ہیں۔ شاید کوئی ملنے آجائے اور تھوڑی باتوں میں وقت گزر جائے۔ ہائے یہ وقت خیر ہم آپ کو بھولے نہیں ہیں آپ ہمیں یاد ہیں یقین نہ آئے تو مئی کا آنچل لے کر دیکھیے گا۔ آپ کی دوست آپ کا پوچھیں گی۔ ہماری جانب سے شادی اور سالگرہ دونوں مبارک اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو ہمیشہ شادوآباد رکھے، آپ کے بچوں کو اچھی تعلیم وتربیت سے نوازے، آمین۔

ماریہ نشاء...... لاہور

پیاری ماریہ! جگ جگ جیو آپ کی جانب سے تحریر ''تم ہی تو جنت میری'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ موضوع کچھ خاص نہیں، گھریلو جھگڑے جس میں شوہر بیوی پر بے وجہ ظلم کررہا ہے اور وہ بھی آگے سے مسلسل زبان چلا رہی ہے جگہ بنانے میں ناکام ٹھہری ہے۔ اس لیے کسی اور موضوع کا انتخاب کریں اور برائے مہربانی لفاظی ذرا کم کریں امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔

ماہا بشیر حسین...... ڈنگہ

پیاری ماہا! جگ جگ جیو، آپ کا ناراضی والا خط موصول ہوا۔ پڑھ کر لب مسکرا دیے۔ قاری چاہے خاموش ہو یا بول کر اپنے ہونے کا احساس دلائے ہمارے لیے دونوں برابر ہیں۔ آپ کی محبت کے تو ہم مقروض ہیں جو ہر ماہ آپ لوگ پرچا خریدتے اور پڑھ کر اس میں شامل ہوتے ہیں کیا اچھا لگا اور کس پر محنت ہونی چاہیے اس سے ہمیں آگاہ کرتے ہیں آپ نے ناول کے حوالے سے بات کی تو ناول ہمارے پرچے میں شائع ضرور ہوتے ہیں پر ہم کتابی صورت میں لے کر نہیں آتے اس لیے قیمت کا بھی اندازہ نہیں۔ اس کے لیے لاہور میں پبلشرز ہیں ان کا پتا دفتر فون کرکے حاصل کرسکتی ہیں پھر وہاں رابطہ کرکے اپنی مطلوبہ کتاب حاصل کرسکتی ہیں۔ آنچل کی سالگرہ آپ کو بھی مبارک ہو، ام مریم کو حجاب میں شامل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اب کیا کریں کہ مصنفین مصروف ہوجائیں تو کم ہی پلٹ کر دیکھتے ہیں۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو شادوآباد رکھے، آمین۔

ارم آصف...... مظفر گڑھ

پیاری ارم! خوش رہو، آپ کا خط تاخیر سے موصول ہوا اس لیے دیر سے جواب بھی وصول کریں اور ساتھ ہی گزری سالگرہ کی مبارک باد بھی۔ آرٹیکل لکھ لیا تو ڈر وخوف کو ایک طرف رکھ کر بھیج دیں یہ تو پڑھ کر بتائیں گے کہ قابل اشاعت ہے یا ابھی مزید محنت کی ضرورت ہے۔ محنت سے کیا گھبرانا اس راہ میں ابھی تک نام ور مصنفین اپنی تحریروں پر ایک سے دو یا تین بار دوبارہ محنت کررہی ہیں مدیران اگر کسی تحریر میں سمجھتے ہیں کہ کوئی بات ہے تو مصنفین سے ٹھیک کرالیتے ہیں اور اچھے مصنفین وہی ہیں جو ان کی بات کو سمجھ کر اپنی تحریر پر محنت کریں امید ہے آپ بھی مایوس ہونے کے بجائے خود پر محنت کریں گی اور اپنی تحریر کو بہتر سے بہترین کرنے کی کوشش کریں گی۔ اب جلدی سے تحریر ارسال کردیں تاکہ ہم پڑھ کر اپنی رائے سے آگاہ کرسکیں۔ شاعری کے لیے معذرت۔

شبانہ امین...... کوٹ رادھا کشن

پیاری شبانہ! خوش وآباد رہو، بے شک صبر آتے آتے ہی آتا ہے پر کیا کریں جہاں صبر آتا ہے وہاں کوئی بات ایسی ضرور ہوجاتی ہے جو یاد دلا جاتی ہے کہ وہ دنیا میں نہیں جن کے ساتھ ایک طویل سفر گزرا، یہ بھی ہے کہ جانے والے لوٹ کر نہیں آتے اور اپنے پیچھے انمٹ یادیں چھوڑ جاتے ہیں اور ہمیں ان یادوں کے سہارے زندہ رہنا ہے اور زندگی کو کسی کام میں لانا ہے۔ والدین کا نعم البدل نہیں اور ایک کا سایہ بھی سر سے اٹھ جائے تو زندگی بے مقصد معلوم ہوتی ہے آپ کی والدہ کو دنیا سے گئے تین سال ہوگئے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین۔ زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کیا کریں اور والدہ کے لیے دعا کیا کریں اس سے آپ کو اور انہیں بھی سکون ملے گا۔

تبسم بشیر حسین...... ڈنگہ

پیاری تبسم جگ جگ جیو، آپ کا خط موصول ہوا اور جواب بھی حاضر ہے۔ آپ کو بھی آنچل کی سالگرہ مبارک ہو، ہر ماہ شرکت کرتی ہیں، اچھا لگتا ہے انتخاب میں بھی بہتری آ گئی ہے اور بات وہی ہے کہ تبسم کا انتخاب ہو اور پسند نہ آئے یہ تو ہو نہیں سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان کے اندر ایک صلاحیت پوشیدہ ہے اور ہم نے خود کو تلاش کرکے اس صلاحیت کو باہر نکالنا ہے اور پھر خود کو منوانا ہے۔ اس بار دفتر میں سامان اِدھر اُدھر ہوا ہے آپ کی شاعری موصول تو ہوئی اور اس میں شعبہ والوں کو کچھ کمی نظر آئی تو اس کے لیے معذرت۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کی والدہ کو صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے، آمین۔ امید ہے آپ کی آمد کا سلسلہ جاری رہے گا۔

نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ

پیارے نعیم! خوش وآباد رہو، پرچا دیکھ کر صرف آپ نے ہی سر نہیں پکڑا تھا بلکہ ہم بھی حیران ہوئے تھے کہ آپ کا نام تو ہم نے ٹھیک لکھا اور پڑھا تھا پھر یہ الیف کا اضافہ اور ے کو غائب کہاں اور کس نے کردیا ایک ایک سے نرمی وسختی دونوں طریقے سے پوچھا پر کوئی ماننے کو تیار نہیں۔ پھر ہم سے ہی غلطی ہوئی ہوگی پڑھنے میں۔ آپ ایک حساس دل رکھنے والے انسان ہیں جب ہی الفاظ کو اپنے احساس میں ڈھال کر خوب صورت شاعری کرتے ہیں اور ان کو آنچل کے صفحات کے لیے بھیج دیتے ہیں۔ ہماری پوری کوشش رہے گی کہ آئندہ ایسی غلطی نہ ہو، اللہ سبحان وتعالیٰ سے دعا ہے کہ لکھنے میں مزید روانی اور نکھار پیدا ہو آمین۔

ثناء کنول...... ڈیرہ اسماعیل خان

پیاری ثناء! خوش رہو، آپ کا خط موصول ہوا۔ آپ نے کوئی ایسی بات تو لکھی نہیں جس پر ناراض ہوں یا غصہ ہوں، کہانیوں کے حوالے سے پوچھا ہے تو جواب حاضر ہے کہ بھیج دیں بس اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ کہانی میں جھول نہ ہو اپنے لکھے ہوئے کو دو سے تین بار خود پڑھیں قاری کی نظر سے اس کے

بعد جہاں کمی نظر آئے اس کو ٹھیک کریں اختتام خوش گوار ہو تاکہ قارئین کے ذہن پر اچھا اثر چھوڑے، شاعری کے لیے معذرت۔

کرن ریاض...... نامعلوم

پیاری کرن! جگ جگ جیو آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہوئی اس لیے آئندہ ماہ کے لیے روک لی ہے اور رہی بات کہانی کی تو ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے نام ور مصنفین کی تحریروں کو بغور پڑھیں اور اپنا مشاہدہ وسیع کریں سلسلے وار ناول کے لیے معذرت، آئندہ خط میں اپنے نام کے ساتھ مکمل پتا ضرور لکھیں۔

اقرأ جٹ...... منچن آباد

پیاری اقرأ! سدا آباد رہو ایک وقت تھا کہ اقرأ ہر سلسلے میں ہر ماہ شامل ہوا کرتی تھی اور اب یہ وقت ہے کہ ڈاک ہمیں موصول نہیں ہوتی اور آپ ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے کی شکایات کرتی ہیں ایسا نہیں ہے۔ ورنہ ہم تو اپنے ہر قاری کو اہمیت دیتے ہیں اور ان کی نگارشات فوراً شامل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ واٹس ایپ کی چیز قابل قبول نہیں ان کے لیے معذرت چاہتے ہیں۔ آپ کی جانب سے آرٹیکل ''خواہشات'' موصول ہوا۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ موضوع کچھ خاص نہیں ہے۔ اس لیے جگہ بنانے میں ناکام ٹھہرا۔

الفت کنول...... آزاد کشمیر

پیاری الفت خوش وآباد رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''خاموش محبت'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس طرح کے موضوعات پر پہلے بھی بہت لکھ جاچکا ہے۔ لڑکا لڑکی کو پسند کرتا ہے اور گھر والوں میں اختلاف ہوجاتا ہے اور دونوں کی شادی نہیں ہوتی۔ موضوع پرانا صحیح پر انداز تحریر بھی کچھ خاص نہیں ہے۔ اس لیے ابھی فی الحال لکھنے کا عمل چھوڑ کر صرف مطالعہ پر توجہ دیں دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ذیشان علی...... گجرات

پیارے بیٹے ذیشان! جگ جگ جیو آپ کی جانب سے تحریر ''عشق نامکمل'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ مزید محنت کی ضرورت ہے۔ آنچل یا حجاب کے لیے لکھنے کو نہیں کہا تھا نئے افق کے لیے کہا تھا۔ پہلے نئے افق کا مطالعہ کریں اس میں کس طرح کی تحریر شائع ہوتی ہیں۔ اس کے بعد لکھیں آنچل و حجاب میں لڑکوں کی جگہ نہیں ہے اس لیے معذرت۔

مہرین کنول...... کراچی

پیاری مہرین! جیتی رہو، آپ کی جانب سے دو تحریریں ''دل کا مکان اور عید اور بڑا فیصلہ'' موصول ہوئیں، پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے تحریر لکھنے کے بعد قاری کی نظر سے ضرور پڑھا کریں اور جہاں جہاں کمی محسوس ہو اسے دور کرنے کی کوشش کریں امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔

زہرہ ماھی...... بھاول پور

پیاری زہرہ! خوش رہو آپ کی جانب سے تحریر ''عزت کی تلاش'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے لکھنے کے عمل کو چھوڑ کر ابھی صرف مطالعہ پر زور دیں اور نام ور مصنفین کی کہانیوں کو بغور پڑھیں تاکہ لکھنے میں نکھار آئے۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ آپ آنچل کی خاموش قاری ہیں اور ہر ماہ آنچل باقاعدگی سے لیتی ہیں اس کی تحریروں سے سبق بھی حاصل کرتی ہیں۔ آپ دیگر ،سلسلوں میں شامل ہوتی رہیں تاکہ جو لکھنے کا شوق ہے وہ اس طرح پورا ہوسکے دعاؤں کے لیے جزاک للہ۔

بشریٰ کاظمی...... نامعلوم

پیاری بشریٰ! جگ جگ جیو۔ آپ کی جانب سے تحریر ''من وشما'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ

ابھی آپ کومزید محنت کی ضرورت ہے اس لیے لکھنے کا عمل وقتی چھوڑ کر نام ور مصنفین کی تحریروں کا بغور مطالعہ کریں اور پہلے مختصر موضوع کوقلم بند کریں جب اس پر مکمل گرفت کرلیں گی تو پھر طویل موضوع کی طرف آئیں۔ امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔ آئندہ تحریر ارسال کرتے ہوئے اپنا مکمل پتا ضرور لکھیں ادارے کو فون کرکے کہانی کے حوالے سے کوئی بات نہیں کرتا۔

قابل اشاعت:۔

مہان، خوشیوں کی زنجیر، تو میری دعا کا محور ہے، قیمتی موتی، محبت کوریئر کردو۔

ناقابل اشاعت:۔

ادھوری زندگی، پھریوں ہوا، پہلی کرن، خواہشات، پھر میری کی ہوگی، جلد باز، احساس، یاریاں، سکون جان، دل کا مکان، عید اور بڑا فیصلہ، عزت کی تلاش، آبرو، محبت بوجھ کیوں بنی، وہ میرا خیال تھا، من وشما، خواب سے حقیقت تک، قسمت کی بار، تم ہی جنت میری، اسیر خاک، خاموش محبت، جغرافیے کا ماسٹر، کسی خواب کے یقین میں، محبت، دنیا ایک کھیل تماشا۔

www.naeyufaq.com

مصنفین سے گزارش

☆مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کراکر اپنے پاس رکھیں۔

☆قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆مسودے کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام، پتا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔

☆کہانی ای میل کرنے کے لیے ان پیج کی فائل ہو، ایم ایس ورڈ کی فائل میں اردو میں لکھیں تحریر ہونی چاہیے یا یونی کوڈ پر ہو۔ کہانی کے نام سے فائل کا نام رکھنا ہوگا۔ کہانی کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخر میں اپنا پورا نام، مکمل پتا اور رابطہ نمبر بھی لکھنا ہوگا۔

☆ای میل چاہے کہانی کی کرنی ہو یا مستقل سلسلوں میں ہمیشہ نیو ای میل کا انتخاب کریں اور سبجیکٹ میں کہانی اور سلسلے کا نام لکھیں۔ جوابی میل پر کچھ بھی ای میل نا کریں اگر جوابی میل پر کچھ بھی ای میل کیا جائے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ editor_aa@naeyufaq.com

☆ای میل پر کہانی یا مستقل سلسلے میں شرکت کے لیے اسکین، امیجز، رومن یا پی ڈی ایف قابل قبول نہیں ہوتی۔

☆دیگر سوشل ایپ پر بھی کہانی یا سلسلوں کی کوئی بھی چیز قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک یا کوریئر کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 81 پیپر ہیر کس، ہاکی کلب آف پاکستان اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

آئینہ

مشتاق احمد قریشی

یہ تو اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور مہربانی وشفقت ہے کہ اس نے خود اپنی ہر چیز کا سودا بھی کیا اور قیمت بھی لگائی۔ اللہ نے انسان کو صاحبِ عزم وارادہ کیا پھر اختیار دیا کہ وہ اللہ کے ساتھ معاہدہ کرے۔ اللہ نے اس عہد اور معاہدے میں وفاداری کو مقامِ انسانیت قرار دیا ہے اور جو اس عہد کو پورا نہ کریں وہ یقیناً اللہ کے نزدیک حیوانوں سے بھی بدتر ہیں۔ جیسا کہ ربّ کائنات سورۂ انفال کی آیت۔۵۵ میں ارشاد فرمارہا ہے۔ "بے شک برے جانور اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور ایمان نہیں لائے اور وہ لوگ جن سے تم نے عہد کیا تو انہوں نے ہر بار اس عہد کو توڑا وہ اللہ سے نہیں ڈرتے۔" جہاں اہلِ ایمان متقی نیکوکاروں کے لیے یہ دہرے فائدے اور منافع کا سودا ہے وہیں یہ غافل بدکاروں کفر وشرک کرنے والوں کے لیے اور ایسے مسلمانوں کے لیے تو یہ بڑا ہی خطرناک ہیبت ناک سودا ہے جو راہ حق پر ہونے کے باوجود اس سیدھے راستے کو نہیں اپناتے اور صراط مستقیم کو چھوڑ کر ادھر ادھر چلتے چلے جاتے ہیں۔ صراطِ مستقیم پر چلنا اور احکامِ الٰہی کی تعمیل بالکل اسی طرح سے کرنا جیسا کہ ان کا حق ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی۔ متقی اہلِ ایمان کے لیے تو یہ معمول کی بات ہوتی ہے لیکن جو لوگ خود کو مسلمان سمجھتے اور کہتے ہیں لیکن احکامِ الٰہی کی ان کی نظروں میں کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی جیسا کہ آج کل اگر ہم اپنے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں یا خود اپنے ہی اعمال اور افعال کو دیکھیں تو آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ ہم بڑے مزے سے بیٹھے بیٹھے زندگی گزارتے رہتے ہیں نہ ہم اللہ سے کیے گئے عہد اور سودے کو یاد رکھتے ہیں نہ کبھی سوچنے کی زحمت کرتے ہیں کہ روزِ آخرت ہمارا کیا انجام ہوگا۔ نہ دین کی خبر لیتے ہیں نہ دنیا میں دین اور اللہ کی حاکمیت کے قیام کے لیے کچھ کوشش کرتے ہیں اور اپنی دینی مذہبی ذمہ داری کو ادا نہیں کرتے۔

اسلام نے انسانیت کو غیر اللہ کی غلامی سے نکال کر صرف ایک اللہ کی غلامی واطاعت میں داخل کیا ہے۔ دشمن طاغوتی قوتیں، شیطانی قوتیں جو اسلام کی راہ روکنے پر ہر دم کمربستہ رہتی ہیں اپنا پورا زور، پوری طاقت دینِ حق کی راہ روکنے میں صرف کردیتی ہیں۔ جب تک زمین پر کفر موجود ہے برائی موجود رہے گی اور انسانیت ذلیل ورسوا ہوتی رہے گی۔ دینِ اسلام ہی وہ دین ہے جو سیدھا سچا ہے اور سیدھے راستے پر چلانے والا اور اپنے حقیقی خالق ومالک تک سیدھے سچے راستے سے پہنچانے والا ہے۔ ہر مسلمان جس نے اپنی جان ومال کا سودا جنت کے معاوضے میں اپنے ربّ سے کررکھا ہے اس پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک کی اطاعت وبندگی پر اپنے علاوہ بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آمادہ کرے۔ انہیں دینِ اسلام دینِ حق کی دعوت دے اگر اس سلسلے میں طاغوتی شیطانی قوتوں سے ٹکرانا بھی پڑے تو اس سے دریغ نہ کرے کفر کے خلاف جہاد ہر اہلِ ایمان متقی پر فرض ہے۔ یہ کیسی خوش نصیبی کا مقام ہے کہ جو اللہ کے لیے جیتا ہے وہی کامیاب رہتا ہے۔ جو اپنی جان مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ درحقیقت اللہ کا ہی دیا ہوا اللہ کا مال ہے اس کے لیے ارشاد ہے۔ وہ خوشیاں منائیں کہ انہوں نے مالکِ دوجہاں سے اچھا سودا کیا۔ یہ مال وجان یہ دنیا کا ساز وسامان سب کا سب فنا تو ہونا ہی ہے پھر اگر اسے اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کردیا جائے تو جنت اور جنت کی راحتیں تو بالکل مفت میں مل رہی ہیں۔ اس تمام فانی اور ختم ہوجانے والے

مال واسباب کو جسے ہم اگر خرچ بھی نہ کریں تب بھی ختم ہونا ہی ہے اور خود انسان کو بھی آخر ایک دن ختم ہونا ہے مرنا ہے وہ چاہے یا نہ چاہے۔ زندگی میں نیک اور اچھے اعمال کرے یا نہ کرے سب کچھ ختم ہو جانا ہی ہے پھر اگر اپنے اختیار وارادے اور خواہش سے اپنی جان و مال اللہ کی راہ میں اللہ کے لیے خرچ کریں اور اللہ سے کیے ہوئے معاہدۂ عہد کو پورا کریں تو ذرا سوچیے تو سہی کہ اس عارضی اور فنا ہو جانے والے مال و جان کے بدلے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اپنے فضل و کرم سے کس طرح اپنے بندوں پر شفقت فرما رہا ہے کہ انہیں اس فانی جان و مال کے بدلے دائمی مال و اسباب اور جان عطا ہی نہیں فرما رہا بلکہ انہیں رہنے کے عظیم اور دائمی ٹھکانے بھی عطا فرما رہا ہے اور اللہ کا وعدہ اتنا سچا ہے جتنا ہمارا جینا مرنا اور اس فانی دنیا میں رہنا سہنا۔ اللہ تعالیٰ اپنے تمام متقی پرہیز گار بندوں کو اس آیتِ مبارکہ کے ذریعے بشارتِ عظمیٰ سے نواز رہا ہے اور یہ بشارت یہ سودا یہ معاہدہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سے دینِ حق پر چلنے والوں سے کیا ہے۔ یہی بات اس آیت میں بھی ارشاد فرمائی گئی ہے کہ قرآن سے پہلے تورات اور انجیل میں بھی دینِ حق کو ماننے والوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا۔

"وفی" کی مختصر تشریح کے بعد اب الاخرۃ کی تشریح کی طرف بڑھتے ہیں۔

"الآخرۃ"

آخرت کا لفظ قرآن کریم میں موت کے بعد کی زندگی کے لیے استعمال ہوا ہے جو بالکل نئی طرح کی اور دائمی یعنی ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہوگی۔ اس آخرت کی زندگی کے بعد کبھی کسی بھی طرح کسی کو موت نہیں آئے گی۔ حیات بعد الموت، حشر کے بعد کی زندگی۔ آخرت کو مفسرین نے دار الآخرت یعنی آخری گھر بھی کہا ہے جو موجودہ گھر دنیا کی ضد بھی ہے۔ اسے دار البقا یعنی باقی رہنے والا گھر اور دنیا کو دار الفنا فنا ہونے والا گھر بھی کہا جاتا ہے۔

آخرت پر ایمان اسلام کا پانچواں اہم اصول ہے' اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں پر ایمان لانے کے بعد موت کے بعد کی زندگی پر ایمان لائے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ آخرت کا مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی خاتمے یا انجام کے بعد جس عمل کا آغاز ہوا سے آخرت کہا جائے گا۔ عالمِ آخرت ایک حقیقتِ الٰہی ہے جو ہمارے موجودہ عالم دنیا کے خاتمے کے بعد شروع ہوگا۔

اصطلاحاً موت سے لے کر قیامت تک کے وقفے کو عالم برزخ کہا گیا ہے اور قیامت سے لے کر ابدالآباد تک کے دور کو حشر کہا جاتا ہے جس میں تمام مخلوقات کا حساب کتاب ہو کر ان کے اعمال کے مطابق جزا و سزا مل جائے گی اور ان تمام کا فیصلہ ان کے اعمال کے مطابق کر دیا جائے گا۔ جنت اور دوزخ کے مسافر اپنے اپنے راستے پر چل پڑیں گے۔ یہیں سے آخرت کا دور شروع ہو جائے گا جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ہے' گویا آخرت وہ ہمیشہ کی زندگی ہے جو دنیا کی امتحان گاہ میں کیے گئے اعمال کے نتیجے میں ملے گی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں آخرت کے بارے میں بتا دیا ہے کہ وہی ہماری اصلی زندگی ہے اور وہی ہمارا اصلی مقام۔ تمام انسانوں کو اسی کے لیے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ اس دنیا میں انسان وہیں جانے کی تیاری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی بھلائی بہتری اور ان کی آخرت کی فلاح کے لیے دین اسلام کا طریقہ رائج کیا تا کہ انسان کسی بھی طرح شیطان کے پھندوں میں نہ پھنس سکے اور اللہ کی اطاعت و بندگی سے کسی طرح غافل ہو کر اپنی آخرت خراب نہ کر لے۔ شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور ہر لحظہ انسان کو اطاعت الٰہی کی راہ سے بھٹکانے میں مصروف رہتا ہے۔ دینِ اسلام وہ دینِ حق ہے جو انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے آداب کی تعلیم ہی نہیں دیتا بلکہ اعمالِ حسنہ کے ذریعے اپنی آخرت سنوارنے کا راستہ بھی بتاتا ہے اور صراط مستقیم پر چلنے کا طریقہ سکھاتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری ہے۔ "اور جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں' انہیں کہا جاتا ہے' تمہارے رب نے کیا اتارا؟ وہ

کہتے ہیں بھلائی۔ جو لوگ نیکی کرتے ہیں ان کے لیے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت کا گھر یقیناً بہتر ہے اور متقیوں کا گھر بہت ہی اچھا ہے۔" ..... (النحل۔۳۰)

آخرت کے عقیدے اور حقیقت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کے جوہر اصلی یعنی روح کے بارے میں سمجھا جائے تب ہی خیر و شر' اخلاقیات و مذہب جیسے اہم عناصر کو سمجھنا آسان ہو سکے گا۔ روح سے مراد وہ خاص جوہر ہے جو فکر و شعور اور عقل و تمیز اور فیصلہ و اختیار کا حامل ہوتا ہے۔ جس کی بدولت انسان تمام دوسری مخلوقات ارضی سے ممتاز اور خلافتِ الٰہی کا حامل بنا ہے۔ انسان کے اندر جو روح پھونکی گئی ہے دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عالی کا ایک ہلکا سا عکس ہے۔ اسی عکسِ الٰہی کی وجہ سے انسان زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اور ملائکہ سمیت تمام موجودات ارضی کا مسجود قرار پایا۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ۔ اور جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک انسان کو گارے اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں' تو جب میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔ (الحجر۔۲۸۔۲۹)

اس سے معلوم ہوا کہ جسم انسانی میں جو روح پھونکی گئی وہ دراصل صفات الٰہی کا ایک عکس ہے۔ انسان میں زندگی' علم' قدرت' ارادہ' اختیار اور دوسری تمام صفات جو پائی جاتی ہیں اس مجموعہ کا نام روح ہے۔ قرآن و حدیث کے مطابق موت محض روح کا جسم سے الگ ہونے کا نام ہے روح جسم سے الگ ہونے کے بعد معدوم نہیں ہوتی بلکہ اسی طرح محفوظ رہتی ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ موت کے بعد کوئی زندگی ہے یا نہیں اور روح کہاں جاتی ہے؟ روح جس جسم کو چھوڑ جاتی ہے کیا پھر اس سے تعلق قائم کرے گی؟ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ۔ یقیناً بدکاروں کا نامہ اعمال سجین میں ہے اور تجھے کیا معلوم سجین کیا ہے۔ (المطففین۔۷۔۸)

ترجمہ۔ یقیناً یقیناً نیکوکاروں کا نامہ اعمال علیین میں ہے تجھے کیا معلوم علیین کیا ہے۔ (المطففین۔۱۸۔۱۹)

ان آیاتِ مبارکہ سے یہ بات خوب اچھی طرح واضح ہو گئی ہے کہ نیک متقی پرہیز گاروں کے لیے اللہ تعالیٰ نے مقام علیین کا تعین فرمایا ہے۔ یہ وہ مقام خاص ہے جہاں اہل علم کے قیاس کے مطابق پرہیز گار لوگوں کی روحیں رہتی ہیں۔ علیین کے معنی بلندی کے ہیں۔ حافظ ابن کثیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ علیین آسمان کا ساتواں (سب سے بلند) طبقہ ہے جس میں مومنین کی روحیں رہتی ہیں اور سجین زمین کا ساتواں سب سے نچلا طبقہ ہے جس میں کفار و مشرکین کی روحیں رہتی ہیں۔ جبکہ خود حافظ ابن کثیر کے خیال کے مطابق علیین اور سجین اچھے اور برے نامہ اعمال کے دفاتر ہوں گے اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ جن کے نام جہاں درج ہوتے ہیں وہ مرکز وہیں جاتے ہیں (موضوع القرآن) حضرت امام راغب کے قول کے مطابق علیین اہل جنت اور سجین سے اہل دوزخ مراد ہیں۔ جبکہ اہل رائے اور قیاس بین حضرات کا خیال ہے کہ علیین اور سجین عالم برزخ کے دو طبقات ہیں۔ اہل لغات کے مطابق برزخ کے معنی حائل' درمیان کی وہ چیز جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو' رکاوٹ و مانع ہو۔ حدیث میں قبر کو مجازاً عالم برزخ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ برزخ دراصل وہ عالم ہے جہاں روح موت کی ہچکی سے لے کر یوم حشر دوبارہ جی اٹھنے تک رہے گی۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے وہ مقام جو انسانوں اور دنیا کے درمیان حائل ہے جو انسانوں کو واپس دنیا میں جانے سے روکنے اور قیامت تک یہ دنیا اور آخرت کے درمیان حد فاصل بن کر ٹھہرے۔

(جاری ہے)

www.naeyufaq.com

ہمارا آنچل

سونیہ اداس

سوال:۔ آپ کے نزدیک زندگی کا سب سے حسین دور کون سا ہے؟

جواب:۔ میرے نزدیک زندگی کا سب سے حسین دور جوانی کا ہے، اس دور میں انسان بہت سی غلطیاں کرتا ہے، بہت سی ٹھوکریں کھاتا ہے ان مراحل سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔

سوال:۔ کیسی طالب علم تھیں، صرف پڑھائی پر توجہ دی یا......؟

جواب:۔ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا مگر پڑھائی پر مکمل توجہ دی اور آج بھی پڑھائی ہی میرا سب کچھ ہے۔

سوال:۔ کون سا مضمون سخت ناپسند ہے؟

جواب:۔ میتھ نفرت کی حد تک...... ہر بار لگتا تھا کہ اب تو میتھ میں سپلی ضرور آئے گی مگر پھر پاسنگ مارکس آجاتے تھے۔

سوال:۔ اپنی تعلیم کو کس طرح کام میں لا رہی ہیں؟

جواب:۔ زیر تعلیم ہوں پھر بھی کچھ بچوں کو پڑھاتی ہوں ودآؤٹ منی۔

سوال:۔ آپ اپنے کس استاد سے متاثر ہیں؟

جواب:۔ ہر استاد ہی اچھا ہوتا ہے مگر سٹی اسکول کے سر عمران (ان کو پہلی بار دیکھا تو بہت مذاق اڑایا ٹاور کا خطاب دیا) ایفا میں اکیڈمی سر، سر نعمان اور کالج میں مس عظمٰی نے متاثر کیا اور میں ایسی طالب علم تھی کہ میں دعوٰی سے کہہ سکتی ہوں کہ یہ اساتذہ مجھے کبھی نہیں بھول سکتے۔

سوال:۔ پابندیاں شخصیت کو متاثر کرتی ہیں یا......؟

جواب:۔ پابندیوں سے انسان باغی ہوجاتا ہے شخصیت کو توڑ پھوڑ دیتی ہیں۔

سوال:۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرتی ہیں؟

جواب:۔ جی میں زیادہ سے زیادہ حقوق العباد کا اہتمام کرتی ہوں میرے خیال میں اللہ تو اسی سے خوش ہوجاتا ہے کہ اس کی مخلوق کو راضی کیا جائے بے شک اللہ رحمان اور رحیم ہے۔

سوال:۔ اپنی شخصیت کو کس طرح بیان کریں گی آپ کی خوبیاں اور خامیاں کیا ہیں؟

جواب:۔ مجھ ناچیز میں کون سی خوبیاں، خوبیاں تو صرف اللہ کی ذات میں ہوتی ہیں ہاں البتہ کسی کو کام میں نا نہیں کی، ہر ایک کو بہت اچھا پک کرتی ہوں ناکامیوں میں بہت جلدی رو پڑتی ہوں غصے میں چیختی چلاتی ہوں۔

سوال:۔ کس مقام پر پہنچنا چاہتی ہیں؟

جواب:۔ پولیس فورس جوائن کرنا چاہتی ہوں، پولیس پر لگا رشوت جیسا داغ دھونا چاہتی ہوں۔

سوال:۔ اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں سے کیا سیکھا؟

جواب:۔ اپنی کامیابیوں سے خود کو منوایا اور ناکامیوں سے اپنی غلطیوں اور ان کے رزلٹ کو ذہن میں رکھ کر کوشش کرتی ہوں بہتر سے بہترین بنوں میری وجہ سے کسی کی دل آزاری نہ ہو۔

سوال:۔ اگر ماضی میں جانے کا موقع ملا تو کس شخصیت کے ساتھ دن گزارنا پسند کریں گی؟

جواب:۔ ایسا نا ممکن ہے۔

سوال:۔ خود پر کتنی توجہ دیتی ہیں؟

جواب:۔ کبھی کبھی بہت زیادہ اور کبھی کبھی بالکل بھی نہیں یہ تو حالات پر منحصر ہے۔

سوال:۔ ایسی کون سی ایجاد ہے، جس کے بغیر زندگی ادھوری ہے؟

جواب:۔ موبائل فون۔

سوال:۔ مہمانوں کے جانے کے بعد کیا تبصرہ کرتی ہیں؟

جواب:۔ عموماً پوزیٹیو ہی ہوتا ہے۔

سوال:۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف ہوں ایسے میں چوہا یا کاکروچ آجائے تو کیا کریں گی؟

جواب:۔ مہمانوں کو نظر انداز کر کے چلاؤں گی اور بھاگ جاؤں گی۔

سوال:۔ وطن کے بارے میں کیا سوچتی ہیں؟

جواب:۔ کشمیر کی آزادی کے لیے دعا گو ہوں اللہ کا شکر ہے ہمارا ملک پاکستان ہے ہر ایک سے بہتر، بس قائداعظم جیسی لیڈر شپ کی ضرورت ہے۔

عیشا شوکت...... حویلیاں

سوال:۔ آپ کے نزدیک زندگی کا سب سے حسین دور کون سا ہے؟

جواب:۔ میرے نزدیک زندگی کا سب سے حسین دور بچپن کا ہوتا ہے۔

سوال:۔ کیسی طالب علم تھیں صرف پڑھائی پر توجہ دی یا غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا؟

جواب:۔ میں کافی اچھی اور ذہین طالب علم ہوں غیر نصابی سرگرمیوں میں آٹھویں تک تو حصہ لیتی تھی لیکن اس کے بعد نہیں۔

سوال:۔ کون سا مضمون سخت ناپسند ہے؟

جواب:۔ اکنامکس کافی بورنگ سبجیکٹ ہے لیکن پھر بھی پڑھنا تو ہے۔

سوال:۔ اپنی تعلیم کو کس طرح استعمال میں لا رہی ہیں؟

جواب:۔ ابھی تو میں خود زیر تعلیم ہوں، ویسے میں اپنے بہن بھائیوں کو پڑھاتی ہوں۔

سوال:۔ آپ اپنے کس استاد سے زیادہ متاثر ہیں؟

جواب:۔ میں اپنے دو ٹیچرز سے متاثر ہوں، مس فوزیہ میتھ والی اور سٹیٹ والی مس مصباح سے۔ مس مصباح کا پڑھانے کا انداز نہایت دلچسپ اور پُر اثر ہے۔

سوال:۔ پابندیاں صلاحیتوں کو متاثر کرتی ہیں یا شخصیت کی مثبت تعمیر کے لیے ضروری ہیں؟

جواب:۔ پابندیاں صلاحیتوں کو متاثر کرتی ہیں یہ ایک حد تک تو ٹھیک ہے لیکن حد سے زیادہ پابندیاں شخصیت کو مسخ کر دیتی ہیں۔

سوال:۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کا کیا اہتمام کرتی ہیں؟

جواب:۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادنٰی سی کوشش کرتی ہوں۔ باقی انسان غلطی کا پتلا ہے۔

سوال:۔ اپنی شخصیت کو کس طرح بیان کریں گی آپ میں کیا خوبیاں اور کیا خامیاں ہیں؟

جواب:۔ خوبیوں میں اچھے اخلاق، برے وقت میں کام آنے والی۔ احساس کرنے والی اور خامیاں بے پروا، جلد باز، اندھا اعتبار۔

سوال:۔ غم اور خوشی کے موقع پر آپ کا کیا ردعمل ہوتا ہے؟

جواب:۔ غم کو اپنے اوپر زیادہ حاوی نہیں کرتی بس روتے چپ کر جاتی ہوں اور غم کو بھولنے کی کوشش کرتی ہوں۔ خوشی کے موقع پر بہت خوش ہوتی ہوں اور زندگی کا ہر لمحہ انجوائے کرتی ہوں۔

سوال:۔ کن باتوں سے خوف آتا ہے؟

جواب:۔ اپنوں سے بچھڑنے کا خوف، اندھیرے کا خوف اور اس بات سے خوف کہ کوئی میری ذات سے دکھی نہ ہو۔

سوال:۔ کس مقام پر پہنچنا چاہتی ہیں؟

جواب:۔ کچھ بھی بننے سے پہلے میں ایک اچھا انسان بننا چاہتی ہوں، اس کے علاوہ ٹیچنگ کا شوق

ہے۔

سوال:۔ محبت پر یقین رکھتی ہیں؟

جواب:۔ جی بالکل رکھتی ہوں یہ ایک پاکیزہ جذبہ ہے۔

سوال:۔ گھر میں فیصلے کون کرتا ہے؟

جواب:۔ گھر میں فیصلے امی اور ابو کی باہمی مشاورت سے ہوتے ہیں ویسے حتمی فیصلہ ابو کا ہوتا ہے۔

سوال:۔ اپنے آج کو گزشتہ کل سے بہتر بنانے کے لیے کیا کوشش کرتی ہیں؟

جواب:۔ میری کوشش ہوتی ہے کہ میں ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھوں اور حال اور مستقبل کو بہتر بناؤں اور وہ غلطیاں بھی نہ دوہراؤں۔

سوال:۔ نئے لوگوں سے ملنا کوئی نیا ہنر یا نئی بات سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اچھا لگتا ہے یا لگی بندھی زندگی گزارنے کی قائل ہیں؟

جواب:۔ میری نیچر فرینکلی ہے اس لیے میں بہت جلد دوسروں سے گھل مل جاتی ہوں اور نئی نئی باتیں اور ہنر سیکھتی ہوں، مجھے تو حیرت ہوتی ہے جو لوگ لگی بندھی زندگی گزارتے ہیں۔

سوال:۔ خود پر کتنی توجہ دیتی ہیں؟

جواب:۔ خود پر اتنی خاص توجہ نہیں دیتی بے پروا جو ہوں۔

سوال:۔ اگر ماضی میں جانے کا موقع ملے تو کس شخصیت کے ساتھ دن گزارنا پسند کریں گی؟

جواب:۔ اگر ماضی میں جانے کا موقع ملے تو میں حضرت محمد ﷺ کے ساتھ اور اس کے بعد علامہ اقبال کے ساتھ دن گزارنا پسند کروں گی۔

سوال:۔ ملکی حالات سے باخبر رہنے کے لیے کون سے ذرائع استعمال کرتی ہیں؟

جواب:۔ ملکی حالت سے باخبر رہنے کے لیے رسائل اور اخبارات استعمال کرتی ہوں۔

سوال:۔ ایسی کون سی ایجاد ہے جس کے بغیر زندگی ادھوری ہے؟

جواب:۔ میرے نزدیک تو موبائل فون ہی واحد ایسی ایجاد ہے جس کے بغیر ہماری زندگی ادھوری ہے۔

سوال:۔ مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف ہوں ایسے میں چوہا یا کاکروچ نظر آجائے تو کیا کریں گی؟

جواب:۔ اففف..... مت پوچھیں چیخ ماروں گی اور بھاگ کر کمرے میں چلی جاؤں گی۔

سوال:۔ مہمانوں کے جانے کے بعد مہمانوں پر کیا تبصرہ کرتی ہیں؟

جواب:۔ مہمانوں کے جانے کے بعد مہمانوں کے اخلاق و کردار، لباس وغیرہ پر تبصرہ کرتے ہیں۔

سوال:۔ باتونی لوگوں سے کس طرح جان چھڑاتی ہیں؟

جواب:۔ ہاہاہاہاہا، بڑا دلچسپ سوال ہے، ویسے میں خود باتونی ہوں۔

سوال:۔ وطن کے لیے کیا سوچتی ہیں؟

جواب:۔ وطن کے معاملے میں بہت زیادہ حساس اور جذباتی ہوں سوچتی ہوں جو میرے ملک کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے میں اس کی آنکھیں نوچ لوں، میں چاہتی ہوں کہ اپنے ملک سے رشوت، لوٹ مار، بدعنوانی کو ختم کردوں اپنے ملک کو ترقی یافتہ ملکوں کی لسٹ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔

سوال:۔ زندگی کا سب سے خوب صورت لمحہ یا کوئی ایسا لمحہ جس کی آپ منتظر ہیں؟

جواب:۔ میری زندگی میں ابھی تک تو کوئی ایسا لمحہ نہیں آیا۔ البتہ میں ایسے لمحے کی شدت سے منتظر ہوں۔

www.naeyufaq.com

سالگرہ کارڈ

سعیدہ نثار

خوشیوں کی یہ خاصیت ہے کہ ان کو جتنا بانٹا جائے وہ اتنا ہی بڑھتی ہیں اور ہماری ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ آنچل کی سالگرہ میں سب کو شامل کریں کیونکہ اس کی خوشی ہم سب کی ہے۔ اس سال بھی ایک خوب صورت سروے کا اہتمام کیا ہے جس میں پہلے ہم نے مصنفین کو ترجیح دی ہے۔ قارئین آئندہ ماہ اس میں شامل ہوں گے۔

☆ اگر آپ کسی ملک کی شہزادی ہوتیں تو اپنی سالگرہ پر اپنی رعایا کے ساتھ کیسے پیش آتیں؟

☆ اگر کوئی ایسی شخصیت جو آپ کو بے انتہا پسند ہو۔ (میڈیا یا سیاست سے) اچانک آپ کے گھر آجائے تو آپ اس کی خاطر داری میں کیا کریں گی؟

☆ محبت کو دو لفظوں میں بیان کریں؟

☆ ویسے تو آنچل کے ہر سلسلے میں ہی سب لڑکیاں شامل ہونا چاہتی ہیں آپ کے نزدیک سب سے بہترین سلسلہ کون سا ہے، جس کے لیے آپ کہیں کہ اس کے بغیر آنچل کچھ ادھورا ہے؟

رفاقت جاوید..... اسلام آباد

ا:۔ میں ذات پر ضیافت پر تحائف پر خرچ ہونے والی رقم غریبوں پر خرچ کرتی۔ میری سالگرہ کا مہینہ اپریل آنچل کی ہمراہی میں کیا خوب گزرے گا ماشاءاللہ۔ میں اپنی رعایا سے اپنی سالگرہ کا کیک کٹواتی۔

۲:۔ ایسے خاص الخاص مہمان کے ساتھ عزت اور بے حد بے تکلفی سے پیش آتی۔ مدح سراء میں زمین آسمان کے قلابے ملانے کے بجائے اُسے اپنی عزیز سہیلی کا اعلیٰ مقام دیتی۔ تاکہ اُس سے دوستی کا رشتہ استوار ہو سکے۔ جو ہر رشتے پر بھاری ہوتا ہے۔

۳:۔ محبت سرچشمہ حیات۔

۴:۔ وہ سلسلہ جو ہمارے پیارے دین پر مبنی ہے۔ جس کے بغیر نہ برکت ہے نہ ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔

راحت وفا..... ملتان

ا:۔ ہاہاہا، پہلی بات تو یہ کہ میرے نزدیک یہ محض لطیفہ ہے لیکن کچھ دیر کو فرض کر بھی لوں تو یہی کہوں گی کہ میں کسی ملک کی شہزادی ہوتی تو میری سالگرہ کی تقریب میں صرف اور صرف میری رعایا کو شرکت کی اجازت دی جاتی انہیں خاص ہونے کا احساس دلانے کے لیے اعلیٰ انتظامات کراتی اور ان کے دل جیت لیتی۔

۲:۔ اس وقت مجھے پسند تو فلم اشتار ندیم ہیں۔ وہ آجائیں تو میں جی جان سے ان کی خاطر داری کروں گی۔ اپنے ہاتھوں سے کھانے پینے کی چیزیں تیار کروں گی۔ اپنے حلقے احباب کو ان سے ملوانے کے لیے مدعو کروں گی۔

۳:۔ ویسے تو محبت کائنات کا ستون ہے لیکن میرے خیال میں محبت وارفتگی، دیوانگی و بے خودی ہے اور محبت آشفتگی و آوارگی ہے۔

۴:۔ میرے خیال میں سلسلہ "در جواب آں" کی بہت خاص جگہ اور حیثیت ہے بالکل آنچل کے جھومر کی حیثیت رکھتا ہے۔

رخ چودھری..... کراچی

سب سے پہلے تو ماہنامہ آنچل کو اور اس آنچل میں ٹکے تاروں کو خواہ وہ مالکان ہوں، ایڈیٹر ہوں جس شعبے سے متعلق ہوں جن کی دن رات کی محنت اس آنچل کے حسن میں اضافہ کرتی ہے۔ ان سب کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور ان تمام رائٹرز کو جو اس آنچل کے کناروں پر ٹکی جھلملاتی تاروں بھری بیل کی مانند ہیں ان کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ اس آنچل اور اس کے تاروں کو چمکتا دمکتا رکھے آمین۔

ا:۔ بہت بہت شکریہ آنچل آپ نے ہمیں شہزادی بننے کا موقع فراہم کیا۔ تو ظاہر ہے جس کی سالگرہ ہوتی ہے وہ عام سے عام انسان بھی بہت خوش ہوتا ہے۔ ہمیں تو آپ

نے شہزادی بنادیا تو بحیثیت شہزادی اپنی سالگرہ پر ہم اپنی رعایا سے انتہائی اچھے طریقے سے پیش آئیں گے رعایا میں گھل مل جائیں گے۔ اپنی رعایا کو خوشیوں کے، خوش حالی کے تحفے دیں گے۔ ایک سیل بنائیں گے جہاں رعایا کے مسائل سنے جائیں اور فوری طور پر ان کا حل پیش کیا جائے۔ بے گناہ قیدیوں کو رہا کیا جائے ایسے اقدامات کیے جائیں کہ رعایا خوش بھی اور خوش حال بھی ہو۔ مظلوم کی مدد کے لیے فوری قانون بنایا جائے تو ہم اپنی سالگرہ پر اپنی رعایا سے ایسے ہی پیش آئیں گے تاکہ اللہ بھی راضی ہو اور اللہ کے بندے بھی۔

۲:۔ آپ کے اس سوال کے جواب میں یہ ہی کہوں گی کہ جن کی آمد پر ہمیں بے پناہ خوشی ہوتی تو ان کی مدارت کیسے کرتی تو بدقسمتی سے وہ دونوں شخصیات اب حیات نہیں، اشفاق احمد اور بانو قدسیہ میں ان سے ملنا چاہتی تھی۔ ان کو قریب سے دیکھنا چاہتی تھی مگر یہ خواہش پوری نہ ہوسکی جس کا مجھے بہت افسوس ہے۔

۳:۔ بھروسا قائم رہے تو محبت، ٹوٹ جائے تو دھوکہ۔

۴:۔ ماشاءاللہ آنچل ایک معیاری پرچا اجرا سے اب تک اپنے معیار کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ اس کے تمام سلسلے نئے ہوں یا پرانے آنچل پر ٹکے تارے ہیں جو آنچل کی خوب صورتی اور معیار میں اضافہ کرتے ہیں یہ چونکہ خواتین کا پرچا ہے اس کی رائٹرز بھی خواتین اور قارئین بھی خواتین ہیں۔ اس کے تمام سلسلے نگینے کی طرح فٹ ہیں کوئی ایک بھی نکال دیا تو آنچل ادھورا لگے گا۔ اس لیے تمام سلسلے چلتے رہنے چاہیں آنچل ایک بھرپور پرچا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ماہنامہ ان کی تمام سلسلوں کے ساتھ چمکتا رہے روشن ستارہ رہے اور دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے اور ہر سال اپنی سالگرہ مناتا رہے، آمین۔ ایک بار پھر آنچل میں ٹکے ہر تارے کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔

نازیہ کنول نازی..... ہارون آباد

سب سے پہلے تو آنچل پڑھنے والی تمام بہنوں کو میرا بہت بہت سلام اور دعائیں۔ یہ ایک بہترین سلسلہ ہے جو آنچل نے اپنی رائٹرز اور قاری بہنوں کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اس سے آنچل پڑھنے والی بہنیں ایک دوسرے کے ساتھ جڑی رہتی ہیں۔ بلاشبہ آنچل ایک معیاری پرچا ہے اور ہمیشہ اپنے پڑھنے والوں کے ذوق اور خواہشوں کا خیال رکھتا ہے۔

۱:۔ میں الحمدللہ آنچل کی شہزادی رہی ہوں اور کافی سالوں تک میں نے آنچل کے صفحات پر حکومت کی ہے۔ محبت کی، چاہت کی خلوص تو جو سلوک میرا آنچل پڑھنے والی بہنوں کے ساتھ رہا ہے وہی سلوک رعایا کے ساتھ ہوتا محبت کا، پیار کا، خلوص کا۔

۲:۔ پسندیدہ شخصیت سعیدہ آپی ہیں اور طاہر قریشی صاحب ہیں۔ اگر یہ میرے گھر آجائیں تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا اور میں بہت ساری ڈشز بناؤں گی کیونکہ میں کوکنگ میں بہت زیادہ آگے جاچکی ہوں شادی کے بعد اور یہ حیران رہ جائیں گے کہ نازیہ کو اتنے سارے پکوان پکانے آتے ہیں اور میں ان کو جلدی جانے بھی نہیں دوں گی اور میں ان کو کھلا کر کھلا کر بس کرادوں گی۔ بس یہی میری خواہش ہے۔

۳:۔ پہلا لفظ تو یہ کہ محبت کو میں وہ تعلق سمجھتی ہوں جو آنچل اور میرا رہا ہے۔ محبت کسی بھی غرض، کسی بھی لالچ اور کسی بھی مفاد سے پاک ہے۔ جس میں عزت سرفہرست آتی ہے جو آنچل سے بہت ملی ہے۔ تو محبت میرے نزدیک اگر دو لفظوں میں بیان کی جائے تو "میں" اور "آنچل"

۴:۔ میری نظر میں "دوست کا پیغام آئے" ایک بہترین سلسلہ ہے۔ اسے کبھی بھی بند نہ کیا جائے کیونکہ اس کے ذریعے جو بہنیں ہیں آنچل پڑھنے والی وہ آپس میں رابطے میں رہتی ہیں یہ ایک بہت اچھا سلسلہ ہے آخر میں آنچل پڑھنے والے تمام لوگوں کو پیغام دینا چاہوں گی کہ آپ جس سے محبت کرتے ہیں اسے عزت ضرور دیں کیونکہ عزت کے بغیر محبت بے معنی ہے اور میں سمجھتی ہوں

کہ عزت کے بغیر محبت ایک خالی گھر ہے جس میں کوئی مکین نہ ہو۔ جسے چاہیں اسے عزت بھی دیں۔ ایک شعر ہے۔

جسے چاہوں اسے احساس خدائی دے دو
سلسلہ پیار کا رکھوں تو عبادت جیسا
ہم بھرے شہر میں تنہا تو نہیں تھے لیکن
پھر کوئی در نہ ملا ہم کو تیرے در کے جیسا

میرا اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش و آباد رکھے آمین ثم آمین۔

فاخرہ گل..... اٹلی

سب سے پہلے تو آنچل کی سالگرہ کے خوب صورت موقع پر محترم طاہر بھائی، سعیدہ نثار صاحبہ اور ان کی تمام ٹیم کو بے حد مبارکباد۔ جن کی انتھک محنت کے باعث آج آنچل اس مقام پر ہے۔ میری اللہ کریم سے خاص دعا ہے کہ وہ اس ادارے کو مزید کامیابیاں عطا فرمائے اور منتظمین کے لیے فخر کا باعث بنائے رکھے۔

۱:۔ جی تو اگر میں کسی ملک کی شہزادی ہوتی تو اپنی سالگرہ کے موقع پر تمام رعایا کو اپنے محل میں مدعو کرتی ان کے ساتھ اپنی سالگرہ کی خوشی مناتی اور پھر ان سب سے باری باری ان کی کوئی ایسی خواہش پوچھتی جسے وہ جلد پورا ہوتا دیکھنا چاہتے ہوں۔ ساتھ ہی وزرا کو حکم ہوتا کہ ان سب کی خواہشات جلد از جلد پوری کر کے مجھے رپورٹ دیں۔ میرے حکم کے بعد ان کے چہروں کی خوشی ہی میری سالگرہ کا حاصل قرار پاتی۔

۲:۔ میڈیا اور سیاست کا کہہ کر تو آپ نے پسند کو قید ہی کردیا کیونکہ ان دونوں شعبوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کی گھر آمد کی مجھے اتنی خوشی ہو کہ خاطر داری ہی سمجھ نہ آئے، البتہ قائداعظم کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ان سے نہ صرف ملنے بلکہ ان کے ساتھ بہت سارا وقت گزارنے کی بھی خواہش ہے وہ گھر آتے تو خاطر داری میں یقیناً کوئی کسر نہ چھوڑتی۔

۳:۔ امی، ابو۔

۴:۔ یقینی طور پر تبصروں کے بغیر آنچل نامکمل ہے۔ کیونکہ قارئین کے لکھے یہ تبصرے درحقیقت لکھاری کے لیے آکسیجن کا درجہ رکھتے ہیں۔ جن سے انہیں اپنی تحریر کو ملنے والی پزیرائی اور تنقید کے متعلق علم ہوتا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سلسلے میں خطوط کے ذریعے قارئین کو بھی لکھنے کا موقع ملتا ہے جس کے باعث یہ سلسلہ لکھنے اور پڑھنے والوں کے درمیان پل کا کردار ادا کرتے ہوئے سب کے لیے اہم ثابت ہوتا ہے۔

سلامت رہیے شاد رہیے، بہت کامیابی سمیٹیے۔ آنچل کے ہر خاص موقع پر مجھے یاد رکھنے کے لیے آپ کی بے حد شکر گزار ہوں۔

نزہت جبین ضیا..... کراچی

سب سے پہلے تو میری طرف سے آنچل کو سالگرہ کی بہت بہت ساری مبارک باد اللہ پاک سے دلی دعا ہے کہ آنچل ادب کی دنیا میں ہمیشہ اپنا اونچا مقام بنائے رکھے اور مزید کامیابی و کامرانی کے جھنڈے گاڑے آمین ثم آمین۔

۱:۔ میں فطرتاً بہت حساس، بے حد نرم مزاج اور نرم دل کی مالک ہوں لوگوں کے دکھ پر دکھی اور خوشی میں خوش ہونے والی تو میرا تو ذاتی خیال ہے کہ میں خاص طور پر غریب، بوڑھے، لاوارث لوگوں پر زیادہ دھیان دیتی ان کی بہتری اور سہولیات فراہم کرتے کرتے شاید فلاش شہزادی ہوجاتی۔

۲:۔ جہاں تک سیاسی شخصیات کا تعلق ہے تو شاید کوئی خاص ری ایکشن نہیں ہوگا کیونکہ مجھے سیاست سے دلچسپی نہیں اور سیاستدانوں سے اور اگر کوئی قیمس شخصیت جو مجھے پسند ہو وہ آجائے تو بے تحاشہ خوش ہونے کے ساتھ ساتھ جو جو خاطر مدارات کرسکی وہ سب کروں گی اس کے علاوہ جاتے وقت ان کو اپنے ہاتھ سے بنایا گیا کوئی گفٹ ضرور پیش کروں گی۔

۳:۔ محبت زندگی۔

۴:۔ سارے سلسلے اچھے ہیں مجھے سب سے اچھا

سلسلہ ڈش مقابلہ لگتا ہے کیونکہ مجھے کھانا پکانے سے خاص دلچسپی ہے تو اس کی وجہ سے نئی نئی ڈشز پکانے کا موقع مل جاتا ہے۔اس کے بغیر آنچل ادھورا ہے۔

یاسمین نشاط...... لاہور

سب سے پہلے تو آنچل اور آنچل سے جڑے ہر فرد کو بہت بہت سالگرہ کی مبارکباد کہ بلاشبہ آنچل سب کی مشترکہ محنت اور محبت کا ثبوت ہے اور مجھے فخر ہے کہ میں آنچل کا حصہ ہوں جتنی محبت اور عزت مجھے طاہر بھائی اور سعیدہ جی دیتے ہیں لفظوں میں بیان مشکل ہے، اللہ ان کی محنتوں کو یوں ہی ستاروں کی طرح جگمگائے رکھے آمین۔

ا:۔بیٹیوں،لڑکیوں کی اصل سلطنت تو ماں باپ کا گھر ہوتا ہے اور یہی سچ ہے کہ باپ جیسا بادشاہ کوئی نہیں ہوتا اور سچ میں اگر مجھے واقعی میں ایک دن کے لیے اختیار دیا جائے سلطنت کی شہزادی بننے کا تو میں اپنے ابا کے گھر کی شہزادی بننا چاہوں گی کہ میں اپنے گھر کی شہزادی ہی تھی، ککھ بھن کے دوہرانہ کرنے والی، ٹرے میں سجا سجایا کھانا آگے آیا کرتا، کپڑے دھلے دھلائے استری کیے کرائے، امی نے مجھ سے برتن اور کپڑے نہیں دھلوائے، بہن بھائیوں سے بڑی ہونے کے ناطے بڑے فائدے ملے، پسند کا کھانا نہ پکتا تو بازار سے آجاتا، گرم روٹی کھانے کی عادت تھی تو توے سے روٹی سیدھی چنگیر میں آتی، میں نے صرف ہنڈیا جلد بنانی شروع کی،امی کی بیماری کی وجہ سے اور گھر کے کاموں میں میں زیرو تھی لیکن چھوٹی بہنیں میرے سارے کام کرتی تھیں سوائے پڑھنے کے دوسرا کوئی کام میں نے کیا ہی نہیں، اماں کو میری بڑی فکر تھی کہ شادی کے بعد میرے سسرال والوں سے شکایتیں ہی آنی ہیں لیکن شادی کے فوراً بعد میں نے گھر سنبھالا، شروع میں دقت ضرور ہوئی اور امی کے گھر کے عیش اور لاڈ بھی بڑے یاد آئے، کدو کھاتے ہوئے دہی بڑوں کی پلیٹ نے رلایا تو ہاٹ پاٹ میں پکا کر رکھی روٹیوں نے بھی بہت بار اماں کی یاد دلائی اور رفتہ رفتہ سب کچھ بھولنے لگا، ٹھنڈی روٹی اور کدو ٹینڈے کب رغبت سے کھانے لگی یاد نہیں، اللہ کا شکر شادی کے بعد بھی کسی قسم کی تنگی نہیں دیکھی، شوہر صاحب ہاتھ اور دل کے کھلے ہیں اور سب کچھ میرے ہاتھ میں ہے جیسے مرضی خرچ کروں لیکن سچ ہے کہ شہزادی اور وہ بھی اماں ابا کی سلطنت کی بننے میں ہی مزا ہے۔ ہاں ریاست کی شہزادی بن کر سالگرہ منانی پڑ جائے تو اپنے نام کی سرکاری چھٹی کروں (ہاہاہاہا) پورے ملک میں چراغاں کروں (لوڈ شیڈنگ کی ایسی کی تیسی) اونچے مینار پہ کھڑے ہو کر باآواز بلند خود کو سالگرہ کی مبارکباد دوں (اگر کوئی محلاتی سازشی مجھے دھکا نہ دے دے تو) اکیس توپوں کی سلامی کے ساتھ ساتھ سارے تنگ کرنے والوں کی پریڈ اور بہت بڑے کیک کو جب کاٹوں تو پوری دنیا کا میڈیا کور یج دے اور اس سب کے بعد بھی اگر آنکھ نہ کھلے تو یہ فنکشن سورج نکلنے اور آنکھ کھلنے تک چلنا چاہیے کیونکہ آنکھ کھلنے کے بعد واپس اپنی اوقات میں جو آجانا ہے۔ ہائے اللہ نہ کرے جو میں کسی سلطنت کی شہزادی بنوں غرور کی اس مسند پر مجھے نہیں بیٹھنا سچ میں۔

۲:۔میڈیا یا سیاست کی ایسی کوئی شخصیت نہیں جس سے ملنے کا مجھے کوئی شوق ہو ہاں رائٹرز اور ادبی شخصیت سے ملنے کا بہت شوق ہے جو کہ تا حال بس شوق ہی ہے۔ بانو آپا کی ڈیتھ کے بعد مجھے پتا چلا کہ وہ ایک بلاک پرے رہتی تھیں مجھ سے اور یہ دکھ ابھی بھی ہے کہ اتنا پاس ہوتے ہوئے میں ان سے مل نہیں پائی لیکن ان قد آور شخصیات سے شاید میں مل بھی نہ پاؤں بہت ڈر لگتا ہے مجھے لیکن اگر کوئی میرے گھر اچانک آجائے تو اسے بہت اچھا رسپانس ملے گا کیونکہ میں بہت مہمان نواز ہوں اور اس کے لیے بڑا چھوٹا ہونا شرط نہیں میں انسان کی عزت کرتی ہوں عہدوں کی نہیں۔

۳:۔محبت دو لفظوں میں کیسے بیان ہو سکتی ہے؟

۴:۔مجھے "درجواب آں" سلسلہ بہت پسند ہے اور مشتاق بھائی کا دینی تفہیم کا سلسلہ، ان کے بغیر آنچل یقیناً ادھورا ہے۔

ڈاکٹر ہما جہانگیر...... راولپنڈی

ا:۔میں عام تعطیل کا اعلان کر دوں گی۔

۲:۔میں ان کے لیے مزے مزے کی خوب ساری چیزیں بناؤں گی۔

۳:۔محبت ایک خوب صورت احساس۔

صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

ا:۔ہمیں بتایا گیا ہے کہ شہزادی ہونے کے لیے ضروری نہیں کہ آپ کے سر پر تاج ہو یا آپ کا تعلق رائل فیملی سے ہو بیٹیاں تو شہزادیاں ہی ہوتی ہیں۔اپنی سالگرہ پر رعایا کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ ہوتا جیسا گھر والوں کے ساتھ ہوتا ہے یا جیسے عام روٹین میں لوگوں کے ساتھ رویہ ہوتا ہے پھر بھی کوشش ہوتی کہ سالگرہ پر ان لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دیا جائے جو ضرورت مند ہیں۔ان کے لیے کوئی نہ کوئی ایسا انتظام ضرور کرتی جس سے ان کی بنیادی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔

۲:۔مجھے طرح طرح کے کھانے پکانے اور نئی اور انوکھی ڈشز بنانے کا بہت شوق ہے وقتاً فوقتاً اس پر عمل بھی ہوتا رہتا ہے۔ اگر کوئی ایسی مشہور شخصیت گھر آجائے تو میں اپنے حسن سلوک کے بعد اپنی کوکنگ کی مہارت سے متاثر کروں گی۔

۳:۔محبت ایک احساس ہے اور احساس کو لفظوں میں بیان کرنا بہت مشکل کام ہے۔ ہر رشتے کی محبت الگ ہوتی ہے اور ہر محبت اپنے اندر ایک پوری داستان رکھتی ہے پھر بھی اگر اس سوال کا جواب دینا ہی ہے تو میرے لیے وہ دو لفظ "ماں اور بیٹی" ہوں گے۔

۴:۔آنچل کا کوئی بھی سلسلہ بے مقصد نہیں ہر سطر (چاہے وہ کسی ناول افسانے کی ہو یا ادارے کی جانب سے کوئی بات) میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور درج ہوتی ہے جن پر عمل کرنے سے زندگی آسان ہو سکتی ہے، مجھے "درجواب آں" اور "آئینہ" کے بغیر آنچل ادھورا لگتا ہے۔

ام ایمان قاضی...... ڈیرہ غازی خان

سب سے پہلے آنچل قارئین کو سلام اور دعائیں، آنچل نے ہر بار ایسے موقع پر سروے کے لیے خوب صورت اور دلچسپ سوالات کی روایت برقرار رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنچل کا مقام ہی الگ ہے اور اس نے ایسے ایسے نئے سلسلے قارئین کی دلچسپی اور شوق کو مدنظر رکھتے ہوئے شروع کیے کہ تیزی سے دلوں میں جگہ بناتا چلا گیا۔

ا:۔شہزادی یا ملکہ کے لیے اپنی رعایا اولاد کی طرح ہوتی ہے۔ سالگرہ ایک خوشی کا موقع ہے تو جس طرح اپنی سالگرہ پر اپنی اولاد کو ان کی پسند کا کوئی سرپرائز دیا جاتا ہے تو رعایا کو اس دن شہزادی کی طرف سے نہ صرف متعلقہ کاموں سے چھٹی دی جاتی بلکہ ایک دن کا کھانا مفت دیا جاتا ہے۔(خواب دیکھنے میں کیا حرج ہے)

۲:۔لکھنے سے متعلق ہوں تو پسندیدہ شخصیات کے متعلق بھی زیادہ تر اسی فیلڈ سے ہے۔ پسندیدہ رائٹر کو سامنے دیکھ کر پہلے تو خوشی کے بے پایاں احساس کو محسوس کر کے دل میں رکھوں گی تا کہ اس خوب صورت یاد کو ہمیشہ محفوظ رکھ سکوں پھر اپنی ساری مہارت آزماتے ہوئے ان کے لیے ڈھیروں ڈشز تیار کر کے کھلاؤں گی، ان سے ڈھیر ساری باتیں کروں گی۔ اس فہرست میں میری پسندیدہ رائٹرز اور پرانی کلاس فیلوز اور ایک دو ایڈیٹرز بھی شامل ہیں۔

۳:۔محبت ایسا دریا ہے
کہ بارش روٹھ بھی جائے
تو پانی کم نہیں ہوتا
(سوری دو لفظوں سے جواب کچھ بڑھ گیا ہے)

۴:۔ویسے تو ہر سلسلہ ہی اپنی جگہ انگوٹھی میں جڑے نگینے کی مانند ہے مگر مجھے "درجواب آں" سب سے زیادہ پسند ہے قیصر آپا کا انداز بہت خوب صورت اور دل موہ لینے والا ہے۔

نادیہ احمد...... دبئی

ا:۔انسان کو انسان سمجھنا اور ان کے مسائل کو صحیح معنوں میں جان کر ان کی مدد کرنا بحیثیت انسان اولین ترجیح ہونی چاہیے اور اس کے لیے محض سالگرہ کا دن مخصوص نہیں باقی

سالگرہ پہ تو سب خواتین خودکوشہزادی سمجھتی ہیں۔
۲:۔میری مہمان نوازی کو بہت سراہا جاتا ہے۔ گھر آیا مہمان تو ویسے بھی اللہ کی رحمت ہوتا ہے پھر اگر وہ میری ہی کوئی پسندیدہ ہستی ہوتو میرا اہتمام خاص تو ہمیشہ ہوتا ہے مگر اس میں دلی جذبات بھی شامل ہوں گے۔
۳:۔عزت وعقیدت۔
۴:۔آنچل کے سب سلسلے بہترین ہیں جو آنچل کے صفحات کو چار چاند لگاتے ہیں۔ وہ تمام سلسلے جن میں قارئین شریک ہوتے ہیں، اپنے مراسلے یا پھر شاعری اس کے علاوہ ان کی آرا بے حد اہم ہے۔تو ان تمام سلسلوں کو جاری رکھتے ہوئے قارئین کو بھی آنچل میں شامل ہونے کا بھرپور موقع دینا چاہیے۔
آخر میں میری دعا ہے ماہنامہ آنچل اپنی کامیابی کی بہاریں ہر سال منائے اور ہم اسے پھلتا پھولتا دیکھیں۔ آنچل کی بدولت الحمدللہ بہت عزت میرے حصے میں آئی۔ دعا ہے اللہ رب العزت اس ادارے اور اس کے مدیران بالخصوص طاہر بھائی کی عزت میں اضافہ کرے، آمین۔

ندا حسنین...... کراچی

السلام علیکم ہمارے آنچل کے منتظمین، مصنفین، قارئین۔آنچل کی سالگرہ اور اس کی خوشیاں آپ سب کو بہت بہت مبارک ہو اور میری دعا ہے کہ آنچل دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کرے کیونکہ ادارے کے ساتھ ہی ہم سب کی خوشیاں اور کامیابیاں بھی مشروط ہیں۔آنچل کو کامیاب ڈائجسٹ کی قطار میں شامل کروانے میں جہاں طاہر بھائی اور ان کی فیملی کی بھرپور کوششیں، منتظمین کی بہترین معاونت، مصنفین کا اہم کردار شامل ہے اسی طرح اس کامیابی میں آپ قارئین کا بھرپور ساتھ بھی شامل ہے۔
۱:۔اگر میں کسی ملک کی شہزادی ہوتی تو اپنی سالگرہ کے دن رعایا سے ملاقات کرتی اور ہر ایک کی اک خواہش کو پورا کرتی۔
۲:۔تارڑ صاحب پسندیدہ شخصیت میں سے ہیں۔ اگر وہ میرے گھر تشریف فرما ہوتے تو ان کے لیے خاص پکوان اور قہوے تیار کرتی اور کھانے کے بعد ان کے سفر ناموں کے احوال سنتی سنہری لیمپ کی روشنی میں۔
۳:۔محبت ایک خوشگوار اور محبوب پر مرمٹ جانے والے احساس کا نام۔
۴:۔آنچل کے سب ہی سلسلے بہت خوب صورت اور شاندار ہیں مگر مجھے سرگوشیاں خاص پسند ہے۔قیصر آرا آپا کا خاص انداز دل لبھاتا ہے۔خطوط کا سلسلہ ہم مصنفین کو قارئین سے جوڑتا ہے۔ان دونوں سلسلوں کے بغیر آنچل میری نظر میں نامکمل ہے۔

صبا ایشل...... فیصل آباد

آنچل کی سالگرہ ہے اور پچھلے کئی برسوں سے آنچل حجاب کی سالگرہ پر ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میری ہی سالگرہ ہے۔
۱:۔اگر میں شہزادی ہوتی (آپس کی بات ہے میں خوابوں میں جیتی ہوں اور خود کو شہزادی ہی سمجھتی ہوں) تو رعایا کے ہر گھر کے ایک فرد کو سرکاری نوکری دینے کا اعلان کرتی۔کوشش کرتی کہ ملک میں کوئی ایک گھر بھی اگر ایسا ہے جہاں دو وقت پیٹ بھر کھانا مشکل ہو رہا ہو اس گھر کا پتا لگوا کر مسائل حل کرانے کی کوشش کرتی اور لڑکیوں کے لیے پڑھنا لازمی اور مفت کر دیتی۔ جتنا بھی جس عمر میں بھی اور جہاں تک کوئی لڑکی پڑھنا چاہتی میں ایسا قانون لاگو کر دیتی کہ کوئی لڑکی گھریلو مجبوریوں اور ذاتی مسائل میں دب کر اپنی صلاحیتیں دفن کرنے پر مجبور نہ ہوتی اور کیونکہ میں حاکموں کا بلاوجہ تحفے تحائف بانٹنا پسند نہیں کرتی اس لیے ایسا کچھ نہ کرتی جو بادشاہت اور بادشاہی کے جوش میں آ کر کیا جاتا ہے۔
۲:۔میڈیا اور سیاست دونوں ایسی چیزیں ہیں جن سے میں کوسوں دور رہتی ہوں اور میں کسی کی فین بھی نہیں پھر بھی اگر کسی کو میرے گھر آنا ہو تو میری خواہش ہو گی کوئی ریڈیو سے تعلق رکھنے والا فرد ہو جس کی آواز خوب صورت

ہو اور اچھا بولتا ہو۔ مہمان کے آنے پر کوشش ہو گی جلدی سے کھانے کا اہتمام کر کے باقی وقت مہمان کے ساتھ گزاروں تا کہ مہمان بور نہ ہو اور جاتے وقت میرے حوالے سے مثبت رائے لے کر جائے۔
۳:۔محبت۔خوب صورت ساز ہے۔
۴:۔آنچل کے تمام سلسلوں میں سے "دوست کا پیغام آئے" مجھے بہت پسند ہے۔ میں ہر مہینے باقاعدگی سے اسے پڑھتی بھی ہوں اور ہر ماہ سوچتی ہوں اس بار اپنے قارئین اور محبت کرنے والوں کے نام ضرور ایک پیغام لکھوں گی لیکن یہ خیال ہر ماہ مصروفیت کی نذر ہو جاتا ہے۔
میری طرف سے ان تمام قارئین کا بہت بہت شکریہ جو آنچل پڑھتے ہیں۔تعریف وتنقید سے نوازتے ہیں اور ہمارے ٹوٹے پھوٹے لفظوں اور خیالوں سے بنی کہانیوں کو اپنی محبت کا نذرانہ بخشتے ہیں۔آپ ہیں تو آنچل ہے اور آنچل ہے تو ہم ہیں۔صبا ایشل ہے۔
سب ہی پڑھنے والوں کو آنچل کی سالگرہ بہت مبارک ڈھیروں دعائیں۔ محبتیں اور خلوص آنچل اور آنچل کے ممبران کے نام۔

ماورا طلحہ...... سعودیہ عرب

السلام علیکم! سب سے پہلے آنچل کو اپنا سفر کامیابی سے جاری رکھنے کے لیے بہت مبارکباد پیش کرتی ہوں اور ڈھیروں نیک تمنائیں اس خاص موقع پہ آنچل کے نام کرتی ہوں۔آنچل سینکڑوں آنکھوں میں جنم لینے خوابوں کی تعبیر ہے اور میں دعا گو ہوں یہ ایسے ہی حسرتوں کی تکمیل کا ذریعہ بنتا رہے۔ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے کہ اگر میں شہزادی ہوتی تو؟
۱:۔ویسے میں ابھی بھی شہزادی ہوں۔ بابا اور ددھیال کی پہلی بیٹی و پوتی تھی سو سب نے ہاتھوں کا چھالا بنا کے رکھا۔ مجھے آج بھی یاد ہے میں چھ سات سال کی تھی اور گاؤں سے بہت دور ہمارا ڈیرہ تھا۔ میری دادی مجھے اٹھا کے لیے کر جاتیں اور اٹھا کر ہی واپس لاتی تھیں۔اس کے ساتھ ان کے سر پر آگ جلانے کے لیے لکڑیاں اور اپلوں کا ڈھیر ہوتا تھا۔ان سے راستے میں اکثر لوگ سوال کرتے کہ اتنی بڑی بچی کو کیوں اٹھاتی ہیں تو میری دادی کا جواب ہوتا "بہن اتنے سفید پاؤں ہے مٹی لگنے سے گندے ہو جائیں گے" میرے پاپا ساری ساری رات مجھے اٹھا کے گاؤں کے چکر لگاتے تھے۔میرے بھائیوں کی آج بھی مجھ میں جان ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ہماری یہ محبتیں یوں ہی سلامت رہیں۔ننھیال کی میں چہیتی رہی ہوں بلکہ ابھی بھی ہوں۔اپنے نانا ابو کو میں "اے جی، او جی" کہہ کر بلاتی ہوں جیسے نانی امی بلاتی ہیں اور میرے علاوہ نانا ابو کو کچھ کہنے کی کسی میں جرأت نہیں ہے۔اس کے بعد شوہر کے گھر آئی تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے شہزادیوں سا مرتبہ عطا کیا۔ ہر خواہش سیکنڈوں میں پوری ہوتی ہے۔میری ساری تکلیفوں کا انعام اللہ تعالیٰ نے مجھے طلحہ کی صورت میں عطا کیا ہے۔اتنی محبتوں سے میرا دامن بھرا ہے کہ جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔
۲:۔میڈیا یا سیاست مجھے کوئی بھی بے انتہا پسند نہیں ہے لیکن مہمان نوازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔سب سے پہلے چائے لوازمات کے ساتھ پیش کی جائے گی۔ اس کے بعد کھانے میں مہمان کی پسند کو مدنظر رکھا جائے گا۔
۳:۔محبت دو لفظوں میں کہاں بیان ہوتی ہے؟ (تسی بڑے مذاقیا ہو) ویسے یہ لکھتے ہوئے میں نے طلحہ سے پوچھا ہے کہ محبت کو دو لفظوں میں بیان کریں۔ان کا جواب ہے ایک لفظ میں کر سکتا ہوں۔ میں نے کہا وہ ہی کر دیں۔ انہوں نے کہا "ماورا" اب میں تھوڑا سا شرما لوں (کاش یہاں اموجی ہوتا)
۴:۔آنچل کا ہر سلسلہ بہترین ہے۔ ہر سلسلے میں بہنیں جس شوق سے شرکت کرتی ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے۔ میں اپنی بات کروں تو مجھے مشتاق احمد قریشی صاحب کا "ربنا آتنا" اور "آئینہ" پسند ہے۔ ہم لکھنے والی جو لکھتی ہیں اس پہ آپ سب کی رائے ہمارے قلم کی سیاہی (موبائل اور

لیپ ٹاپ کے کی بورڈ) کا کام کرتی ہے۔

کوثر ناز..... حیدر آباد

پیارے آنچل اور آنچل سے جڑے ہر فرد کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ سے اپنے پسندیدہ رسالے کی دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کے لیے دعا گو ہوں۔

۱:۔ میں نے کہیں پڑھا تھا کہ ہر بیٹی کا باپ بادشاہ ہو نہ ہو لیکن ہر بیٹی اپنے باپ کی شہزادی ہوتی ہے۔ سو بحیثیت اپنے والد صاحب کی شہزادی کے اور کسی خیالی ملک کی شہزادی کے بھی، میں اپنی سالگرہ کے دن اپنے اردگرد، اپنی عوام کو چند ایک مثبت پیغامات دیتی۔

۲:۔ مجھے تو کوئی خاص شخصیت نہیں پسند لیکن پھر بھی میرے پسندیدہ لوگوں میں سے کوئی میرے گھر آئے تو میں لازمی اسے اپنی مکمل توجہ، محبت، مان اور ہر وہ چیز دوں گی جس کی وہ شخصیت اہل ہے اور جو میری بساط میں ہے۔

۳:۔ محبت کا نام سنتی ہوں تو ایک ہی نام ذہن میں آتا ہے

(اللہ جی) ہاں اپنے اردگرد کی محبت کی بات کروں تو مجازی خدا۔ (یاد رہے والدین کی محبت کو کسی شمار میں نہیں لایا جاسکتا، نہ میں اسے شمار میں رکھتی ہوں)

۴:۔ شروع سے جب سے آنچل پڑھنا شروع کیا ہے مجھے "درجواب آں" بہت بہت پسند ہے، چاہے میں خط لکھوں نہ لکھوں لیکن سب سے پہلے "درجواب آں" میں تمام خطوط کے جوابات پڑھنا میرا پسندیدہ مشغلہ ہے اور میرا ماننا ہے کہ اس کے بغیر نہ تو آنچل شروع ہوسکتا ہے نہ ہی مکمل۔

فرح بھٹو..... حیدر آباد

سب سے پہلے تو ہمارے پیارے آنچل کو اپنی سالگرہ بہت مبارک ہو اللہ سے دعا ہے کہ ہمارا آنچل خوب پھلے پھولے اور اردو ادب کی یوں ہی آبیاری کرتا رہے آمین۔

بہت ہی دلچسپ سوالنامہ میرے سامنے ہے۔

۱:۔ میں اگر کسی ملک کی شہزادی ہوتی تو اپنے جنم دن کے موقع پر عام تعطیل کا اعلان کرتی اور اپنی رعایا کو نا صرف ان کے کام کاج سے چھٹی دیتی بلکہ ان کے لیے اس دن دعوت طعام کا زبردست انتظام کرتی اور ان میں خوب دینار و درہم بانٹتی تاکہ اس خاص الخاص دن ان کو فکر معاش سے ہر طرح کی چھٹی مل جائے۔

۲:۔ میڈیا یا سیاست سے اتنا خاص تو کوئی پسند نہیں۔ ہاں مگر مہمان کی خاطر داری کرنا ہم سندھیوں کی قدیم روایت ہے سو پورا پروٹوکول دوں گی۔

۳:۔ محبت بیک وقت خوشی بھی ہے اور غم بھی۔

نگہت غفار..... کراچی

۱:۔ اگر میں کسی ملک کی شہزادی ہوتی تو اپنی سالگرہ کے دن غریب اور مستحق لوگوں کی مدد کرتی اپنی ذات پر ضیافت پر تحائف پر خرچ کرنے والی رقم ضرورت مندوں پر خرچ کرتی۔

۲:۔ اگر ہماری پسندیدہ شخصیت ہمارے گھر آجائے تو ہم اپنی حیثیت سے زیادہ اس کی مہمان نوازی پر خرچ کریں گے۔ ہمیں اپنی قسمت پر ناز ہوگا خود کو خوش نصیب سمجھیں گے۔

۳:۔ "محبت" کو دو لفظوں میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ میرے خیال میں زندگی ہے، روح ہے، خوشی ہے، جنت ہے۔ اگر مل جائے تو زندگی اور اگر نہ ملے تو موت ہے۔ رنج والم اور دوزخ ہے۔

۴:۔ میرے خیال میں ہر رسالے کی جان اور دل ہے خطوط کا سلسلہ۔ اس میں جو تبصرے ہوتے ہیں لکھاری کے لیے پیغام ہوتے ہیں تنقید اگر برائے اصلاح ہو تو بہت خوب۔ تنقید برائے اصلاح لکھاری کے لیے ٹانک کا کام دیتی ہے۔

عمارہ خان..... کراچی

۱:۔ اگر میں کسی ملک کی شہزادی ہوتی اور سالگرہ کے موقع پہ عوام سے گھلنے ملنے کا موقع ملتا تو میں ان میں تعلیم کی اہمیت بتاتی، ان کو شعور دیتی کہ آپ نے کچھ بننا ہے تو کتابوں سے دوستی کرنا لازمی ہے، ان کو آگاہی دینے کی کوشش کرتی، جو آپ کو میسر ہے اس پہ صرف آپ کا حق نہیں ہے۔ بانٹو اسے تا کہ ڈبل ٹرپل ہو کے واپس ملے۔

۲:۔ اتفاق ایسا ہے کہ نا میڈیا کی کسی شخصیت میں دلچسپی ہے نا ہی سیاست میں۔ ہاں اگر کوئی من بھاتا لکھاری یا ریڈر گھر آجائے یقیناً بدحواس ضرور ہوجانا ہے۔ پھر جب حواس واپس آجائیں گے تو خاطر داری کا سوچیں گے۔

۳:۔ محبت کچھ نہیں ہوتی، احساس ہوتا ہے، میں اسے دو لفظوں میں بیان کروں تو محبت احساس اور عزت۔

۴:۔ مجھے آنچل میں خطوط والا حصہ پسند ہے، لڑکیاں کافی مان سے لکھتی ہیں اور ان کو اتنی ہی عزت سے جواب دیا جاتا ہے۔

عائشہ ناز علی..... کراچی

۱:۔ اگر میں کسی ملک کی شہزادی ہوتی تو اپنی سالگرہ پر خزانوں کے منہ کھول دیتی اور اس موقع پر ہر بیروزگار کو روزگار دیا جاتا۔

۲:۔ میری پسندیدہ شخصیت اچانک میرے امیر خانے پر تشریف لے آئے تو میں ان کے پسندیدہ پکوان اپنے ہاتھوں سے پکا کر ان کے سامنے پیش کروں گی اور سیلفی لوں گی۔

۳:۔ محبت کو دو لفظوں میں ایسے بیان کروں گی کہ میں محبت ہوں۔

۴:۔ آنچل کا بہترین سلسلہ خطوط کے جوابات۔

ریحانہ اعجاز..... کراچی

سب سے پہلے آنچل کو سالگرہ کی ڈھیر رررر ساری مبارکباد۔

۱:۔ اگر میں اپنے ملک کی شہزادی ہوتی تو اپنی رعایا کے ساتھ بالکل ویسے ہی پیش آتی جس طرح میں اپنے گھر کی ملکہ ہوں اور گھر والوں کے ساتھ پیش آتی ہوں۔ سب کے لیے مزے مزے کے پکوان پکواتی، سب کے ساتھ مل کر ہلہ گلہ کرتی، ہر ایک کو اپنی پیار بھری، اپنائیت بھری باتوں سے محظوظ کرتی، سب کے لیے پیارے پیارے ملبوسات ایز ائن کرواتی اور اپنی رعایا کو باور کرواتی کہ "شہزادیاں" بھی ان ہی کی طرح گوشت پوست کی بنی ہوئی انسان ہیں، ان کے سینے میں بھی ایک پیار بھرا دل دھڑکتا ہے۔ وہ کوئی آسمان سے اتری مخلوق نہیں ہوتیں۔

۲:۔ میرے گھر مجھ سے ملنے کے لیے آنے والی ہر شخصیت اسی اہمیت کی حامل ہے جتنی کہ کوئی سیاسی یا میڈیا کی کوئی شخصیت اور یقیناً ان اچانک آنے والی سیاسی یا میڈیا کی شخصیت کے لیے بھی پورے جوش و خروش سے، دل سے اسی پیار و محبت سے خاطر داری کا خصوصی انتظام کرتی جیسا کہ میں اپنی ہر دوست کے لیے کرتی ہوں۔

۳:۔ "ماں اور بیٹی"

۴:۔ آنچل کے سب ہی سلسلوں سے ایک مدت کی وابستگی ہے کوئی ایک سلسلہ بھی نہ ہو تو اس کی کمی بری طرح محسوس ہوتی ہے جیسے سر پر اوڑھے آنچل کے جگمگ کرتے ڈھیروں ستاروں میں سے ایک ستارہ ٹوٹ جائے تو اس کی جگہ جو "خلاء" ہوتا ہے وہ دیکھنے والوں کو صاف محسوس ہوتا ہے اسی طرح آنچل کا ہر سلسلہ بہترین ہے کسی ایک کی بھی کمی سے آنچل ادھورا محسوس ہوگا۔

اس حسین موقع پر آنچل اور قارئین کی نذر میری ایک خوب صورت دعائیہ نظم۔

میری دعا ہے
تیری عمر رواں کا ہر پل
شادر ہے آباد رہے
کوئی سسکتا لمحہ نہ تجھے یاد رہے
رب لم یزل تیری عمر دراز کرے
وہ مالک کائنات ہر دکھ سے احراز کرے
تیری آنکھیں سدا جگنوؤں کی مانند چمکیں
آسماں کے تارے تیرے دامن میں دمکیں
تیرے چہرے کی چمک سدا برقرار رہے
بدلتے ہر موسم میں تُو پُر بہار رہے
تُو سدا مہکے تُو سدا چہکے
کسی موڑ پہ نہ قدم بہکے
زندگی کا یہ نیا سال راس آجائے

دنیا کی ہر خوشی تیرے پاس آجائے

اسور شاہ...... میلان، اٹلی

السلام علیکم کے بعد بہت سی دعاؤں بھری سالگرہ مبارک ہو۔ ہر نیک، اچھی دعا آنچل اور اس کی ساری ٹیم کے لیے چاہے وہ ادارہ آنچل ہو یا اس میں کام کرنے والے یا پھر اس کی آفیشل پیج پر کام کرنے والی ہوں سب کو دلی تمنائیں ویوں ہی کامیابی کا سفر جاری و ساری رہے جس میں نئے نئے لوگ قافلے کا حصہ بنتے رہیں آمین۔

ا:۔ ویسے تو ہر لڑکی ہی شہزادی ہوتی ہے چاہے وہ اپنی ذات میں مگن دل کی شہزادی ہو یا بابل کے آنگن کی یا پھر نصیبوں سے ملنے والے اچھے شوہر کے گھر و دل کی شہزادی ہو شہزادی ہی ہوتی ہے مگر آپ لوگ میری بات سنیں آپ لوگوں نے ملکہ کیوں نہیں لکھا؟ کیا ملکا میں سالگرہ نہیں مناتیں یا آپ کے خیال میں ہر ملکہ بڈھی ہوتی ہے؟ یہ زیادتی ہے مگر کوئی نہیں آپ کا رسالہ ہے آپ کا سروے ہے جو چاہے پوچھیں جو مرضی چھاپیں ہم جیسوں کے لیے تو بس سروے ہی ہے۔ یہاں سوال ملک کی شہزادی کا ہے اور وہ بھی سالگرہ کے حوالے سے تو جناب میں دو دن پہلے سے ہی نیک دلی سے ان کو اپنے محل میں آنے کی دعوت عام دیتی اور اس دن بازاروں میں خاص میرے نام سے میری سالگرہ کی خوشی میں سیل لگتی، مفت لنگر لوگ بانٹتے۔

۲:۔ میری امید میرا مستقبل ون اینڈ اونلی وزیراعظم پاکستان عمران خان۔ کینیڈین وزیراعظم جسٹن ٹروڈو۔ ترک صدر طیب اردوان۔ ان میں سے کوئی بھی آجائے تو کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ یہ سب جتنے سادہ نظر آتے ہیں یقیناً ہیں بھی تو سب سے پہلے تو انہیں دیکھ کر میں تو بلاوجہ ہی گھبراؤں گی اور کیا پتا بے ہوش ہی ہو جاؤں پھر جب ہوش آئے گا تو جناب سب سے پہلے تو خود پانی پیئوں گی پھر ان کے لیے جوس چپس لاؤں گی اور جلدی سے دماغ چلانا شروع کردوں گی کہ کباب فریز سے نکالنے، چٹنی بنی ہوئی ہے۔ بریانی بنا لیتی ہوں یا مرچیں مرچیں نہ کریں تو دال چاول سلاد ٹھیک رہے گا۔ نئے برتن نکالوں گی اور ساتھ ساتھ ان کے باڈی گارڈز کو بھی گھوروں گی جو میری حرکات کو کانی کانی آنکھ سے دیکھتے ہوں گے اور ایسا کرنے پر میرے میاں مجھے گھوریں گے اور سب سے بڑھ کر خاطر داری تو ہوتی رہے گی وہ بڑے لوگ ہیں انہیں باہر کھانے سے احتیاط ہی کرنی چاہیے تو میرا زیادہ زور ان سب سے باتیں کرنے پر ہوگا اور اگر اتفاق سے عمران خان کو چھوڑ کر ان دونوں کے ساتھ ٹرانسلرز آئے ہوئے تو باتیں کر کر کے ہنس ہنس کے میں نے ہی ان کے کان کھا لینے ہیں۔

۳:۔ کنول، کامران۔

۴:۔ میرے خیال میں تو سب سے بہترین سلسلہ سرورق کا ہے، جس کو دیکھ کر ہی دل خوش ہو جاتا ہے اور اس کے بغیر آنچل رسالہ ادھورا ہے۔ اگر نہیں یقین تو اگلے ماہ کا رسالہ بغیر سرورق کے چھاپ لیجیے اور پھر اساور شاہ کو مت ڈھونڈتے پھریے گا آپ نے بغیر سرورق کا رسالہ اپنی مرضی سے شائع کیا تھا مجھ معصوم کو کیوں پریشان کریں گے۔ آخر میں ایک بار پھر آپ سب کو سالگرہ بہت مبارک۔ دل تو بہت سی باتیں کرنے اور لمبے لمبے جواب لکھنے کا ہے مگر اوٹ پٹانگ جواب بس اتنے ہی برداشت ہو جائیں تو اچھا ہے اور اگر میرے یہ دلنشین جواب سروے کا حصہ نہیں بنے تو دیکھ لیجیے گا آپ کے آفیشل فیس بک گروپ میں پوسٹ کردوں گی میرا کیا ہے آپ کا رسالہ ہی اس قدر انوکھے زبردست جوابات سے محروم رہے گا۔ زندگی نے وفا کی، کرونا وائرس سے بچ گئے تو ضرور اپنے جوابات پڑھ لیں گے تب تک کے لیے ہم سب کا رب کریم نگہبان۔

عروشمہ خان...... نامعلوم

آنچل کو میری طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اللہ پاک آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے اور ایسے آنچل ادب کی خدمت کرتا رہے معیاری ادب ہم سب تک پہنچاتا رہے آمین ثم آمین۔

ا:۔ اگر میں کسی ملک کی شہزادی ہوتی تو میں اپنی ساری رعایا کو اپنی خوشی میں شامل کرتی غریبوں میں کھانا بانٹتی۔

۲:۔ اگر کوئی ایسی شخصیت آجائے تو اس کی خاطر واسطے کروں گی اچھے اخلاص سے ویلکم کروں گی کھانا کھلاؤں گی چائے سے تواضع کروں گی۔

۳:۔ محبت ایسا لفظ ہے، جس پر جتنا لکھا جائے کم ہے مگر میرے خیال میں دو لفظ یہی ہیں۔ ”خوب صورت احساس“

۴:۔ آنچل کے سب ہی سلسلے بہترین ہیں مگر میں زیادہ دل سے کچن کارنر اور شاعری پڑھتی ہوں کیونکہ میں شاعری کرتی ہوں اس لیے بیاض دل مجھے بہت پسند ہے۔

سارہ عمر...... الریاض، سعودی عرب

ا:۔ اگر کسی ملک کی شہزادی ہوتی (اے کاش ہوتی تو) اپنی سالگرہ کی خوشی میں ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام کرتی جس میں تمام خاص و عام کو شرکت کی دعوت دی جاتی۔ ان کی پریشانیاں اور تکالیف دور کرنے کی کوشش کرتی تاکہ خود بھی خوش رہ سکوں۔ ان کے مسائل کو سن کر حل کرتی تاکہ وہ مجھے ڈھیروں دعائیں دیں۔

۲:۔ نمرہ احمد پسند ہیں ان سے ملنے کا اشتیاق ہے اگر وہ گھر آگئیں تو پہلے خود کو چٹکی کاٹ کر یقین دلاؤں گی کہ یہ وہی ہیں پھر جو تمام ڈشز اچھی پکانی آتی ہیں گاجر کا حلوہ، کھجور کی مٹھائی، ناریل کی مٹھائی، مکرونی، دہی پھلکیاں، چکن کڑاہی سب ان کو کھلاؤں گی تاکہ وہ مجھے کبھی نہ بھولیں اور ان کا آٹوگراف لوں گی اور شکریہ ادا کروں گی ان کی وجہ سے میں نے لکھنا شروع کیا الحمدللہ۔ جاتے جاتے اپنا ناول اور پینٹنگ ہدیہ ضرور دوں گی۔

۳:۔ محبت کو دو لفظ میں بیان کریں۔

میری امی (مرحومہ)۔

۴:۔ آنچل کے سلسلے تمام کے تمام ہی بہت اچھے ہیں مگر خطوط کے جوابات پڑھ کر بہت اچھا لگتا ہے۔ آنچل کے لیے ڈھیروں نیک خواہشات۔

ثناء شہزاد...... کراچی

ا:۔ اگر میں کسی ملک کی شہزادی ہوتی تو اپنی سالگرہ پر اپنی رعایا کے ساتھ بہت پیار محبت سے پیش آتی ایک اچھے سے ہال میں سالگرہ کا اہتمام کرتی اور ہر طرح کے کیک منگواتی قسم قسم کے مزے دار سے کھانوں کی ڈشیز ہوتیں اور وہاں میری رعایا بھی مدعو ہوتی بنا کسی تفریق کے سب کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ کرتی کھانے کو پیٹ بھر کے دیتی اور گھر کے لیے پارسل کا بھی انتظام ہوتا ویسے تو ابھی بھی میں اپنے گھر میں شہزادیوں کی طرح رہتی ہوں الحمدللہ تین بھائیوں کی اکلوتی بہن ممی پاپا کی لاڈلی بیٹی ہوں۔

۲:۔ میڈیا اور سیاست سے میں دور ہی رہتی ہوں اور وہاں کی کوئی شخصیت مجھے پسند بھی نہیں ہے ہاں البتہ مجھے میری اپنی تمام دوستیں بہت عزیز ہیں وہ اچانک آ کر جب مجھے سرپرائز دیتی ہیں تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہتا پھر تو میرا دل کرتا ہے کہ میں انہیں کیا کیا نہ پیش کروں ویسے ایک بات کی خوشی اور ہوگی آنچل بغیر پیسوں کے میرے گھر آجائے۔

۳:۔ محبت کو دو لفظوں میں بیان کرنا بہت ہی زیادہ مشکل ہے محبت کے لیے تو بندہ پوری کتاب لکھ سکتا ہے دو لفظوں میں بیان کرنا تو محبت کے ساتھ ناانصافی ہوگی مگر پھر بھی سوال کا جواب تو دینا پڑے گا محبت کے صرف دو خوب صورت لفظ ہیں ایک پیار اور دوسرا احساس ان دو لفظوں کے بغیر محبت ادھوری ہے۔

۴:۔ مجھے تمام ہی سلسلے بے حد پسند ہیں ہومیو کارنر، بیاض دل، ڈش مقابلہ، بیوٹی گائیڈ، نیرنگ خیال، یادگار لمحے، ہم سے پوچھیے، آپ کی صحت، کام کی باتیں مگر میرے جو سلسلے سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ ایک تو دوست کا پیغام آئے اور دوسرا آئینہ جس میں تبصرہ کیا جاتا ہے یہ سلسلہ اچھا لگتا ہے کیونکہ اس میں ہر قاری اپنی رائے دے رہا ہوتا ہے کہانیوں کے بارے میں جو بہت اچھا لگتا ہے۔

(جاری ہے)

www.naeyufaq.com

عشق نے ہماری بین چھالی

صائمہ قریشی

پہلے ہوتی تھی فکر فردا کی
اب کوئی اور پریشانی ہے
دوسروں کو دکھا نہیں سکتے
درد ہے یا کوئی نشانی ہے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

ہاجرہ کی خواہش پر وجاہت سکیزہ کو چھوڑ دینے کا کہتا ہے اور یہ بات رضا سن لیتا ہے۔ ہاجرہ وجاہت کی بات پر خوش ہوجاتی ہے۔ وجاہت کو رضا کا رویہ بتا دیتا ہے کہ وہ ہاجرہ اور اس کی بات سن چکے ہیں اور وجاہت کی مزید بات سننے سے انکار کردیتے ہیں۔ وجاہت اور سکیزہ کا نکاح ہوجاتا ہے۔ سکیزہ وجاہت کے چہرے سے پریشانی کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتی ہے۔ ردا کے ساتھ کمرے میں آتی وہ وجوہات کی پریشانی کا سبب پوچھتی ہے تو وہ لاعلمی کا اظہار کرتی ہے۔ دل بہار بانو رضا کے سامنے ماضی کی تلخ یادیں دوہرا کر افسردہ ہوجاتی ہیں۔ رضا پہلی بار ان سے اپنے باپ کے حوالے سے بات کرتا ہے۔ ہاجرہ سکیزہ کو وجاہت کی زندگی سے نکالنے کے منصوبے بناتی ہیں۔ ہاجرہ بدلے کی آگ میں جل رہی ہوتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ جیسے حسن نے ان کو ٹھکرایا تھا وہ وجاہت سے سکیزہ کو طلاق دے کر حساب برابر کرنا چاہتی تھیں۔ دل بہار بانو حکیم اللہ سے ملنے آغا حویلی جاتی ہیں اور اس کو تکلیف میں دیکھ کر آبدیدہ ہوجاتی ہیں۔ سکیزہ کے لیے بھی یہ منظر تکلیف دہ ہوتا ہے۔ دل بہار بانو رضا سے ہاجرہ کی خوشی کے حوالے سے بات کرتی ہیں۔ ان کے خیال میں سکیزہ کو بہو بنا کر ہاجرہ خوش نہیں تھی۔ رضا انہیں سمجھاتے ہیں کہ ہاجرہ فوری طور پر کسی بھی رشتے کو قبول نہیں کرتی ہے۔ عبدالمعید اور سکیزہ واپس یوکے لوٹ جاتے ہیں۔ وجاہت نکاح کے بعد سکیزہ سے رابطہ نہیں کرتا اور یہ بات سکیزہ کو تشویش میں مبتلا کردیتی ہے۔ دل بہار بانو خریداری کرنے بازار جاتی ہیں۔ تب انہیں وہاں شرجیل نظر آتا ہے اور وہ اسے پہچان لیتی ہیں۔ شازیب کے ساتھ وہ شرجیل کو گھر لے آتی ہیں۔ شرجیل پچھتاتا ہے اور زندگی کی کہانی مختصر دل بہار اور رضا کو سناتا ہے۔ دل بہار اور رضا شرجیل کو معاف کردیتے ہیں۔ ہاجرہ آغا حویلی جاتی ہے اور حکیم اللہ کو معاف کردیتی ہے۔ شمع ہاجرہ کو سمجھاتی ہے کہ جو محبت سامنے ہے اس کو قبول کرلے پر ہاجرہ اس بات سے انکاری ہوتی ہے۔ سکیزہ وجاہت کو زخمی حالت میں دیکھ کر خوف زدہ ہوجاتی ہے۔ اس کے حوالے سے عبدالمعید سے پوچھنا چاہتی ہے پر وہ خاموش رہتے ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

اس کے زمین پر گرتے ہی سکیزہ ایک دم اٹھ بیٹھی، اکھڑی سانس، پسینے سے شرابور جسم وہ سمجھ نہیں پائی کہ چند لمحے پہلے والا منظر کوئی خواب تھا یا حقیقت دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کمرہ ملگجے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے یک دم اٹھ کر لائٹ جلائی اور عبدالمعید حسن کو کال کی تو انہوں نے جلد آنے کا کہا تھا۔ وجاہت کو کال کرنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔ سکیزہ نے واٹس ایپ پر وجاہت کے نام پر کلک کیا تو اس کا آف لائن ہونے کا ٹائم پانچ گھنٹے پہلے کا تھا۔ سکیزہ کا دل زور سے دھڑکا اور پھر وقتاً فوقتاً وہ وجاہت کے واٹس ایپ پر آن لائن ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

عبدالمعید گھر آگئے تو سکیزہ کو ان کی طرف سے تسلی ہوئی۔ ان سے وہ وجاہت کے حوالے سے کوئی بات کرنے سے جھجک رہی تھی۔ رات گئے تک اسے وجاہت کی طرف سے الجھن نے جکڑے رکھا۔ احتیاطاً اس نے ردا کو میسج کر کے سب کی خیریت دریافت کی لیکن وجاہت کے مسلسل آف لائن ہونے کی وجہ اسے سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

"اپنی بے وقوفانہ سوچوں اور بچکانہ فیصلوں سے کہیں میں اپنا ایسا نقصان نہ کرلوں جو زندگی بھر پچھتاوے کے سوا کچھ نہ دے؟" نیند سکیزہ کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور بے حد منفی سوچوں نے اسے بری طرح جکڑ رکھا تھا۔ موبائل ہاتھ میں اٹھایا اور ایک بار پھر وجاہت کے نام پر کلک کیا۔ وہ مسلسل آف لائن تھا۔ اس نے ٹائم دیکھا رات کے سوا دو بج رہے تھے اور وہ جانتی تھی کہ اس وقت وجاہت گہری نیند سویا ہوگا پھر بھی بنا سوچے کالنگ کا بٹن دبا دیا۔ مسلسل بیل جا رہی تھی اور سکیزہ کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، جوں جوں بیل طویل ہونے لگی اس کے دل میں ہول اٹھنے لگے تھے۔

"ہیلو۔" بالآخر کئی بیل کے بعد نیند میں ڈوبی وجاہت کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تو دل ہی دل میں اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

"سس...... سو رہے ہیں؟" اسے اب سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہنا چاہیے تو بوکھلا کر بولی۔

"سوئے ہوئے بندے کو جگا کر پوچھو سو رہے ہیں، سوال پوچھنے والے کی عقل پر ایک سوالیہ نشان چھوڑ جاتا

ہے۔" وجاہت کے لہجے سے وہ اندازہ نہ لگا سکی کہ وہ واقعی سوگیا تھا یا جاگ رہا تھا۔

"وہ میں شام کو سوئی تو میں نے ایک بُرا خواب دیکھا۔" سکیزہ کو بتانا پڑا۔

"اور ڈر گئی؟" وجاہت نے اس کی کال کی وجہ پوچھی نہیں اسے بتائی۔

"ہاں...... آپ کو چوٹ بھی تو بہت زیادہ آئی تھی۔" سکیزہ کو ابھی تک اس خواب نے خوف میں مبتلا کر رکھا تھا۔

"میں تو بالکل ٹھیک ہوں۔" اسے محسوس ہوا وجاہت مسکرایا ہے۔ وہ اسے بتا نہ سکی کہ شام سے اب تک اس نے کتنی زیادہ فکر میں مبتلا ہو کر وقت گزارہ ہے۔ یہ بھی نہ کہہ سکی کہ دل ہی دل میں وہ اس کی خیریت کی دعائیں مانگتی رہی تھی۔

"سوری...... آپ کو ڈسٹرب کیا۔" سکیزہ کو ایک دم احساس ہوا کہ صبح اس نے یونیورسٹی بھی جانا ہوگا۔

"کوئی بات نہیں۔" وجاہت مدہم آواز میں بولا۔

"تم ٹھیک ہو؟" وجاہت کا اس کی خیریت پوچھنا یک دم اس کے دل میں ہلچل مچا گیا۔

"ہاں۔" سکیزہ نے مختصراً کہا تو وجاہت خاموش رہا۔

"ہیلو۔" کچھ دیر تک وجاہت کچھ نہ بولا تو سکیزہ کو ہیلو کہنا پڑا۔ "ہیلو۔" سکیزہ الجھ گئی۔

"میری فکر تھی کیا؟" وجاہت نے سوال کیا۔

"خواب ہی ایسا تھا کہ میں ڈر گئی تھی بری طرح سے۔"

"تو پہلے کیوں نہ کال کی؟" وجاہت پر نیند بھی حاوی ہو رہی تھی اور سکیزہ کا اپنے لیے فکرمند ہونا بھی اسے مسرور کر رہا تھا۔

"مجھے لگا تھا آپ کی ڈیڈ سے ملاقات ہوئی ہوگی۔"

"ہاں تو میری ملاقات تو ہوئی تھی۔"

"لیکن ڈیڈ نے تو نہیں بتایا۔"

"تم نے پوچھا تھا کیا ان سے؟"

"نہیں۔" وہ بولی تو وجاہت پھر ہنس دیا۔

"اچھا ہی ہوا نہیں پوچھا۔"

"کیوں؟"

"پھر مجھے کیسے پتا چلتا کہ شام سے لے کر اب تک تم میرے بارے میں سوچ رہی ہو۔" وجاہت کی مدہم، فسوں خیز آواز سکیزہ کی سماعت سے ٹکرائی اور اسے ایک عجیب سے احساس نے دوچار کر گئی۔

"میں تو......"

"مسز سکیزہ وجاہت۔ سوچ رہی تھی تو مان بھی لو، مجھے خوشی ہوگی۔" اس کی بات کاٹ کر وجاہت نے اسے لاجواب کر دیا تھا۔

"گڈ نائٹ...... سو جانا اور اگر نیند نہ آئے تو بے شک کال کر لینا۔ تم مانو یا نہ مانو تم مجھ پر بہت سے حق رکھتی ہو۔" وجاہت نے بہت نرم لہجے میں محبت بھرے انداز میں کہا اور فون بند کر دیا۔ سکیزہ کتنی دیر تک بیٹھی حیرت میں مبتلا رہی اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وجاہت پہلے سے جاگ رہا تھا یا اس کی کال سے جاگا تھا؟ انہی سوچوں میں محو سکیزہ کو نیند آئی نہ پھر وجاہت کو دوبارہ کال کر سکی اور یوں ہی رات گزار گئی۔

اس ہار نے ان کے سر کو جھکا دیا تھا، شمع نے انہیں آئینہ تو دکھایا تھا لیکن یہ نہ جان سکیں کہ ہاجرہ وہ لڑکی تھی جو کم از کم محبت میں کبھی کوئی سمجھوتا نہیں کرنا چاہتی تھی اور قسمت نے ایسا ستم کیا کہ سب معاملات کو چھوڑ کر ہاجرہ کو صرف اور صرف محبت پر ہی سمجھوتا کرنا پڑا۔ ہاجرہ کا دل آج تک اس محبت کو قبول ہی نہیں کر سکا تھا جو اس کے نصیب میں لکھی گئی تھی۔

"چھوڑ دو ضد ہاجرہ۔ اپنا لو اسے اب تو کہیں کوئی اور ٹھکانہ بھی نہیں۔ اس عمر میں ہی سہی اسے احساس تو دلاؤ کہ تم اس کی ہو۔"

"میں ضد چھوڑ دوں اور اسے اپنا بھی تو لیا لیکن یہ احساس کیسے دلاؤں کہ میں اس کی ہوں؟ وہ میرے لیے بہت اہم ہے۔ رضا کے ہونے سے مجھے تسلی رہتی ہے لیکن محبت؟ وہ محبت جو دل میں کہیں بہت گہرائی میں خوشیوں

کے دیپ جلاتی ہے وہ کہاں سے لاؤں؟" ایک درد ایک جھنجھلاہٹ ہاجرہ کے چہرے پر عیاں تھی۔

"تم یہ اپنے ساتھ کیا کر رہی ہو؟" شمع کے سوال پر ہاجرہ گم صم ہو رہی۔

"محبت بھرے جملے اور فسوں خیز لہجے اسی شخص کی زبان سے اچھے لگتے ہیں، جو دل میں دھڑکنوں کے ساتھ دھڑکتا ہے۔" ہاجرہ نے انگلیوں کو مروڑتے ہوئے انتہائی یاسیت آمیز لہجے میں کہا تھا۔

"وہ زندگی میں تو ہے ناں ہاجرہ؟ کوشش کرو گی تو دل میں بھی گھر کر لے گا۔" شمع بولی تو ہاجرہ ہنسنے لگی۔

"اس فریبی زمانے میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے حصے میں غیر مشروط محبتیں آتی ہیں ان کی قدر کرنی چاہیے۔" شمع نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"شمع باجی...... تم نے تو بس اس کی آسان سی محبت دیکھی اور ساری عمر اس کی وکالت کرنے میں گزار دی۔" ہاجرہ سفاکی سے بولی۔

"آسان سی محبت؟ کسی کی بھی محبت آسان نہیں ہوتی ہے ہاجرہ۔ رضا نے دوسروں کی ذلتیں بھی سہی ہیں اور تمہاری دھتکار بھی۔" شمع کو ہاجرہ کی بات انتہائی ناگوار گزری تھی۔

"کبھی میرے دل کا حال بھی تو سمجھو، یہ بھی تو سمجھو کہ ہاجرہ کا دل......"

"ہاجرہ کا دل...... کیا ہے ہاجرہ کا دل؟ ہاجرہ میں نے آج تک تمہیں یہ ہی سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اپنا گھر بسا لو......"

"یہی بات تو تم سمجھ نہیں رہی ناں شمع باجی کہ گھر تو بسا ہوا ہے۔ گھر تو آباد ہے باجی۔ دل کا کیا کروں...... کیسے آباد کروں دل کو؟ جہاں ویرانیاں ہی ویرانیاں ہیں۔" ہاجرہ نے شمع کی بات کاٹ کر یک دم اٹھتے ہوئے کہا یوں جیسے اسے کسی بے چینی نے بے کل کر دیا ہو۔ شمع وہاں کہیں نہیں تھی اور ہاجرہ کے اندر اس کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔

رات یوں ہی سوچتے ہوئے گزری تھی، فجر کی نماز کے بعد کمرے سے باہر نکلیں اور سب سے مل کر آغا حویلی سے باہر قدم بڑھائے۔

"ہاجرہ......" شمع کی پکار پر وہ رک گئیں۔

"سوئی نہیں؟" شمع نے پوچھا تو ہاجرہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"مجھے معاف کر دینا ہاجرہ لیکن اللہ گواہ ہے کہ میں تمہارا......"

"شمع باجی ایک تم ہی ہو جس سے میں سب کچھ کہہ سکتی ہوں اور میں جانتی ہوں کہ تم میرا بُرا نہیں چاہتی۔" ہاجرہ نے شمع کا ہاتھ تھام کر مسکرا کر کہا۔

"اس لیے اس بات کی فکر نہ کرو کہ میں تمہاری ڈانٹ سے یہ سمجھوں گی کہ تم میرا بھلا نہیں چاہتی۔"

"کوشش کرنا کہ رضا......"

"میں کوشش کروں گی کہ اب کوئی شکایت کا موقع نہ دوں۔" شمع کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ہاجرہ بولی۔ شاید وہ اب مزید کوئی نصیحت سننے کے موڈ میں نہیں تھی۔

"اپنا بھی خیال رکھنا۔" شمع گلے ملتے ہوئے بولی تو ہاجرہ ہنسنے لگی۔

"سارے کام ایک ساتھ نہیں ہو سکتے شمع باجی۔" شمع کی سوالیہ نظروں پر ہاجرہ نے کہا اور اجازت لے کر آغا حویلی سے باہر نکل گئیں۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے یار۔" اس کے اوپر سے رضائی کو کھینچ کر اتارا گیا تو وہ غصے سے بلبلاتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"بدتمیزی؟ اللہ کا خوف کرو وجاہت سکندر پچھلے دس منٹس سے آوازیں دے رہا ہوں اور تم ہو کہ گھوڑے گدھے بیچ کر ایسے سوئے ہوئے ہو کہ میں تو ڈر ہی گیا کہ خدانخواستہ کہیں تم بھائی کے بجائے اللہ کو تو نہیں پیارے ہو گئے۔" احمر فکرمندی اور غصے کے ملے جلے تاثرات لیے اس کی طرف دیکھتا غرایا۔

"مجھے تو نہیں پتا چلا کہ صبح ہو گئی ہے۔" وجاہت نے کسلمندی سے ایک بار پھر آنکھوں کو بند کیا۔

"اوئے نواب زادے کیا یونیورسٹی نہیں جانا؟" احمر چائے کے مگ میز پر رکھتے ہوئے دانت پیستے ہوئے بولا۔

"آنکھیں کھلیں گیں تو ضرور جاؤں گا ان شاء اللہ۔" وجاہت یوں ہی نیند میں ڈوبی آواز میں بڑبڑایا۔

"خیر تو ہے..... یہ آج اتنی خماری کیوں چڑھی ہوئی ہے؟" احمر نے اسے گھورا۔

"نیند پوری نہیں ہوئی۔ بہت دیر تک جاگتا رہا ہوں۔" وجاہت نے ادھ کھلی آنکھوں سے موبائل پر ٹائم دیکھا اور اگلے پل ایک دم اٹھ بیٹھا۔ ساڑھے نو بج رہے تھے اور اسے دس بجے تک یونیورسٹی پہنچنا تھا۔

"ہاں نیا نیا عشق ہوا ہو تو راتوں کو نیندیں اکثر اڑی ہی رہتی ہیں۔" احمر نے آنکھ کا کونا دباتے ہوئے کہا۔

"تجھے کیسے تجربہ ہوا؟" وجاہت نے مشکوک نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں دیکھتے ہوئے اندازہ ہو رہا ہے۔" احمر نے ہنس کر کہا۔

"کیوں صبح صبح جھوٹ بول رہے ہو؟ دو منٹ کی تو اس کی کال تھی۔" وجاہت صبح سکیزہ کی جانب سے کسی میسج کو نہ پا کر بدمزہ ہو گیا تھا۔

"دو منٹ کی کال نے تیرا یہ حال کر دیا۔" احمر دل کھول کر ہنسا۔ وجاہت نے پاس رکھا کشن اس کی طرف پھینکا جو احمر کے ہاتھ میں پکڑے چائے کے کپ کو زمین بوس کر گیا' کارپٹ کی وجہ سے کپ تو بچ گیا لیکن چائے نے ستیاناس کر دیا تھا۔

"یار بہت....." احمر نے اسے ایک موٹی تازی گالی سے نوازا اس سے زیادہ وہ کوئی جوابی کاروائی کرنے کے موڈ میں نہیں تھا نہ ہی وقت تھا۔

"اب یہ کارپٹ صاف کر کے گھر سے نکلنا اور ٹوسٹر سیٹ کر دیا تھا گرم کر کے ٹھونسنا۔" احمر نے انتہائی غصیلے انداز میں کہا اور گھر سے نکل گیا کہ اسے دیر ہو رہی تھی۔

"گڈ مورننگ ٹو مائی....." وجاہت نے گہری سانس لی اور موبائل پر میسج ٹائپ کرتے کرتے رک گیا۔

"نہیں..... اتنی جلدی نہیں ابھی تو لطف لینے کے دن آئے ہیں۔" وجاہت اپنی سوچ پر مسکرایا اور ٹائپ کیے میسج کو ڈیلیٹ کر کے اٹھ کر تیار ہونے لگا کہ یونیورسٹی کے لیے لیٹ ہو رہا تھا۔ سکیزہ کے لیے اپنی بات سے مکر جانا آسان تھا نہ ہی اس کی انا اسے اس بات کی اجازت دیتی تھی کہ محض ایک خواب کی بدولت وہ وجاہت کے سامنے یہ ظاہر کر دے کہ اسے اس کی فکر ہے' وہ اسے نہیں احساس دلانا چاہتی تھی کہ سکیزہ یہ چاہنے لگی ہے کہ وجاہت اس کے آس پاس رہے۔ اس سے رابطے میں رہے۔ یہ اس کی ضد نہیں بس اپنی بات کا مان رکھنا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اتنا کمزور نہیں ظاہر کرنا چاہتی تھی۔

"کیا بات ہے میری بھلی دھی نے آج یونیورسٹی نہیں جانا کیا؟" سکیزہ ڈرائنگ روم میں آئی تو عبدالمعید بیٹھے شاید اسی کا انتظار کر رہے تھے۔

"نہیں ڈیڈ..... جانا تو ہے لیکن ذرا دیر سے جاؤں گی۔" سکیزہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی۔

"تو سوئی رہتی اٹھ کیوں گئی ہو؟"

"سوئی رہتی تو بارہ یہاں بج جاتے۔ ایسے تھوڑی دیر تک نیند بھاگ جائے گی۔" سکیزہ نے بند آنکھوں سے ہی جواب دیا۔

"عجیب منطق ہے۔"

"ہاں وہی تو۔ آپ مجھے تھرٹی منٹس کے بعد کہنا کہ بارہ بجنے والے ہیں اٹھ جاؤ۔" سکیزہ نے کہا تو عبدالمعید ہنسنے لگے۔

"اچھا۔" انہوں نے کہا اور ایک بار پھر اپنے آئی پیڈ پر اخبار پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔

"سکیزہ بیٹا اگر یونیورسٹی نہیں جانا تو آرام سے سو جاؤ' یہ کیا طریقہ ہوا ایسے تو نیند بھی خراب ہو گی۔" وقتاً فوقتاً ان کی نگاہ سکیزہ کی بے آرامی پر جا رہی تھی تو وہ آہستہ سے بولے۔

"نہیں ڈیڈ..... یونیورسٹی تو ضروری جانا ہے ناں۔" کہتے ہی سکیزہ نے آنکھیں کھول دیں۔

"اچھا میں فریش ہو لوں پھر ناشتہ ساتھ کرتے ہیں۔" سکیزہ اٹھتے ہوئے کہتی واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ کچھ ہی دیر بعد دونوں باپ بیٹی نے پیٹ بھر کر ناشتہ کیا اور سکیزہ یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔

"او کے ڈیڈ میں جا رہی ہوں لیکن جلدی آجاؤں گی۔" سکیزہ نے گاڑی کی چابیاں اٹھاتے ہوئے عبدالمعید کو آواز دے کر بتایا۔

"سکیزہ..... بیٹا وجاہت سے رابطہ ہے؟" عبدالمعید نے بنا کسی تمہید کے پوچھا تو سکیزہ یک دم بوکھلا گئی۔

"نہیں ڈیڈ..... کیوں کیا ہوا؟"

"اچھا اگر ملاقات ہو تو کہنا کہ گھر آئے۔ کافی دنوں سے اس نے چکر نہیں لگایا یہ نہ ہو اس کو جھجک ہو کہ ہم خود بولیں۔" عبدالمعید نے کہا۔

"او کے ڈیڈ ملاقات ہوئی تو کہہ دوں گی لیکن آپ کی طرف سے۔" سکیزہ کچھ عجلت میں بولتی باہر نکل گئی اور عبدالمعید مسکرانے لگے۔ سکیزہ کے جاتے ہی وہ سوچ میں ڈوب گئے' وہ محسوس کر رہے تھے کہ سکیزہ خوش نہیں ہے اور پھر وجاہت کی غیر حاضری انہیں احساس دلا رہی تھی کہ کہیں یہ فیصلہ غلط تو نہیں؟ وجاہت کا ان کے ساتھ رابطہ تو تھا لیکن سکیزہ کی بیزاری اور وجاہت کا ان کے گھر نہ آنا انہیں فکر میں مبتلا کر رہا تھا۔ اس لیے انہوں نے سکیزہ کو وجاہت کے لیے پیغام دیا دوسرے لفظوں میں وہ ان کے درمیان رابطہ بحال کرنے کا ذریعہ بننا چاہ رہے تھے۔

❁.....❁.....❁

بہت سی شکایتوں کے باوجود آج تک رضا سکندر نے کبھی ہاجرہ کے سامنے اپنی کسی شکایت کا ذکر نہیں کیا تھا۔ ان کی شدید محبت نے انہیں اس کا مجرم بنا دیا تھا' رضیا نے اپنی محبت کے زعم میں ان کی ہر کوتاہی' نفرت اور ہر تلخی کو برداشت کیا تھا لیکن یہی برداشت انہیں بزدل بنا کر ان کی شدید محبت کو بے مول کر گئی تھی۔ آج تک وہ ہاجرہ کو اس مقام تک نہ لا سکے جہاں وہ ان کی محبت کی گہرائی کو محسوس کر سکتیں۔ یہ محسوس کر سکتیں کہ رضا نے اپنی زندگی میں اگر کسی کو چاہا ہے تو وہ صرف ہاجرہ ہیں۔ ان کی ساری کمزوریوں اور ضدوں سے بالاتر انہوں نے صرف اور صرف ان سے محبت کی ہے۔ یہ ان کی نااہلی تھی یا وقتی بزدلی کہ وہ ہاجرہ کو اس شدید محبت کی لذت سے آشنا نہ کرا سکے تھے۔ بہت غلط ہوا۔ رضا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا تھا۔

"ہر قدم پر اس کی خوشی چاہنے پر بھی میں یہ نہ جان پایا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ اس سے محض محبت کی اس سے دوستی نہ کر سکا' کوئی خوشی دے سکا نہ اس کا دل آباد کر سکا۔ اسے قائل نہ کر سکا کہ وہ میری محبت کو جان لے۔ مجھ سا بدبخت کون ہو گا؟ جس نے اپنی چاہت کو پا تو لیا لیکن اس کا دل نہ جیت سکا۔" ہاجرہ آغا حویلی گئی ہوئی تھیں اور رضا اپنی محبت کا احتساب کرنے بیٹھ گئے تھے۔ زندگی کے ہر موڑ پر ہاجرہ بے گناہ دیکھائی دے رہی تھیں۔ یہاں تک کہ وجاہت اور سکیزہ کے حوالے سے ہاجرہ اور وجاہت کی گفتگو میں بھی انہوں نے ہاجرہ کو بری الذمہ قرار دے دیا تھا۔ اس لیے نہیں کہ ان کی محبت اندھی تھی اس لیے کہ ان کی محبت اب حقیقت جاننے لگی تھی اور ان کی محبت کی حقیقت یہی ہے کہ وہ ہر معاملے میں بے قصور ہے۔ انجانے میں رضا نے اپنے آپ کو ان کا پابند کر دیا اور وہ پہلے ہی قدم پر اکتا گئی اور وہ جان ہی نہ پائے۔

آج وہ جان گئے تھے کہ کسی کو پابند کر لینے سے اس کے دل میں اپنی محبت کی شدتیں نہیں پہنچائی جا سکتیں ہیں۔ کسی پر مسلط ہو جانے سے محبت مقدر نہیں بن جاتی ہے اور رضا نے یہ دونوں غلطیاں کی تھیں۔ اپنے آپ کو بے مول کرنے میں رضا کا اپنا ہی ہاتھ تھا۔ اپنی محبت کی بے قدری رضا نے خود کروائی تھی۔ وہ اب سمجھ رہے تھے کہ اگر وہ اپنی محبت کے سامنے اتنی بے بسی کا مظاہرہ نہ کرتے تو آج ان کے چہرے پر بھی سچی مسکراہٹ ہوتی اور دل میں سکون۔

زندگی اک پیاس بن کر رہ گئی
پیار کے قصے دھورے رہ گئے

ہم وفا کر کے بھی تنہا رہ گئے

وہ واقعی تنہا رہ گئے تھے۔ صرف خود نہیں شاید ہاجرہ کو بھی تنہا کر دیا تھا۔ گیٹ کھلنے کی آواز پر سر اٹھا کر دیکھا تو ہاجرہ تھیں۔ وہ لوٹ آئی تھیں لیکن ان کے چہرے پر گھر آنے کی کوئی خوشی نہیں تھی' سبک رفتاری سے چلتی بنا ادھر ادھر دیکھے ہاجرہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ یہ بھی نہ دیکھا کہ سامنے رضا اپنی وہیل چیئر پر بیٹھے انہیں دیکھ رہے ہیں شاید ان کے منتظر بھی ہیں۔

"کہیں شمع باجی نے کوئی بات تو نہیں کی؟" رضا نے ہاجرہ کی بیزاریت کی یہی وجہ سمجھی۔ وہ کتنی دیر تک وہاں بیٹھے رہے' سوچتے رہے' سمجھنے کی کوشش کرتے رہے۔ ہاجرہ جب بھی شمع سے ملتی تھیں اس کے بعد ایک دو دن تک ہاجرہ بے حد سنجیدگی میں گزارتی تھیں۔ موبائل کی اسکرین پر وجاہت کا نام ان کی محویت کو توڑ گیا۔

"السلام علیکم بابا۔ آپ ٹھیک تو ہیں؟" تین دفعہ اس کی کال نظر انداز کرنے کے بعد اب انہوں نے اس کی کال ریسیو کی تو وجاہت کا متفکرانہ لہجہ ان کی سماعت سے ٹکرایا۔

"وعلیکم السلام۔ ہاں بیٹا میں ٹھیک ہوں۔ تم کیسے ہو؟" انہیں مناسب نہ لگا کہ پردیس میں وہ اس کو نظر انداز کر کے مزید فکرمند کر دیں۔

"میں تو ٹھیک ہوں بابا لیکن آپ....."

"میں بھی ٹھیک ہوں بیٹا۔" اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی رضا نرم لہجے میں بولے۔

"پھر میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہے تھے؟ ابھی تک آپ ناراض ہیں کیا؟" وجاہت نے رنجیدہ لہجے میں ان سے پوچھا۔

"نہیں بیٹا..... ناراض نہیں ہوں اگر ہوں بھی تو تم سے نہیں۔ شاید کسی الجھن کا شکار ہوں اور یہ بھی نہیں معلوم کہ الجھن کیا ہے۔" رضا کی بے ربط باتوں نے وجاہت کو مزید پریشان کر دیا تھا۔

"بابا..... ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں کبھی بھی ایسا کچھ نہیں کروں گا۔ آپ کیوں فکرمند ہیں؟ اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں بابا کہ آپ نے پوری بات نہیں سنی۔" وجاہت حتی المکاں اس کوشش میں تھا کہ رضا کی غلط فہمی دور کر سکے۔

"میں جانتا ہوں۔" رضا نے گہری سانس خارج کی۔

"جب جانتے ہیں تو پھر کیوں خوفزدہ ہیں؟" وجاہت نے پوچھا۔ کسی حد تک وہ ان کے احساسات کو سمجھ رہا تھا آغا فیملی کے کچھ حالات رضا نے اسے خود بتائے تھے اور کچھ وجاہت نے خود معلوم کر لیے تھے۔ وجاہت کو معلوم تھا کہ ہاجرہ اور رضا کے درمیان محبت ہونے کے باوجود بھی اگر کوئی انسیت نہیں ہے تو اس کی وجہ ہاجرہ کی ضد کے ساتھ ساتھ ایک ادھوری محبت کا دکھ بھی ہے۔ وجاہت ہاجرہ پر کوئی الزام نہیں لگانا چاہتا تھا اور رضا بھی برملا ہاجرہ کے خلاف کوئی بات نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"معلوم نہیں۔" رضا کے لہجے میں بے چینی واضح تھی۔

"بابا آپ بالکل بھی پریشان نہ ہوں۔ ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ امی سے بات کریں۔" وجاہت نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"نہیں..... ہاجرہ سے میں کوئی بات نہیں کروں گا اور تم کبھی بھی ہاجرہ کو یہ نہ بتانا کہ میں نے تمہاری اور ہاجرہ کی باتیں سن لی تھیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہاجرہ میرے سامنے کسی قسم کی شرمندگی محسوس کرے۔" رضا نے قدرے تیز لہجے میں کہا تو وجاہت مسکرا دیا۔

"بابا..... کمال ہیں آپ بھی۔ اتنا کچھ ہو جانے کے باوجود بھی آپ امی پر کوئی الزام نہیں آنے دینا چاہتے۔" وجاہت نے کہا تو رضا خاموش رہ گئے۔ وہ کہہ نہ سکے کہ اتنا سب کر کے بھی ان کا دل خالی ہی ہے۔

"اچھا بابا پھر بات ہوگی۔ آپ بالکل فکر نہیں کریں میں امی کو قائل کر لوں گا کہ اب میں سکیزہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ انہیں اب اس حقیقت کو قبول کرنا ہوگا۔" وجاہت نے پُرعزم لہجے میں کہا اور فون بند کر دیا لیکن رضا ابھی تک ہاجرہ کے بارے میں سوچ رہے تھے انہیں اب یہ احساس بھی تکلیف دے رہا تھا کہ وجاہت کے منع کرنے کے بعد

ہاجرہ کو یہ احساس ہوگا کہ وہ ایک بار پھر حسن سے ہار گئیں۔ پھر سوچ کر رضا نے وہیل چیئر کو ہاجرہ کے کمرے کی جانب چلانا شروع کیا۔

"کون ہے؟" دستک پر اندر سے ہاجرہ کی کرخت لیکن تھکائی آواز نے رضا کو گنگ کر دیا تھا۔

❀.....❀.....❀

ہاجرہ کے چلے جانے کے بعد شمع پچھتاوے کا شکار ہوئیں۔ انہیں اس بات کا افسوس ہو رہا تھا کہ کتنے برسوں بعد ہاجرہ آغا حویلی میں رہنے کے لیے آئی اور شمع نے اس کو سمجھاتے ہوئے کوئی رعایت نہ برتی' ہاجرہ کو سمجھاتے وقت شمع کے لب و لہجے کی کڑواہٹ انتہاؤں پر تھی۔ سب سمجھتے اور جانتے ہوئے بھی وہ ہاجرہ پر اس بات کا دباؤ ڈالنے لگی تھیں کہ ہاجرہ کو رضا سے محبت کر لینی چاہیے' ہاجرہ کے دل کو رضا کی محبت کے سامنے سرنگوں ہو جانا چاہیے۔ وہ خود ہی اپنے مطالبے پر ہنسیں۔

"محبت کوئی مطالبہ نہیں ہے جسے مان لینا اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔" ہاجرہ نے یاسیت سے کہا تھا۔ شمع نے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم یہ بھی تو سوچو ہاجرہ کہ رضا تمہیں اس وقت سے چاہتا ہے جب شاید اسے چاہت کا مطلب بھی معلوم نہیں تھا۔" شمع کی دلیل پر ہاجرہ نے انہیں شکایتی نظروں سے دیکھا۔

"اس کے باوجود رضا کو کوئی امید نہیں دلائی گئی تھی اور کچھ....."

"بھول جاؤ ہاجرہ۔ ابا کو اپنی خاندانی روایت کا پاس رکھنا تھا اور اپنی ضد کو برقرار رکھنا تھا اس لیے بنا سوچے سمجھے انہوں نے تمہارے دل و دماغ میں حسن کے نام کو ثبت کر دیا تھا۔ اب تم سمجھو اور سدھر جاؤ۔" شمع یقیناً اس کا دل دکھانا چاہتی تھیں لیکن اب وہ زبردستی کر رہی تھیں۔

ہاجرہ کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔ وہ تو اس موڑ پر تھیں جہاں اب وہ کسی اور کا نام بھی نہیں لے سکتی تھیں۔

❀.....❀.....❀

دروازے پر ہوتی دستک کے بعد کی خاموشی نے انہیں چونکایا یقیناً ہاجرہ جان گئی تھی کہ دستک دینے والا رضا ہوگا۔ اس دستک پر دروازہ کھول دینا ہی اب ہاجرہ کے حق میں بہتر تھا۔ ہاجرہ نے اپنے آپ کو سامنے لگے شیشے میں دیکھا' بیزاری' بے رونقی اور بے خواب آنکھیں۔ کتنی دیر تک وہ ٹکٹکی باندھے اس ہاجرہ کو دیکھتی رہیں جو بھی زندہ دل تھیں۔ جس کی ہنسی' جس کا غصہ اور جس کی محبت زندگی کا احساس دلاتی تھیں' آج وہی ہاجرہ گہری خاموشیوں میں گھری بے بسی کی تصویر بنی ہوئی تھیں۔ ہاجرہ نے آئینے میں جھانکتے اس عکس کو چھونا چاہا لیکن ناکام ٹھہریں۔ میز پر رکھے گلاس سے پانی کو ہتھیلی میں بھر کر چہرے پر چھینٹا مارا اور دوپٹے سے چہرے کو رگڑنے لگی۔ اس رگڑ میں اتنی شدت تھی کہ کچھ دیر میں ہاجرہ کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کمرے میں بنے اسٹور روم میں رکھا سوٹ کیس جس میں ہاجرہ کے پرانے کپڑے تھے اس کو کھولنے لگی۔

یہ وہ دوپٹہ تھا جو شادی کے اوائل دنوں میں رضا ان کے لیے لائے تھے اس کے ساتھ کا جوڑا ہاجرہ کے بھاری بھرکم جسامت کی وجہ سے اب ان کو نہیں آ سکتا تھا' گہرے سبز رنگ کا دوپٹا جس پر گوٹا کناری کا کام بہت خوب صورتی سے کیا گیا تھا۔ ہاجرہ نے ہلکے گلابی رنگ کا نفیس سا سوٹ نکالا جس کے ساتھ وہ دوپٹا بہت اچھا لگ رہا تھا' برسوں بعد بلکہ یوں کہنا قطعی غلط نہ ہوگا کہ پہلی بار ہاجرہ نے اپنا آپ سجایا تھا خاص رضا کے لیے۔

وہ خاموشی سے سب کر رہی تھیں' چہرے پر کوئی مسکراہٹ تھی نہ آنکھوں میں کوئی چمک' دل میں ہلچل تھی نہ دھڑکنوں میں کوئی ارتعاش۔ وہ سنگھار کر رہی تھیں۔ مکمل تیار ہو کر ہاجرہ نے دوپٹا ایسے انداز میں سیٹ کیا کہ سر بھی ڈھانپا اور دوپٹے کی خوب صورتی بھی نمایاں ہو رہی تھی۔

"محبت کی دستک کو بار بار جھٹک دینا ناشکری کے زمرے میں آتا ہے۔" ہاجرہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور وہ آگے بڑھیں اور دروازہ کھول دیا۔ بہت دیر تک دروازے کے باہر رہنے کے بعد رضا کو جب مزید کوئی جواب نہ ملا تو اب انہوں نے وہیل چیئر کو

دھکیل کر وہاں سے ہٹالیا تھا۔ ابھی رضا' سکندر ہاؤس کے گیٹ کے پاس پہنچے تھے کہ کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز پر رکے اور سر گھما کر دیکھا' اگلے پل وہ ششدر رہ گئے۔ یک دم وہیل چیئر کو حرکت دیتے ہوئے اپنا رخ اس جانب کرلیا جہاں دروازے کے درمیان دونوں پٹ پر ہاتھ رکھے ہاجرہ کھڑی تھیں۔ وہ یک ٹک انہیں دیکھ رہے۔ ہاجرہ ان کی طرف دیکھے بغیر کمرے سے باہر نکلیں اور ادھر ادھر کے کاموں میں مصروف ہوگئیں۔ وہ جانتی تھیں کہ رضا نے انہیں دیکھ لیا ہے' رضا بھی جان گئے تھے کہ ہاجرہ اب وہ ہاجرہ نہیں رہی۔ ایک آسودہ گہری سانس خارج ہوئی اور رضا بھی خاموشی سے اپنے کام کو مکمل کرنے کی غرض سے سکندر ہاؤس کے دوسرے حصے میں چلے گئے تھے۔

ہاجرہ کے رویے کی تبدیلی نے 'سکندر ہاؤس' کے مکینوں پر ایک خوشگوار تاثر قائم کیا تھا۔ چہرا پُر سکون' ہونٹوں پر مسکراہٹ اور کافی حد تک دوستانہ انداز۔ چند دنوں بعد کہیں سے بھی یہ ظاہر نہ ہورہا تھا کہ یہ وہی ہاجرہ ہیں جنہوں نے زندگی کے اتنے سال ضد اور بیزاری میں ضائع کردیے تھے۔ رضا سے کوئی بات تو نہیں ہوئی لیکن ان کی نگاہوں میں رضا کے لیے وہ اجنبیت اور بیگانگی بھی نہیں تھی۔ مدتوں بعد ہاجرہ کے چہرے پر مسکراہٹوں کا بسیرا رضا کے دل میں اس محبت کی شدتوں میں اضافہ کرنے لگا جو سدا بہار ہونے کے باوجود پچھلے کچھ مہینوں سے خزاں رسیدہ معلوم ہورہی تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ یہ مسکراہٹیں کب تک قائم رہتی ہیں۔

❀ ❀

اور پھر کتنے دن گزر گئے سکیزہ اپنی اسٹڈیز میں ایسی مصروف رہی کہ وجاہت تک عبدالمعید کا پیغام نہ پہنچا سکی۔ وجاہت نے ایک دو دفعہ میسج کے بعد خاموشی اختیار کرلی تھی' سکیزہ کو معلوم نہ ہوسکا کہ وجاہت کا عبدالمعید سے رابطہ ہوا کہ نہیں لیکن وجاہت کا رویہ اس کے لیے خاصی حیران کن بات تھی' ذرا فرصت میں چند لمحے اس تعلق کے بارے میں سوچنے بیٹھی تو سکیزہ پریشان ہوگئی۔

"تم مانو یا نہ مانو...... تم مجھ پر بہت سے حق رکھتی ہو۔" نیند میں ڈوبی وجاہت کی آواز نے اس کی سوچوں کو ایک نیا رخ دیا تھا' اس کی دھڑکن نے بھی ہلچل مچائی تھی۔ اگلے پل وہ اس کا نمبر ملا رہی تھی۔ ہینڈ فری لگائے وہ اب نروس ہونے لگی تھی۔

"ہیلو...... کون؟"

"مم...... میں سکیزہ بول رہی ہوں۔" اس کی بوکھلاہٹ کی وجہ وجاہت کا عجلت سے بھرپور سرد لہجہ تھا۔ یک دم اسے پچھتاوے نے گھیر لیا کہ اسے کال نہیں کرنی چاہیے تھی۔

"ہاں بولو خیریت...... کیوں کال کی؟" سمجھ نہ پائی کہ وجاہت واقعی مصروف ہے یا اس وقت اس سے بات نہیں کرنا چاہتا۔

"وہ...... میں......" اس کے سپاٹ انداز اور گنے چنے الفاظ میں کال کی بابت پوچھنے پر سکیزہ کا سارا اعتماد دھرا کا دھرا رہ گیا تھا اور وہ خود بھی سوچنے لگی کہ اس نے کیوں کال کی تھی۔

"اگر وہ۔ میں۔ یہ ہی کرنا تھا تو پہلے کرلیتی اور پھر کال کرتی۔" سکیزہ کی خاموشی نے اسے جھنجلا دیا تھا۔ وجاہت کا انداز اس کی آنکھوں میں آنسو لے آیا تھا۔ سکیزہ نے کچھ کہے بنا فون بند کردیا تو وجاہت نے تعجب سے موبائل اسکرین کو گھورا۔

"اب اسے کیا ہوا؟" وہ زیر لب بڑبڑایا۔ وجاہت اس وقت جاب کے لیے نکل رہا تھا اور لیٹ ہونے کی وجہ سے عجلت میں بھی تھا۔ پہلے روا کی کال آئی پھر ایک دو اور لوگوں کی کالز سے اسے کوفت ہونے لگی اور اسی کوفت میں سکیزہ کی کال بھی آگئی تھی۔ وہ جو پہلے ہی ان دنوں وجاہت کی طرف سے نظر انداز ہونے پر ذہنی الجھن کا شکار تھی اس لمحے اس کا ایسا رویہ برداشت نہیں ہوسکا اسے شدید سبکی کا احساس ہوا اور اگلے پل اس نے فون بند کرکے وجاہت کو مزید جھنجلاہٹ میں مبتلا کردیا تھا۔ ایک سرد آہ بھر کر وجاہت نے بجائے کال بیک کرنے کے موبائل جیب میں رکھ کر جاب پر نکل گیا لیکن نہ جانے کیوں اس کا دل مضطرب ہی رہا۔ اس کا دھیان بار بار سکیزہ کی طرف جارہا تھا' جاب پر پہنچتے ہی پہلی فرصت میں اس نے سکیزہ کو کال ملائی۔

"ہیلو۔" سکیزہ کے بھیگے لہجے نے اسے بے چین کردیا۔ اپنی بے کلی اور سکیزہ کے خیال کے حاوی ہونے پر وہ خود بھی حیران ہورہا تھا۔

"فون کیوں بند کردیا تھا؟" بظاہر بہت عام مگر متفکرانہ انداز میں اس نے استفسار کیا۔

"آ...... آپ مصروف تھے اس لیے۔" بمشکل اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے سکیزہ بولی۔ وہ وجاہت پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ وہ اس کے لیے اتنی جلدی اتنا خاص ہوگیا ہے کہ اس کے رویے سکیزہ کی زندگی پر اثر انداز ہونے لگے ہیں۔

"مجھے جاب کے لیے دیر ہورہی تھی۔ اس سے پہلے کہ میں تمہیں کہتا کہ بعد میں بات کرتے ہیں تم نے کال ہی بند کردی۔" وجاہت نے وضاحت دینا ضروری سمجھا۔

"سوری مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ ٹائم آپ کے جاب پر جانے کا ہے۔" سکیزہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس کی اتنی جلدی معذرت کرلینے پر وجاہت حیران رہ گیا۔

"کیوں کال کی تھی؟" وجاہت نے پوچھا۔ اس کے نہایت عام سے انداز میں کچھ خاص ضرور تھا کہ سکیزہ گھبرانے لگی۔

"کوئی خاص بات تو نہیں تھی۔"

"اچھا...... تو مجھ سے بات کرنے کا موڈ ہورہا تھا۔" وجاہت کھل کر مسکرایا۔

"نن...... نہیں۔ وہ...... ڈیڈ نے آپ کا پوچھا تھا۔" سکیزہ بوکھلا کر تیزی سے بولی۔ اس کی وضاحت وجاہت کو مزہ دے گئی۔

"اچھا...... تو......" اسے سکیزہ کو لاجواب کرنا اچھا لگنے لگا۔

"تت...... تو یہ کہ ڈیڈ سے ملنے آجائیں۔" اپنے لہجے

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
ماہنامہ آنچل حجاب کراچی
ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کرینگے
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زرسالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 850 روپے
امریکا' کینیڈا' آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے
8000 روپے
میڈل ایسٹ' ایشیائی' افریقہ' یورپ کے لیے
6000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ' منی آرڈر' منی گرام' ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جاسکتی ہیں۔ مقامی افراد
ایزی پیسہ اکاونٹ نمبر
0316-0128216
موبی کیش اکاونٹ نمبر
0300-8264242
رابطہ: طاہر احمد قریشی...... 0300-8264242
نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز
81 نیمبر بیرکس' ہائی کلب آف پاکستان
اسٹیڈیم زد آنچل پریس کراچی 75510
فون نمبرز: +922-35620771/2
naeyufaq.com
Info@naeyufaq.com

کی لڑکھڑاہٹ پر اب اسے غصہ آنے لگا تھا۔ شاید یہ اس کے دل کا چور تھا۔

"ڈیڈ سے ملنے اور ڈیڈ کی بیٹی سے؟"

"کوئی ضرورت نہیں۔" وہ یک دم تلخ ہوئی اور وجاہت اس کے لب و لہجے سے محفوظ۔

"اچھا..... ابھی جاب پر ہوں۔ جاب کے بعد بات کرتا ہوں۔" وجاہت نے کہا تو سکیزہ ایک دم خاموش ہوگئی۔

"جاگ رہی ہوگی؟"

"ہاں۔" وہ بے خیالی میں بولی تو وجاہت مسرور ہوگیا۔

"گڈ بائے۔" وجاہت مسکرا کر بولا اور کال بند کردی۔ سکیزہ کتنی دیر تک یوں ہی بیٹھی اپنے آپ کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگی۔

"میں کیا چاہتی ہوں؟" اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔

"مجھے ڈیڈ کے علاوہ کسی دوست کی ضرورت نہیں۔" سکیزہ نے زیر لب کہا۔

"پھر میرا دل وجاہت کی طرف کیوں کھنچ رہا ہے؟ کیوں میں ان کا انتظار کرنے لگی ہوں؟ میری سوچوں میں وہ مسلسل کیوں رہنے لگے ہیں؟" سکیزہ الجھ رہی تھی۔ شاید جانتی نہیں تھی کہ اگر اس کا دل وجاہت کی جانب مائل ہو رہا ہے تو یہ اس تعلق کا اثر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا سے ان کے درمیان بندھ گیا ہے۔ اسے ابھی تک معلوم نہیں تھا کہ وجاہت کے دل میں اس کا مقام بہت پہلے ہی بدل گیا تھا۔ بہت سے سوال تھے لیکن سکیزہ کسی سے اپنے احساسات شیئر نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ وجاہت کے فری ہونے کا انتظار کرنے لگی۔ اسے صبح یونیورسٹی بھی جانا تھا اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ وجاہت کی نائٹ شفٹ سوا ایک دو تک ہی ختم ہوگی۔

"کیا مجھے جاگتے رہنا چاہیے؟" سکیزہ نے پُرسوچ انداز میں وقت دیکھا۔ سوا سات بج رہے تھے کچھ لوگ عبدالمعید سے ملنے آئے ہوئے تھے سکیزہ کافی دیر پہلے چائے سرو کرنے گئی تھی۔

سکیزہ کمرے میں آئی تو عبدالمعید کہیں نہ تھے میز پر خالی برتن رکھے تھے اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا تو عبدالمعید حسن باہر کھڑے یقیناً انہیں الوداع کہہ رہے تھے۔ واپس آئے تو سکیزہ کو کمرے میں موجود پایا۔ ان کے آنے پر سکیزہ متوجہ نہ ہوئی۔

"تم خوش ہو؟" وہ سکیزہ کے پاس آبیٹھے اور بہت شفقت سے مخاطب ہوئے۔

"ہاں ڈیڈ..... میں خوش کیوں نہیں ہوں گی؟"

"ہاجرہ یا ردا سے بات ہوئی؟" انہیں یہ وہم ستانے لگا کہ کہیں سکیزہ ابھی تک ہاجرہ کے رویے کی وجہ سے پریشان تو نہیں۔

"ہاں ڈیڈ میری ہاجرہ آنٹی سے بات ہوئی تھی اور ردا سے تو ہوتی ہی رہتی ہے۔" سکیزہ نے مسکرا کر انہیں بتایا۔

"بیٹا کچھ رشتے ایسے ہوتے ہیں جن میں نہ چاہتے ہوئے بھی تلخی اور کھنچاؤ ہوتا ہے۔ ہاجرہ بہت محبت کرنے والی ہے لیکن اس کے باوجود تمہارا اس کے ساتھ رشتہ ایسا ہے کہ اس میں کچھ تلخیاں بھی ہوں گی اور کچھ رنجشیں بھی۔ وہ تمہیں اپنا بیٹا سونپ رہی ہے تم نے اس گھر کی عزت کو آگے بڑھانا ہے، مزید پائیدار کرنا ہے۔ جس طرح خوف تمہارے دل میں ہیں ایسے ڈر تمہارے حوالے سے اس کے دل میں بھی ہوں گے۔ تمہاری لگن، محبت اور برداشت ہی تمہیں کامیاب کرے گی۔" عبدالمعید اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے تھے کہ سکیزہ کو ہر وہ بات سمجھا سکیں جو ایک ماں اپنی بیٹی کو بتاتی ہے اور ہاجرہ کے معاملے میں وہ خود بھی کچھ خوف زدہ سے تھے۔ ایسے میں وہ سمجھتے تھے کہ اگر سکیزہ اعتماد اور محبت سے اس گھر میں قدم رکھے گی تو ہاجرہ کبھی بھی عبدالمعید حسن کے دیے گئے دکھ کا بدلہ اس سے نہیں لے گی۔

"ڈیڈ آپ بالکل بھی فکر نہیں کریں۔ آپ کی جھلی سکیزہ کبھی بھی آپ کو مایوس نہیں کرے گی۔" سکیزہ نے ان کے کندھے پر سر ٹکا کر کہا۔

"بس خوش رہا کرو۔" عبدالمعید نے مزید کہا۔

"یس سر۔" سکیزہ نے پُرجوش انداز میں کہا تو وہ ہنس دیے۔

"وجاہت سے بات ہوئی تھی کہ نہیں؟" اس کی طرف دیکھے بغیر انہوں سے یک دم پوچھا۔

"جی ڈیڈ..... آج ہی بات ہوئی تھی وہ جاب کے لیے جا رہے تھے تو تھوڑی سی بات ہوئی تھی میں نے آپ کا پیغام بھی دے دیا تھا۔" سکیزہ نے بتایا۔

"ہوں..... اچھا۔"

"جی ڈیڈ کہہ رہے تھے کہ کچھ مصروف ہیں جلدی آئیں گے۔" سکیزہ اپنی بات پر خود ہی حیران ہوئی۔ وجاہت نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا لیکن عبدالمعید کے سامنے اس نے وجاہت کا بھرم رکھا اور اپنے اس عمل پر کتنی دیر سوچتی رہی۔ دونوں باپ بیٹی نے ادھر ادھر کی کافی باتیں کیں، کھانا کھا کر تقریباً دس بجے تک عشا کی نماز سے فارغ ہو کر عبدالمعید اپنے کمرے میں سونے چلے گئے اور سکیزہ اپنے کمرے میں وجاہت کی کال کا انتظار کرنے لگی تھی۔

"ایک بات بتاؤ۔" سکیزہ جاگنے کی مسلسل کوشش میں اب آنکھوں کو بند کرنے ہی لگی تھی کہ وجاہت کے میسج نے اسے مکمل بیدار کردیا۔

"کیا بات؟" یکبارگی اس کا دل تیزی سے دھڑکا لیکن دوسری طرف اب مکمل خاموشی تھی۔ کافی دیر انتظار کے بعد سکیزہ نے پھر آنکھیں موندلیں کہ وجاہت کی طرف سے آتی کال نے اسے چونکا دیا۔

"سو گئی ہو؟" وجاہت نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"ہاں اب سونے لگی تھی۔"

"میں نے ابھی جاب ختم کی ہے۔ اب گھر جا رہا ہوں، تم سو جاؤ۔ صبح یونیورسٹی بھی جانا ہوگا ناں؟" وجاہت نے کہا۔

"ہاں جانا ہے لیکن آفٹرنون میں۔" سکیزہ کو خود بھی نہ معلوم ہوا کہ اس نے جھوٹ کیوں کہا حالانکہ صبح دس بجے اس کا ون ٹو ون ٹوٹوریل تھا۔

"آپ نے کھانا کھایا؟" وجاہت کے کچھ بھی کہنے سے پہلے اس نے پوچھا۔

"ہاں کھالیا تھا۔" وجاہت کو اس کا پوچھنا اچھا لگا۔

"کیا بات کہہ رہے تھے؟" سکیزہ کو ابھی تک تجسس تھا کہ وجاہت نے میسج میں کیا پوچھا تھا۔

"تم سچ بتاؤ گی؟" اسے معلوم ہوا وجاہت ہنس رہا ہے، دھڑکنوں کی اتھل پتھل کے ساتھ اس نے سچ بولنے کی حامی بھری۔

"کیا تم نے کبھی محبت کی ہے؟" وہ یہ پوچھے گا سکیزہ کے وہم و گمان میں نہ تھا۔

"مم..... محبت....." تھوک نگلتے ہوئے وہ بولی اور یک دم اٹھ بیٹھی۔

"ہاں۔"

"وہ کیا ہوتی ہے؟" سکیزہ نے معصومیت کی حد کردی اور وجاہت کے قہقہے نے اسے خجل کردیا۔

"جب کوئی بہانے سے کسی کو ملنے کے لیے بلائے اور بانے بھی نہ تو یہ محبت کی ابتدا ہوتی ہے۔" وجاہت ایسے پُرکشش انداز میں بولا کہ سکیزہ چند پل کچھ بول نہ سکی۔

"اگر تمہیں اپنے شوہر سے محبت ہوگئی ہے تو تمہیں ملاقات کے لیے کسی بہانے کی ضرورت تو نہیں۔" وجاہت نے اپنی ہی بات کا جی بھر کر لطف لیا۔

"میں نے کوئی بہانے نہیں بنائے۔ آپ نے نہیں آنا تو نہ آئیں لیکن مجھ پر آپ کوئی الزام نہیں لگا سکتے۔" سٹپٹاتے ہوئے سکیزہ اپنا دفاع کرنے لگی۔

"میں نے کوئی الزام نہیں لگایا۔" وجاہت کا لہجہ شرارتی ہوا۔

"یہ الزام ہی ہے۔" سکیزہ کیسے مان جاتی جبکہ اسے خود بھی نہیں معلوم تھا کہ اس کیفیت کا نام محبت ہی ہے۔

"یہ الزام نہیں ہے۔ شوہر سے محبت کرنا کوئی الزام نہیں ہوتا۔ ثواب کا کام ہے اور اس کے بدلے جنت بھی ملتی

ہے۔" وجاہت کو اپنے مقام کا ادراک ہوا تو وہ اس کے لیے تفریح کا باعث بن گیا۔

"پلیز آپ یہ شوہر' شوہر کی رٹ لگانا بند کریں۔" سکیزہ نے منع کیا۔

"او کے ہزبینڈ کہہ لیتے ہیں۔" وہ چہکا۔

"میں یہ نہیں کہا کہ مجھے ٹرانسلیٹ کر کے بتائیں۔" سکیزہ نے تیکھے لہجے میں کہا۔ "اور آپ اپنے دل کا چور' میرے سر ڈال رہے ہیں۔" سکیزہ کا اعتماد بحال ہوگیا تھا۔

"میرے ساتھ کا یہ اثر تو ہوا کہ تم حاضر جواب ہوگئی ہو۔" وجاہت اس کی بات کو انجوائے کرتے ہوئے بولا۔

"ضروری نہیں کہ یہ آپ کے 'سو کالڈ' ساتھ کا اثر ہو۔" سکیزہ کے دوبدو جواب نے وجاہت کو مسحور کردیا۔

"ساتھ کا نہیں تو پھر دوری کا اثر ہوگا۔ اثر تو میرا ہی ہوا ہے ناں۔" وجاہت ہار ماننے کو تیار نہ تھا' نہ ہی اپنا اثر زائل ہوتا دیکھ سکتا تھا۔

"خوش فہمی۔"

"جو بھی سمجھ لو۔ آج دن ٹھیک گزرا؟" وجاہت اب پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہاں اچھا گزر گیا۔"

"میری یاد نہیں آئی۔" وجاہت کو لہجوں کے ساتھ ساتھ الفاظ سے زیر کرنے کا فن بھی آتا تھا۔

"آپ کی یاد کیوں آتی؟" سکیزہ نے لب بھینچے۔

"کیونکہ تمہیں مجھ سے محبت جو ہورہی ہے۔" وجاہت نے اس کے دل تک رسائی حاصل کرلی تھی' وہ جانتا تھا کہ سکیزہ کے انداز بدلے ہیں تو اس کی وجہ کیا ہے۔ بہت آرام سے پُراعتماد لہجے میں وہ یوں بولا جیسے واقعی سب جانتا ہو۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں ناں۔" اس کی خاموشی پر وجاہت اس کے اقرار پر مصر ہوا۔

"نہیں۔" وہ مختصراً بولی تو وجاہت ہنسنے لگا۔

"میں گھر پہنچ گیا ہوں پھر بات کرتے ہیں اب بہت تھک بھی گیا ہوں' تم بھی سو جاؤ صبح تمہیں بھی جلدی یونیورسٹی جانا ہے تو......" وجاہت بولا تو سکیزہ نے حیرت سے اس کی بات سنی۔ "شام میں انکل سے بات ہوئی تھی انہوں نے بتایا تھا کہ صبح تمہارا ون ٹو ون ٹوٹوریل ہے۔" وجاہت نے کہا تو سکیزہ کو جھوٹ پکڑے جانے پر شرمندگی محسوس ہوئی۔

"ڈیڈ سے کب بات ہوئی تھی؟" سکیزہ کو سمجھ میں نہیں آیا کہ کیسے بات کو سمیٹے۔

"جب ان کے کچھ مہمان آئے ہوئے تھے اس وقت۔" وجاہت نے بتایا تو سکیزہ کو اپنے آپ پر غصہ آنے لگا۔

"کیا ضرورت تھی خوامخواہ جھوٹ بولنے کی۔" سکیزہ نے خود کو سرزنش کیا۔

"او کے...... ریسٹ کریں اللہ حافظ۔" سکیزہ اب جلد از جلد کال بند کرنا چاہتی تھی۔

"ایک بات کہوں؟" وجاہت کا فسوں خیز لہجہ سکیزہ کو گھبراہٹ میں مبتلا کر گیا۔

"جی۔" سکیزہ نے بمشکل بولی۔

"مجھے لگتا ہے مجھے تم سے محبت ہورہی ہے۔" وجاہت جو محبت بہت عرصے سے اس پر عیاں کرنا چاہتا تھا آج اپنے آپ کو روک نہیں پایا۔

"تو......؟" سکیزہ تنک مزاجی سے بنا سوچے بولی۔

"تو یہ کے تمہیں بھی مجھ سے محبت کرلینی چاہیے۔" وجاہت ہنس کر بولا۔

"ہیلو۔" اس کی خاموشی پر وجاہت نے تصدیق چاہی کہ وہ سن رہی ہے۔

"وہ...... میں...... ادھر ہی ہوں۔" سکیزہ کچھ بول نہ پائی۔

"ادھر کہاں؟"

"سن رہی ہوں۔" وہ جانتا تھا سکیزہ اس وقت گھبرا رہی ہے۔

"مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہے' کچھ بتانا ہے۔" وجاہت اسے اپنی محبت کی داستان سنانا چاہتا تھا' ہر ایک بات تفصیل سے بتانا چاہتا تھا۔ اس سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن اس کے لیے اسے سکیزہ کو اعتماد میں لینا تھا کہ وہ اس کی باتیں سمجھ سکے۔ اپنی باتیں شیئر کر سکے۔

"مجھے نیند آرہی ہے۔" سکیزہ کو اب فکر ہونے لگی تھی کہ صبح اس سے اٹھنا مشکل ہوجائے گا۔ وجاہت ہنس دیا۔

"او کے...... سو جاؤ کچھ دن تک ملاقات کرتے ہیں۔" وجاہت نے کہا تو سکیزہ مطمئن ہوگئی۔

"اپنا خیال رکھنا گڈ نائٹ۔" وجاہت نے کہا اور فون بند کردیا۔ وجاہت واقعی بہت تھکا ہوا تھا سکیزہ سے بات کر کے وہ ہلکا پھلکا ہوگیا تھا۔

سکیزہ یوں تو مطمئن تھی لیکن نہ جانے کیوں کچھ بوجھل سی ہوگئی تھی۔ آنکھیں بند کرتے ہی وجاہت کا سراپا اس کی بند آنکھوں میں آسمایا اپنی مخصوص شرارتی مسکراہٹ اور بہت کچھ کہتی نگاہیں اس پر مرکوز کیے۔ کتنی دیر تک کروٹیں بدلتے رہنے کے بعد کب نیند مہربان ہوئی اسے کچھ خبر نہ ہوئی تھی۔

طویل مدت کے بعد آغا حویلی میں زندگی ایک مقام پر آکر ٹھہری ہوئی معلوم ہورہی تھی۔ آسودگی اور اطمینان ان در و دیوار میں جھلکتا محسوس ہورہا تھا۔ برسوں بعد سکندر ہاؤس اور آغا حویلی کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ سکندر ہاؤس میں رضا اور ہاجرہ کے درمیان جو دیوار قائم تھی جس کا دروازہ ہمہ وقت بند رہتا تھا وہ دروازہ کھل گیا تھا۔ ہاجرہ اب کوئی ایسی بات نہ کرتی تھی جس کی پاداش میں شمع ہاجرہ کو طویل لیکچر دیا کرتی' گویا ہاجرہ بھی سدھر رہی تھیں۔ دل بہار بانو اور رافیہ ایک بار پھر زندگی ایک ساتھ گزارنے لگی تھیں' شمع اور جمشید ایک نئی زندگی کا لطف لینے لگے تھے' بچے اپنی اپنی پڑھائی میں مصروفیت کے باوجود اپنی شرارتوں سے آغا حویلی کی رونقوں میں اضافہ کررہے تھے۔ آغا حکیم اللہ خاموش تھے۔ انہوں نے اب اپنی تکلیف سے سمجھوتا کرلیا تھا یا شاید سب کی طرف سے ملی معافیوں نے انہیں سکون بخش دیا تھا۔

کوئی اکیلا تھا تو وہ عبدالمعید حسن تھا۔ جنہوں نے اپنا سب کچھ گنوا دیا تھا۔ محبت کا عین جوانی میں ساتھ چھوڑ دینا انہیں ابھی تک بھولا نہ تھا۔ کیسے بھول جاتے؟ اس کی شوخیاں' شرارتیں' وہ گہری محبت اور بھولتے بھی کیا کیا؟ شجیعہ انہیں سکیزہ کی ذمہ داری سونپ کر ان کی باقی کی زندگی پر بھی قابض ہوگئی تھی۔ وہ اگر چاہتے تب بھی شجیعہ کی محبت کے حصار سے نہ نکل سکتے تھے۔ کتنا وقت گزر گیا۔ زمانہ بدل گیا' لوگ بدل گئے اور اب حالات بھی بدل گئے' نہ بدلی تو وہ محبت۔ آج تک وہ اسی محبت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہ کیسا جنون تھا جس نے عبدالمعید حسن کو اپنی قید سے کبھی رہائی نہ دی تھی۔ یہ کیسی محبت تھی کہ انہیں شجیعہ کے ہونے یا نہ ہونے سے فرق نہیں پڑا تھا۔ یہ کیسی چاہت ہے کہ عبدالمعید حسن اس کے سوا کبھی کچھ چاہ نہ سکے؟ ان دنوں وہ بہت اداس تھے' نہ جانے کیوں انہیں شجیعہ کی یاد بہت شدت سے آرہی تھی۔ کبھی کبھی ان پر ایسی کیفیت طاری ہوتی تھی جب وہ فقط شجیعہ کی یاد میں تنہائی میں گھنٹوں بیٹھے رہتے تھے۔ یہ دن وہی دن تھے۔

"کیا بات ہے حسن تم اداس ہو کیا؟" اندھیرے میں اس کی مدہم آواز نے حسن کو چونکایا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"آپ شاید بھول رہے ہیں شجیعہ آپ کے دل میں مقیم ہے اور اپنے گھر میں کیا تبدیلی آئی ہے مالکن کو تو معلوم ہوتا ہی ہے ناں۔" متعجب لہجے پر وہ اترا کر بولی تھی۔

"اچھا واقعی۔"

"ہاں تو اور کیا۔ اب بتاؤ میرے گھر کی اداسی کی وجہ کیا ہے؟" وہ اس کے بکھرے بالوں کو منتشر کرتے ہوئے اس کے قریب ہوئی تھی۔

"وجہ تو کوئی نہیں۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر مسکرا کر بولا تھا۔

"بے وجہ والی اداسی؟" اس نے آنکھیں پٹپٹا کر پوچھا' تو اس نے منہ بسور کر اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"سوٹ نہیں کررہی۔" اس نے ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کے چہرے کو دائیں بائیں کرتے ہوئے صاف گوئی سے کہا تھا۔

"تو کیا کیا جائے؟" اس نے محبت بھری نگاہوں کو اس پر مرکوز کردیا تھا۔

"چلو ایسا کرتے ہیں اداسی بانٹ لیتے ہیں۔ تھوڑی تم لے لو تھوڑی مجھے دے دو۔"

"نہیں۔ تمہاری اداسی سے میرا دل بند ہونے لگتا ہے۔" وہ بچوں کی طرح منہ لٹکا کر بولا تھا۔

"اور تمہاری اداسی سے جو میرا دل بند ہو رہا ہے وہ؟" شجیعہ نے فکرمندی سے کہا تھا۔ حسن نے گہری نگاہ اس کے معصوم چہرے پر ڈالی تھی۔

"اور ابھی تو دل دھڑکنا شروع ہوا ہے بند ہونے کی بات کیوں کررہے ہو؟" وہ خفا ہونے لگی تھی۔

"اچھا نہیں کرتا۔" وہ ایک دم مان گیا تھا۔

"ایک بات کہوں حسن؟" نجانے اس کے دل میں کیا سمائی تھی کہ ایک دم اس کے کندھے پر سر رکھ کر بولی تھی۔

"ہاں کہو۔"

"اگر میں تم سے پہلے مرگئی تو تم بہت رونا' بے شک جھوٹا ہی سہی لیکن بے تحاشا آنسو بہانا۔ میں نہیں چاہتی میرے بعد تم پر یہ الزام آئے کہ میں نے ایک ایسے انسان سے محبت کی جسے میری قدر ہی نہیں تھی۔" شجیعہ سنجیدگی سے بولی تو حسن نے ایک دم اس کا ہاتھ چھوڑ کر اسے اپنے آپ سے دور کرتے ہوئے شدید ناراضی کا اظہار کر گیا تھا۔

"اور اگر میں پہلے مرگیا تو؟"

"تو میں ندیاں بہادوں گی۔" اس کی شوخ' کھلکھلاتی ہنسی پر حسن نے نروٹھے پن کا اظہار کیا تھا۔

"تمہیں کچھ ہوا تو میں بھی مرجاؤں گی۔" اگلے پل وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"اور تمہیں کچھ ہوا تو کیا میں زندہ رہ سکوں گا؟" حسن نے اسے دیکھتے پوچھا تھا۔

"کیا حسن کبھی تو شوہر بن کر لڑائی کیا کرو' ہر وقت عاشق ہی بنے رہتے ہو۔" اگلے پل شجیعہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"شکر کرو لڑکی..... میں روایتی شوہر نہیں بن رہا ورنہ تم جیسی پھوہڑ اور بدسلیقہ بیوی دو ہفتے بھی نہ چل سکتی تھی میرے ساتھ۔" وہ مسکراہٹ دبا کر بولا تھا۔

"کیا کیا کیا؟ میں بدسلیقہ اور پھوہڑ ہوں؟" گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے وہ دونوں ہاتھ کمر پر جما کر لڑائی کرنے لگی تھی۔ حسن ہنسنے لگا تھا۔

"اور لڑاکا بھی۔" حسن اس کے انداز کو خاصی معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی طرف بڑھا تھا۔

"بہت برے ہو حسن۔" وہ روٹھنے لگی تھی۔

"لیکن ہوں تو صرف تمہارا۔" حسن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں رہوں یا نہ رہوں تم کسی اور کے ہو ہی نہیں سکتے۔" شجیعہ کا یقین اور محبت نے حسن کو پھر واقعی کسی اور کا نہ ہونے دیا تھا۔

وہ نہیں رہی۔ حسن نے ایک آنسو بھی جھوٹا نہیں بہایا۔ شجیعہ کی محبت پر کوئی الزام نہیں آنے دیا اور زندگی اس کی یادوں اور فقط ایک خط کے سہارے گزار دی تھی۔

"میں تمہیں کوئی الزام نہیں دے رہی حسن۔ اپنے آپ کو کبھی مجرم نہ سمجھنا۔ یہ سکیزہ ہے حسن۔ ہماری سکیزہ۔ تمہاری بیٹی۔ میرے بعد یہ تمہارا خیال رکھے گی۔"

"ڈیڈ۔" سکیزہ کی آواز نے انہیں احساس دلایا کہ وہ شجیعہ کے ساتھ بہت وقت گزار چکے ہیں۔

"ہاں بولو۔" انہوں نے اپنی آنکھوں کو صاف کیا اور میموری باکس کو بند کردیا تھا۔

"او..... نو نائٹ اگین۔" سکیزہ نے لائٹ آن کی اور انہیں میموری باکس کے ساتھ دیکھ کر حسمگین نظروں سے انہیں گھورتے ہوئے ان کی طرف بڑھی۔

"کیا ہوا۔" وہ ہنستے ہوئے انجان بنے۔

"شفیق انکل آئے ہوئے ہیں اور آپ یہاں مجنوں بنے بیٹھے ہیں۔" سکیزہ اب انہیں ڈانٹنے لگی۔

"اچھا چلو میں ذرا فریش ہو کر آتا ہوں۔"

"ذرا جلدی پلیز۔ شفیق انکل نے جانا ہے۔" سکیزہ نے کہا تو عبدالمعید کو بھی یاد آگیا کہ شفیق اور آسیہ پچھلے کچھ عرصے سے پروگرام بنا رہے تھے کہ وہ کچھ دن پاکستان گزاریں گے۔ بچے اپنی جاب میں مصروف ہیں' ان کی سیٹنگ ہوگئی ہے شفیق اور آسیہ اب دو موسم یو کے اور دو موسم پاکستان گزارنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس لیے وہ ایک دو دن تک جارہے تھے اور آج وہ ملنے آئے تھے۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے عبدالمعید..... بے وقت کیوں سو رہے تھے؟" وہ کمرے میں داخل ہوئے تو شفیق اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"انکل ڈیڈ ٹھیک ہیں۔ سو نہیں رہے تھے۔" سکیزہ نے شفیق کو اشارے سے بتایا کہ وہ میموری باکس کو کھولے بیٹھے تھے تو وہ بھی ہنس دیے۔ عبدالمعید بھی گھبرانے سے سر کھجا کر رہ گئے۔

"سدھر جاؤ یار۔ اس بڑھاپے میں کیا ٹین ایجر کے جیسی حرکتیں کرنے لگے ہو۔" شفیق نے ان کا مذاق اڑایا۔

"یہ حرکتیں نہیں' محبت ہے اور تم جانتے ہو کہ یہ میں چھوڑ نہیں سکتا۔" عبدالمعید حسن نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔ شفیق نے انہیں دیکھا اور اس بارے میں مزید کچھ نہ کہا جانتے تھے کہ یہ حصار اتنا اٹوٹ ہے کہ اس کو توڑ دینا عبدالمعید حسن کے بس میں نہیں ہے۔ آدھے پونے گھنٹے کی ملاقات کے بعد شفیق چلے گئے تھے۔ سکیزہ بھی اپنے کام میں مصروف ہوگئی تھی' عبدالمعید ایک بار پھر محبت کی پٹاری کھولے شجیعہ کے ہمراہ اک سفر پر نکل گئے تھے۔ سکیزہ نے کمرے میں جھانک کر دیکھا وہ آنکھیں موندے بیٹھے تھے۔ سکیزہ نے آہستہ سے دروازہ بند کردیا تھا۔

❀.....❀.....❀

وجاہت کو جب آغا حویلی اور سکندر ہاؤس کے درمیان تعلقات بحال ہوجانے کی اطلاع ملی تو اس کے لیے یقین کرنا مشکل ہوا تھا۔ ردا اور رضا کے علاوہ شمع نے بھی جب اس خبر کی تصدیق کی تو اسے یقین کرنا ہی پڑا تھا۔

"شمع خالہ یہ تو صحیح معنوں میں معجزہ ہی ہوگیا ہے۔" وجاہت شمع سے بات کرتے ہوئے چہکا تھا۔

"ہاں بس دیکھ لو اللہ میاں کی مہربانیاں۔" شمع ہنستے ہوئے بولیں۔

"دیکھ تو لوں گا پہلے دعا کریں کہ اس پڑھائی سے جان چھوٹے۔"

"اس پڑھائی سے جان چھوٹے گی تو' کسی اور پڑھائی میں اٹک جائے گی۔" شمع کے شریر انداز کو وہ بخوبی سمجھ گیا تھا۔

"ہائے خالہ وہ پڑھائی تو دل و جان سے قبول ہے بس یہ بالائے جان ہے۔" وجاہت نے آہ بھرتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"ویسے کیا حال ہیں ہماری بہورانی کے؟"

"ٹھیک ہوگی۔" وجاہت نے لاپروائی سے کہا۔

"ٹھیک ہوگی..... کیا مطلب؟" شمع نے حیرانی سے پوچھا۔

"بہت دنوں سے کوئی اتہ پتا نہیں۔" وجاہت نے حقیقت بیان کی' اس دن کے بعد وجاہت نے سکیزہ سے کوئی رابطہ نہیں کیا تھا اور ایسا وہ جان بوجھ کر ہی کرتا تھا' وہ چاہتا تھا کہ سکیزہ اس سے شکایت کرے' رابطہ نہ کرنے کی وجہ پوچھے اور وہ اسے بتائے کہ اسے یہ احساس کتنا اچھا لگتا ہے سکیزہ اس کے متعلق سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی ہے۔

"اور ایسا کیوں ہے؟" شمع نے بظاہر ہنستے ہوئے پوچھا لیکن ان کے دل کو دھڑکا بھی تھا کہ کہیں ہاجرہ نے کوئی رکاوٹ تو نہیں کھڑی کردی۔

"خالہ جان وہ مصروف ہے اور پھر میں بھی کوئی ایسا فارغ تو نہیں کہ....." وجاہت نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑا۔

"وجاہت..... یہ کیا بات ہوئی؟" شمع کے لہجے سے

فکر عیاں ہوئی تو وجاہت نے قہقہہ لگایا۔

"میری پیاری خالہ ذرا اسے تپانے کا لطف لینے دیں۔"

"بہت بدتمیز ہو تم۔ مجھے بتاؤ کہ کب تک تم واپس آرہے ہو؟ ہم شادی کی تیاری شروع کریں گے۔" شمع نے اسے ڈانٹتے ہوئے پوچھا۔

"بس خالہ اب تو چند ہفتے ہی باقی ہیں پھر فائنل ایگزام ہو جائیں گے۔"

"تم پاکستان آجاؤ گے ناں پھر؟" شمع نے تصدیق چاہی۔

"ہاں خالہ ان شاء اللہ۔"

"اور سکیزہ..... کیا وہ رہ لے گی؟"

"میرے بغیر؟" وجاہت شرارت سے بولا۔

"تمہارے بغیر کیوں رہے۔"

"وہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں خالہ کہ میرے بغیر نہیں رہ سکے گی۔"

"بہت ڈرامے باز ہو تم۔"

"شکریہ خالہ۔ ویسے آپ کی بہن کیسی ہے؟"

"سدھر رہی ہے۔" شمع مسکرا کر بولیں۔

"اللہ کرے سدھرتی ہی چلی جائیں۔" وجاہت جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہاجرہ نے ابھی تک وجاہت سے سکیزہ کے حوالے سے کوئی بات نہیں کی تھی۔

"ان شاء اللہ۔"

"اچھا خالہ پھر بات کرتا ہوں۔ ابھی ضروری کام سے جانا ہے۔"

"اچھا۔ اللہ حافظ۔" وجاہت نے فون بند کر دیا اب وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس کا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے؟ ہاجرہ سے بات کرنے پر بھی انہوں نے وجاہت کو اپنی شرط سے آزادی کا کوئی پروانہ نہیں دیا تھا اور وہ خود ہاجرہ سے سکیزہ کے حوالے سے کوئی بات کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہاجرہ خود ہی اس معاملے کو اور اپنی بے جا ضد کو ختم کر دیں۔ یہ تو طے تھا کہ وہ سکیزہ کو کسی صورت نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ باقی معاملہ اس نے اللہ کے سپرد کر دیا تھا اور جانتا تھا کہ نیک نیت اور صاف دل کا اجر ضرور ملتا ہے۔

سکیزہ کے رویے بے جا جھنجھلاہٹ اور کچھ نہ کہتے ہوئے بھی بہت کچھ جتا دینا یہ سب وجاہت کو اشارے دے رہے تھے کہ سکیزہ آغا خاندان سے اپنی نفرت سے مکر گئی ہے بس اقرار باقی ہے۔

اب جب ساری رنجشیں ختم ہونے لگی تھیں تو اگلے فیصلے بھی طے کر لینا بہتر تھا۔ رضا اور ہاجرہ نے باہمی مشاورت سے عبدالمعید کو سکیزہ اور وجاہت کی شادی کی تیاری کا کہہ دیا تھا گو کہ ہاجرہ نے وجاہت سے کوئی بات نہیں کی تھی لیکن اب جب ہاجرہ نے طے کیا تھا کہ وہ اپنے آپ کو مزید کسی ضد یا نفرت میں مقید نہیں رکھیں گی تو وجاہت پر لگائی پابندی بھی بے معنی ہو گئی تھی۔ رضا نے ہر معاملے میں ایک بار پھر ہاجرہ کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ اب وہ ہاجرہ کی ہر بات میں اس انداز سے دلچسپی لینے لگے تھے کہ جیسے ہاجرہ چاہتی تھیں۔ سکیزہ اور وجاہت کی شادی کی باقی رسومات وجاہت اور سکیزہ کی پڑھائی ختم ہونے کے بعد فائنل ہونی تھیں۔

"امی..... آپ خوش ہیں؟" پے در پے تبدیلیوں نے وجاہت کو بوکھلا دیا تھا۔ ہاجرہ کی طرف سے وہ ابھی تک بے یقینی میں مبتلا تھا۔

"میں خوش کیوں نہیں ہوں گی؟" ہاجرہ نے مسکرا کر سوال کیا۔

"نہیں وہ..... آپ....." رضا نے وجاہت کو منع کیا تھا کہ وہ ہاجرہ سے اس حوالے سے کوئی بات نہیں کرے گا لیکن وجاہت کو ان کی طرف سے تسلی چاہیے تھی اسے یہ یقین چاہیے تھا کہ ہاجرہ کو سکیزہ دل سے قبول ہے۔

"میرے لیے میرے بیٹے کی خوشی سب سے اہم ہے۔" ہاجرہ کی تسلی بخش آسودہ آواز نے وجاہت کے دل سے سارے بوجھ اتار دیے تھے۔ اب وہ کھل کر اپنی چاہت کا اظہار کر سکتا تھا۔ اب اسے کوئی ڈر نہیں تھا۔

"آپ دل سے کہہ رہی ہیں ناں؟" وجاہت نے تصدیق چاہی تو ہاجرہ چونک گئی۔

"ہاں..... میں دل سے کہہ رہی ہوں۔" ہاجرہ نے گہری سانس خارج کی۔ "بس اب تم جلدی سے آجاؤ۔ بہت سارے کام کرنے ہیں۔" ہاجرہ نے کہا۔

"امی دو ہفتے بعد میرے ایگزامز ہیں اس کے بعد فری ہو جاؤں گا۔"

"ہاں تو بس تم آجانا پھر حسن نے کہا ہے کہ جب تک سکیزہ امتحانوں سے فارغ نہیں ہو جاتی وہ نہیں آسکیں گے۔"

"جی امی..... وہ بھی چند ہفتوں میں فری ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے پھر ہم انتظار کر رہے ہیں۔ تم آؤ تاکہ فنکشنز کی تیاری ہو سکے۔"

"ان شاء اللہ جلدی پہنچ جاؤں گا۔" ساری بات طے ہو گئی تھی لیکن ابھی تک سکیزہ اور وجاہت کا آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ فی الحال وہ تین سال کی محنت کو بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی بھی اور معاملہ میں الجھ کر وہ اپنی پڑھائی میں کوئی کوتاہی برتے۔ شاید وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ جس معاملے کو وہ التوا میں ڈال رہا ہے وہ معاملہ بہت ضروری تھا۔

وجاہت نے سکیزہ کو مختصراً کال کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ اس وقت ایگزامز اور جاب کی وجہ سے بہت مصروف ہے فارغ ہو کر ملاقات کرے گا۔ سکیزہ نے 'او کے' تو کہہ دیا تھا لیکن دل ہی دل الجھ رہی تھی پھر خاموشی سے وہ بھی اپنے لاسٹ سمیسٹر کی تیاریوں میں مصروف ہو گئی تھی۔ دونوں ہی ایک دوسرے کا انتظار کرنے لگے اور دونوں ہی کو یہ امید بھی تھی کہ بے شک مصروفیات وقتی ہیں لیکن رابطہ تو ہونا چاہیے۔ وجاہت نے تو جان بوجھ کر سکیزہ سے فاصلہ قائم کیا تھا اور سکیزہ نے غصے اور ضد میں اس کے فاصلے کو بڑھا دیا تھا۔

پھر بہت سارے دن گزر گئے تھے۔ سکندر ہاؤس میں وجاہت کی واپسی کی تیاریاں ہونے لگیں' عبدالمعید حسن اور سکیزہ نے چونکہ آغا حویلی جانا تھا اس لیے وہاں پر سب ان کی آمد کے منتظر تھے۔ وجاہت اور سکیزہ کے لاسٹ سمیسٹر بھی اختتام پذیر ہو گئے تھے اور وجاہت اب پاکستان واپسی کی تیاری میں مصروف تھا لیکن ابھی تک ان دونوں کا کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ اس دوران یہ ضرور ہوا کہ وجاہت کو تین دفعہ اپنے موبائل پر سکیزہ کی طرف سے آئی مس بیلز نے مسحور رکھا' عبدالمعید سے وجاہت وقتاً فوقتاً رابطے میں تھا' وجاہت اگر رابطہ نہیں کرتا تو عبدالمعید کر لیتے لیکن یہاں معاملہ کچھ الگ تھا' وجاہت اگر سکیزہ کو یہ احساس دلا رہا تھا کہ ان کا رشتہ اب محبت چاہتا ہے تو سکیزہ بھی خاموشی کی زبان میں اسے جتا رہی تھی کہ رابطہ محبت کی پہلی سیڑھی ہے۔ دونوں طرف کی خاموشی اور لاتعلقی میں اگر کوئی بے چین تھا تو وہ عبدالمعید حسن تھے۔

"انکل آپ نے ایسے سوچ بھی کیسے لیا؟" عبدالمعید کی بازپرس پر وجاہت انہیں یقین دلانے لگا۔

"پھر بیٹا مجھے اطمینان کیوں نہیں آرہا؟" انہیں مسلسل یہ خوف ستا رہا تھا کہ کہیں شیجیہ کے ساتھ انجانے میں کی گئی بے وفائی کا خمیازہ سکیزہ کو بھگتنا پڑے۔

"پلیز انکل آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔ یقین کریں میں سکیزہ کو پا کر بہت خوش ہوں۔" چاہنے کے باوجود وجاہت انہیں یہ نہ بتا سکا کہ وہ سکیزہ سے اظہار محبت چاہتا ہے۔

"انکل میرے پاس تو کوئی جواز ہی نہیں ناخوش ہونے کا۔ یہ سب آپ کا وہم ہے۔" وجاہت اپنے طور پر انہیں مطمئن کر رہا تھا۔

"بیٹا ضروری نہیں کہ کوئی اچھا ہے تو آپ کو اس سے محبت بھی ہو' خوشی کا تعلق محبت سے ہوتا ہے کسی کے اچھا ہونے سے نہیں۔" عبدالمعید نے شاید ہاجرہ کی اچھائی کا اعتراف کیا تھا۔

"انکل..... آپ یوں پریشان ہو کر مجھے شرمندہ

کررہے ہیں کہ میں شاید اس قابل نہیں کہ آپ کی بیٹی کو خوش رکھ سکوں۔" وجاہت نے منہ بسور کر کہا تو عبدالمعید نے قہقہہ لگایا۔

"تم اس قابل نہ لگتے تو یہ فیصلہ کبھی نہ ہوتا۔ ٹھیک ہے تم کہتے ہو تو میں مان لیتا ہوں۔ کھانے پر تمہارا انتظار رہے گا۔" عبدالمعید حسن نے کہا۔

"ان شاءاللہ انکل بالکل ساتھ کھائیں گے۔" اس نے وعدہ کیا تو ان کے چہرے کی آسودگی میں اضافہ ہوگیا تھا۔

"انکل بھروسہ رکھیں میں کبھی بھی آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔" وجاہت نے حتی الامکاں کوشش کی انہیں مطمئن کرنے کی۔

"بھروسہ ہے بیٹا۔ میں نہیں چاہتا کہ آغا حویلی میں پھر کوئی داستان رقم ہو میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ آغا خاندان کی ہر محبت میں دربدر بھٹکنا لکھا جائے۔ اب اس روایت کو بدلنا چاہیے۔" عبدالمعید حسن کے لہجے میں ایک گہرے دکھ کی آمیزش نے وجاہت کو شرمندہ کردیا تھا۔

"ان شاءاللہ انکل اب ایسا کچھ نہیں ہوگا۔"

"ان شاءاللہ۔"

"اور انکل......" وہ آگے بڑھے تو وجاہت کی آواز پر رک گئے۔

"سکیزہ کو نہ بتایئے گا کہ میں کھانے پر آرہا ہوں۔"

"نہیں بتاؤں گا۔ مجھے صرف یہ اطمینان چاہیے کہ تم دونوں خوش ہو۔ باقی تمہاری زندگی تم اپنے انداز میں گزارو۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"میں پھر بتا رہا ہوں انکل کہ میں بہت خوش ہوں اور سکیزہ بھی خوش ہوگی۔ بس تھوڑا وقت لگے گا۔" وجاہت کھلے لفظوں میں کچھ کہہ نہ سکا لیکن عبدالمعید کافی کچھ سمجھ گئے تھے۔

"سکیزہ وجاہت۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کتنی خوش ہیں اور اس دوری کا کیا اثر ہوا ہے آپ پر۔" وجاہت گھر لوٹ آیا اور والٹ میں سکیزہ کی واٹس ایپ کی پرینٹ کی ہوئی تصویر پر نظر جماتے ہوئے خود کلامی کی اور پھر سرشار سا ہنس دیا تھا۔

بہت مدت بعد ہر کسی کو ایک دوسرے کی خوشی عزیز ہونے لگی تھی۔ رضا ہر ممکن طریقے سے ہاجرہ کو خوش کرنے میں لگے تھے اور خود بھی خوش تھیں۔ رضا سے باتیں بھی کرتی تھیں' ان کا خیال بھی رکھتی تھیں اور رضا سب کچھ پا کر بھی نہ جانے کیوں اپنے آپ کو تہی داماں ہی سمجھ رہے تھے۔ کافی دیر سے رضا اپنی وہیل چیئر پر بیٹھے ردا' دل بہار بانو اور ہاجرہ کو سامنے پھیلائے کپڑوں پر بحث کرتے دیکھ رہے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ انہیں ہاجرہ پر اعتبار نہیں تھا لیکن ہاجرہ کی طرف سے ملنے والی توجہ اور رویے کا بدلاؤ رضا کو یوں لگ رہا تھا ہاجرہ اپنے آپ پر جبر کررہی ہیں۔ رضا چاہ کر بھی ہاجرہ سے اس بدلاؤ کے سچا ہونے کی تصدیق نہیں کرسکتے تھے۔ اگر ہاجرہ نے کہہ دیا کہ وہ اب مزید کسی رسوائی کا بوجھ نہیں سہہ سکتی تھیں اور ہار مان کر سمجھوتے پر اپنے دل کو قائل کرلیا تو شاید وہ سہہ نہ سکیں۔ وہ کبھی بھی زبردستی محبت کو پانا نہیں چاہتے تھے۔ یہ رضا کی منفی سوچ تھی جو انہیں اب دل سے خوش نہیں ہونے دے رہی تھی۔

"کیا ہوا...... کیا سوچ رہے ہو؟"

"کچھ نہیں۔" ہاجرہ کی مسکراتی آواز نے انہیں چونکایا تھا۔

"سنو۔" رضا کے 'کچھ نہیں' کے بعد ہاجرہ اپنے کام میں مصروف ہونے لگی تو انہوں نے پکارا۔

"جی حکم کیجیے سرکار۔" وہ شوخی سے بولیں' لہجے کی شیرینی اور دلکش مسکراہٹ پر رضا یک ٹک انہیں دیکھتے رہے۔

"تم خوش ہوناں؟"

"میں تو بہت خوش ہوں۔" ہاجرہ گہری مسکراہٹ کے ساتھ بولیں اور چند لمحے رضا کو دیکھتی رہیں اور پھر ان کے سامنے سے ہٹ گئیں۔

"سنو تو۔" رضا کی پکار نے انہیں آگے بڑھنے نہ دیا۔

"جی کہیے۔" مسکراتی آنکھوں نے رضا کے جذبوں کو

تقویت بخش دی تھی۔ انہوں نے ہاتھ بڑھایا' ہاجرہ لمحہ بھر کو چونکی پھر رضا کے پاس آ کھڑی ہوئیں اور ان کے بڑھے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"مجھے اتنا شوق تھا ہماری محبت کی بھی ایک کہانی ہوتی۔ میں تمہیں چھیڑتا' گہری نظروں کے تصادم پر تم شرما کر آنچل میں منہ چھپا لیتی' ہماری محبت کا بھی ایک ایسا سلسلہ ہوتا جو دلوں کے تار چھیڑ کر روح کو سرشار کرتا۔ کچھ تو ایسا ہوتا جو آج ایک داستان کہلاتا۔" رضا' ہاجرہ کا ہاتھ تھامے بہت مدہم اور فسوں خیز انداز میں بول رہے تھے ہاجرہ آنکھیں پھیلائے رضا کو دیکھنے لگیں۔

"کچھ محبت کی داستانیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو روح کو سرشار نہیں کرتیں' دھڑکنوں کو نہیں چھیڑتیں بس خاموشی سے دل پر قابض ہو جاتی ہیں۔ قید کر لیتی ہیں۔" ہاجرہ نے دوسرا ہاتھ رضا کے ہاتھ پر رکھا یوں کہ اب رضا کا ہاتھ ان کے دونوں ہاتھوں میں تھا' نظریں جھکا کر وہ بہت آہستگی سے بولیں۔

"تمہارا دل تب پگھلا جب شرمانے لجانے کا دور گزر گیا' اس مقام پر تو ویسے بھی محبت میں ٹھہراؤ آ جاتا ہے پھر بھی ان نظروں کا جھک جانا اچھا لگا۔" رضا نے انگشت شہادت سے ہاجرہ کی ٹھوڑی سے ان کا چہرہ اوپر اٹھایا اور ان کی طرف جھک کر بولے۔ ہاجرہ کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزرا اور اگلے پل انہوں نے ایک فاصلہ قائم کیا۔

"اب ڈائیلاگ بازی کرو میرے ساتھ۔" ہاجرہ یک دم سنبھلیں۔

"محبت بھی تو کرتا ہوں۔" رضا نے نگاہیں نہ ہٹائیں۔

"تو بس تم محبت ہی کرو۔" ہاجرہ یک دم کھلکھلائیں تو رضا نے پلکیں نہ جھپکیں۔

"اور تم؟" رضا کو نہ جانے کیوں اپنے اندر ایک سناٹا محسوس ہوا۔

"میں بھی کروں گی۔" ہاجرہ کا اقرار سرگوشی لیے ہوئے ان کی سماعت سے ٹکرایا اور وہ وہاں سے چلی گئیں۔

رضا نے پھر روکا نہ مزید کچھ پوچھا' نہ کسی سوچ نے ذہن کے دروازے پر دستک دی۔ نظریں غیر مرئی نقطے پر جمائے وہ وہیں بیٹھے رہے تھے۔

یہ شب و روز اس کی زندگی کے مشکل ترین تھے' محبت کی دستک دل کے بند کواڑوں پر سر پٹخنے لگی تھی اور اسے نظر انداز کرنا ایک تکلیف دہ امر تھا' اس صورت میں تکلیف مزید بڑھ جاتی ہے جب آپ اس دستک پر آگے بڑھنا بھی چاہتے ہوں اور بے بسی دامن گیر ہو۔ وہ سارے اختیارات رکھتی تھی لیکن اس کو لگتا تھا آگے بڑھنا اس کے اختیار میں نہیں۔ سکیزہ عبدالمعید ان دنوں شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھی اور وہ جانتی تھی کہ اس کی وجہ وجاہت کی طرف سے لاتعلقی کے سوا اور کچھ نہیں۔ بات بے بات غصہ اور ضد نے اسے چڑچڑا کر دیا تھا۔

"ڈیڈ آؤٹنگ پر چلیں؟" سکیزہ نے اپنے آپ کو فریش کرنے کے لیے پروگرام بنایا۔

"میں نے کچھ شاپنگ بھی کرنی ہے۔" عبدالمعید نے اس کی طرف دیکھا تو وہ مزید گویا ہوئی۔

"ہم باہر چلے گئے اور وجاہت آ گیا تو؟" عبدالمعید حسن سوچ میں پڑ گئے۔

"ہاں چلتے ہیں۔ سکیزہ بیٹا اکیلے کیا مزہ آئے گا ایسا کرو وجاہت کو بھی بلا لو۔" انہوں نے کہا تو سکیزہ کا موڈ بگڑ گیا۔

"ڈیڈ آپ ہر معاملے میں وجاہت کو کیوں بیچ میں لے آتے ہیں..... ہم کیا ان کے بغیر انجوائے نہیں کر سکتے؟" پچھلے کچھ دنوں سے عبدالمعید ہر بات میں وجاہت کا ذکر کرنے لگے تھے' سکیزہ نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔

"بیچ میں نہیں لا رہا ہوں بیٹا وہ تو ہمارے ساتھ ساتھ ہے۔" عبدالمعید نے حیرانی سے سکیزہ کے تیکھے تیوروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اونہہ..... بہت ساتھ ہوں جیسے۔ ایک کال کرنے کی تو کبھی ضرورت ہی نہیں سمجھی۔" سکیزہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

"سکیزہ بیٹا وہ مصروف بھی تو ہے۔ جاب اور پھر پاکستان جانے کی بھی تیاری کر رہا ہے۔" وجاہت کے پاکستان جانے کی اطلاع سکیزہ کے لیے نئی تھی۔ اس لیے اسے ناگوار بھی گزری۔

"جب ان کے پاس وقت ہی نہیں تو پھر کیوں کال کی جائے؟" سکیزہ کو عبدالمعید کا بار بار وجاہت کو اہمیت دینا غصہ دلا رہا تھا۔

"پوچھنے میں کوئی حرج تو نہیں ناں؟" عبدالمعید برے پھنسے تھے' وجاہت سے وعدہ بھی کیا تھا کہ سکیزہ کو اس کی آمد کے بارے میں نہیں بتائیں گے اور سکیزہ کو قائل کرنے میں اس کو بھی غصہ دلا رہے تھے۔

"اگر وہ مصروف ہوئے تو ہمارا پروگرام کینسل۔" سکیزہ انتہائی سنجیدگی سے موبائل اٹھاتے ہوئے بولی۔ مسلسل بیل جا رہی تھی اور ادھر سکیزہ کڑی نظروں سے عبدالمعید کو دیکھ رہی تھی اور وہ دل میں دعا مانگ رہے تھے کہ وجاہت سکیزہ کی کال ریسیو کر لے۔

"ڈیڈ میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔" وجاہت کی طرف سے کوئی جواب موصول نہ ہوا تو سکیزہ سپاٹ لہجے میں کہتی اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔

"سکیزہ بیٹا سنو تو۔" عبدالمعید نے اسے پکارا۔ وہ رکی ضرور لیکن پلٹ کر نہیں دیکھا۔

"اتنی ضدی کیوں ہو جاتی ہو؟" عبدالمعید حسن اٹھ کر اس کے پاس آئے۔

"ڈیڈ میں نے کہا تھا ہم اکیلے جائیں گے۔ میں صرف آپ کے ساتھ جانا چاہتی تھی۔" سکیزہ بھیگے لہجے میں بولی تو عبدالمعید خوامخواہ شرمندہ ہو گئے۔

"بیٹا وجاہت بھی تو اب ہماری زندگی کا حصہ ہے ناں۔ میں چاہتا ہوں کہ میری بھلی سکیزہ اپنی زندگی کے اس ساتھی کو خوشی خوشی قبول کرے۔" عبدالمعید حسن ملائمت سے اسے سمجھانے لگے۔

"جی ڈیڈ..... ہام کو آپ سے اسی لیے شدید محبت تھی کہ آپ نے بھی ان کے لیے ساری دنیا کو چھوڑ دیا تھا۔ آپ کی جدائی میں وہ مر گئیں تو زندہ آپ بھی نہ رہے۔ میں اس ساتھ کو خوشی خوشی قبول کر لوں گی کیونکہ یہ آپ کی خواہش ہے لیکن وجاہت کی طرف سے مجھے کوئی خوشی ملے بھی تو۔" سکیزہ یک دم بہت جذباتی انداز میں بولتی عبدالمعید حسن کو حیرت میں مبتلا کر گئی۔

"لیکن بیٹا وہ تو....."

"پلیز ڈیڈ اس وقت انسسٹ (insist) نہ کریں میں آپ کی بات سے منع نہیں کر سکوں گی اور میں خوش نہیں رہوں گی تو آپ کو تکلیف ہوگی۔" سکیزہ کا دوٹوک انداز عبدالمعید حسن کو فکر مند کر گیا۔ سکیزہ کی ضد' پریشانی اور الجھن انہیں معاملے کی گمبھیرتا کا احساس دلا گئی۔ سکیزہ وہاں سے باہر نکل گئی اور عبدالمعید حسن اپنا سر تھام کر رہ گئے۔

سکیزہ نے کمرے سے باہر قدم رکھا' آنکھوں میں ڈبڈباتے آنسوؤں کو وہ عبدالمعید حسن پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی' وہ غصے میں تھی اور دل ایک انجانے دکھ سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے کمرے میں جا کر دروازہ بند کرتی کہ ہاتھ میں پکڑے موبائل کی وائبریشن نے اسے چونکایا۔

"میڈم بندہ حاضر ہے۔" اسکرین پر آویزاں چار حروف کو اس نے بے یقینی سے پڑھا اور یک لخت گلاس ڈور کی طرف نظریں دوڑائیں اور خود بخود اس کے قدم ادھر بڑھے۔

"آپ.....! اس وقت؟" بھیگی پلکیں اور چہرے کی حیرت کے انوکھے امتزاج نے وجاہت کو متعجب کر دیا۔

"دیکھ لو۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے..... اس بات کو سچ کر دیا ناں؟" اس کے چہرے سے نگاہیں ہٹائے بغیر وجاہت نے مسکرا کر کہا اور ہاتھ میں پکڑے سرخ گلابوں کا بوکے اور چاکلیٹ کا خوب صورتی سے ریپ کیا گیا باکس

اس کی طرف بڑھائے۔
"شکریہ۔" سکینہ مدہم آواز میں بولی۔
"تم رو رہی تھی؟" جھکی پلکیں ابھی تک گیلی تھیں۔ وجاہت نے پوچھا تو سکینہ نے اس کی طرف دیکھا اور نفی میں سر ہلایا۔
"جب تم نے کال کی تو میں یہ پیک کرا رہا تھا۔" وجاہت نے وضاحت دی۔
"مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ کے "کچھ دن" اتنی جلدی گزرتے ہیں۔" سکینہ نے طنزیہ لہجے میں کہا تو وجاہت نے اسے دیکھا' ایک گہری نگاہ' ایک انوکھا احساس' دھڑکنوں کا ارتعاش' ہاتھوں میں تھامے سرخ گلاب' جھکی نظریں' ہونٹوں پر مدہم سی مسکان جو دل کی کیفیت کا بھرپور غمازی کر رہا تھا' اس نے جانا کہ اس کی ہمسفر حسن کی دولت سے مالا مال ہے۔ سکینہ نے اس کی نظروں کو محسوس کیا اور ایک دم سر اٹھا کر دیکھا اور یہ پہلی بار ہوا تھا کہ وجاہت نے اس کے دیکھنے پر بھی نظروں کا زاویہ نہ بدلا تھا۔ سکینہ پھر سر جھکا گئی۔
"جب خوابوں میں ایسے دیکھو گی' یاد کر کے اداس ہونے لگو گی تو دنوں کو ایسے ہی گزارنا پڑے گا۔" اس کی گیلی پلکوں پر سکینہ کے نفی میں سر ہلانے پر وجاہت مطمئن نہ ہوا تھا' ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا اور شیریں لہجے میں بولا۔ سکینہ یک دم گھبرائی سر اٹھا کر وجاہت کو دیکھا لیکن وہ اب اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔
"کیا ساری باتیں یہاں کھڑے ہو کر کرنا ہیں؟" وجاہت نے اس کی حیرت کو نظر انداز کر کے پوچھا۔ سکینہ بنا کچھ کہے نفی میں سر ہلانے لگی۔
"ڈیڈ اندر ہیں چلیں۔" سکینہ اس کے مسرور انداز اور بشاش لہجے سے الجھ رہی تھی۔ وہ اس کی جسارت پر اپنے دل میں کسی خوف کو نہیں ایک احساس کو محسوس کر کے خاموشی کی زد میں تھی۔ اس کے لمس اور فسوں خیز خاموشی کے اثر کو زائل کرنے کے لیے سکینہ نے اس شخص کو دیکھا۔ وہ اس کی آنکھوں کی چمک بخوبی دیکھ پا رہی تھی' دھیمی مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کر رکھا تھا جواب سکینہ کی حیرت میں مزید اضافہ اور اس کی دھڑکنوں کو مزید منتشر کر رہا تھا۔
"آج اچانک کیسے یاد آ گئی؟" گھبرا کر اس نے اپنی سوچ کو الفاظ کا روپ دیا۔
"تم نے ہی تو کہا تھا کہ انکل مجھے یاد کر رہے ہیں۔" اس کے لہجے میں کچھ ایسا ضرور تھا کہ سکینہ ہڑبڑا کر رہ گئی۔
"میں نے سوچا انکل کا گلہ دور کر دینا چاہیے۔ کیا پتا ایسے ان کی جھلی بیٹی بھی مہربان ہو جائے۔" وجاہت اب اسے زچ کرنے لگا۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ بولے اور کوئی شکایت کرے۔
"آئی مسڈ یو ٹو۔" وجاہت نے آہستگی سے اس کے کان میں کہا۔ اپنا ہاتھ اس کے کندھے سے ہٹا کر سیٹنگ روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ سکینہ وہیں جم کر رہ گئی۔ نہ وہاں سے ہٹ سکی اور نہ ہی قدم بڑھا کر کمرے میں جانے کا حوصلہ تھا۔

آغا حویلی اور سکندر ہاؤس میں وجاہت اور سکینہ کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔ روا' وردہ اور عالیہ صبح شام خریداری میں گزار رہی تھیں اور سکینہ سے ویڈیو کالز پر مشورے لیے اور دیے جا رہے تھے۔ ادھر سکینہ' وجاہت کی جانب سے لاتعلقی کے باوجود روا اور وردہ کے ساتھ ان لمحات کو انجوائے کر رہی تھی۔ دھیرے دھیرے آغا حویلی کے مکینوں کے بارے میں جو منفی تاثر سکینہ کے دل میں براجمان تھے وہ زائل ہونے لگے تھے۔ عبدالمعید حسن اس بات پر خوش تھے لیکن وجاہت اور سکینہ کے درمیان فاصلے اور گہری سنجیدگی نے انہیں بے کل کر دیا تھا۔ برسوں سے آغا حویلی کے مکینوں کے دلوں میں جو فاصلے بڑھتے رہے تھے وہ اب سمٹنے لگے تھے۔ شمع نے عبدالمعید حسن سے کہہ کر سکینہ کے جہیز کی تیاری اپنے ذمے لے لی تھی' ہاجرہ بھی ساری ضدیں اور تلخیاں بھول کر سکینہ کی آمد کی تیاری میں مصروف تھیں۔ آغا حکیم اللہ اسی طرح بے بسی سے نڈھال بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔

"کیسی عجیب زندگی ہے۔ ہم مکافات عمل کو فراموش کیے دوسروں کے جذبات کو روندتے چلے جاتے ہیں' اپنی طاقت کے زعم میں دوسروں کی زندگی اجیرن کر دیتے ہیں اور پھر کایا پلٹ جاتی ہے۔ سب کچھ بدل جاتا ہے۔" آغا حکیم اللہ خاموشی سے لیٹے اپنے مکافات عمل کو دیکھ رہے تھے۔ وہ لوگ جو کبھی ان کی مرضی اور اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرتے تھے آج اپنے فیصلے خود کرنے لگے تھے۔
ہاجرہ ان کے پاس تقریباً روز آ رہی تھیں۔ شمع بھی خوش تھیں کہ بالآخر ہاجرہ اور رضا کے درمیان معاملات سدھر گئے ہیں۔ آغا حویلی کے مکینوں نے بہت کچھ برداشت کیا تھا۔ بہت سی رسوائیاں اور ناکردہ گناہوں کی سزائیں بھی بھگتیں لیکن اب ایک عمر گزارنے کے بعد اس خاندان کی اگلی نسل کے لیے خاندانی پابندیوں کا وہ پل صراط نہ تھا جس پر چل کر پچھلی نسل نے زندگی گزاری تھی۔ بہت کچھ ابھی بھی قابلِ اعتراض تھا لیکن ایک ایسی تبدیلی تو بہرحال آ گئی تھی جس میں سانس لینے میں کسی کو دشواری کا سامنا نہ تھا۔

"میں نے اتنی بداخلاق بیوی آج تک نہیں دیکھی۔" وجاہت کچن کے دروازے میں کھڑا رونی صورت بنا کر بولا تو سکینہ نے پلٹ کر دیکھا۔
"کتنی بداخلاق؟" سکینہ نے ابرو اچکا کر پوچھا۔
"جتنی میری ہے۔" وجاہت نے مسکراہٹ دبا کر کہا تو سکینہ یک دم رخ موڑ گئی۔
"آج دیکھ لیں پھر۔"
"دیکھنے ہی تو آیا ہوں۔" سکینہ میں ایسی قابلیت نہ تھی کہ وجاہت کی ذومعنی باتوں کا مقابلہ کر سکتی۔
"نکلیں یہاں سے۔" سکینہ اس کی مسکراتی آنکھوں میں جھانکتی شرارت سے خجل ہو کر بولی۔
"نکلنے کا رستہ تو یہاں سے ہی گزر کر جاتا ہے۔" وجاہت چلتا ہوا اس کے برابر آ کھڑا ہوا۔
"آ...... آپ چلیں میں چائے لے کر آتی ہوں۔" وہ بوکھلائی۔ سکینہ کے گھبرائے' بوکھلائے انداز کو وجاہت نے بغور دیکھا۔
"مجھے آئے ہوئے پورا ایک گھنٹہ ہو گیا ہے۔" سکینہ پھر کمرے میں گئی ہی نہیں تھی۔ عبدالمعید حسن کچن میں آئے اور سکینہ کو وجاہت کے آنے کا بتایا لیکن سکینہ کمرے میں نہیں آئی تھی۔ عبدالمعید جانتے تھے سکینہ کا موڈ آف ہے اور وجاہت بھی جانتا تھا کہ سکینہ کیوں نہیں آ رہی ہے۔ عبدالمعید نے وجاہت کو سکینہ کی ناراضی کا بتا دیا تھا۔ وجاہت ان کی اجازت سے کچن میں آیا اور اب اپنے شریر انداز اور ذومعنی باتوں سے اسے زچ کر رہا تھا۔
"تو؟" سکینہ نے اسے گھورا۔
"تو یہ کہ میں صرف انکل کے لیے نہیں آیا ہوں۔" آج وجاہت کا ہر ایک انداز دل دھڑکانے اور چونکا دینے والا تھا۔
"زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" سکینہ نے تیوریاں چڑھا کر کہا۔
"کیوں......؟ ہمارے درمیان ایسا رشتہ ہے کہ میں فری ہوں۔" وجاہت نے سنجیدگی سے کہا۔
"بہت جلدی یاد آ گیا۔" سکینہ کو یک دم یاد آیا کہ وجاہت کی وجہ سے کتنے ہی ہفتے اس نے اذیت میں گزارے ہیں۔ اس کے لہجے کی تلخی اور شکایت نے وجاہت کو ایک بار پھر سے حیران کر دیا۔
"کیوں...... کیا ہوا؟" وہ لہجہ جو کچھ دیر پہلے شرارت بھرا تھا اب اپنائیت لیے اس سے ہمکلام تھا۔ وہی انداز جو سکینہ کو بے بس کرنے لگتا تھا اس کی سماعت سے ٹکرایا۔
"کچھ نہیں۔" وہ گلوگیر لہجے میں بولتی اس کو فکرمند کر گئی۔
"سکینہ...... تم جانتی ہو میں تمہیں اداس نہیں دیکھ سکتا۔ بتاؤ کیا الجھن ہے؟" وجاہت نے اس کو کندھوں سے تھام کر رخ اپنی طرف کیا اور نظریں اس کے چہرے پر جمائے استفسار کیا۔ اسی انداز میں' اسی دلکش لہجے میں جس کو وہ چاہنے کے باوجود بھی نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ اب وہ کیسے اسے بتاتی کے وہ اسے شدت سے چاہنے لگی ہے۔

کیسے کہہ دیتی کہ اس کا رابطہ نہ کرنا اس پر کس قدر گراں گزر رہا تھا۔

"کچھ نہیں..... ایسے ہی موڈ آف ہے اور چھوٹی چھوٹی بات پر رونا آرہا ہے۔" کہتے ہوئے سکیزہ کی آنکھوں سے آنسو اس کے رخسار پر بہنے لگے تو وہ کترا کر اس کے سامنے سے ہٹ گئی اور اس کے آنسو نے وجاہت کو بے چین کر دیا۔

"کہو ناں سکیزہ کیا ہوا ہے؟ کیوں پریشان کر رہی ہو۔" وجاہت بولا تو سکیزہ نے اسے دیکھا۔

"کچھ بھی خاص نہیں۔" وہ مسکرائی۔ اس کی موجودگی اور سکیزہ کے لیے پریشان ہونا گویا اس کے سارے گلے دور ہو گئے تھے۔

"جو عام ہے وہی بتا دو۔" وہ بضد ہوا اور وہ خاموش۔

"میں نے رابطہ نہیں کیا اس لیے اداس ہو؟" وجاہت نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا تو سکیزہ کا دل زور سے دھڑکا وجاہت کے چہرے پر کوئی شرارت نہیں گہری سنجیدگی کے تاثرات نے سکیزہ کو الجھا دیا۔

"نہیں ایسی تو بات نہیں۔ ڈیڈ نے بتایا تھا آپ بہت بزی ہیں۔" وہ اب پوری طرح چائے کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تم میرے لیے بہت خاص ہو سکیزہ۔ پہلی ملاقات سے لے کر آج اس لمحے تک ہر پل میرے دل میں تمہارے لیے محبت اور عزت ہی رہی ہے۔ اب جب تم میری ہو تو میں تم سے لاتعلق تو نہیں۔" اس کا ہاتھ پکڑے وجاہت اقرار محبت کر رہا تھا سکیزہ کے لیے یہ سب غیر متوقع تھا۔ حیرت سے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔

"اگر فاصلہ ہے تو اس لیے کہ میں تم پر زبردستی مسلط نہیں ہونا چاہتا۔ تم نے ہی تو کہا تھا کہ....."

"آپ چلیں میں چائے لے کر آرہی ہوں۔" اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی سکیزہ نے ایک بار پھر رخ موڑا تو وجاہت کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری۔

"میری کل شام کی فلائیٹ ہے۔" وجاہت نے اسے بتایا۔

"ڈیڈ نے بتایا تھا۔" سکیزہ کا انداز شکایت کا لگا۔

"تم بھی میرے ساتھ چلو۔" وجاہت نے کہا تو سکیزہ نے اسے دیکھا۔

"میں کیسے جا سکتی ہوں۔"

"تم میرے ساتھ چلنا چاہو تو کوئی رکاوٹ تو نہیں۔" وجاہت جانتا تھا سکیزہ یہ بات نہیں مانے گی۔

"میں ڈیڈ کے بغیر تو نہیں جا سکتی اور چلی بھی جاؤں تو سب لوگ جس فنکشن کی تیاری کر رہے ہیں وہ بے کار ہو جائے گا۔" سکیزہ چائے کے کپ ٹرے میں رکھتے ہوئے بولی۔

"چلیں چائے تیار ہے۔" سکیزہ نے کہا تو وجاہت نے گہرا سانس لیا اور سکیزہ کے ہمراہ کچن سے باہر نکل آیا۔

"ویسے انکل آپ نے اپنی طبیعت کے مکمل ٹھیک ہونے کی سند نہیں دی مجھے۔" وجاہت اب عبدالمعید کے سامنے بیٹھا چائے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے بولا۔

"میں ٹھیک ہوں بیٹا۔ بس کبھی سر درد تو کبھی فلو کھانسی لیکن یہ تو عمر کا تقاضہ اور کچھ موسم کی مہربانیاں ہیں۔ موسم کا اثر تو موسم کے بدلنے سے زائل ہو جاتا ہے لیکن عمر کے تقاضے تو نبھانے پڑتے ہیں ناں۔" عبدالمعید حسن سکیزہ کی مسکراہٹ اور وجاہت کے شوخ انداز سے کافی مطمئن ہو گئے تھے۔

"تمہاری تیاری مکمل ہے؟"

"جی انکل مکمل ہو گئی ہے۔ آپ لوگوں کی سیٹ کب کی ہے خیر سے؟"

"تم پہنچو تو ہم بھی پیچھے پیچھے آجائیں گے۔" عبدالمعید حسن نے ہنس کر کہا۔

"تم اور انکل کب پہنچ رہے ہو؟" سکیزہ وجاہت کو الوداع کرنے آئی تو اس نے پوچھا۔

"اگر آپ کو بتانا ہوتا تو ڈیڈ ہی نہ بتا دیتے۔" سکیزہ نے اسے گھور کر کہا۔ وجاہت نے مصنوعی خفگی کا اظہار کیا۔

"نہ بتاؤ لیکن آؤ گی تو وہاں ہی ناں۔" ہنستی ہوئی سکیزہ کے گال کو چھوتی ایک آوارہ لٹ کو کھینچتے ہوئے وہ بولا تو بے ہنگم ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتی وہ پیچھے ہوئی۔ اس کی دلکشیوں اور شوخیوں نے اس کی سوچ کو ایک نیا رخ دے دیا تھا۔

وجاہت اسے مطمئن کر کے بہت سی مثبت سوچوں کے ساتھ چلا گیا تھا۔ دوسرے دن اس کی پاکستان فلائیٹ تھی اور وہاں سب اس کی آمد کے شدت سے منتظر تھے۔

تقریباً تیں گھنٹے کے سفر کے بعد وجاہت خیریت سے پاکستان پہنچ گیا۔ والہانہ استقبال کے بعد وجاہت نے سب کے چہروں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ دیکھی تھی۔ اس نے واٹس ایپ پر عبدالمعید کو اپنے پہنچنے کی اطلاع دے دی تھی اور ان کا جواب بھی موصول ہو گیا تھا۔ کچھ دیر بعد کھانا کھایا گیا اور وجاہت تھکاوٹ محسوس کر رہا تھا تو وہ آرام کرنے اپنے کمرے میں آ گیا اور کچھ ہی دیر بعد ردا کو آواز دے کر پانی لانے کو کہا۔ وہ آنکھیں موندے لیٹا سکیزہ کے بارے میں سوچ رہا تھا اگلے پل اس نے آنکھیں کھول کر موبائل اٹھایا اور سکیزہ کا نمبر ملانے لگا کہ کمرے میں وہ داخل ہوئی۔

"ردا..... سکیزہ سے بات ہوئی؟" وجاہت نے دیکھے بغیر اس سے پوچھا اس کے لہجے میں جھنجھلاہٹ تھی کیوں کہ سکیزہ کا نمبر بند تھا۔

"ہاں بات ہوئی تھی وہ ٹھیک ہے۔" آواز پر وجاہت یک دم اچھل پڑا۔

"سکیزہ تم.....؟" اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا۔ اپنی آنکھوں کو ملتے ہوئے وہ بے یقینی سے بولا۔

"کیا یہ کوئی خواب ہے؟" اس کی کھلکھلاتی ہنسی کے ساتھ ردا، وردہ اور عالیہ کے ساتھ دل بہار بانو اور شمع بھی شامل ہوئیں تو وجاہت یک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہ کوئی خواب نہیں حقیقت ہے۔" دل بہار بانو نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اور شرارت بھی۔" شمع نے وجاہت کے بال سہلا کر کہا۔

"کیا مطلب..... انکل کہاں ہیں؟" وجاہت نے پوچھا اور اس کے ساتھ ہی عبدالمعید حسن اور رضا بھی کمرے میں داخل ہوئے۔

"وجاہت بیٹا اس میں میری کوئی غلطی نہیں۔ ان سب کا پلان تھا۔" عبدالمعید حسن نے اس سے ملتے ہوئے اپنا دامن بچایا۔

"تم گھوم پھر کر آئے ہو اور ہم سیدھے راستے سے پر یار کچھ بھی کہو پی آئی اے کی ٹور ہی نرالی ہے۔" عبدالمعید حسن نے کہا تو سب کا قہقہہ بلند ہوا۔ وجاہت گیٹ وے لنڈن ایئر پورٹ سے آیا اور اس کا قطر انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر چھ گھنٹے کا اسٹے تھا۔ سکیزہ اور عبدالمعید حسن ہیتھرو ایئر پورٹ سے ڈائریکٹ فلائیٹ سے آئے تھے۔

"کیا تم بھی شامل تھی اس شرارت میں؟" وجاہت نے سکیزہ سے پوچھا تو مسکراتی نگاہوں کو جھکاتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وجاہت چند پل اسے دیکھتا رہا۔

"اب جوابی کارروائی کے لیے بھی تیار رہنا۔" وجاہت نے سرگوشی کی تو سکیزہ نے مزید سر جھکا دیا۔

"کوئی بے ایمانی نہیں وجاہت بھائی۔" لڑکیوں نے اس کو سرگوشی کرتے دیکھتے ہی شور مچایا۔

اور دوسرے ہی دن شادی کے ہنگامے شروع ہو گئے۔ لڑکیوں نے ڈھولک رکھی اور سب آغا حویلی میں جمع ہو گئے۔ طے یہ پایا کہ شادی کے سارے فنکشن اکٹھے ہوں گے۔ عبدالمعید حسن اب مطمئن تھے۔ وہ سکیزہ کے چہرے پر وہی خوشی دیکھ رہے تھے جو ان کے ساتھ پر شجیعہ کے چہرے پر آجاتی تھی۔ اس کی ہنسی میں انہیں شجیعہ کی ہنسی کی جھلک نظر آنے لگی تو عبدالمعید حسن نے اس کی ہنسی کے قائم رہنے کی دعائیں مانگیں۔ چپکے چپکے سکیزہ اور وجاہت کے لیے صدقے دیے۔ ہاجرہ اور رضا کو ساتھ دیکھ کر عبدالمعید حسن کو اپنے دل پر سے ایک اور بوجھ سرکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"تم نے ایک بہت اچھا فیصلہ کیا ہے ہاجرہ اور میں تمہارے اور رضا کے لیے بہت خوش ہوں۔" مہمان نوازی اور شادی کے دیگر معاملات کی دیکھ بھال میں مصروف ہاجرہ کو روک کر انہوں نے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

"جب وہ محبت نہ مل سکے جو ہماری چاہت ہے تو اس محبت کو اپنا لینا چاہیے جو ہمیں چاہتی ہے۔" عبدالمعید حسن نے ہاجرہ کی طرف دیکھ کر دوستانہ انداز میں کہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ اب میں کسی کو کوئی دکھ نہیں دے رہی ہوں۔" ہاجرہ بے تاثر لہجے میں بولی۔ حسن تو اس کے لہجے کی گہرائی نہ سمجھ سکے لیکن وہاں پاس ہی موجود رضا کا دل ہاجرہ کے لہجے کی تھکاوٹ کو بھانپ کر جیسے ٹوٹ گیا تھا۔

"تمہاری اس خوشی نے میرے دل سے ایک بوجھ اتار دیا ہے۔"

"رضا ہی اس محبت کا حق دار تھا۔ یہ شدتیں اسی کا نصیب تھیں کوئی اور کیسے ان کا حصہ دار بن جاتا۔" ہاجرہ نے عبدالمعید حسن کے چہرے پر نظریں جما کر کہا' حسن نے ہاجرہ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں انہیں خالی پن دیکھائی دیا تھا۔ ہاجرہ کی آنکھوں میں محبت نہیں وہاں کی سر زمین بنجر تھی' ہاجرہ کے الفاظ کے تضاد نے عبدالمعید حسن کے اندر سناٹے پھیلا دیے تھے۔

"ہاجرہ....." عبدالمعید حسن گنگ رہ گئے' وہ دھیرے سے مسکرائی اور انہیں یوں ہی حیران چھوڑ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

وجاہت اور سکیزہ کی شادی کی تقریبات شروع ہو چکی تھیں۔ آغا حویلی اور سکندر ہاؤس رنگ برنگ روشنیوں سے جگمگ جگمگ کر رہے تھے۔ وجاہت کی لاکھ کوشش کے باوجود کسی نے اسے سکیزہ سے کوئی بات نہ کرنے دی تھی۔

"یار حد ہو گئی۔ اب بیوی سے بھی پردہ کہاں کا انصاف ہے۔" احمر بھی شادی میں شرکت کے لیے آ گیا تھا۔

"صبر کر لو یار پھر بیوی سے پناہ مانگو گے۔ جتنا وقت آزادی سے گزار سکتے ہو گزار لو۔" احمر نے اس کا منہ چڑاتے ہوئے کہا۔

"ایک تو تم ہمیشہ الٹے مشورے ہی دینا۔" وجاہت نے حسین نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ مختلف رسموں اور لڑکیوں کے شور نے خوب رونق لگا رکھی تھی۔

"نہ کچھ سوچا نہ سمجھا بس چپ چاپ خاموشی سے میں نے آپ سے بہت ساری محبت کر لی۔ تھوڑا انتظار پھر ہم ساتھ ہوں گے۔" بہت ہمت کر کے سکیزہ نے ایک میسج وجاہت کو بھیجا۔ جس نے اس کے انتظار کو بے تحاشا خوشیوں سے نواز دیا تھا۔ بس اب انتظار ان لمحوں کا تھا جو ملن کی نوید لا رہے تھے۔

سکیزہ آغا حویلی سے رخصت ہو کر وجاہت کے ہمراہ سکندر ہاؤس آ گئی تھی۔ ان دونوں کو خوش دیکھ کر بہت سے لوگوں کے دل اطمینان سے بھر گئے تھے۔ آغا فیملی کی پہلی داستان محبت جو باہمی رضامندی سے اپنی منزل تک پہنچ گئی تھی۔

رضا کی وہیل چیئر کے ہینڈلز کو دونوں ہاتھوں سے تھامے ہاجرہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھیں۔

"میں ہاجرہ حکیم اللہ۔ اب ہاجرہ رضا سکندر کے نام سے جانی جاؤں گی۔ اس سے محبت نہ کرنا جو مجھ سے محبت کرتا ہے میری ضد نہ تھی' نہ ہے۔ میں بے بس ہوں۔ اللہ کی قسم میں بے بس ہوں۔ میں بھی چاہتی ہوں میرا دل محبت کے نام پر دھڑکے' مجھے بھی محبت کا سکون ملے۔ محبت ایسی نہیں ہوتی کہ نہ ملے تو کسی اور سے کر لو۔ کوئی تو سمجھے۔ میں تہی داماں ہوں۔ محبت نے مجھے بے بسی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ یہ میری ضد نہیں ہے۔ میری بے بسی ہے۔ نہیں میں کسی رشتے کو دھوکہ دینے کے حق میں نہیں ہوں۔ میرے دل میں کسی کی محبت نہیں ہے..... اگر کسی اور کی چاہ کروں گی تو اپنی نظروں میں ہی گر جاؤں گی۔ جو جھوٹ میں پہلے دوسروں سے بولتی رہی ہوں اب خود سے بولوں گی۔ اب میں اپنے خالی دل' بے خواب آنکھوں اور چہرے

کی ہنسی کے ساتھ سب کو یہ یقین دلاؤں گی کہ مجھے رضا سے محبت ہو گئی ہے۔ خدارا کوئی تو سمجھے۔ میرا گھر بسا ہے۔ دل نہیں بس سکتا۔ دل کو آباد کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔" ہاجرہ رضا کے ساتھ کمرے میں پہنچ گئی تھی۔ رضا خوش تھا اور ہاجرہ مسکرا رہی تھیں۔

"مسکرانا اچھی بات ہے لیکن کبھی کبھی مسکراہٹیں نقصان دے بھی ہوتی ہیں۔" رضا نے ہاجرہ کا ہاتھ تھام کر انہیں اپنے سامنے بیٹھایا۔ اس لمس سے کہیں کوئی ہل چل نہ ہوئی۔

"تمہارا فیصلہ مجھے اچھا لگا لیکن مجھے تمہارا غصہ اور مجھ پر رعب جمانا زیادہ پسند ہے۔" رضا دھیرے سے مسکرائے۔

"پتا ہے کیا۔ محبت جو ہوتی ہے ناں وہ جوانی کے کام ہیں اب کہاں ہمت ہے محبتوں کو نبھانے کی۔" رضا ان کی طرف ذرا سا جھکے۔

"تو پھر؟" کوئی دھڑکن ادھر ادھر نہ ہوئی۔

"پھر یہ کہ تمہاری مسکراہٹ تھوڑی جان لیوا ہے۔ اتنا مسکراؤ کہ جھوٹی لگو۔" رضا نے قہقہہ لگایا۔ ایک کھوکھلا قہقہہ جس کی کھنک نے ہاجرہ کو چونکا دیا۔

"ایسی تو کوئی بات نہیں۔" ہاجرہ نے انہیں گھورا۔

"ہاجرہ حکیم اللہ۔ ہم محبت کرنے والے ہیں۔" رضا نے ذومعنی انداز میں کہا۔

"کاش تم جان سکو کہ تمہیں میں کتنا سمجھتا ہوں۔" رضا نے ہاجرہ کے ہاتھ کو اونچا کر کے پہلی بار بہت محبت سے چوما تھا۔

"اچھا اب زیادہ فری نہ ہوں۔" ہاجرہ نے مسکرا کر ہاتھ چھڑانے انداز میں استحقاق تھا اور دل خالی۔ رضا خاموش ہو گئے۔

دل کے بوجھل پن سے گھبرا کر قدموں کی لڑکھڑاہٹ کو سنبھالتے ہوئے ہاجرہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ رضا نے گہری سانس لے کر وہیل چیئر کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لی تھیں۔

کہا تھا ناں!
ایسے مت چاہو
کہا تھا ناں!
محبت کو حد میں رہنے دو
کہا تھا ناں!
روگ
کہا تھا ناں!
تڑپنا مقدر بن جائے گا
کہا تھا ناں!
رت جگے ملیں گے
کہا تھا ناں!
بیقراری نصیب بن جائے گی
کہا تھا ناں!
کسی پل چین نہیں آئے گا
آج دیکھو تم!
ذرا دیکھو تو آئینے میں اپنے عکس کو
کہا تھا ناں یہی حالت ہو گی

عبدالمعید حسن ایک بار پھر اندھیرے میں بیٹھے میموری باکس کو کھولے ایک حصار میں مقید ہو گئے تھے۔ شجیعہ سے کیا ہر وعدہ انہوں نے نبھایا تھا۔ کسی اور کے ہو سکے نہ پھر محبت کر سکے' آج سکیزہ کو بھی رخصت کر دیا تھا اور خود ایک بار پھر تنہا اپنی محبت کے ہمراہ زندگی گزارنے لگے تھے۔

ختم شد

www.naeyufaq.com

محبت ابر باراں کی طرح ہے

رابعہ افتخار

میں دیکھتا ہوں صلح و محبت ہے اٹھ گئی
ہر دل سے، ہر گروہ سے، ہر خاندان سے
اس کا سبب نہیں سوا اس کے اور کچھ
یعنی کہ اٹھ گیا ہے خدا درمیان سے

بالوں کا جوڑا بنائے دوپٹا کرسی کی پشت پر ڈالے ماحول سے قطعی بے نیاز وہ باورچی خانے میں بری طرح مصروف تھی۔ ایک چولہے پر بریانی دم پر رکھی تھی، دوسرے چولہے پر قورمہ پک رہا تھا۔ بڑی سی پرات میں کبابوں کا مصالحہ لیے وہ ان کے ساتھ نبرد آزما تھی۔ اسد نے لحظہ بھر رک کر باورچی خانے میں جھانکا۔

"شازیہ...... یار سلاد کا سارا سامان لے آیا ہوں باہر رکھا ہے اٹھا لو اور پلیز ایک کپ چائے بھی بنا دو۔" وہ اسے آواز لگا تا سیڑھیاں چڑھ گیا۔

"جی اچھا۔" وہ تو شاید اس کا جواب سننے کے لیے بھی نہیں رکا تھا۔ بریانی کو دم سے ہٹا کر اسد کے لیے چائے رکھی اور اب سلاد کاٹنے میں مصروف ہوگئی تھی۔

"شازمہ...... بھئی یہ عبدالہادی رو رہا ہے لے جاؤ اسے۔" اندر سے ساس کی آواز آئی۔ اس کا دو سال کا بیٹا عبدالہادی اپنی دادی کے پاس سو رہا تھا اور اب یقیناً جاگ کر رو رہا تھا۔

"جی آئی امی۔" وہ تیر کی طرح بھاگی۔ عبدالہادی ماں کو دیکھتے ہی اس کی طرف ہمکنے لگا تھا۔ اسے پہلو سے لگائے وہ پھر باورچی خانے میں آئی فیڈر تیار کر کے اسے تھمایا۔ دوسرے ہاتھ سے اسد کے لیے کپ میں چائے ڈالی وہ یقیناً بیڈروم میں تھے، شازمہ کا کمرہ اوپر کی منزل پر ہونے کی وجہ سے سارا دن اوپر نیچے کے چکر لگانے سے الگ تھکن ہو جاتی تھی۔

"آپ کی چائے اسد۔" اس کی آواز پر اسد نے چائے تھامی اور ایک نظر ناگواری سے اس کی سمت دیکھا۔

"یہ کیا تم ہر وقت ماسی بنی رہتی ہو لگتا ہی نہیں کہ ہماری شادی کو ابھی صرف چار سال ہوئے ہیں ادھر دیکھو ایسے کرتے ہیں گھر کے کام۔" اسد نے اشارے سے ٹی وی پر کھانا پکاتی پروفیشنل کک کی طرف کیا۔ وہ بنی ٹھنی حسینہ شاہی دال پکا رہی تھی۔

"جی......" وہ اور کیا جواب دیتی یہ جملہ سننے کی اس کو عادت ہو چکی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ اس کو اپنے لیے وقت ہی نہیں ملتا تھا۔

"مہمان آگئے؟" اس نے ٹی وی چینل بدلتے سوال پوچھا۔ وہ عبدالہادی کو اس کے پاس لٹانے لگی۔ وہ دودھ پیتے ہوئے ٹی وی کے آتے جاتے رنگ دیکھنے لگا تھا۔

"نہیں...... بس آنے ہی والے ہوں گے۔" وہ عبدالہادی کی طرف سے بے فکر ہوگئی تھی۔

"چلو جب آجائیں تو آواز دے دینا۔" وہ چائے کی چسکیاں لینے لگا۔ سلاد کا کام ابھی باقی تھا۔ اسے نبٹا کر برتن نکالے روٹیوں کے لیے ہاٹ پاٹ نکال کر رکھا۔ ڈائننگ ٹیبل سیٹ کی۔ اسی دوران اس کی ساس بھی ٹی وی لاؤنج میں آگئی تھیں۔

"ابھی سارہ کا فون آیا تھا بس آنے ہی والے ہیں وہ لوگ۔ حماد کو آفس سے دیر ہوگئی ہے اور کہہ رہی تھی کہ کیک حماد کی طرف سے ہوگا تو بس بیکری پر رکیں گے۔"

"جی بس کھانا بھی تیار ہے میں نے ٹرائفل بھی بنا دیا تھا۔" وہ کچن کی طرف جاتے ہوئے بولی۔

"سنو شازمہ بیٹی خود بھی تیار ہو جاؤ۔"

"جی امی...... بس ٹائم ہی نہیں ملتا کباب فرائی کرلوں تو تیار ہوتی ہوں۔" وہ مسکرا کر جواب دیتی کچن میں چلی گئی۔

ابھی کباب تل کر ڈش میں نکال ہی رہی تھی کہ گاڑی کے ہارن کی آواز آئی۔ اس کی نند سارہ اپنے شوہر حماد اور دو بچوں کے ساتھ آگئی تھی۔ سارہ کی سالگرہ تھی اور ہر سال اس کی سالگرہ پر اس کے میکے میں خوب اہتمام کیا جاتا تھا۔ سارہ کی شادی شازیہ اور اسد کی شادی سے دو سال پہلے ہوئی تھی، حماد ایک پرائیویٹ فرم میں کام کرتا تھا اور ٹھیک ٹھاک تنخواہ لیتا تھا۔ سارہ بھی ایک سال سے بینک میں ملازمت کر رہی تھی۔ بڑا بیٹا اسکول جاتا تھا اور چھوٹی بیٹی کو کبھی ساس سنبھالتی تو کبھی وہ بینک جاتے ہوئے اسے میکے چھوڑ جاتی تھی۔ حماد نے سال بھر پہلے ہی گاڑی تبدیل کی تھی۔ پہلے چھوٹی گاڑی تھی اور اب بڑی گاڑی تھی۔ سارہ نے جب سے نوکری شروع کی تھی اس کا حلیہ ہی بدل گیا تھا۔ جدید انداز کے ملبوسات، شانوں تک آتے بال، میچنگ جیولری اور ہمہ وقت ہلکے ہلکے میک اپ کی وجہ سے وہ اور بھی حسین ہوگئی تھی۔

"کیسی ہیں بھابی؟" وہ نہ جانے کب کچن میں آئی

تھی۔

"اللہ کا شکر ہے میں بس تمہیں ہی دیکھنے آ رہی تھی۔ سالگرہ مبارک ہو۔" میرون رنگ کے خوب صورت ریڈی میڈ سوٹ میں ملبوس سارہ ہم رنگ جھمکے پہنے میرون اور گولڈن ہیل کی سینڈل پہنے وہ واقعی بے انتہا خوب صورت لگ رہی تھی۔

"بہت شکریہ...... خوشبو تو بہت اچھی آ رہی ہے...... کیا کیا پکایا ہے؟" اس نے سرسری نظر سب چیزوں پر ڈالی۔ اسی وقت اسد آ گیا' سارہ سے مل کر ایک کڑی نظر شازمہ پر ڈالی۔ ملگجے سے لباس میں ملبوس تھکی تھکی سی وہ بیمار اور بدصورت لگ رہی تھی۔

"یہ لو بھئی تمہارا گفٹ۔" اس نے ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے گفٹ دیا۔ پرفیوم اور باڈی اسپرے کا پیکٹ جو سارہ کا فیورٹ تھا۔

"تھینک یو بھائی۔" سارہ خوشی سے اپنا گفٹ لے کر باہر نکل گئی۔

"کم از کم اپنا حلیہ ہی درست کر لیتی شازمہ...... میرا نہیں تو مہمانوں کا ہی خیال کر لو' سارہ کو دیکھا ہے ناں نظر آتا ہے کہ اپنے گھر خوش ہے' حماد نے خوش رکھا ہوا ہے اسے اور تم اشتہار بن کر گھومتی رہا کرو کہ بہت ظالم ہیں ہم لوگ اور تم بے چاری اتنی مظلوم کہ منہ دھونے کا بھی ٹائم نہیں ہے تمہارے پاس۔ منہ صاف کر لو کبابوں کا مصالحہ لگا ہوا ہے منہ پر۔" وہ درشتگی سے کہتا باہر نکل گیا۔ اس کی آنکھیں پانیوں سے بھرنے لگیں۔ یہ سچ تھا کہ اسے اپنے لیے وقت ہی نہیں ملتا تھا۔ سارے گھر کے کام صفائی ستھرائی' باورچی خانے کے کام' کپڑوں کی دھلائی' استری اس پر اب عبدالہادی چلنے لگا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے بھاگنا۔ اسد ساڑھے پانچ بجے تک آفس سے آ جاتا تھا۔ اس کی واپسی کے بعد اوپر نیچے کے چکریوں بھی بہت لگتے تھے۔

خوشگوار ماحول میں کھانا کھایا گیا سارہ نے کیک کاٹا' سب نے تحائف دیئے امی نے سدا سہاگن رہو' خوش رہو کی دعائیں دی۔ خود شازمہ نے نند کو اس کی پسند کے رنگ کا سوٹ دیا۔

"بہت مزے کا کھانا تھا بھابی...... بہت ذائقہ ہے آپ کے ہاتھ میں۔ آپ کی سالگرہ پر آپ کی امی بھی آپ سے ہی پکواتی ہوں گی کھانا؟" حماد کی بات پر آنکھیں ایک بار پھر بھر آنے لگیں۔

"شازیہ کی والدہ حیات نہیں بیٹا شاید تمہیں یاد نہیں رہا۔" امی کے یاد دلانے پر وہ شرمندہ ہو گیا۔

"اوہ...... مجھے بالکل یاد نہیں رہا تھا۔"

"کوئی بات نہیں...... ویسے بھی ابو بھی بھائی اور بھابی کے ساتھ بیرون ملک ہیں اور میری سالگرہ...... بس ہم گھر پر ہی منا لیتے ہیں سادگی سے۔" ایک نظر اسد کی سمت دیکھا۔ وہ اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"اوہ اچھا...... بھئی پھر تو اسد کی طرف سے ہی بھاری بھر کم گفٹ ملتا ہوگا؟ سب کی کمی دور ہو جاتی ہوگی۔" حماد کی بات پر ایک بار پھر اس کی نظریں اسد سے ملی اور وہ نظریں جھکا گئی تھی۔

"میں گرین ٹی بناتی ہوں۔" وہ پلٹ کر باورچی خانے میں چلی گئی۔ اسد نے شادی کے بعد بس ایک مرتبہ ہی اس کی سالگرہ منائی تھی پھر تو اسے یاد ہی نہیں رہتی تھی۔ تحفہ دینا اور کیک کاٹنا تو بہت دور کی بات تھی۔

ہفتے کا دن تھا۔ ہفتے کا دن چونکہ ویک اینڈ ہوتا تھا۔ اس لیے کام کی زیادتی ہوتی تھی۔ ہفتہ بھر کے کپڑے دھلائی ہوتے' دن کو استری لگتی۔ اتوار کے دن کے لیے کباب رول سموسے وغیرہ بنانا ہوتا تو تھکن سے برا حال ہو جاتا تھا۔ اس وقت بھی وہ استری لگائے سب کے ہفتہ بھر کے کپڑے استری کر رہی تھی جب سارہ کا فون آ گیا۔ وہ کافی دیر امی سے بات کرتی رہی۔ امی کے چہرے پر پھیلا اطمینان پتا دے رہا تھا کہ بات خوشی کی ہے۔ اسد نیند لے کر اٹھا تھا۔

"چائے بنا دو شازمہ۔" وہ امی کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"جی بس یہ تھوڑا سا کام رہ گیا ہے...... ابھی بناتی ہوں۔" اس نے سارے کپڑے ہینگر کر کے الماری میں رکھنے شروع کر دیئے۔

"خیریت ہے ناں امی...... بہت خوش لگ رہی ہیں؟" امی فون سے فارغ ہوئیں تو اسد نے بھی ان کے چہرے سے اندازہ لگا لیا کہ کوئی اچھی خبر ہے۔

"ہاں...... سارہ کا فون تھا بتا رہی تھی کہ بینک سے واپسی پر بہت دیر ہو جاتی تھی اور ایک ہی چھٹی کا دن ہوتا ہے تو حماد نے کپڑوں کی دھلائی کے لیے بھی میڈ رکھوا دی ہے۔ اب وہ ہفتہ والے دن آ کر کپڑے دھو بھی جایا کرے گی اور استری بھی کر دیا کرے گی۔ اللہ خوش رکھے دونوں کو ماشاء اللہ سے حماد بہت احساس کرنے والا شوہر ہے اسے پتا ہے کہ اکیلی عورت تھک جاتی ہے۔" امی کے چہرے پر اطمینان جھلک رہا تھا۔

"ظاہری بات ہے امی سارہ ورکنگ لیڈی ہے اسے ضرورت تھی میڈ کی ورنہ جو عورتیں دن بھر گھر میں رہتی ہیں بھلا انہیں کیا ضرورت میڈ کی۔" اسد کا جواب سن کر لحظہ بھر کو شازمہ کے ہاتھ رکے پھر چائے بنانے باہر نکل گئی۔ عبدالہادی دادی کی گود میں بیٹھا کھیل رہا تھا۔ اسد نے امی کے کمرے میں ہی ٹی وی لگا لیا تھا۔ موضوع گفتگو ابھی تک سارہ ہی تھی۔

"کام والی ماسی تو روز آتی ہے۔ سارہ بینک سے آ کر کچن کا کام کر لیتی ہے اور ماسی صفائی ستھرائی کر لیتی ہے چلو اب یہ دھلائی اور استری کی بھی آسانی ہو گئی شوہر ساتھ دینے والا ہو تو بیوی کی بڑی خوش قسمتی ہوتی ہے...... سارہ بہت خوبصورت اور صحت مند ہو گئی ہے۔" اس نے ہاتھ سے چائے کا کپ لیتے ہوئے اسد کی نظر اس کے روکھے ہاتھوں پر ٹھہر سی گئی۔ برتن مانجھ مانجھ کر ناخنوں اور ہاتھوں کی لکیروں میں سیاہی سی جم گئی تھی۔

"شوہر ساتھ دینے والا ہو تو بیوی کی بڑی خوش قسمتی ہوتی ہے۔" امی کی بات دماغ میں گونجی...... نظریں اٹھا کر دیکھا اب وہ امی کو چائے دے رہی تھی نہ جانے کب سے بال سلجھانے کا بھی وقت نہیں ملا تھا...... روکھا بے رونق چہرہ' ملگجے سے کپڑے۔ وہ شازمہ کہاں تھی جسے وہ بیاہ کر لایا تھا۔ احساس شرمندگی سا ہونے لگا۔ وہ اپنی چائے لے کر وہیں کچھ فاصلے پر بیٹھ گئی۔ چہرے پر نہ خوشی تھی نہ تازگی بے تاثر چہرے کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

"سارہ اب اتوار کو آرام بھی کر سکتی ہے اور یہاں بھی آ سکتی ہے پہلے تو کاموں کے انبار ہوتے تھے بے چاری پر۔" امی اپنی ہی بول رہی تھیں۔ اسد کے دماغ میں بس ایک ہی جملہ گونج رہا تھا۔ "شوہر ساتھ دینے والا ہو تو بیوی کی بڑی خوش قسمتی ہوتی ہے۔"

رات کے نو بج رہے تھے۔ عبدالہادی سو چکا تھا۔ امی بھی عشاء کی تیاری کر رہی تھیں' یونہی کسی خیال کے تحت وہ سیڑھیاں اتر آیا۔ موبائل کندھے سے لگائے وہ رات کے کھانے کے برتن دھو رہی تھی۔

"نہیں فری...... بس فون پر بات ہو جاتی ہے ناں۔ آج کل تو یہ فون کی سہولت ہے' وہ جو تم نے اپنے نئے جوڑے کی تصویر بھیجی تھی بہت اچھا ہے...... اب دیکھو ناں کالج کے زمانے میں ایک دوسرے کی شاپنگ دیکھنے کے لیے بیگ کتابوں سے خالی کرنا پڑتا تھا اور اب موبائل پر ہی سب دیکھ لیتے ہیں۔" وہ اس کی آمد سے بے خبر اپنی دوست فرحانہ سے باتیں بھی کر رہی تھی اور ساتھ ساتھ برتن بھی دھو رہی تھی۔ برتن دھو کر شیلف اور چولہا صاف کرنے لگی۔

"ہاں میں بھی بھیجوں گی اپنی شاپنگ کی تصویریں بس ان دنوں ذرا بزی ہوں عبدالہادی کے ساتھ۔" اس نے الوداعی کلمات کے بعد فون بند کر دیا۔ یقیناً سہیلی کے سامنے اس نے شاپنگ کا ذکر کر کے اس کا اور اپنے رشتے کا بھرم رکھا تھا۔ اس دن حماد کے سامنے سالگرہ کا

ذکر کر کے بھی کیسے اس کا بھرم رکھ لیا تھا۔ اب وہ امی کے کمرے میں رکھنے کے لیے پانی کا جگ اور گلاس ٹرے میں رکھ رہی تھی۔ وہ وہاں سے ہٹ گیا۔

"ابھی تک جاگ رہے ہیں؟" دس پندرہ منٹ بعد وہ کمرے میں آئی تو وہ ابھی تک ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

"ہوں..... نیند نہیں آرہی۔"

"کیوں..... سر میں درد تو نہیں آپ کے' میں تیل لگادوں؟"

"ارے نہیں شازیہ..... تم لیٹ جاؤ' آرام کرو بہت تھک گئی ہوگی۔" اس کے منہ سے نکلے اس جملے نے لحظہ بھر کو شازیہ کو ساکت کردیا۔ اس سے پہلے اسد نے اس کا خیال کب کیا تھا۔

"جی.....؟" حیرت سے اس کی سمت دیکھا۔

"سو جاؤ یار..... سارا دن کام کرتی رہتی ہو تھک گئی ہوگی۔" ایک بار پھر ایک غیر متوقع جملہ سماعت سے ٹکرایا۔ اتنی معمولی سی توجہ سے اس کی آنکھیں بھرنے لگیں۔ اسد بہت پیارا لگنے لگا۔ وہ عبدالہادی کے ساتھ لیٹ گئی۔ یونہی لیٹتے ہی آنکھیں بوجھل ہونے لگیں۔ وہ فون لے کر باہر نکل گیا۔ اپنے کولیگ اور دوست اعجاز سے بات کر کے اندر آیا تو وہ سو چکی تھی۔ وہ غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ وہ کہاں کھو گئی تھی۔ ہنستی مسکراتی چمک دار چہرے والی شازیہ جسے دیکھ دیکھ کر وہ خوش ہوتا تھا جس کے مہندی لگے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ کتنی ہی دیر اس کی کاجل بھری آنکھوں میں اپنا عکس دیکھتا رہتا تھا۔

"میں اپنی شازمہ کو ڈھونڈ کر واپس لاؤں گا..... یہ میرا خود سے وعدہ ہے۔"

"ہاں تو جناب کیا مسئلہ ہے؟" لنچ بریک میں اعجاز آ گیا۔

"بہت بڑا مسئلہ ہے یار۔"

"ہاں بول ناں..... وہی تو سننے آیا ہوں جس کی خاطر تو نے پرسوں رات فون کیا تھا۔"

"یار مسئلہ یہ ہے کہ شازیہ سارا دن گھر کے کاموں میں مصروف رہتی ہے صبح سے لے کر رات تک..... میرے لیے وقت نکالنا تو دور کی بات اس کے پاس تو اپنی ذات کے لیے بھی وقت نہیں ہیں ہوتا..... میں نے عورتوں کو تر و تازہ' خوش اور میاں کے لیے بنتے سنورتے دیکھا ہے لیکن شازیہ ہر وقت بے رونق تھکی تھکی اور عمر رسیدہ نظر آنے لگی ہے' کبھی کبھی مجھے اس پر غصہ بھی آتا ہے..... اسے اپنا نہیں تو میرا تو خیال کرنا چاہیے۔" وہ واقعی پریشان تھا۔ اعجاز مسکرا دیا۔

"اور مجھے تجھ پر غصہ بھی آرہا ہے اور ہنسی بھی۔ آج سے پانچ سال پہلے یہی مسئلہ میرا تھا لیکن بھلا ہو میری بیوی کی ایک دوست کا جس نے اسے سمجھایا کہ اپنی ذات کی نفی کر کے تمہیں کوئی تمغہ یا ایوارڈ نہیں مل جائے گا' اس نے مجھ سے جیب خرچ مانگنا شروع کردیا۔ میں نے دینے سے انکار کیا تو نوکری کرنے کی اجازت مانگنے لگی..... ظاہر ہے عورت بھی ایک انسان ہے۔ اس کی بھی ضروریات ہیں جو بغیر پیسوں کے تو پوری نہیں ہوسکتیں' جاب کی اجازت دینا تو میں افورڈ نہیں کرسکتا تھا کیونکہ بچے چھوٹے تھے' والدہ بیمار تھیں ان سب کا کیا ہوتا۔ میں نے اس کا جیب خرچ باندھ دیا ہر مہینے باقاعدگی سے پانچ ہزار دینے لگا۔ چند ماہ سکون سے گزرے تو تھکن اور کاموں کے بوجھ کا رونا رونے لگی' کام والی ماسی کی فرمائش کردی' مہنگائی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے انکار کردیا لیکن بچوں کو ہوم ورک کروانے اور ویک اینڈ پر کپڑوں کی دھلائی میں مدد کروانے کی ذمہ داری لے لی' اب اکثر تندور سے روٹیاں لے جاتا ہوں۔ سنڈے کو باہر ڈنر کروا دیتا ہوں..... کبھی کوئی دعوت وغیرہ ہو تو ہیلپ بھی کروا دیتا ہوں۔ اب تو فریش اور خوش نظر آتی ہے اور اکثر انہی جیب خرچ کے پیسوں کی بچت سے واپس مجھے ہی دے دیتی ہے۔ یار یہ عورتیں اور خصوصاً بیویاں ہی معصوم ہوتی ہیں گھر کی چار دیواروں میں قید ہماری محبت اور توجہ کی پیاسی اور پھر گھر کے کاموں میں مدد کروانا اور احساس کرنا کوئی غلط تو نہیں سنت ہے۔ تم بھی کر کے دیکھو زندگی بہت پُرسکون ہوجائے گی اور ہاں روز تعریف کا ایک جملہ بھی بول دیا کرو بہت ضروری ہے۔" اعجاز نے مخلص دوست کی طرح سمجھایا اس کے ذہن سے بوجھ ہٹ گیا۔ جس کام کو وہ بہت مشکل سمجھ رہا تھا۔ وہ بہت آسان نکلا تھا۔ وہ یہی سوچ کر پریشان تھا کہ کام والی ماسی کی مد میں ہزاروں روپے کیسے نکالے گا؟

"سنو شازمہ۔" وہ کھانا پکا رہی تھی جب اسد باورچی خانے کے دروازے میں آ کھڑا ہوا۔

"جی....." وہ اسی مصروف سے انداز میں بولی۔

"کیا کر رہی ہو؟"

"قیمہ مٹر پکا رہی ہوں آپ کو پسند ہے ناں۔"

"ارے واہ..... اچھا تم کھانا پکاؤ اور ہاں آٹا گوندھنے کی ضرورت نہیں میں روٹی تندور سے لے آؤں گا۔" جب ہی شازیہ کو حیرت ہوئی۔

"تندور کی روٹی.....؟" وہ گھر کی روٹی کھانے کا عادی تھا۔ شازیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں بھئی تندور کی روٹی بلکہ ڈبل روٹی بھی لے آتا ہوں۔ صبح پراٹھے بنانے کی بھی ضرورت نہیں..... قیمہ بھرے سینڈوچ بنا لینا۔ سینڈوچ میکر میں ہونا چاہیے ہفتے میں ایک آدھ دن ایسا ناشتہ بھی ہو روز روز پراٹھے کھا کر بھی بندہ تھک جاتا ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا اور باہر نکل گیا۔ شازمہ حیرت زدہ سی کھڑی رہ گئی تھی۔ یک دم اس ذرا سی توجہ اور احساس سے کاموں کا بوجھ کم ہوتا محسوس ہوا تھا۔ وہ یونہی مسکرانے لگی۔

اتوار کا دن تھا۔ ہفتے کو بارش کی وجہ سے مشین نہیں لگی تھی۔ آج سارہ نے بھی امی کو اپنی طرف بلا لیا تھا۔ وہ عبدالہادی کو سلا کر مشین لگا کر کپڑے دھو رہی تھی۔ اسد واک کر کے باہر نکل گیا۔ واپس آیا تو وہ کپڑے پھیلانے کے لیے چھت پر جاری تھی۔

"میں کپڑے پھیلا دیتا ہوں۔" اسد نے اس کے ہاتھ سے ٹوکری لے لی۔ آج کل وہ بہت حیران کر رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر مسکرا دی' اسد نے دیکھا وہ یک دم کم عمر لگنے لگی تھی۔ خوش اور مطمئن۔ وہ کپڑے پھیلا کر آیا تو وہ بھی مشین خشک کر کے اپنی جگہ پر رکھ چکی تھی۔ اسد مسکرا دیا۔

"پتا ہے میں کپڑے پھیلا رہا تھا تو ساتھ والے حاجی انکل بھی کپڑے پھیلا رہے تھے دیکھ کر مسکرانے لگے اور کہنے لگے آج سے تم شازمہ بیٹی کے شریک زندگی....." اس کی مسکراہٹ پر شازمہ بھی کھل کر مسکرائی۔

"امی تو کھانا وہیں کھائیں گی..... میں دال پکا لیتی ہوں' رات کو بھی کام آجائے گی۔" وہ باورچی خانے کی طرف چلی گئی۔ اسد نے ٹی وی لگا لیا۔

"جلدی کرو شازمہ کھانا کھا کر بازار چلتے ہیں۔" اس نے وہیں سے ہانک لگائی۔

"بازار.....! بازار کیوں؟" وہ کمرے کے دروازے تک آئی۔

"تمہارے کپڑے لینے ہیں' دو تین سوٹ لے لینا میک اپ کی چیزیں لے لینا' تم میرے اتنے پیسے بچاتی ہو اتنا تو تمہارا حق بنتا ہے ورنہ آج کل عورتیں گھر کے کہاں کام کرتی ہیں۔ ہر گھر میں میڈ ہے' تم میرا اتنا احساس کرتی ہو میرا بھی فرض ہے ناں تمہاری ضرورتوں کا خیال رکھنا اور ہاں مہندی بھی لینا' نیل پالش بھی اور برتن مانجھنے کے لیے گلوز بھی تاکہ جب برتن مانجھو تو تمہارے یہ خوب صورت ہاتھ خراب نہ ہوں۔" وہ اس کے ہاتھ تھامتے ہوئے بولا اتنی محبت' اتنی توجہ سے وہ خوشی کے مارے رو دی۔

"آپ کتنے اچھے ہیں اسد..... میرا کتنا خیال رکھتے ہیں۔"

"کہاں رکھتا ہوں تمہارا خیال یار بس چھوٹی سی

کوشش کررہا ہوں چلو جلدی کرو پھر چلتے ہیں بازار۔'' وہ مسکرادی۔

اسد نے جو سوٹ لے کر دیئے تھے انہی میں سے ایک سیاہ اور سرخ رنگ کے خوب صورت سوٹ میں ملبوس' بالوں کو ہم رنگ کیچر میں جکڑے' کانوں میں سیاہ نگینے والے ٹاپس پہنے' وہ سلاد بنانے میں مصروف تھی۔ ہاتھوں میں رچی مہندی' ریڈ لپ اسٹک سے سجے مسکراتے ہونٹ' نکھری رنگت اسے دیکھ کر اسد مسکرادیا تھا۔

''بہت خوب صورت لگ رہی ہو شازیہ اسد۔'' اسے دیکھ کر شازیہ کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی تھی۔

''احساس کرنے والا شوہر بیوی کی بہت بڑی خوش قسمتی ہوتی ہے اور میں بہت خوش قسمت ہوں اور شوہر کی توجہ یوں بھی بیوی کو خوب صورت بنادیتی ہے۔'' وہ دھیرے سے بولی تو اسد نے اثبات میں سر ہلایا۔

''بریانی پک گئی؟''

''جی پک گئی۔''

''چلو ٹھیک ہے...... سارہ کا فون آیا تھا۔ وہ لوگ آرہے ہیں کیک میں لے آیا ہوں اور کھانے کے بعد برتن ہم دونوں مل کر دھولیں گے۔'' وہ اسے دیکھ کر پھر مسکرایا۔ شازمہ کی سالگرہ تھی۔ اسد کافی عرصے بعد اس کی سالگرہ منارہا تھا۔ سب بہت خوش تھے۔ خود شازمہ بھی بہت خوش تھی۔

''ارے واہ بہت پیاری لگ رہی ہیں بھابی۔'' سارہ نے دیکھتے ہی تعریف کی تو وہ مسکرادی۔ سب نے تحفے دیئے۔ اسد نے تحفہ نہیں دیا۔ حماد نے پوچھا بھی لیکن اس نے کہا کہ تحفہ کی یاد ہی نہیں رہا۔ بڑے خوشگوار ماحول میں کیک کاٹا گیا اس نے فون پر ابو اور بھائی بھابی سے بھی بات کی سالگرہ کی اپنی اور اسد کی تصویریں فری کو واٹس اپ بھی کیں' اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ گھر کا سکون اور خوشی سب مکمل ہوگیا تھا۔ اسد نے ستائش نظروں سے شازیہ کو دیکھا۔ وہ یہی تو چاہتا تھا عبدالہادی سے کھیلتے ہوئے وقت کا احساس ہی نہیں ہوا' گھڑی کی طرف دیکھا تو گیارہ بج رہے تھے۔ عبدالہادی تھک کر سوگیا۔ اس پر کمبل ڈال کر وہ باہر نکلا' شازمہ نماز پڑھ کر جائے نماز پر بیٹھی دعا مانگ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ وہ وہیں اس کے قریب بیٹھ گیا۔

''کیوں رو رہی ہو؟''

''خوشی کے آنسو ہیں...... آپ نے پہلی مرتبہ میری سالگرہ منائی' میرا اتنا خیال رکھنے لگے ہیں آپ...... یقین نہیں آرہا' اپنے رب کا شکر ادا کررہی تھی۔''

''اٹھو تمہارے لیے کچھ ہے اندر۔'' اس نے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ وہ جائے نماز لپیٹتی اٹھ گئی۔

''کیا ہے......؟'' مارے تجسس کے اسد کی سمت دیکھا۔

''تمہارا گفٹ رہ گیا تھا ناں یار۔'' اس نے الماری کھولی پرفیوم کی بوتل وہی اس کی پسندیدہ۔

''ارے اس کی کیا ضرورت تھی...... اتنا کچھ تو کیا آپ نے' برتن تک دھلوائے ساتھ۔'' وہ ہنسنے لگی۔ ہنستے ہوئے کتنی پیاری لگ رہی تھی اور آج تو اس کی آنکھیں بھی مسکرارہی تھیں۔

''اور یہ......'' اس نے والٹ نکالا اور ہزار ہزار کے پانچ نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔

''یہ کیا ہے اسد؟'' ایک بار پھر حیرت کا جھٹکا لگا جب سے شادی ہوئی تھی۔ اشد ضرورت کے وقت ہی اسد پیسے دیتا تھا وہ بھی اس کے کئی بار یاد دلانے اور مانگنے کے بعد۔

''تمہارا جیب خرچ...... بہت کم ہے لیکن آج سے ہر ماہ باقاعدی سے ملے گا۔ تم میری بیوی ہو' تمہاری کچھ ضروریات اور خواہشات ہیں اور تمہیں جیب خرچ دینا میرا فرض...... آج تک کی غلطیوں اور کوتاہیوں کے لیے میں تم سے معافی مانگتا ہوں' تم میرے گھر کو سنبھالتی ہو' میری ماں اور میرے بیٹے کا خیال رکھتی ہو' گھر کے اتنے ہی کام بلامعاوضہ ہنسی خوشی محض میری محبت میں کرتی ہو جو اگر میں کسی ملازمہ سے کرواؤں تو وہ میری ساری تنخواہ بٹور لے۔ ان سارے کاموں میں گم ہوکر تم اپنا آپ ہی بھول جاؤ یہ تمہاری قربانیوں' خدمتوں اور اتنے ڈھیر سارے کاموں کا معمولی سا نذرانہ......'' اس کی آنکھوں میں محبت کے جگنو چمک رہے تھے۔ شازمہ کی آنکھیں بھرنے لگیں۔ اسد نے اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کیے۔

''ہم دونوں زندگی بھر کے ساتھی ہیں شازیہ...... مجھے تمہارا احساس کرنا ہے اور تمہیں میرا' تم تو احساس کررہی تھی' اپنے حصے کی ذمہ داریاں بخوبی نبھارہی تھی بلکہ اتنے خلوص سے نبھارہی تھی کہ تم اپنا آپ کھونے لگی تھی' ہاں میں بھول گیا تھا کہ اس گھر میں میری ماں کی بہو میرے بیٹے کی ماں اور ایک ہاؤس وائف کے علاوہ میری شریک حیات' میری دوست' میری محبت بھی رہتی ہے جسے میری توجہ اور مدد کی ضرورت ہے۔ اس روز تم نے حماد کے سامنے اپنی سالگرہ منانے کے حوالے سے میرا بھرم رکھا' سب کے سامنے پھر تم اپنی دوست سے شاپنگ کے حوالے سے جھوٹ بول رہی تھی' مجھے خود پر بہت غصہ آیا۔ میں تمہیں ایک ڈھنگ کا جوڑا نہیں لے کر دے سکتا۔ امی اور سارہ کی فون والی باتیں سن کر نظریں تمہارے ہاتھوں پر ٹھہر گئیں جو کام کرکے اپنی رونق کھوچکے تھے۔ پریشان تھا کہ تمہیں کس طرح آسانی دے سکتا ہوں پھر اعجاز نے بتایا کہ یہ کوئی مشکل کام نہیں اور نہ ہی میاں بیوی کی محبت کا تعلق بے تحاشا دولت سے ہے ہاں ایک دوسرے کو آسانی دینی پڑتی ہے۔ ایک دوسرے کا سہارا بننا پڑتا ہے...... یہ ہی ہے اس رشتے کی مضبوطی اور ہماری اصل دولت ہے۔'' وہ خلوص دل سے کہہ رہا تھا۔

''میں کوئی احساس تو نہیں کرتی اسد...... یہ سارے کام میری ذمہ داری ہیں۔''

''میں بھی کوئی احساس نہیں کررہا تمہاری تھوڑی سی ہیلپ کروادینا' تمہیں یہ تھوڑا سا جیب خرچ دینا میری ذمہ داری ہے۔'' اس نے اس کی مٹھی میں پیسے دبائے۔

''یہ خواب تو نہیں۔'' وہ بے یقینی سے بولی۔

''صحیح کہتا ہے اعجاز بیویاں بہت معصوم ہوتی ہیں...... ہماری ذرا سی توجہ اور محبت کی پیاسی۔'' وہ ہنستا چلا گیا۔

''تمہیں پتا ہے شازمہ...... محبت ابر باراں ہے جب یہ برسات ہوتی ہے ناں تو سب کو نہال کردیتی ہے' تروتازہ' روشن' چمک دار' دھلا دھلایا' حسین خوب صورت۔ ہم دونوں پر برس رہا ہے یہ بادل۔'' اس کے مہندی لگے ہاتھ بہت خوب صورت لگ رہے تھے۔ اس کی سالگرہ کا یہ تحفہ جو اسد کے بدلے رویے کی صورت ملا تھا بہت قیمتی تھا' بہت مہنگا اسے سنبھال کر رکھنا تھا۔

''ویسے کتنے سال کی ہوگئی تم......؟'' وہ شرارت سے مسکرایا۔

''اسد...... آپ کو جتنی لگتی ہوں بس اس سے کچھ سال کم......'' وہ بھی اس کی بیوی تھی شرارت سے بولی۔ وہ ہنستا چلا گیا۔

''کچھ دنوں سے تو تم مجھے کوئی کم عمر شہزادی لگ رہی ہو جو میری قید میں ہے۔'' اس نے اس کو شانوں سے تھامتے اپنے ساتھ لگایا۔

''اور مجھے یہ قید مرتے دم تک منظور ہے۔'' اس نے اسد کے شانے پر سر ٹکادیا۔

''تجدید محبت کی پہلی سالگرہ مبارک۔'' اس نے سرگوشی میں کہا تھا۔

www.naeyufaq.com

قسط نمبر 23

آگہی

عشنا کوثر سردار

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

ہم اس کو پاتے ہوئے خود کو کھونے لگتے ہیں
بہت سے واقعے ایک ساتھ ہونے لگتے ہیں
ہم اپنے عشق میں شاید ابھی ادھورے ہیں
بلا جواز پریشان ہونے لگتے ہیں

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

فاطمہ بی بی زخمی لڑکی کی مدد کرنے کا سوچتی ہیں پر سب خواتین ان کو آگے بڑھنے کا مشورہ دیتی ہیں۔ فاطمہ بی بی ان سنی کرتی اس لڑکی کے زخم پر مرہم رکھتی ہیں۔ قلعے میں پھوپو اور آیت سانس لینے کے لیے رکتے ہیں وہاں اور لوگ بھی موجود ہوتے ہیں۔ کچھ خیال آنے پر پھوپو آیت کے ساتھ قلعے سے باہر آتی ہیں کہ ہندو قلعے پر حملہ کردیتے ہیں۔ نواب صاحب کو اپنے بچوں کی فکر ہوتی ہے۔ وہ سفر میں ان کے لیے دعا گو رہتے ہیں۔ ٹرین کے رکنے پہ شیر دل وقارالحق سے سبب پوچھتا ہے تمام مسافر بھی چونکنے ہوجاتے ہیں۔ شاکرہ ہوش میں آتی فاطمہ بی بی کو اپنی کہانی سناتی ہے کہ وہ اس حویلی میں ملازمہ تھی اس کے باپ کو بے دردی سے قتل کردیا گیا تھا۔ محمد جہانگیر کو اس کی ماں لینے آتی ہے پر وہ ساتھ جانے سے انکار کرتا انہیں مایوس لوٹا دیتا ہے۔ حویلی پر ہندو حملہ کردیتے ہیں۔ فاطمہ بی بی کے ساتھ سب خواتین گھر میں موجود برتنوں سے ہندوؤں پر حملہ کردیتی ہیں اور ان کے ارادے ناکام کردیتی ہیں۔ ہندو بھاگ جاتے ہی تب فاطمہ بی بی اپنا چہرہ خراب کرلیتی ہیں۔ آیت اور پھوپو کو ایک ملٹری ملازم دلی چھوڑنے کی پیشکش کرتا ہے۔ آیت خوف زدہ ہوتی ہے پر پھوپو کو وہ بھروسا مند لگتا ہے۔ تب ہی وہ آیت کو گاڑی میں بیٹھنے کا کہتی ہیں۔ ملٹری ملازم انہیں ویرانے میں چھوڑ دیتا ہے اور وہاں آیت اور پھوپو کو آوارہ لڑکے گھیر لیتے ہیں۔ وقارالحق کو مسلسل فاطمہ کی فکر ہوتی ہے وہ یہ جاننے سے قاصر ہوتے ہیں کہ فاطمہ بی بی نے سفر کا آغاز کیا کہ نہیں۔ فاطمہ بی بی کے چہرے پر زخم دیکھ کر تاج بیگم حیران رہ جاتی ہیں۔ جنت بی بی کسی صورت پاکستان نہیں جانا چاہتی ہیں۔ ان کے علم میں ہوتا ہے کہ وقارالحق سفر کا آغاز کرچکے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ہندستان میں رہنا چاہتی ہیں اور اپنی اس خواہش کا وہ پنچ کے سامنے اظہار کرتی ہیں۔ پنچ موقع سے فائدہ اٹھا کر جنت بی بی کو نقصان پہنچا دیتا ہے۔ ریحان میاں ہندو طبیب سے جنت بی بی کا علاج کرواتے ہیں۔ پھوپو ہندو لڑکوں کو روکتی ہیں اور آیت وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہوجاتی ہے۔ تاج بیگم حویلی سے نکل کر تانگے میں سوار ہوجاتی ہیں پر وہ تانگے والا انہیں سنسان جگہ چھوڑ دیتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

''میں نے کہا تھا ناں اماں جانور خطرہ بھانپ لیتا ہے' دیکھو خطرہ سر پہ آن پہنچا۔'' تانگے والے نے چلا کر کہا۔ اماں جان بہت پُرسکون دکھائی دیں' وہ عمر کے اس حصے میں تھیں جہاں حواس اختیار میں ہوتے ہیں اور جذبات کے آگے عقل کام کرنا نہیں چھوڑتی اور دماغ مکمل بیدار رہتا ہے۔ تاج بیگم نے تمام محسوسات اور حسایات کو یکجا اور منظم کرکے کچھ سننا چاہا اور اطمینان سے سر ہلا دیا۔

''گھوڑوں کی لگام تھامو میاں اور رخ داہنی جانب موڑ دو۔'' ان کا لہجہ اطمینان بھرا تھا اور تانگے والا الجھ گیا۔

''کمال کرتی ہو اماں' گھوڑے آگے بڑھنے کو تیار نہیں اور آپ رخ بدلنے کی بات کرتی ہے۔ اب جانور پر زبردستی کیا کریں' جانور سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے کہ آگے خطرہ ہے؟'' اس نے اپنی کتھا سنائی' تاج بیگم نے جواباً گھورا۔

''ہم نے کہا ناں چپ چاپ گھوڑوں کی لگامیں تھامو اور داہنی طرف رخ بدلو' تم کاہے کو پریشان ہو' ہجرت ہم کررہے ہیں' خواتین کا ٹولہ ہم ہیں' نقصان ہوگا تو ہمارا ہوگا ناں تم کاہے کو فکر کرکے مرے جاتے ہو؟'' تاج بیگم کی بات کام کرگئی اور اس نے چپ چاپ تانگے کو اماں کے بنائے ہوئے راستے پر موڑ دیا' جانور پُرسکون رہے اور اس راہ پر چل پڑے۔ سب نے اپنی رکی ہوئی سانس بحال کی۔ وہ اماں کے فیصلے پر گہری سانس خارج کرتا ہوا مسکرایا۔

''اماں خوب عقل کام کرتی ہے آپ کی۔ ہم تو گھبرا گئے تھے۔'' اس کی جیسے سانس میں سانس آئی تھی۔ تاج بیگم نے جواباً خاموشی اختیار رکھی اور اشارے سے اس کو بڑھتے رہنے کی تلقین کی۔ اس نے جواباً سر ہلایا اور گھوڑے اپنی پوری رفتار سے راستوں پر دوڑنے لگے تھے۔ جانے کتنی مشکلات باقی تھیں مگر فی الحال ایک راحت کی گھڑی نصیب ہوئی تھی جو غنیمت لگی تھی۔

ریحان میاں شب بھر جاگ کر جنت بی بی کو دیکھتے رہے تھے۔ ایک لمحے کو بھی نگاہ جھپکی نہ تھی۔ ان کی تکلیف پر تڑپ کر رہ گئے تھے جی چاہا تھا ان کی تکلیف اور درد کو لمحے میں پلکوں سے چن لیں۔ ہاتھ بڑھا کر ان کو چھوئیں اور تمام تکلیف کو پوروں میں سمو لیں۔ جنت بی بی کی چلتی ہوئی سانس انہیں سکون دے رہی تھی۔ ایک راحت تھی کہ وہ زندہ ہیں۔ رات کے کسی پہر جنت بی بی نے آنکھ کھولی تو ریحان میاں کو جاگتے پایا۔ ان کو حیرت ہوئی بے اختیار ان کی سمت تکتی رہیں۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں آپ؟ ہمیں خوشی ہے کہ آپ کی حالت قدرے بہتر ہے۔ آپ فکر مت کیجیے آپ جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔ وقت کڑا ضرور ہے مگر کچھ سکھا کر ضرور جائے گا۔ ہم نے بھی بہت کچھ دیکھ لیا ہے۔'' ریحان میاں اپنی دھن میں بولے۔ جنت بی بی خاموش رہیں' سیکھ تو انہوں نے بھی لیا تھا مگر یہ سبق بھیانک تھا' تکلیف میں بس اتنا یاد تھا کہ انہوں نے پنچ کو گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی تھی۔ اصولاً ان حالات سے انہیں محتاط رہنا چاہیے تھا مگر وہ اس مقام سے ہجرت نہیں کر رہی تھیں اس لیے انہیں کوئی خوف لاحق بھی نا تھا۔ اپنی سیاسی اور غیر سیاسی گپ شپ پنچ سے تو ہمیشہ رہتی تھی۔ پنچ کے ساتھ ان لمحوں میں جب وہ ان کے ہمراہ بیٹھ کر گھنٹوں بات چیت کرتی تھیں تو ان کی نیت پر ایک بار بھی شک نہ گزرا تھا۔ پھر ذہن کے اطمینان کو یہ خیال بھی کافی تھا کہ وہ یہیں قیام پزیر رہنے والی تھیں۔ کانگریس کے ہمراہ ان کی وفاداری ہمیشہ رہنے والی تھی۔ جو سیاسی فیصلے انہوں نے کیے تھے ان کا پھل اب ملنے کو تھا۔ وہ پاکستان جیسی ریاست کے خلاف بولتی اور برملا غصے اور نفرت کا اظہار کرتی تھیں۔ ان کے دماغ میں کہیں تھا کہ وہ ہندستان سیکولر اسٹیٹ کا حصہ رہیں گی۔ اس لیے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں مگر اچانک کیا ہوا تھا؟ پنچ کی نیت بدلی تھی اور سب کچھ تہس نہس کر دیا تھا۔ وہ جن لوگوں کو قابل بھروسا سمجھ رہی تھیں انہیں نے پیٹھ میں خنجر گھونپ دیا تھا۔

''ہم جلد پاکستان ہجرت کر جائیں گے۔'' ریحان میاں نے مضبوط لہجے میں جتایا تو وہ خاموش رہیں' ریحان میاں جانے کیوں محسوس کر رہے تھے کہ جنت بی بی ان کی ذمہ داری ہیں ان کا خیال رکھنا جیسے ان پر فرض ہے۔ جیسے وہ اپنے طور پر جنت بی بی کی ذمہ داری لے چکے تھے۔ جنت بی بی فی الحال کچھ کہنا نہیں چاہتی تھیں۔

''ہم آپ کی حالت بہتر ہونے تک یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں جیسے ہی ڈاکٹر نے آگاہ کیا کہ آپ سفر کے لیے تیار ہیں تو ہم یہاں ایک لمحہ نہ رکیں گے۔'' ریحان میاں جیسے اپنے طور پر ٹھان چکے تھے اور جنت بی بی کی رائے لینا بھی ضروری خیال نہ کر رہے تھے۔ ان کے لہجے کی مضبوطی دیکھ کر جنت بی بی حیران ہوئیں اور سر نفی میں ہلا دیا۔ ریحان میاں سمجھنے سے قاصر رہے۔

''کیا مطلب ہے آپ کا..... ہم سمجھے نہیں؟'' وہ چونکے۔

''یہ ہمارا وطن ہے۔'' انہوں نے بس اتنا جتایا اور آنکھیں موند لیں' گویا اس متعلق مزید بات چیت کرنے سے گریز کیا۔ ریحان میاں کو اگرچہ ان کے فیصلے پر اعتراض تھا مگر وہ مزید کچھ نہ کہہ پائے شاید ان کے لیے اہم ان کا مکمل صحت یاب ہونا ضروری تھا۔ اس لیے وہ اس مخصوص انداز میں بیٹھے انہیں دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ جنت بی بی گہری نیند میں چلی گئی تھیں۔

آیت کا سر ایک ستون سے ٹکرا جاتا ہے وہ سنبھل کر دیکھتی ہے تو پیشانی اور ناک پر شدید درد کا احساس ہوتا ہے۔

یہ ستون ایک عمارت کے سامنے تھا۔اس عمارت میں داخلے کا مطلب خود کو مصیبت میں گرفتار کر لینا تھا کیونکہ جو پیچھا کر رہے تھے وہ انہیں ڈھونڈنے کے لیے اس عمارت کے اندر ضرور آتے۔ اس لیے بروقت فیصلہ کرتے ہوئے وہ گھوم کر اس عمارت کی پچھلی طرف دوڑیں اور ستانے کو جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گئیں' گہرے گہرے سانس خارج کرتی وہ ذہن کو مکمل بیدار رکھے ہوئے آگے کا لائحہ عمل مرتب کر رہی تھیں۔ پھوپی جان جانے کہاں رہ گئی تھیں۔ان کا انتظار کرنا یا ان کو رک کر تلاشنا ممکن نہیں تھا۔اس سے آگے کا سفر اس کو تنہا کرنا تھا۔اپنے بیگ سے ایک اوڑھنی نکال کر اس نے خود کو چھپایا اور سخت پیاس کے باعث لبوں کو زبان پھیر کر تر کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ مشکل گھڑی میں چند قدموں کا فاصلہ بھی جیسے میلوں پر مشتمل ہو جاتا ہے۔ کرنال سے دلی تک کا فاصلہ معمولی نہ تھا مگر اب لگتا تھا جیسے برسوں چلتی بھی رہی تو جیسے دلی دکھائی نہ دے گی مگر ہمت ہارنے کا مطلب وہ جانتی تھی۔ اس لیے قدم روکنا ممکن نہ تھا۔ چہرے کو اچھی طرح ڈھانپ کر وہ دوڑتی ہوئی جھاڑیوں میں راستہ بنانے لگی تھی۔

شیر دل اپنی معصوم باتوں کے ساتھ سفر میں واحد سکون کا وقتی وسیلہ تھا۔اس سے باتیں کرتے ہوئے وقتی طور پر ہی سہی مگر ذہن قدرے پرسکون ہو جاتا مگر ایک لمحے میں جب وہ تنہا ہوتے تو ذہن پھر سے بھٹک کر کسی اور سمت نکل جاتا تھا۔

''ہمیں فاطمہ کے بنا سفر کا آغاز نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' وقار الحق خود سے الجھے مگر اب تیر کمان سے نکل چکا تھا اور فیصلہ کو درست سمت موڑنا اب ناممکن تھا۔ تھک کر آنکھیں بند کرتے تو دھیان میں فاطمہ بی بی کا چہرہ آ جاتا۔ خوب صورتی کا پیکر چہرہ اور وہ انہیں ان حالات میں ظالم وقت کے حوالے کر آئے تھے۔

''ہم نے فاطمہ کے متعلق کیوں نہ سوچا؟'' خود کو کوسنے کے سوا اب کوئی چارہ نا تھا۔ وقت ہاتھ سے نکل جائے تو پچھتاوے کے علاوہ کوئی راہ نہیں بچتی۔ یہی حال نوابزادہ وقار الحق کا تھا۔

ایسی معمولی شے نہ تھی کہ دھیان سے نکل جاتی۔ ایسا غیر اہم رشتہ بھی نہ تھا کہ ذہن سے محو ہو جاتا۔ وہ ایسے خود غرض بھی نہ تھے کہ ان کی طرف دھیان نہ جاتا مگر وہ غصے میں ایک رشتے کو بھٹکنے کو چھوڑ آئے تھے۔ ذہن میں کہیں تھا کہ وہ ان کی جانب راغب نہیں اور اگر وہ لینے گئے فاطمہ نے ان کے ہمراہ چلنے سے انکار کر دیا تو؟ یہ انا بھی بہت عجیب مار مارتی ہے۔ ایک لمحے کی انا نے دونوں کو جدا کر دیا تھا اور اب پتا نہیں کبھی ملنا ہوتا بھی کہ نہیں' انا' خودداری' غلط فہمی اور ایک لمحے کو وارد ہونے والی غلط سوچ محبت پر پانی پھیرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی۔ جس کے ہمراہ سفر اختیار کرنا تھا وہ ساتھ ہی نہیں تھیں۔ جن کے لیے دل دھڑکتا تھا ان کی دھڑکنوں کو جانے اب کب قرار نصیب ہونا تھا اور ہونا بھی تھا کہ نہیں' قسمت جو بھی سوچتی مگر اپنی مرضی سے جو راستے پھیر دیے تھے اس کا کوئی اختتام تھا بھی یا نہیں؟ اتنا تو ان کو معلوم تھا کہ فاطمہ نے ہجرت اختیار ضرور کرنا تھی مگر راستوں کو اب کہاں جا کے ملنا تھا اس کا یقین معدوم ہو گیا تھا۔ اس وقت اگر کچھ تھا تو صرف پچھتاوے کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

''ہم آپ کے بنا خود کو ادھورا محسوس کر رہے ہیں اور جانے اب یہ خلا کبھی پورا گا بھی کہ نہیں مگر یہ بھی درست ہے کہ ہم نے راستے خود الگ کیے ہیں۔ اس خلا کے موجب ہم خود آپ بنے ہیں اور دوریوں کو لا کر ہم نے راستوں میں رکھا ہے۔ ہم قریب جاتے ہاتھ تھامتے تو کیا عجب تھا کہ آپ ہاتھ نہ تھام لیتیں یا ہمارے ہمراہ نہ چل پڑتیں مگر ہم نے کوشش ہی نہیں کی فاصلوں کو گھٹانے کی' کاش ہم انا گیر رہتے' کاش ہم نے انا کو خاموش کرا دیا ہوتا اور جا کر آپ کا ہاتھ تھام لیا ہوتا۔ آپ کو ہمراہ لے آتے تو محبت کی کہانی آج مختلف سمت ہوتی' ہم نے جو کیا بہت غلط کیا' آپ سے

محبت کے دعویٰ کرتے رہے مگر اس محبت کے توسط سے جو حق ملا ہم نے اس حق کو استعمال کرنا کبھی گوارا نہیں کیا۔ فاطمہ ہم آپ سے شرمندہ ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ ہمارے لیے ہیں اور آپ کا ہر اقدام آپ کو وفادار ثابت کر رہا ہے' ہم شک کی آگ میں جلتے گئے اور اس رشتے کو خاکستر کر دیا' ہم آج خاک میں ڈھونڈتے ہیں تو کیا ڈھونڈتے ہیں۔ خاک اڑ رہی ہے اور آنکھیں خاک سے بھر رہی ہیں تو اس میں کسی اور کا قصور کہاں ہے اس میں سراسر غلطی ہماری رہی ہے ہم نے اس رشتہ کو خود سوالیہ نشان بنایا ہے اب راستے کب ملیں گے یا کہ نہیں ہم نہیں جانتے مگر ہم نے ایک تعلق کو خود گنوا دیا ہے۔'' پچھتاوؤں نے گھیر لیا تھا اور فرار کے راستے مسدود دکھائی دے رہے تھے مگر پچھتاوؤں کی ایک بری بات ہوتی ہے کہ ان کا تدارک ممکن نہیں ہوتا۔ وقار الحق کے لیے بھی ممکن نہیں تھا کہ وقت کو پیچھے لے جاتے اور فاطمہ بی بی کا ہاتھ تھام کر اس راہ پر ان کے ہمراہ چل دیتے۔

وقت کی تمازتوں میں
قطرہ قطرہ پگھلتی محبت
بے سمت' بہتی' جلتی' بجھتی
جلاتی جھلساتی محبت
راکھ کرتی' فنا کرتی
محبت
فرار کے راستے مسدود
تمازتیں لامحالہ
سفر بے سود

محمد جہانگیر نے اپنے دھیان کی سمت موڑنا چاہا جب ایک جانی پہچانی آواز سماعت سے ٹکرائی تھی۔

''رجت پتر۔'' جہانگیر نے پل میں آنکھیں کھولیں' سامنے باپو کو دیکھ کر جیسے اختیار نہ رہا اور وہ دوڑ کر ان سے لپٹ گیا۔ بڑے جب سامنے ہوں تو دل پل میں بچہ بن جاتا ہے۔ جہانگیر نے ایک لمحے کو اپنے بچپن کو نظروں کے سامنے محسوس کیا۔ بچپن کی تمام شرارتیں باپو کے کاندھے پر سوار ہو کر میلوں کا فاصلہ کرنا' باپو کا اس کے چاؤ اٹھانا' ایک لمحے میں نگاہوں میں کیا کیا نہ گھوم گیا تھا۔ اپنی شرارتیں' باپو کا ناز نخرے اٹھانا' کاندھے پر اٹھا کر میلہ دکھانا' پسندیدہ اشیاء دلانا کیا کیا نہ پیچھے چھوڑ آیا تھا وہ۔ وقت ظالم ہے' گزرتا ہے تو سب پیچھے چھوڑ آتا ہے اور آگے بڑھتے ہوئے بہت کچھ ساتھ لے جاتا ہے۔ وقت کے آگے بڑھنے کی قیمت سب کو ادا کرنا پڑتی ہے۔ محمد جہانگیر کا سفر بھی ایسا تھا اس نے اپنی شناخت کو تلاشنا تھا مگر اس تلاش کے سفر میں رشتے یاں سب پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ ایک سفر نے یہاں بہت کچھ دیا تھا تو بہت کچھ لے بھی لیا تھا۔ قیمت بہرحال چکانی پڑی تھی اور شاید اسی بات نے آنکھیں نم کر دی تھیں۔

''پتر گھر چل' سب تیرے بنا ادھورا ہے۔'' باپو نے کہا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

''بیٹا یاد ہے جب تو میرے کاندھے پر سوار ہو کر میلا دیکھنے جاتا تھا تو انواع و اقسام کے کھلونے دیکھ کر لینے کی ضد کرتا تھا؟'' باپو نے یاد دلایا۔

''اور آپ کئی کھلونے لے بھی دیتے تھے۔'' جہانگیر نے برملا کہا تو باپو کی بوڑھی آنکھیں مسکرا دیں۔

''ماں باپ اپنے خواب رہن رکھ کر بھی اپنے بچوں کے خواب پورے کرتے ہیں۔ پتر اولاد کے لیے ماں باپ

اپنی ہستی بھول جاتے ہیں۔ اپنی خواہشوں کا گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ ہم نے تیری خواہشوں میں خوشی ڈھونڈی مگر جب تو نے اپنی خواہشوں کے لیے ہماری خواہشوں کو رد کیا تو ہماری ذات بے وقعت ہوگئی۔'' باپو نے شکوہ کیا جوان کا حق تھا۔ اس کی تربیت سے لے کر جوان ہونے تک جو بھی انہوں نے کیا تھا اس میں چاہے توقعات نہ تھیں مگر رجت سنگھ کا فرض تو بنتا تھا کہ ان کا سہارا بنتا' جب وہ اس عمر میں تھے کہ ان کو سہارے کی ضرورت تھی مگر وہ جس سے وابستہ تھے وہ ہستی اس میں باقی نہ رہی تھی۔ وہ رجت سنگھ کو ڈھونڈتے ہوئے آئے تھے اور وہاں کوئی رجت سنگھ نہ تھا۔ وہ براہ راست کھل کر ان سے نہ کہہ پایا کہ وہ اسے پیدا کرنے والے اور پرورش دینے والے تھے۔ وہ ان سے منہ نہیں موڑ سکتا تھا۔ مگر اب ان کو سمجھانا بھی جیسے ناممکن تھا۔

''باپو......'' محمد جہانگیر نے کہنے کو لب کھولے تو باپو نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''پتر اس عمر میں ایسا کچھ سننا نہیں چاہوں گا کہ اپنی پرورش اور تربیت پر کوئی پچھتاوا محسوس کروں' چپ چاپ ساتھ چل ورنہ بنا کچھ کہے منہ پھیر لے اور بول دے کہ ہم سے کوئی واسطہ نہیں۔ کوئی جان پہچان نہیں ہم لوٹ کر نہ پیچھے آئیں گے نا کوئی سوال کریں گے۔'' باپو نے صاف کہہ دیا تو جہانگیر کے اندر کوئی کرلانے لگا۔ یہ آسان نہ تھا بہرحال وہ اس کو پیدا کرنے والے تھے۔

''باپو میں آپ کے ہمراہ واپس نہیں جاسکتا مگر......'' باپو حیران نہ ہوئے مگر خاموشی سے اسے دیکھنے لگے جہانگیر کو واضح انکار کرنا مناسب نہ لگا اور باپو کو غیر واضح جواب قبول نہ ہوا۔

''رجت سنگھ کیا کہنا چاہتا ہے تو؟'' باپو نے واضح جواب چاہا۔ رجت سنگھ خاموش رہا باپو نے شانو سے تھام کر اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا اور مضبوط لہجے میں بولے۔

''بول دے پتر...... جو دل میں ہے جہاں اتنے صدمے سہے ہیں دل یہ صدمہ بھی سہہ جائے گا۔'' باپو نے کہا اس کے لیے لفظ بے معنی ہوگئے اور وہ خاموش ہی رہا۔

''رجت سنگھ۔'' باپو نے پکارا' اس نے آہستگی سے ان کی طرف گردن موڑی اور مدہم لہجے میں بولا۔

''باپو رجت سنگھ باقی نہیں رہا' اس کی عمر تمام ہوئی جو آپ کے سامنے ہے وہ محمد جہانگیر ہے۔ اگر آپ محمد جہانگیر کو قبول کرتے ہیں تو آپ سے واسطہ ہمیشہ رکھے گا اور اگر آپ محمد جہانگیر کے چہرے میں رجت سنگھ کو ڈھونڈتے رہیں گے تو تلاش ہمیشہ بے سود رہے گی۔'' جہانگیر نے حقیقت واضح کردی۔ باپو ساکت سے اس کی سمت دیکھتے رہے' یہ جواب شاید انہوں نے نہیں سوچا تھا مگر جو سامنے تھا وہ واقعی پرایا تھا۔ فقط صورت جانی پہچانی تھی مگر باپو نے جوتا اتارا اور ماں سے بولے۔

''گھر چلتا ہے یا لگاؤں دماغ ٹھکانے' کھوتے دا پتر نہ ہو تو۔'' ماں سے ڈانٹا جہانگیر نم آنکھوں کے ساتھ مسکرا دیا۔

''آج چھتر ال بھی لگالو گے تو گھر نہیں آؤں گا باپو۔''

''تو ٹھیک ہے پھر آج کے بعد باپو بھی مت بولنا...... مر گیا تو ہمارے لیے اور ہم تمہارے لیے۔'' باپو نے حتمی لہجے میں کہہ کر ہاتھ سے جوتا گرا کر پاؤں میں اڑسا اور لحہ بھر ٹھہر کر رجت سنگھ کی طرف دیکھا مگر وہ نگاہ پھیر کر کھڑا رہا تب باپو چپ چاپ وہاں سے نکل گئے' جہانگیر کو آنسو چہرہ بھگوتے ہوئے محسوس ہوئے مگر وہ مضبوطی سے اپنے قدموں پر کھڑا رہا تھا۔

زخم صرف وہ نہیں ہوتے جو جسم پر لگتے ہیں اور جس میں بلا کا درد اٹھتا ہے زخم روح کے بھی ہوتے ہیں۔ ایسے زخم جب ناسور بنتے ہیں تو درد تھمنے کا نام نہیں لیتا۔

''دارے تو گیا تھا پتر کو لانے لایا نہیں؟'' ماں نے دیکھتے ہی پوچھا وہ شاید بیٹے کی راہ دیکھ رہی تھی مگر باپو کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ ماں آگے بڑھ کر دہلیز سے باہر دیکھنے لگی۔

''دوستوں کے پاس رک گیا کیا؟'' ماں کا دل کوئی مثبت جواب سننے کا منتظر تھا مگر باپو نے کوئی جواب نہ دیا تب ماں پاس آئی۔

''کوئی جواب نہیں دے رہا' معاملہ کیا ہے راستے میں یاروں دوستوں سے ملنے کو رک گیا ہو تو بتاؤ ایسے خاموش رہ کر پریشان کیوں کر رہے ہو۔ اتنا تو میں جانتی ہوں کہ وہ تیری بات کو رد نہیں کرسکتا۔ مجھے تو اس نے نہ کہہ دیا تھا مگر تیرے سامنے اس کی ایک نہ چلتی تھی یہی تو ضد تھی ناں اس کی کہ گھر سے تو نے نکالا ہے تو منانے بھی تو آئے اب آپ منانے گیا تو کیسے نہ آتا؟ کہاں رہ گیا ہے' دوستوں نے گھیر لیا ہوگا ناں؟ وہ بھی تو اداس ہوں گے یاروں کا یار تھا کیسے نہ رستہ روکتے۔'' ماں جوش سے مسکرائی۔

''اچھا میں تیل کی شیشی تو ڈھونڈ لوں برسوں بعد پتر دہلیز لانگے گا شگن تو ہونا چاہیے ناں۔'' ماں پُر جوش تھی مگر باپو خاموش تھا ماں تیل کی شیشی ڈھونڈنے لگی جب باپو نے کہا۔

''تیرا رجت سنگھ باقی نہیں رہا۔'' اور ماں وہیں ساکت رہ گئی۔

''کیا مطلب...... ایسے شبد کیوں بولتے ہو' شب شب بولو ناں بیٹے کے لیے کوئی ایسے کہتا ہے؟'' ماں کا کلیجہ گویا منہ کو آیا مگر باپو نے اس کی طرف سختی سے دیکھا۔

''کہا تو ہے تیرا پتر مر گیا مگر تو ایسی بدنصیب ہے کہ جنازے پر بیٹھ کر رو دھو سکتی ہے ناں اسے دفنا کر سمادھی بنا سکتی ہے۔'' باپو نے سختی سے کہا اور کمرے میں جا کر دروازہ بند کرلیا۔ ماں ساکت کھڑی دیکھتی رہ گئی تھی۔

سفر انسان کو تب تک نہیں تھکاتا جب تک وہ خود تھکنا نہ چاہے' طویل سفر میں جب کوئی راہ سجھائی نہ دے رہی تھی تب بھی امید تھی کہ اس سفر کا اختتام مثبت ہوگا' فاطمہ بی بی کچھ برا سوچنا نہیں چاہتی تھیں۔ اس قافلے میں موجود تمام عورتیں بہت باہمت اور ہار ماننے کو تیار نہ تھیں۔

''اماں اور کتنا بھگاؤں ان گھوڑوں کو۔ اس علاقے سے تو میں خود ناواقف ہوں۔ راستہ پوچھنے کو رکا تو وہ بھی خطرے سے خالی نہ ہوگا۔'' تانگے والا ڈرا ہوا دکھائی دیا۔ اس کی بات سچ تھی مگر تاج بیگم نے اسے گھورا۔

''میاں تو چپ چاپ چلا تا رہ تانگے کو روکنا مت' راستہ بتانے کو ہم موجود ہیں ناں؟ فکر کس بات کی لاحق ہے؟'' تاج بیگم نے ڈپٹا تو اس نے تانگہ روک دیا اور ان کا سونے کا کنگن ان کے ہاتھ تھما دیا۔

''آپ کی خاطر ہم جان جوکھوں میں نہیں ڈال سکتے اماں جی۔ لینے کے دینے پڑ گئے تو ہم کیا کریں گے۔ آپ کو جاکر پاکستان چھوڑ کر آنے سے تو اب رہے ہم' انجان راستوں پر اس طرح گھوڑے دوڑانے سے کیا حاصل ہوگا؟ ہائے کرم ہم پر رحم فرمائیے ہم اپنے جانوروں پر مشقت نہیں لاسکتے بچارے خالی پیٹ اور کتنا بھاگیں گے۔ آپ کی دو کے چکر اور کچھ لالچ میں ہم کہاں سے کہاں نکل آئے۔'' اس نے صاف انکار کردیا تو امید بھی ٹوٹ گئی۔ ناچار خواتین کو تانگے سے اترنا پڑا وہ شرمندہ ہوا اور نرمی سے بولا۔

''معذرت چاہتے ہیں اماں مگر اس علاقے کی کچھ خبر نہیں ہمیں خدا گواہ ہے ہم نے آپ کی مدد کرنا چاہی مگر ہمیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا یہ راستے ہماری جان پہچان کے نہیں خدا آپ کا نگہبان ہو' ہمیں معاف کردیجیے۔'' وہ تانگے

والا چلتا بنا فاطمہ بی بی نے دادی جان کی طرف دیکھا مگر ان کے چہرے پر ناامیدی والی کوئی بات نہیں تھی وہ بلند حوصلہ خاتون تھیں اور ہمت ہارنا انہوں نے جیسے سیکھا ہی نہ تھا۔ ان کی مضبوط شخصیت فاطمہ بی بی کا حوصلہ بڑھانے کو کافی تھی۔

''اس موئے ہندو ڈرائیور نے دشمنی نبھائی' بات ہماری سمجھ میں تب ہی آ گئی تھی مگر ہم خاموش رہے۔ سوچا نمک حلال ہے مگر موئے نے حد کردی۔'' حلیمہ خالہ نے کہا۔ یہ سچ تھا اس ہندو ڈرائیور کو ہمراہ لے کر غلطی کی تھی اس نے رستہ گھما کر شہر سے دور کا سفر کر کے منزل سے بھٹکا دیا تھا۔

''بندر راستوں اور رکاوٹوں کا رونا روتا رہا اور ہمیں ویرانوں میں لا پھینکا موئے کو قبر نصیب نہ ہو۔'' حلیمہ خالہ نے غصہ میں کہا تو فاطمہ بی بی نے ان کو شانے سے تھاما۔

''حلیمہ خالہ اب الزام دینے سے کیا حاصل ہوگا' اس ہندو ڈرائیور کا ایمان اس کے ہمراہ ہم نے اس کے کیے کا اعتبار کیا اس کے علاوہ چارہ بھی کیا تھا۔ ہم کرتے بی تو کیا کرتے خیر نا امید نہ ہوئیے اللہ کوئی سبب ضرور بنائے گا۔ اگر ہمارا پاکستان ہجرت کرنا لکھا ہے تو اس سفر کو ہمارا اللہ ضرور کامیاب بنائے گا۔'' فاطمہ نے ان کا حوصلہ بندھایا۔

''حلیمہ رونا کسی مسئلے کا حل ہے کیا؟'' ہاجرہ اماں نے انہیں ڈپٹا تو فاطمہ بی بی نے انہیں ساتھ لگالیا۔

''خالہ اللہ مددگار ہوگا' ہم ہمت کیوں ہاریں' ہم تنہا نہیں ہیں ہمارا رب ہمارے ہمراہ ہے۔ آپ دیکھیے گا ہم باحفاظت منزل پر پہنچ جائیں گے۔'' فاطمہ نے ان کی ہمت بندھائی' تمام خواتین خاموش تھیں اور قدم آگے بڑھا رہی تھیں' کسی کو کچھ خبر نہ تھی کہ کون سا راستہ کہاں کو جاتا ہے مگر کوئی بھی قدم روکنے کو تیار نہ تھی۔

مصیبت کے وقت بندے اپنے اللہ سے مدد طلب کرتے ہیں اور یہی توکل وہ کیے ہوئے قدم بڑھائے جا رہی تھیں۔

''آپ سامان باندھ لیجیے۔'' ریحان نے ان کی سنبھلی ہوئی حالت دیکھ کر کہا تو جنت بی بی چونکیں۔

''ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

''پاکستان۔'' ریحان میاں نے حتمی لہجے میں کہا۔

''ہم پاکستان کیونکر جائیں گے؟'' جنت بی بی کی اندر کی ہٹ دھرمی پل بھر میں جاگتی محسوس ہوئی' ریحان میاں نے گہری سانس خارج کی۔

''ہم آپ کے خیر خواہ ہیں جنت بی بی' کیا ہم وہ کر سکتے ہیں جو آپ کے حق میں بہتر نہ ہو۔'' ریحان میاں نے قائل کرنا چاہا۔

''ہم پاکستان نہیں جا سکتے۔'' جنت بی بی نے دوٹوک کہا۔

''نظریات کا اختلاف اپنی جگہ محترمہ مگر وہ لوگ اپنے ہیں' آپ ہندوؤں کی خصلت جانتے ہوئے بھی اگر ان پر اعتبار کریں گی تو آپ کے حق میں برا ہوگا۔'' ریحان میاں نے واضح کیا مگر وہ خاموشی سے انہیں دیکھتی رہیں۔ جیسے وہ قائل ہونے کو تیار نہ تھیں اور سمجھنا نہیں چاہتی تھیں۔ ریحان میاں کو سمجھ نہ آئی کہ وہ ایسا کیوں چاہ رہی تھیں اور اس کا سبب کیا ہے جبکہ وہ ہندوؤں کا رویہ خود سہہ چکی تھیں۔ جس درجہ حیوانیت کا مظاہرہ ان کے ساتھ ہوا تھا اس کو دیکھ کر بھی اس طرح اپنی بات پر ہٹ دھرمی سے ٹکے رہنا مزید شامت کو آواز دینے کے مترادف تھا۔ ریحان میاں نے گہری سانس خارج کی۔

''دیکھیے جنت بی بی ہم آپ کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ اپنی خاطر نہیں تو ہمارے کہے کا کچھ سوچیے' ہم بھی پاکستان جانے کو ایسے مرے نہیں جا رہے' نظریاتی اختلافات ہم بھی جوں کے توں رکھتے ہیں مگر ہم آپ کو ان خطرات میں نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم نہیں چاہتے جہاں ایک حیوان نے ایسی حیوانیت کا مظاہرہ کیا ہے کوئی دوسرا حیوان اس سے زیادہ کا سوچے۔'' ریحان میاں نے قائل کرنا چاہا۔

''انسان اور حیوان ہر جگہ نہیں ریحان میاں' کیا عجب ہے کہ وہاں حیوان نہ ہوں اور شیطانوں کا گزر نہ ہو؟'' جنت بی بی جانے کو تیار نہ تھیں اور یہ بات ریحان میاں کی فکر کو بڑھا رہی تھی۔

''حیوان اور انسان ہر جگہ رہتے ہیں ہم جانتے ہیں جنت بی بی مگر اپنے ماریں بھی تو چھاؤں میں ڈالتے ہیں ایسا سیانے کہتے ہیں۔'' ریحان میاں نے قائل کرنے کی اپنی سی کوشش کی پر جنت بی بی خاموشی سے گردن موڑ گئیں تب ریحان میاں اٹھ کر ضروری سامان باندھنے لگے۔

''کہاں ہم کہیں نہیں جائیں گے۔'' جنت بی بی نے سختی سے روکا۔ تب ریحان نے ان کی طرف دیکھا۔

''سیاسی محنت کا پھل عزت سے اہم نہیں جنت بی بی ہماری مانیے ہم بھگوڑے کہلائیں گے اس کی پروا مت کیجیے اس ریاست میں جو ہمارا تھا ہم اس سے دستبردار نہیں ہو رہے وہ ہمیشہ باقی رہے گا مگر اس ریاست میں جو اپنے ہوں گے وہ یہاں ڈھونڈنا ممکن نہ ہوگا' سوچیے جو آج نقصان پہنچا سکتے ہیں وہ کل کو کیا کریں گے؟'' ریحان میاں نے سمجھایا۔

''جو وہاں ہیں وہ ہمارا ساتھ دیں گے کیا؟ جن کو آپ اپنا کہتے ہیں اور ایک نظریات کا حامی کہتے ہیں انہی نظریات میں سے دس نظریات کل کو اور نکلیں گے تب وہی ہم پر زمین تنگ ہوگی پھر کہاں بھاگیں گے۔ ہم یہ سوچ کر اس نقصان کو بھول بھی سکتے ہیں۔'' وہ اپنی بات پر اڑی رہیں۔ ریحان میاں تب ان کے سامنے آن بیٹھے اور تھکی ماندی سانس خارج کرتے ہوئے بولے۔

''نظریات کا اختلاف اور دیگر باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور فلسفی باتیں بھی ہمارے سر کے اوپر سے گزر جاتی ہیں۔ ہم بس اتنا جانتے ہیں کہ ہم آپ کو محفوظ دیکھنا چاہتے ہیں' نہیں جانتے کہ کوئی درد آپ کو چھو کر گزرے' کسی بات کی معمولی سی تکلیف بھی آپ کو ہو' آپ ہماری بات سمجھ رہی ہیں ناں۔'' ریحان میاں نے مدعا بیان کر کے پوچھا تو جنت بی بی خالی خالی نظروں سے ان کی طرف دیکھتی رہی پھر نگاہ پھیر گئی تھیں۔

آیت کے اندر جتنی ہمت تھی وہ ان ویران راستوں پر بھاگتی رہی۔ ان ویرانیوں کا سفر اسے دیگر راستوں سے محفوظ لگ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں درخت کی ایک مضبوط شاخ تھی جس کو راستے کی رکاوٹیں ہٹانے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لیے استعمال کر رہی تھی۔ کچھ خبر نہ تھی کہ کیا کرنا ہے مگر وہ قدم روکنا نہیں چاہتی تھی کبھی دوڑنا شروع کر دیتی اور کبھی سست روی سے چلنا مگر وہ سفر میں رکنا نہیں چاہتی تھی دل میں مسلسل اللہ سے مخاطب تھی' مدد مانگتی محفوظ رہنے کی دعا مانگ رہی تھی۔ وہ ایک دلیر لڑکی تھی اور ہمت ہارنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ اب دھیمی رفتار سے چل رہی تھی۔ جب قریب سے گھنٹیوں کی آواز سنائی دی' وہ چونکی اس ویرانے میں کون ہو سکتا تھا اس لیے آواز کی سمت دیکھا آواز سڑک کی سمت سے آ رہی تھی۔ وہ متجسس سی دوڑتی ہوئی سڑک کی طرف آئی مگر مصیبت سے بچنے کے لیے جھاڑ کی اوٹ میں رک گئی۔ ایک بیل گاڑی میں بوڑھا شخص جانوروں کا چارا لادھے جا رہا تھا۔ وہ کسی بھی صورت سے ملنے کے لیے تیار تھی مگر اس مدد کے وسیلے کو کس طرح نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے نکل کر سڑک پر آ گئی۔ بیلوں

کے گلے میں پڑی گھنٹیاں فضا میں عجب ایک سماں باندھ رہی تھیں۔ بوڑھا اپنی دھن میں تھا۔ آیت بیل گاڑی کے آگے آگے بیل گاڑی والے بزرگ نے اسے دیکھا آیت نے زبان سے کچھ نہ کہا مگر وہ اللہ کا کوئی نیک بندہ تھا وہ جان گیا تھا کہ اس کو مدد کی ضرورت ہے۔ اس نے بیل گاڑی سے اتر کر جانوروں کے چارے کا آدھی مقدار میں اتار کر نیچے پٹخا اور آیت کو چھپنے کی جگہ دی۔ آیت اس باقی کے چارے پر اوندھے بل لیٹ گئی تب اس بزرگ نے باقی کا چارہ جوز میں پر گرایا تھا اس کے اوپر لاد دیا۔ وہ مکمل طور پر چھپ گئی تھی۔ بزرگ نے اپنی جگہ دوبارہ بیل گاڑی پر سنبھال لی اور بیل گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔ فضا میں بزرگ کے گنگنانے کی آواز کے ساتھ مترنم گھنٹیوں کی آواز پھیلنے لگی تھی۔

اک جنگل بجریں جاندے ہیں
اک دانہ روز دا کھاندے ہیں
بے سمجھ وجود تھکاندے ہیں
چلیاں اندر چند سکھ دی اے
اک نقطے وچ گل مکدی اے
کری سچی بات وی لکدی اے
اک نقطے وچ گل مکدی اے

بزرگ کی آواز میں بلا کا سوز تھا۔ ویرانے میں بیلوں کے چلنے کی آواز گلے میں موجود گھنٹیوں کی آواز اور بزرگ کے دل کا سوز اب جیسے ایک عجیب سماں باندھ رہے تھے۔ اس ویرانے میں اس بزرگ کی موجودگی پراسرار تھی مگر آیت کو مدد کی ضرورت تھی اور جس طرح ایک لفظ کہے بنا اس کو اس بزرگ کی مدد ملی تھی۔ اس وقت اس کو غنیمت لگی تھی۔ اس نے بزرگ کو نہیں بتایا تھا کہ کہاں جانا ہے اس کی نظروں میں بس التجا تھی جو بزرگ نے سمجھ لی تھی۔ آیت کو اپنے دل میں اطمینان محسوس ہوا تھا۔ دل کہہ رہا تھا کسی غلط انسان سے مدد نہیں مانگی اور وہ محفوظ ہے۔

کئی حاجی بن بن آئے جی
گل نیکے جامے پائے جی
صبح وچ نکے لے کھائے جی
پر ایہہ گل کیوں بھائے جی
کتے سچی گل وی رکدی اے
اک نقطے وچ گل مدی اے

بزرگ دین دار لگتا تھا آیت نے اطمینان سے ستانے کو آنکھیں موند لی تھیں۔ دل کو سکون ملنے لگا تھا۔ ایک لمحے میں لگا تھا کوئی مشکل یا صعوبت باقی نہیں رہی سب پُرسکون ہے اور کہیں کوئی دقت نہیں ہے۔

چلتے چلتے جانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ پاؤں تھکنے لگے تھے سورج کی تمازت کم ہو رہی تھی۔

''پیاس سے حلق میں کانٹے چبھ رہ ہیں۔ اب اور سفر کرنے سے رہی میں۔'' خالہ حلیمہ نے کہتے ہوئے قدم روک لیے اور ایک جگہ دیکھ کر ٹک گئیں۔ مجبوراً تاج بیگم اور دیگر کو بھی رکنا پڑا تھا۔

''پیاس کے ساتھ سفر کیسے طے ہوگا؟ ہم کیا ایسے ہی بھٹکتے ہوئے پیاسے مر جائیں گے؟'' حلیمہ خالہ نے خفگی سے کہا ان کی برداشت جواب دے گئی تھی نا چار ہاجرہ اماں تسلی دینے کو ان کے برابر ٹک گئیں اور ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں۔

''حلیمہ..... ہم سب ساتھ ہیں۔ حوصلہ نہ ہارو کڑا وقت آزمائش بن کر آتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس آزمائش سے سرخرو ہونے کی ہمت عطا فرمائے۔'' ہاجرہ اماں کے سمجھانے کے باوجود حلیمہ خالہ نے ہانپتے ہوئے نفی میں ہلایا۔

''ہم..... ہم ایسے ہی بھٹکتے ہوئے در بدر مر جائیں گے۔'' ان کی آواز بھرائی آنکھوں میں نمی آن ٹھہری تب ہاجرہ اماں نے ان کو ساتھ لگایا۔ تاج بیگم حلیمہ کی کیفیت سمجھ رہی تھیں اس لیے نظر یہاں وہاں دوڑائی کہ شاید کوئی مدد مل جائے۔ کچھ فاصلے پر ایک چھوٹا بچہ کھڑا نظر آیا مگر جیسے ہی تاج بیگم کی نظر اس پر پڑی وہ جلدی سے پلٹا اور بند دروازے کو کھول کر فوراً اندر گھس گیا۔ علاقہ ایسا بیابان نہ تھا مگر تقسیم کی غرض سے گاؤں کے گاؤں شہر کے شہر گویا خالی ہو گئے تھے۔ جو ہجرت کرنا نہیں چاہتے تھے اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے تھے۔ اس کیفیت میں مدد ملنے کی امید رکھنا عبث تھا۔

''بھیڑیوں کے سوا اس علاقے میں گویا کچھ نہ ملے گا اور اماں جان کوئی امید مت رکھیے اور پڑاؤ کی سوچ بنا آگے بڑھیے آفتاب کے ڈوبنے کا وقت ہونے کو ہے تاریکی ہوگی تو کہیں قیام کی جگہ بھی نصیب نہ ہوگی۔'' تاج بیگم کی سوچ کو پڑھتے ہوئے ہاجرہ اماں نے کہا۔ تاج بیگم نے سر ہلایا اور پلٹ کر حلیمہ کو دیکھتے ہوئے نرمی سے بولیں۔

''اٹھ جاؤں حلیمہ..... آگے کہیں پانی ضرور مل جائے گا ہم یہاں رک کر وقت ضائع نہیں کر سکتے غروب کا وقت ہو گیا تو مشکل بڑھ جائے گی۔ آنسو بہانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا ہاجرہ نے درست کہا۔ یہ آزمائش کا وقت ہے اپنے اللہ سے رحم اور خیر کی دعا مانگو مشکل میں اپنے رب کے علاوہ اور کوئی آسرا نہیں بنتا۔'' تاج بیگم کے کہنے پر حلیمہ سر ہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں جب وہ جانے کو قدم اٹھانے لگی تب ہی کسی نے عقب سے پکارا۔

''رکیے۔'' تاج بیگم چونکیں قدم ٹھہر گئے پلٹ کر نگاہ کی تو ایک خاتون کو کھڑے پایا۔ برابر میں ہاتھ تھامے وہی بچہ کھڑا تھا جو تھوڑی دیر قبل کچھ فاصلے پر بنے مکان کے باہر کھڑا دکھائی دیا تھا۔ جس انداز سے وہ اس خاتون کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس بچے کی والدہ تھیں اور وہ اپنی والدہ کو بلا کر اپنے ہمراہ لایا تھا۔

''ہم یہاں قریب ہی رہتے ہیں۔ یہ ہمارا اکلوتا سہارا اور سپوت ہے۔ اسی نے آگاہ کیا کہ کوئی خاتون پیاسی ہیں اور رو رہی ہیں ہم سے رہا نہ گیا آپ ہمارے گھر تشریف لائیے ہمارا گھر بہت بڑا نہ سہی مگر اس میں آپ کے لیے جگہ بن سکتی ہے۔'' اس کڑے وقت میں یہ مدد غنیمت لگی مگر اس کڑے وقت میں اعتبار کون کرتا؟ تاج بیگم نے کچھ کہنے سے گریز کیا تو وہ خاتون بولیں۔

''ہم ایک سپاہی کی بیوہ ہیں ہمارے شوہر برطانوی فوج میں ملازم تھے ان کی وفات کے بعد ہم اپنے بیٹے کے ہمراہ یہاں رہ رہے ہیں۔ آپ پس وپیش سے کام نہ لیجیے ہم آپ کو نقصان نہیں پہنچائیں گے اعتبار نہ ہو تو پانی پی کر آگے سفر اختیار کر لیجیے گا۔'' خاتون نے ان کی پس پیش دیکھ کر کہا۔ تب تاج بیگم نے ان کے ہمراہ قدم بڑھا دیے اس وقت اس مدد کو ٹھکرانا مناسب نہ ہوتا۔ تاج بیگم جہاندیدہ خاتون تھیں ان کی نظروں میں کھرے کھوٹے کو پہچاننے کی صلاحیت تھی تاج بیگم کے قدم بڑھانے کی دیر تھی کہ اوروں نے بھی تقلید کرنا ضرور خیال کیا۔ اگر یہ مدد اللہ کی طرف سے تھی تو اس سے بہتر کوئی راستہ ہو نہیں سکتا تھا اگر کچھ اور ہوتا تو بھی اپنے حواس وممکنہ صورت حال کے لیے بہر حال تیار ضرور رکھنا تھا۔ فاطمہ بی بی نے خاموشی سے قدم اٹھاتے ہوئے کسی بھی ممکنہ خطرے کو بھانپ لینے کی کوشش کی مگر اعصاب اس قدر تھکے ہوئے تھے کہ کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا۔

''چچا جان آپ کچھ متفکر دکھائی دیتے ہیں' کیا آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی شہزادی کسی ظالم جادوگر کی قید میں رہ گئی ہوں گی اور یہی سوچ آپ کو سکون نہیں لینے دے رہی؟'' نواب زادہ وقار الحق افسردہ تھے' وہ خاموش بیٹھے دکھائی دیے تو ننھے شیر دل نے پوچھ لیا۔ وقار الحق چونکے پھر نفی میں سر ہلا دیا۔

''ہماری شہزادی ایک دلیر و دوشیزہ ہیں۔ وہ کسی قید میں نہیں رہ سکتیں' وہ اپنا دفاع کرنا جانتی ہیں۔'' وقار الحق نے بچے کو مطمئن کرنے کی غرض سے کہا۔

''مطلب وہ دلیر ہیں اس لیے آپ نے ان کو وہاں اکیلا چھوڑ دیا۔'' بچہ اپنی ذہنی استطاعت کے مطابق یہی سوچ سکا مگر وقار الحق شرمندہ ہو گئے فوری طور پر کوئی جواب نہ بن پایا۔ قدرے توقف سے گہری سانس خارج کرتے ہوئے بولے۔

''نہیں ہم نے انہیں اکیلا نہیں چھوڑا۔'' یہ کہتے ہوئے وہ نگاہ نہ ملا پائے اور ننھا شیر دل ان کے چہرے کو بغور تکتا رہا پھر ان کے قریب ہوا۔

''کیا وہ آپ سے قبل پاکستان پہنچ جائیں گی..... آپ نے کہا وہ بہادر اور دلیر ہیں تو ان کا سفر یقیناً آسان ہو گا ناں؟'' بچے کے سوال اس کے عقل کے ترجمان تھے' بچے کا ذہن تجسس اور سوالوں کی آماجگاہ تھا' بچے کو مطمئن کرنا آسان نہیں تھا۔ ایک سوال کا جواب دینے کی کوشش کرو تو وہ عقل کے گھوڑے تیزی سے دوڑاتا ہوا اگلا سوال ڈھونڈ لاتا۔ بہر حال شیر دل ان کی شہزادی کی خیریت کو لے کر متفکر ضرور تھا اور چاہتا تھا وہ ایسا جواب دیں جو ان کی عقل کو مطمئن کر دے اور وقار الحق کے لیے یہ مشکل نہ تھا مگر وہ جس طور الجھے ہوئے تھے اس کے باعث فوری جواب دے کر مطمئن کرنے سے مشکل پیش آ رہی تھی۔ گویا وقار الحق کے پاس کوئی چارہ نہ تھا ماسوائے گردن ہلا دینے اور شیر دل خاموش ہو گیا تھا پھر ان کے برابر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''پاکستان میں وہ کسی کو جانتی نہیں ہوں گی ناں تو کہیں تنہا مزید پریشان نہ ہو جائیں آپ کو پہلے انہیں پاکستان پہنچنا چاہیے کیونکہ وہ آپ کی شہزادی ہیں اور ان کی حفاظت کا ذمہ آپ کا ہے؟'' شیر دل غیر معمولی ذہین بچہ تھا اور اس کے پاس جیسے سوال و جواب کا انبار تھا۔ وقار الحق گہری سانس لے کر رہ گئے۔

''ہم جلد پاکستان پہنچ جائیں گے ناں؟'' شیر دل کچھ سوچ کر مسکرا دیا۔ وقار الحق نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تو شیر دل مسکرایا۔

''یوں ہی سوچا آپ کا دل تو چاہ رہا ہو گا ناں اس ٹرین کو کسی طرح پر لگ جائیں اور یہ ٹرین اڑتی ہوئی پاکستان پہنچ جائے۔'' وقار الحق کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آ گئی۔ انہوں نے ہاتھ بڑھایا بچے کے پھولے پھولے گال تھپتھپائے اور نرمی سے بولے۔

''ہم جادوئی کہانیوں کے دور میں نہیں بیٹا۔ ہمارے پاس کوئی اڑن طشتری یا قالین نہیں۔'' وقار الحق نے بچے کو مطمئن کرنا چاہا۔

''ہاں مگر آپ کے پاس ایک خوب صورت نرم دل شہزادی تو ہے ناں اور شہزادی کا ہونا اڑن طشتری کے ہونے سے کہیں بڑی بات ہے۔'' شیر دل مسکرایا تو وقار الحق بھی مسکرا دیے اور اس کے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے بولے۔

''آپ اتنے چھوٹے سے ہیں آپ کے ذہن میں اتنے سوال کہاں سے آتے ہیں؟'' شیر دل مسکرا دیا۔ جیسے اس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ ہو۔ شیر دل نے اگلا سوال پوچھا۔

''ہم پاکستان سے کتنے فاصلے پر ہیں چچا جان؟''

''بیٹا' میں اندازہ نہیں ہو پا رہا مگر شاید ہم اپنی منزل کے قریب ہیں' ٹرین جس رفتار سے بھاگ رہی ہے فاصلہ زیادہ نہیں رہنا چاہیے۔'' وقار الحق نے مطمئن کرنا چاہا۔

''ہم ہندوستان کی حدود سے تو باہر نکل آئے ہیں ناں..... بلوائی ہماری ٹرین کو نقصان نہیں پہنچا سکتے ناں؟'' شیر دل نئی سوچ پر متفکر ہوا۔ وقار الحق نے سر نفی میں ہلایا۔

''شکریہ۔'' شیر دل بے فکر ہو کر مسکرایا۔ اس کی بے ریا مسکراہٹ وقار الحق کو بھی ایک لمحے کے لیے بے فکر کر گئی۔ اس کے بال بکھیرتے ہوئے وہ بھی مسکرا دیے تھے۔

جہانگیر تنہا بیٹھا تھا جب کرم دین چاچا اس کے پاس آئے۔ وہ اس بات سے واقف تھے کہ اس کی اداسی کا سبب کیا ہے۔ اگرچہ اس نے پہلے ماں اور پھر بابو کو خالی ہاتھ لوٹایا تھا مگر وہ اس بات کے لیے اداس ضرور تھا۔ کرم دین چاچا سمجھتے تھے کہ ماں باپ سے تعلق توڑنا آسان نہیں۔ وہ پیدا کرنے والے تھے مگر جس نے پیدا کیا تھا اس سے جو واسطہ جڑا تھا وہ زمین پر پیدائش کا سبب بننے والوں سے کہیں زیادہ بڑا تھا۔ اللہ نے صرف اسے نہیں پوری کائنات کو تخلیق کیا ہے۔ جس نے ذرے ذرے کو سانس لینا سکھایا ہے وہ اس ذات پاک کو اب پہچان پایا تھا۔ سودل نے کہیں ان جوابوں کو رد کر دیا تھا اور آسمانی حوالے کو قبول کر لیا تھا مگر یہ بات از بر ہونے کے باوجود وہ کسی قدر اداس تھا۔ کرم دین چاچا نے اس کے کاندھے پر ہاتھ دھرا تو وہ فوری طور پر متوجہ نہ ہوا مگر کرم دین چاچا نے اسے ساتھ لگا لیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''غبار نکلنے کی ضرورت ہوتی ہے اگر وہ راہ نہ ملے تو اندر کی گھٹن جان لیوا ہو سکتی ہے۔'' کرم دین چاچا نے کہا۔

''اگر تم اپنے والدین سے رشتہ رکھنا چاہتے ہو تو تمہیں یہیں رہ جانا چاہیے۔ دین والدین کی اطاعت کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ دین نے والدین کے حقوق رکھے ہیں جن کی پیروی نہ کر کے تم اللہ کے قریب نہیں ہو سکتے۔'' کرم دین چاچا نے سمجھایا۔ وہ خاموش رہا پھر قدرے توقف سے اس کی آواز ابھری۔

''میرے ساتھ وہ اللہ ہے جو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے' میں ایک فرض کی ادائیگی کے لیے دوسرے فرض سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ اپنے رب کو خفا نہیں کر سکتا۔'' محمد جہانگیر نے گویا کرم دین کو لاجواب کر دیا تھا۔

''جو بھی ہے بیٹا' تمہارا پچھتاوا تمہیں ناخوش رکھے گا تو تم اپنے رب کی پیروی بھی یکسوئی سے نہ کر پاؤ گے ضروری ہے کہ تم وہ کرو جو ضروری ہے اور جس سے تمہارے دل کو سکون ملے۔'' کرم دین چاچا نے صلاح دی۔ اس نے گردن ہلائی اور مدہم لہجے میں بولا۔

''وہی تو کر رہا ہوں کرم دین چاچا' میں اللہ کو ناراض نہیں کرنا چاہتا اگر والدین کو نظر انداز کرنا میری غلطی ہے تو میں اس کوتاہی کی معافی اپنے رب سے مانگ لوں گا وہ اللہ جو ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے ہماری خطاؤں کو معاف کر سکتا ہے۔ اس کی راہ میں کوئی کوتاہی ہو گئی تو وہ کیسے معاف کرے گا؟ ایک خوف دامن گیر رہتا ہے اور چین نہیں لینے دیتا۔ اپنے رب کو خفا نہیں کرنا چاہتا اگر میرا رب مجھے اشارہ کر دے کہ میں غلط کر رہا ہوں تو میں اپنے والدین کی طرف لوٹ جاؤں گا۔'' محمد جہانگیر نے تمام معاملہ اپنے رب پر چھوڑ دیا تھا۔ کرم دین چاچا دانستہ خاموش رہے وہ اس معاملے میں محمد جہانگیر کو اپنا فیصلہ خود کرنے دینا چاہتے تھے اور کسی قسم کی کوئی مداخلت نہیں چاہتے تھے۔

اللہ اپنے بندوں کو بے آسرا اور لاچار نہیں چھوڑتا۔ تاج بیگم جانتی تھیں کہ اللہ کی طرف سے مدد ضرور آئے گی اور اس خاتون کا ان سے رجوع کرنا اللہ کی مدد تھی۔ وہ اللہ سے ڈرنے والی خاتون تھی ان کی مدد کی غرض سے ان کو اپنے ہمراہ لے آئی تھی۔

''آپ لوگ دلی سے تھے۔ آپ کو اس قدر کسی نے بھٹکا دیا؟ دلی کہاں اور اب آپ تو ہماچل پردیش میں ہیں' اللہ کی مار ایسے ہندو ڈرائیور کو جس نے اتنا بھٹکا کر منزل سے اس قدر دور کر دیا کہ چندی گڑھ ہریانہ تو چھوڑا آپ ہماچل تک گھوم پھر آئے خیر اللہ ایسے لوگوں کی خبر گیری ضرور کرتا ہے۔ آپ لوگ اس وقت چندی گڑھ کے آس پاس بھٹک رہے ہیں۔ دلی سے لگ بھگ دو سو اٹھاون کلومیٹر دور ہیں اور یہ فاصلہ معمولی نہیں ہے۔ یہاں سے صبح چلیں گے تو شام تک ہی دلی پہنچیں گے پانچ گھنٹوں سے بھی زیادہ کا فاصلہ پڑے گا آپ کو۔ خیر اس ہندو ڈرائیور کو بھول جایئے اس نے جو کیا سو کیا مگر ہمیں بے حد افسوس ہے کہ آپ نے سفر کی ایسی صعوبتیں اٹھائیں۔ پیاس سے بلکتے رہے' اس ہندو کو اس کا حساب ضرور دینا پڑے گا اگر اس نے جان بوجھ کر آپ کو راہ سے بھٹکا کر ذلیل و خوار کیا ہے تو۔'' خاتون نے انہیں کھانے کے بعد چائے پیش کرتے ہوئے کہا۔ اتنے افراد کی خاطر تواضع کرنا یقیناً بہت بڑی بات تھی تاج بیگم شرمندہ ہوئی جا رہی تھیں۔

''تم نے ناحق اتنا اہتمام کیا بیٹی' ہم تو پانی پی کر بھی سیر ہو گئے تھے' اس طرح مشکل میں گھرا دیکھ کر تم نے پانی پلا دیا یہ بھی ہمارے لیے بڑی غنیمت کی بات تھی۔'' تاج بیگم نے کہا تو وہ خاتون مسکرا دیں۔

''کیا اہتمام کیا اماں...... ہم غریب لوگ ہیں' اللہ نے جو استطاعت دی اس کو لے کر جو گھر میں تھا پکا کر سامنے دستر خوان بچھا دیا۔ اہتمام کرنے کے قابل ہم کہاں' ہم اللہ سے ڈرنے والے لوگ ہیں اور ہمارے بزرگوں میں روایت رہی ہے کہ مہمان آئے تو سیر ہوئے بنا نہ جائے اگر مہمان اناج کا ایک دانہ بھی کھائے بنا گیا تو اس کی باز پرس ہوگی۔ مہمان تو رب کی رحمت ہوتے ہیں اور ہم اپنے رب کی رحمت سے کیسے منہ پھیر سکتے ہیں۔ جب اس نے اتنے سارے لوگ ہمارے در پر بھیج دیے۔ اللہ نے آپ کا رزق اس گھر میں لکھ دیا تھا اماں' اس لیے کچھ ایسی ویسی نہ سوچیے اتنا سا اناج آپ کے لیے پکا دینے سے ہم فقیر نہ ہو جائیں گے نا بچت یا بخیل کر کے بادشاہ بن جائیں گے۔ آپ اپنا نصیب اپنے ہمراہ لائے تھے شکریہ کہنا چاہتے کہ آپ نے ہمارے دستر خوان کو رونق بخشی۔'' وہ خاتون مسکرائی۔

''آج شب یہیں قیام کیجیے اور صبح تازہ دم ہو کر سفر آغاز کیجیے گا۔'' خاتون نے مشورہ دیا تو تاج بیگم تاسف سے مسکرائیں۔

''سخی کریم پڑے ایڑیاں رگڑتے ہیں۔ بخیل موسلوں سے موتیوں کو جھڑتے ہیں' جو وقت گزر گیا ہاتھ کب آتا ہے' کسی کو کیا دیا کیا ملا؟ اس کا تخمینہ لگانا کیا کارگر یا تیر بہدف ہوگا؟ بس آئینہ ہر وقت سامنے رہنا چاہیے' بس یہی ترکیب سریع التاثیر ہو سکتی ہے ورنہ تو وہی مثل ہے کہ ماس کھائے ماس بڑھے گھی کھائے بل ہو۔ ساگ کھائے اوجھ بڑھے بوتا کہاں سے ہو' اپنی اپنی فراست ہے' بس بے سوادوں کا کیا سواد چاچھ نہیں بلوائی تو ان بلوئی سہی۔'' تاج بیگم کے کہنے پر خاتون مسکرائیں۔

''آپ کا لب و لہجہ اور باتیں ہماری اماں سے بہت ملتی ہیں۔ اللہ جنت بخشے ہماری اماں جان کو' آپ نے ان کی یاد دلا دی۔'' خاتون مسکرائیں تاج بیگم نے سر ہلایا۔

''اللہ پاک آپ کی اماں کے درجات بلند فرمائے...... آپ اس ویرانے میں کیوں پڑی ہیں؟ شہر کا شہر اجڑا پڑا ہے۔ ایسے میں آپ کا یہاں قیام خطرے سے خالی نہیں ہو سکتا۔'' تاج بیگم نے کہا وہ خاتون مسکرا دیں۔

''کاش ہم بھی ہجرت کر سکتے مگر ایسا ممکن نہیں' ہمارے خاوند کی خواہش تھی کہ ہم ہندوستان میں رہیں اس لیے ہم اس زمین سے جڑے بیٹھے ہیں' عابد میرا بیٹا تو سب کو جاتا دیکھ کر ضد کر رہا تھا کہ امی جان ہم بھی پاکستان چلتے ہیں مگر ہم چاہ کر بھی پاکستان نہیں جا سکتے' ہمارے بھائی ملٹری میں ہیں وہ ہمارے ہاں چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اس لیے خطرے کی کوئی بات نہیں اس محلے میں کئی گھر ہیں جو آباد ہیں مگر دم سادھے بیٹھے ہیں۔ یہ آسرا بھی ہے کہ ہم اکیلے نہیں رہ رہے اور ہمارے ساتھ دیگر لوگ اس محلے میں موجود ہیں۔'' چائے پینے کے بعد حلیمہ خالہ ہاجرہ اماں سمیت تمام آرام فرمانے کی غرض سے دوسرے کمرے میں چلی گئی تھیں اور اماں جان یہاں بیٹھی بات چیت کر رہی تھیں۔ فاطمہ بی بی کو نیند آ رہی تھی قدرے قریب چارپائی پر لیٹی آنکھیں کھولے چھت کو گھور رہی تھی۔ اس خاتون نے بغور دیکھا اور بولیں۔

''ان کے چہرے کے گھاؤ عجیب ہیں ان کا علاج ضروری ہے آپ کہیں تو مرہم بنا دوں؟ زخم بگڑ جائے تو ناسور بن جاتا ہے۔ کتنا دلکش چہرہ رہا ہوگا ان کا کسی حادثے کے باعث ایسا ہوا کیا؟'' خاتون نے فاطمہ بی بی کی بابت پوچھا تو تاج بیگم پوتی کی طرف دیکھنے لگیں۔

''اس نے اپنا چہرہ خود بگاڑا ہے' کہیں اس دلکشی کو دیکھ کر کوئی راغب نہ ہو' حسن کبھی کبھی جان کو آ جاتا ہے۔ یہ اپنے خاوند سے بہت وفادار ہیں ان کی ہو کر رہنا چاہتی ہیں۔ وہ پاکستان ہجرت کر گئے یہ ان کے پاس خیریت سے پہنچنا چاہتی ہیں۔'' تاج بیگم نے کہا تو خاتون اٹھ کر گئیں اور اپنی الماری سے دوا نکال کر فاطمہ بی بی کے پاس جا رکیں فاطمہ بی بی نے خاموشی سے دیکھا خاتون نے مرہم ان کی طرف بڑھا دیا۔

''یہ آپ کے چہرے کے زخموں کے لیے مرہم ضروری ہے۔ اگر زخم کا علاج نہ کیا جائے تو ناسور بن جاتا ہے۔'' خاتون نے مدہم مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور فاطمہ بی بی کا ہاتھ تھام کر مرہم اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''مگر ہمیں اس مرہم کی ضرورت نہیں تھی۔ ہم نہیں چاہتے کہ زخم پاکستان جانے تک ٹھیک ہوں' ہم اپنے شوہر سے ملنا چاہتے ہیں اور ان سے ملنے تک اپنی آبرو پر آنچ بھی آنے دینا نہیں چاہتے۔'' فاطمہ بی بی نے مدعا کہا تو خاتون افسردہ ہو گئیں۔

''اللہ پاک آپ کی حفاظت فرمائے اور آپ کو باخیر و عافیت ان تک پہنچائے' بلاشبہ آپ ایک نیک اور باکردار زوجہ ہیں اور اپنے خاوند کی محبت پر پورا حق رکھتی ہیں۔ ہماری دعا ہے آپ کے خاوند بھی آپ کے ساتھ اتنے ہی نیک اور وفادار رہیں آمین۔''

''آمین۔'' فاطمہ بی بی کے لب ہولے سے ہلے۔

''آپ مرہم کا استعمال کیجیے دوا ضروری ہے۔'' خاتون نے تلقین کی اور واپس پلٹ گئیں۔

''آپ بھی آرام کیجیے اب صبح ہمارے بھیا آئیں گے ہم ان سے کہہ کر آپ کو کسی محفوظ مقام تک پہنچوا دیں گے' فکر مت کیجیے آپ یہاں محفوظ ہیں یہ علاقہ فوج کی چھاؤنی کے پاس ہے اس لیے اس پر حملہ کرنے کی جسارت نہیں کی جا سکتی۔ اس علاقے سے لوگوں کو اس ملٹری نے خود اپنی گاڑیوں پر سوار کرا کر محفوظ پناہ گاہ تک پہنچایا ہے۔ کئیوں کو خود ٹرین پر بٹھا کر آئے ہیں۔'' خاتون نے تسلی دی اور تاج بیگم نے سر ہلا دیا تھا۔

''جنت بی بی اپنے لیے نہ سہی تو کم از کم ہمارے لیے اس خطرے میں مزید مت رکیے' ہم آپ کو ان حالات کی نظر ہوتا نہیں دیکھ سکتے۔ اس لوٹ کھسوٹ میں تالا ٹوٹ جائے گا بلوائی آپ کو نقصان ضرور پہنچائیں گے۔'' ریحان میاں

نے کہا۔
''آپ کو کیوں لگتا ہے کہ ہر مسئلے کا حل صرف پاکستان جانے میں ہے' ہم کیا واحد ہیں جو اس ملک میں رہنے کو ترجیح دے رہے ہیں؟ ہمارے جیسے کئی ہیں جو اس سرزمین کو کئی جواز کی بنا پر چھوڑ کر جانے سے قاصر ہیں۔'' جنت بی بی نے اپنی دانست میں سمجھایا۔ ریحان میاں نے گہری سانس خارج کی۔
''ہم آپ پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتے نا آپ کی مخالفت کرنا چاہتے ہیں مگر ہم یہ جانتے ہیں کہ پاکستان جانا ہی بہتر ہے۔ اس وقت ہمیں یہی فیصلہ بہتر لگ رہا ہے۔ ہمارا کیا ہے ہم تو جہاں مرضی پڑے رہیں گے۔ مرد ہیں ہمارا کون کیا بگاڑ سکتا ہے مگر اب ہم آپ کو معمولی سی تکلیف میں بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اگر آپ کو یہاں رہتے ہوئے کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو ہم خود کو معاف نہیں کر پائیں گے۔'' ریحان میاں بولے۔

پھر نکتہ چھوڑ حساباں نوں
کہ دور کفر دیا باباں نوں
لاہ دوزخ کور عذاباں نوں
کر صاب دے دیا خواباں نوں
گل ایسے گر وچ ڈھکدی اے
اک نقطے وچ گل مکدی اے

جانے کتنا فاصلہ طے ہو گیا تھا۔ آیت کو اندازہ نہ ہوا مگر آنکھ کھلی تو بزرگ کی وہی پُرسوز آواز سنائی دی۔ وہ چارے کے اندر دبی اس پُرسوز آواز کو سنتی رہی۔ دل چاہا اٹھ کر بیٹھے یا اس چارے میں سے راستہ بنا کر راستوں کو دیکھے اور سمت کا تعین کرے متجسس ہونا انسانی فطرت ہے مگر جانے کیوں اس نے اس تجسس کا ہاتھ روک دیا اور بزرگ پر اعتبار قائم رکھا۔ بیلوں کی گھنٹیوں کی آواز میں بزرگ کی آواز مدھم ہو رہی تھی۔

انوں متھا زمین گھسائی دا
لماں پا محراب دکھائی دا
پڑھ کلمہ لوگ ہنسائی دا
دل اندر سمجھ نا لیائی دا
کدی بات سچی ہی لگدی اے
اک نقطے وچ گل مکدی اے

کچھ ایسا ضرور تھا کہ روح اس آواز سے بندھ رہی تھی اور اعتبار ٹوٹ نہیں رہا تھا۔ ایسا کیا تھا کہ وہ آنکھیں بند کر کے ان بزرگ پر اعتبار کیے بیٹھی تھی۔

بھڑ مرشد عبد خدائی ہو
وِش متی بے پروائی ہو
بے خواہش بے نوائی ہو
وِش دل دے خوب صفائی ہو
بلھیاں بات سچی کہ رکدی اے

اک نقطے وچ گل مکدی اے

آیت کا دل جانے کیوں پُرسکون تھا اور ایک فیصد بھی خوف نہ تھا کہ وہ بزرگ کوئی نقصان نا پہنچائے گے۔ وہ اپنے رب پر مکمل بھروسا کیے بیٹھی تھی اور اس بھروسہ کو توڑنا نہیں چاہتی تھی۔ یقین کا سلسلہ دل سے جڑتا ہے اور جب یہ یقین اتنا مضبوط ہو تو پھر وہی ہوتا ہے جو اللہ کی مرضی ہوتی ہے۔ آیت نے جیسے اپنے آپ کو وقت کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا اور اپنے رب پر توکل کر لیا تھا کہ وہ جو کرے گا بہتر کرے گا اور وہی ہوا تھا۔ اللہ نے مدد بھیج دی تھی۔ بیلوں کے گلے میں بجتی گھنٹیوں کی آواز رک گئی تھی۔ غالباً بزرگ نے کسی باعث اپنی بیل گاڑی کو روکا تھا۔ آیت کا دل جانے کیوں یک دم خطرے کو بھانپ کر دھڑکا تھا۔
''کہاں جا رہا ہے بڈھے' کا ہے کی جلدی ہے اشارہ کرنے پر بھی رکا نہیں' ایسا بھاگا جا رہا ہے جیسے کوئی قیمتی خزانہ چرا کر بھاگ رہا ہو۔'' کسی کی آواز بہت قریب سے آئی۔ بزرگ جواباً خاموش رہے۔
''کیا لے کر بھاگ رہا ہے بڈھے؟'' ان کے لہجے سے خبر ہو گئی تھی کہ وہ ہندو بلوائی تھے آیت کے اندر سنسنی سی دوڑ گئی۔
''کیا بھاگنا ہے بیٹا غریب کسان ہوں اپنے جانوروں کا چارا لے کر جا رہا ہوں۔'' بزرگ نے نرم و حلیم لہجے میں وضاحت دی تو ہندو لڑکے ہنسنے لگے۔
''بھاگنے کی جلدی تو ایسی تھی کہ گھر میں کوئی سمسیا ہو گئی ہے' تیری استری کو کوئی لے اڑا ہے کیا؟ ہم سے اتنا ڈرتے کیوں ہو؟ بھاگنا ہے تو پاکستان بھاگ؟ جان چھوڑ دو مگر جاتے ہوئے اپنی استری دان کر جاؤ۔'' ایک نے کہا تو باقی قہقہے لگا کر ہنسنے لگے۔ ان ہندوؤں کی عقل جیسے عورت کے وجود سے آگے کچھ سوچ نہیں رہی تھی۔ آیت کو افسوس ہوا تھا۔ یہ وقت کڑا تھا۔ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ مگر وہ کوئی حماقت کر کے خطرہ مول لینا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے غصے کو دبا کر دبکی رہی۔
''لگائی تو اس کی بڈھی ہو گی اس کا کیا اچار ڈالیں گے ہم؟ کوئی بیٹی ہو تو بن داس بول ہم اپنی جان سے بھی بڑھ کر چاہیں گے اسے۔'' ایک منچلے نے کہا تو گویا ہنسی کا طوفان ابل پڑا۔ بزرگ خاموش رہا۔
''اوہ بے چار غریب آدمی ہے جانے دو اسے۔'' ایک عقل مند نے کہا تو دوسرے نے فوراً منع کیا۔
''ایسے کیسے جانے دیں ہاتھ لگا ہے سالا تو جیب تو خالی کریں گے۔ دو ٹکے بھی نکل آئے تو غنیمت ہوں گے۔'' ایک نے خواہش ظاہر کی دوسرا چارے کی طرف بڑھا۔ آیت نے قدموں کی آواز قریب آتی محسوس کی تو دم سادھ لیا جانے کیا سوچ کر ان میں سے ایک بولا۔
''پرکاش آ جا ادھر آپ بس کیا گھاس کھائے گا؟'' آنکھ دبا کر شرارت سے چھیڑا۔ چارے کے قریب کھڑا لڑکا مسکرا دیا۔
''بھوک اتنی ہے کہ دل چاہتا ہے کہ آج گھاس بھی مل بیٹھ کر کھا لیں مگر پھر سوچتا ہوں گھاس سے پیٹ کیا بھرے گا۔'' چارے کے قریب کھڑا شخص ہنسا اور چارے کو ہاتھ کے دباؤ سے جانے کیا محسوس کرنا چاہا تھا۔ بزرگ نے ان کی حرکت دیکھ کر بھی منع نہیں کیا وہ ان کے شک کو ہوا نہیں دینا چاہتا تھا۔ ان منچلوں کا ٹولہ اِدھر اُدھر کی ہانک کر شاید بٹ جاتا یہی سوچ کر بزرگ نے ان سے الجھنا مناسب نہ جانا تھا۔ پرکاش نے گھوم کر دوسری طرف جا کر چارے کو ٹٹولا۔
''دھت تیرے کی بڈھے چارے میں چاند چھپا لاتا تو تیرا کیا بگڑ جاتا؟ ہمارا بھلا ہو جاتا رات کی تاریکی ہی ختم ہو جاتی مگر سالا تو کیوں کرنے لگا ہمارا فائدہ۔'' پرکاش زور سے ہنسا تو دوسرے بھی ہنسنے لگے۔

''چارے میں چاند' واہ کھڑے کھڑے کیا کویتا کہہ دی۔'' ایک نے بھرپور انداز میں سراہا۔ پرکاش ہنستا ہوا آگے بڑھنے لگا پھر جانے کیا سوچ کر رک گیا آیت نے اس پرکاش کی آواز دور جاتے اور پھر دوبارہ وہیں رکتے سنی تو دل تیزی سے دھڑکنے لگا خوف حد سے بڑھ گیا۔

''یا اللہ مدد اپنے رسول ﷺ کے صدقے آج میری آبرو کو بچالے۔ ان درندوں کو دفعان کردے یہاں سے۔'' آیت نے اپنے رب سے دل سے دعا مانگی تھی۔

محبت بہت طاقت ور شے ہے اتنی طاقت ور کہ وجود کو جکڑ کر حرکت کرنے کے قابل نہیں رہنے دیتی' محبت کا ایک داؤ ایسا زور آور ہوتا ہے کہ فیصلہ ہوتے دیر نہیں لگتی اور شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی جو ہوا تھا اس کا باعث محبت ہی تھی۔ عشق مجازی نے عشق حقیقی کی راہ دکھائی تھی اور محبوب کا جلوہ دیکھنا بے معنی ہوگیا تھا۔ وجود پر ایسا وجد طاری تھا کہ پورا وجود مسرور سا محسوس رہا تھا۔ کسی کا آنکھوں کے سامنے ہونا جیسے کوئی فرق نہیں محسوس ہونے دیتا آنکھیں بند ہوتی تو ہزارہا جلوے دکھائی دیتے اور دل کی آنکھ محبوب سے اس طور باندھ دی کہ رابطہ ٹوٹتا نہیں وجد بڑھتا ہے سرور دل کو محبوب سے منسلک رکھتا ہے۔ محمد جہانگیر نے گہری سانس لی اور دروازے پر دستک دی تھی۔

''کون ہے؟ دروازہ کھلا ہے آجاؤ۔'' ماں کی آواز جیسے روح تک کو سرشار کرگئی تھی۔ جہانگیر کو شرمندگی نے آن گھیرا ہمت نہ ہوئی کہ دروازے سے اندر قدم رکھے اس نے ہمت کرکے دروازے کے دونوں پٹ دھکیلے اور دروازہ کھل گیا۔ جہانگیر نے دیکھا اماں چولہے کو جلانے کو پھونکنی سے پھونک مار رہی تھیں اور باپو قدرے فاصلے پر بیٹھے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔

''آ گیا تو کیسر لے کر' تیرے چاچا کا دل کھیر کھانے کا تھا۔'' ماں نے پھونکنی اٹھا کر ایک طرف رکھتے ہوئے آنے والے کو دیکھنا چاہا اور نظر ساکت رہ گئی دہلیز پر اپنا بیٹا کھڑا دیکھنا جیسے خواب لگا۔ انہوں نے پلکیں جھپکیں یقین کرنا چاہا۔ اسی اثناء میں باپو کی نظر بھی اس پر پڑی محمد جہانگیر نے قدم اندر رکھ دیے۔

''رجت......'' ماں کا دل پسیج گیا' دوڑتی ہوئی اس کی طرف آئی اور اسے ساتھ لپٹالیا۔

''مجھے امید تھی تو لوٹ کر ضرور آئے گا۔'' ماں نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ ماں کا لمس وجود میں کیسی توانائی سی بھر دیتا ہے۔ خالی وجود ایک لمحے میں بھرتا محسوس ہوتا ہے۔ ماں کی خوشبو نے سکون سا بھر دیا تھا۔

''میرا بچہ۔'' ماں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ رجت سنگھ کی آنکھیں بھی بھیگنے لگیں۔ ماں کے پلو میں کئی آنسو چپ چاپ جذب ہوگئے تھے۔

''تیرے دم سے ان آنکھوں میں روشنی ہے جھلے۔ ورنہ سب اندھیرا ہے۔'' ماں نے آنسوؤں کے درمیان کہا۔ رجت کو اپنا آپ بہت چھوٹا اور نافرمان لگا۔

''کیا فائدہ ایسی ریاضت کا جو ماں باپ کی آنکھوں میں آنسو لائے۔ کیا یہ کوششوں پر پانی پھیرنے کو کافی نہیں' تمام اچھائی دھری رہ جاتی ہے۔ ماں کا دل گویا خدا کا گھر ہے کون گستاخی کرسکتا ہے ماں کے دل کو خفا کرنے کی؟'' سماعت میں کرم دین چاچا کی آواز گونجی اور اس کو مان لینا پڑا کہ ان کا حرف بہ حرف سچا تھا۔

''اگر ماں باپ راضی نہ ہوں تو اللہ کی رحمتیں بھی منہ موڑ لیتی ہیں پتر۔ کیسے ممکن ہے کہ تم اپنے رب کو تو راضی کرو اور ماں باپ کے دل راضی نہ ہوں۔'' کرم دین چاچا کی آواز سماعت میں گونجی تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔

کمرے کی کھڑکی سے چاند صاف دکھائی دے رہا تھا۔ فاطمہ بی بی چپ چاپ اس چاند کو تکتی رہیں۔ ذہن و دل یکجا ہوئے' جانے کیوں وقار الحق کے ساتھ بندھنے لگے تھے۔ کیسا رابطہ تھا یہ؟ کیسا واسطہ تھا جو متاثر نہ ہوتا تھا اور اتنی دوریوں کے باوجود' بے اعتنائیوں کے باوجود دل ان کو سوچنے پر مجبور تھا۔ محبت ایسی حماقتیں کیوں کرتی ہے' دل ایسی تاویلیں دے کر قائل کیوں کرتا ہے اور محبت بدظن کیوں ہونے نہیں دیتی؟ فاطمہ بی بی کوئی جواب نہ ڈھونڈ پائیں مگر نواب زادہ وقار الحق کے تمام برے رویوں کے باوجود اب بھی وہ دل میں بہت گنجائش رکھتی تھیں۔ ایک لمحے میں دھیان اس طرف گیا تھا کہ سب بدلنے لگا۔

''ہمارا دل آپ سے متنفر کیوں نہیں ہوتا؟ ہم آپ کے خلاف کیوں نہیں جاتے۔ اب جبکہ ہم جانتے بھی نہیں آپ کہاں ہیں اور ہم سے کوئی تعلق رکھنا چاہتے ہیں کہ نہیں' ہم آپ کے ہی متعلق کیوں سوچ رہے ہیں۔ آپ جانے ہمیں دوبارہ مل بھی سکیں گے کہ نہیں' ہم نہیں جانتے مگر ہم آپ کی سمت آنکھیں بند کرکے سفر کررہے ہیں اور کرتے رہیں گے' ہمارا ہر قدم آپ کی طرف اٹھتا ہے اور اٹھتا رہے گا۔ آپ ہی ہمارا سفر ہیں اور آپ ہی منزل۔ نہ ہم آپ کے بنا زندگی کا تصور نہیں کرسکتے ہیں' ہم آپ کی طرف سفر جاری رکھیں گے' ہماری نگاہ بس آپ کو ڈھونڈے گی اور ہر سانس آپ کی منتظر رہے گی۔ ہم آپ سے بدگماں نہیں ہوسکتے محبت ہمیں بدگمان ہونے ہی نہیں دیتی' آپ ضرور پاکستان پہنچ گئے ہوں گے اور ہمیں پاکستان جاکر وہاں تلاش کرنا ہے۔ ہمیں امید ہے آپ کی نگاہ بھی ہر سمت ہمیں ڈھونڈے گی آپ کی محبت سمندر جیسی ہے اور ہم آپ کی محبت پر مکمل حق رکھتے ہیں۔ دل آپ سے ربط میں جڑا ہے۔ یہ دوریاں یہ فاصلے اور تعلق کا نہ ہونا معنی نہیں رکھتا۔ دلوں کے درمیان بظاہر دکھائی دینے والے واسطوں' وسیلوں اور رابطوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دل اپنے حوالے آپ رکھتا ہے۔'' سوچیں تھم نہیں رہی تھیں۔ نظریں ساکت سی چاند کی طرف تک رہی تھیں۔ چہرے میں اٹھتی ٹیس محسوس ہوئی تو سوچوں کا سلسلہ تھم گیا۔

''ہم ویسے دلکش نہیں رہے نواب زادہ وقار الحق اگر حسن بدستور ویسا دلکش نہیں رہا تو کیا آپ کی محبت کے معنی بدل جائیں گے۔'' ایک لمحے کو دل کچھ اور سوچنا بھول گیا تھا۔

خاموشی میں دعاؤں کا سلسلہ نہ تھمنے والا تھا۔ آیت اپنی عزت کے لیے کسی بھی اقدام سے نبٹنے کو تیار تھی۔ کسی بھی طور اسے خود کو بچانا تھا۔ اس نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ اگر یہ اوباش ٹولہ اس پر حملہ آور ہوا تو اس نے کیا کرنا ہے۔ بزرگ نے درانتی چارے کے نیچے دبادی تھی اور اتفاق سے وہی درانتی آیت کے ہاتھ آگئی تھی۔ وہ دم سادھے ان کے ممکنہ حملے پر چوکنا بیٹھی تھی۔

''یا اللہ مدد یا مولیٰ آج ان درندوں سے بچالے۔ اس افتاد کو کہیں دفعان کردے اس خطرے کو ٹال دے۔ اگر نہیں تو میں اپنے ہاتھوں اپنی جان لینے سے گریز نہیں کروں گی۔ اگرچہ خودکشی حرام ہے اور میں ایسی موت مرنا نہیں چاہتی مگر اس کے سوا چارہ نہ ہو تو اپنی جان' اپنی عزت پر قربان کردوں گی۔ میرے رب اس اقدام کے لیے معاف کرنا۔'' آیت نے درانتی ہاتھ میں لے کر سختی سے آنکھیں میچ لیں قدموں کی آواز قریب ترین ہوئی۔

''میرے مولیٰ۔'' آیت کے لبوں سے سسکی نکلی۔

محمد جہانگیر نے اپنے اندر کے اس احساس کو قدرے ہلکا ہوتے محسوس کیا تھا جو ماں باپ کی نافرمانی کرکے بوجھ دل پر آن پڑا تھا۔ وہ قدرے سرکتا محسوس ہوا تھا۔

''میرے مولیٰ اس خطا کے لیے معاف فرما۔'' جہانگیر نے باپو کے قدموں کو ہاتھ لگاتے ہوئے اپنے رب سے اس نافرمانی کی معافی چاہی۔ باپو نے اسے شانو سے تھام کر کھڑا کیا مگر کچھ بولے نا ساتھ لگا کر بھینچا۔

''معافی دے دو باپو..... میں نے آپ کے حکم کو مانا نہیں مگر میں نے وہ کیا جو مجھے بہتر لگا۔'' جہانگیر نے مدہم لہجے میں کہا تو باپو نے نگاہ پھیری گویا کوئی بات نہ کرنا چاہتے تھے۔ جہانگیر کا دل گھٹنے لگا۔ اس نے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔

''باپو آپ کے خلاف جا کر شرمندہ نہیں مگر آپ کو ناراض کر کے بے چین ضرور ہوں' معاف کر دو باپو آپ کو خفا کر کے اپنے خدا کو راضی نہ کر پاؤں گا۔'' جہانگیر کے لہجے میں درخواست تھی باپو نے خاموشی سے دیکھا پھر آہستگی سے بولے۔

''اپنے خدا کے ڈر سے ہمیں منانے آ گیا۔ اگر تیرا خدا اس پر خفا نہ ہوتا تو آج تو ہمارے سامنے کھڑا معافی نہ مانگ رہا ہوتا ناں؟'' باپو نے صاف جتایا۔ جہانگیر نے سر نفی میں ہلایا۔

''اپنے خدا کی خفگی کا خوف نہیں باپو میرا رب اپنے بندوں کی ایک معافی پر رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے بشرط کہ بندہ دل سے معافی طلب کرے' یہ کسی ڈر کے باعث نہیں اس فرض کے باعث ہے جو مجھ پر عائد ہوتا ہے۔ باحیثیت اولاد مجھ پر فرض ہے کہ آپ کی سنوں اور مانوں' چاہے آپ کسی بھی عقیدے کے پیروکار ہوں اور کسی بھی خدا کو مانتے ہوں۔'' جہانگیر نے کہا تو باپو مسکرا دیے۔

''کتنے خداؤں کی پیروی کروں گے؟ کس خدا کو خوش کرنے کی کوشش میں خوار ہوں گے' اپنے نظریات میں خدا کے وجود کو گم مت کرو' خدا کے ڈر سے بھاگتے یہاں تو پہنچ گئے ہو رجت سنگھ مگر یہ بھول گئے ہو کہ سب کا خدا تو ایک ہے اور وہی خدا اس دنیا کے نظام کو چلا رہا ہے۔ ہم دنیا کے لوگ مفاد پرستی میں گر کر ایک خدا کو لکیریں کھینچ کر الگ الگ خانوں میں بانٹ لیتے ہیں مگر خدا ایک ہی رہتا ہے اس کا وجود ہماری پہچان پر منحصر نہیں کرتا کیونکہ انسانی عقل محدود ہے اور کم عقل ہمیں خدا کی ذات کو سمجھنے میں مدد نہیں دیتی۔'' باپو کی بات سن کر اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

''باپو میں آپ کی اور ماں کی ذمہ داری سے بھاگنا نہیں چاہتا مگر مجھے پاکستان جانا ہے۔'' جہانگیر نے خواہش کا اظہار کیا تو باپو مسکرا دیے اور مدہم لہجے میں بولے۔

''جگہ تیری منتخب کردہ ضرور ہو سکتی ہے رجت سنگھ مگر خدا کا وجود تو ہر جگہ ہے ناں؟'' انہوں نے گویا جتایا تھا۔ جہانگیر ان کو سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ ان کو ہمراہ لے جانا چاہتا ہے مگر وہ سمجھا نہیں پا رہا تھا۔ باپو نے اسے شانوں سے تھام کر بٹھایا اور ماں کو لسی لانے کو کہا۔

''پتر لے لسی پی لے۔'' باپو اس کے سامنے براجمان ہوئے اور جہانگیر خاموشی سے انہیں دیکھنے لگا۔

''تو پاکستان جانا چاہتا ہے؟'' باپو نے پوچھا جہانگیر نے فوری طور پر کچھ نہ کہا۔

''باپو میں چاہتا ہوں آپ اور ماں میرے ساتھ پاکستان چلو۔'' باپو مسکرا دیے۔

''سرحدوں میں کیا رکھا ہے پتر' کیا رشتے سرحدوں سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ تم بھول رہے ہو بٹوارا زمین کا ہوا ہے دین یا رشتوں کا نہیں۔ تو ہمارے لیے ہمیشہ ہمارا پتر رہے گا چاہے تو سرحد پار رہے۔'' باپو کے حلیم لہجے میں بیٹے کے لیے محبت عود کر آئی تھی جہانگیر فوری طور پر کچھ نہ بول سکا تھا۔

رات کی تاریکی میں بھاگنا خطرے سے خالی نہ تھا مگر وہ تاریکی کا فائدہ اٹھا کر بھاگ ضرور سکتی تھی۔ کہیں چھپ

سر ور سکتی تھی۔ آیت پورے طور پر تیار تھی جب بلوائی نے چارے کو زمین پر پٹخنے کو ہاتھ اٹھایا اور دوسرے نے فوراً روک دیا۔

''چھوڑیار وقت کیوں ضائع کرتا ہے اس بزرگ پر رحم کھاتے ہیں جاؤ بابا جی چلتے پھرتے نظر آؤ کیا یاد کرو گے کیسے ساہوکاروں سے واسطہ پڑا۔'' ایک نوجوان نے کہا تو پرکاش کو اپنے بھی قدم واپس موڑنے پڑے۔

''بھگوان کی سوگند آج اس بڈھے کو اسی زمین میں گاڑھ دیتا اگر تو نہ روک دیتا۔ ایک اونچی ذات کے ہندو نے امت کر کے ہمارے ہاتھ باندھ دیے۔'' پرکاش نے جان چھوڑنے پر پیچ وتاب کھا کر کہا اور بزرگ کو بیل گاڑی آگے بڑھانے کو کہا دعائیں مستجاب ہونے پر آیت نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا اور بیل گاڑی کے آگے بڑھنے پر گہری سانس خارج کی' بیلوں کے گلے میں موجود گھنٹیاں پھر سے فضا میں گونجنے لگیں اور ساتھ ہی بزرگ کی آواز میں بھی وجد بڑھنے لگا تھا۔

سچ کہواں تے بھانبڑ مچ دا سے
جوٹھ اکھیاں کچھ نہ بچ دا اے
جی دوہاں گلاں توں مچ دا اے
بچ بچ کے جبھا کہندی اے
منہ آئی بات نہ رہندی اے
ایہ تلکن بازی ویڑا اے
ٹھم ٹھم کے ٹرو اندھیرا اے
وڑ اندر دیکھو کیہڑا اے
کیوں خلقت باہر ڈھونڈیندی اے
منہ آئی بات نہ رہندی اے
جس پایا بھیت قلندر دا
راہ کھو جیا اپنے اندر دا
اوہ واسی ہے سکھ مندر دا
جتھے کوئی نہ چڑھدی لہندی اے
منہ آئی بات نہ رہندی اے

آیت اس آواز میں چھپے بھید کو کھوجنے کو مچلی' اس بزرگ نے جس طرح اسے خاموشی سے مدد دی تھی اس میں کیا اسرار تھا؟ اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد کی درخواست کو فوری سنا اور کسی کو مدد کے لیے روانہ کر دیا۔ یہ بزرگ واقعی خدائی مدد گار تھے۔

اک لازم شرط ادب دی اے
سانوں بات معلوی سب دی اے
ہر ہر وچ صورت رب دی اے
کتے ظاہر کتے چھپدی اے
منہ آئی بات نہ رہندی اے

اسان پڑھیا علم تحقیق اے
اوتھے اکو حرف حقیقی اے
ہور جھگڑا سب ودھکلی اے
ایویں رولا پایا پنیدی اے
منہ آئی بات نہ رہندی اے

فضا میں ایک سکون تھا اور دل پر مطمئن تھا آیت نے ایک بار پھر سکون سے آنکھیں موندلیں تھیں۔

"اماں فکر نہ کریں سو جائیں میں جاگ رہی ہوں یہاں کوئی خطرہ نہیں۔" اس خاتون نے تاج بیگم کو جاگتے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تو تاج بیگم نے سر ہلادیا۔

"بیٹا ہمارے لیے آرام کہاں جب تک ٹرین میں سوار نہ ہوجائے دھڑ کا تو جی کو لگا ہی رہے گا۔ اپنا تو وہ معاملہ ہے ایک ہاتھ سر پر دوسرا ہاتھ جگر پر جاتا رہنا نہیں ہے اندیشہ اور جگہ بناتی ہے نہیں بیٹھو گے کسی ٹھور بیٹا کیا کہیں کا نڑے کے بیاہ کو سو سو جوکھوں گویا کایا گشت ہے جان جوکھوں نہیں تمہارا بڑا اسہارا رہا ورنہ آج کس کا اعتبار زوہ سیانے کہتے ہیں ناں ایک آنکھ میں لہر بہر ایک میں خدا کا قہر ایک آنکھ میں شہد ایک میں زہر' قرب قیامت ہے۔ بس کسی سے کیا شکوہ کریں' اپنا حوصلہ بس آپ بنا ہے۔ بیٹا اس ویرانے میں تجھے مددگار بنا کر بھیجنے والا وہ مولیٰ ہے جو دلوں کے راز بخوبی جانتا ہے' وہ اپنے گناہ گاروں اور نیک دونوں بندوں پر اپنی رحمتوں کے دروازے برابر کھولتا ہے۔ تیرا شکریہ کہ تو نے اپنے گھر رکھا اور مدد کی۔ ورنہ آج کے اس دور میں جب ایک دوسرے کا گلے کاٹ رہے ہیں' کسی سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے۔" تاج بیگم نے کہا تو خاتون مسکرادی۔

"ہم نے اپنی دانست میں کوئی بڑا کام نہیں کیا خیر آپ کو آگاہ کرنا تھا کہ صبح تیار رہیے گا ہم نے اپنے بھائی کو آگاہ کردیا ہے وہ صبح آپ کو کسی محفوظ مقام پر چھوڑ آئیں گے فکر مت کیجیے اللہ کوئی نہ کوئی سبب ضرور بنائے گا۔ مشکل گھڑیاں آزمائش بن کر آتی ہیں۔" اس خاتون نے اطمینان بڑھادیا تھا۔ تاج بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں شکریہ ادا کیا تھا۔

عشق بے ترتیب
اجتناب کرتا شش و پنج میں مبتلا
کہنے کو حرف ڈھونڈتا
تردد کرتا' تذبذب میں کھڑا
ٹوٹی کھڑکیوں میں جھانکتا ناگفتہ بہ
در پردہ بات کرتا
رشتہ دل میں گرہ لگاتا
امیدیں باندھتا توڑتا
حیلے ڈھونڈتا' بہانے کرتا
متزلزل و متذبذب

کہنے کو حرف ڈھونڈتا
تردد کرتا' تذبذب میں کھڑا
ٹوٹی کھڑکیوں سے جھانکتا ناگفتہ بہ
عشق بے ترتیب

ہر قدم' ہر لمحہ دور لیے جارہا تھا' پاکستان کی طرف دوڑتی ٹرین جدائیوں کی کہانیاں لکھ رہی تھی۔ نواب زادہ وقار الحق ملال ہورہے تھے' ہجر چپ چپ جیسے دیواریں اٹھا رہا تھا۔ دانستہ سفر کا آغاز کیا تھا۔ دانستہ راستوں کو بانٹا تھا۔

"ہمیں نہیں خبر ہم کبھی مل سکیں گے کہ نہیں فاطمہ ناظم الدین مگر ہم آپ کا انتظار ہمیشہ کریں گے۔ ہمیں یقین ہے جدا ہونے والے راستے ایک دن ضرور یکجا ہوں گے۔" وقار الحق نے مثبت سوچ کا ہاتھ چھوڑنا نہیں چاہا تھا اگر وہ خود ہاتھ چھڑا کر نکل آئے تھے' اگر جاکر درخواست کرتے تو فاطمہ بی بی انکار نہ کرتیں مگر جانے کیوں وہ شک میں مبتلا رہے اور ہاتھ تھامنے کی کوشش نہ کرپائے۔

"اگر ہم مل نہ سکے تو آپ کو پھر بھی خوش دیکھنے کے متمنی رہیں گے۔ ہم آپ کی خوشیوں کے لیے دعا گو رہیں گے۔" وقار الحق نے گہری سانس خارج کی۔

ٹرین پاکستان کے قریب تھی تو جانے کیوں دل مسل رہا تھا۔ رہ رہ کر یہ احساس کچوکے لگا رہا تھا کہ انہوں نے فاطمہ بی بی کو گنوادیا اور اب وہ کبھی نہیں ملے گیں۔

وہ حسن وہ رعنائی...... وہ دلکشی...... وہ حسین چہرہ نظروں میں رہا تھا اور سوچ دامن چھوڑ نہ رہی تھی۔ فاطمہ بی بی کے ہمراہ گزرے پل چاہے وہ خوشیوں سے عبارت رہے یا تلخی سے۔ نگاہوں میں گھوم رہے تھے۔

اب نہیں ملیں گے تو کیا ہوگا؟
زمانے رکیں گے یا وقت گزر جائے گا؟
یا جگنوؤں کی روشنی تاریکی میں گم ہوجائے گی
یا چاند کی ضیاء ماند پڑ جائے گی
یا تاریکی طویل ہوکر سیاہ رات بن جائے گی
یا عمر ڈھل جائے گی اور سب فنا ہوجائے گا؟

وقار الحق نے کرب سے آنکھیں میچی تھیں جب ٹرین کی رفتار سست پڑتی محسوس ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ہی بلا کا شور اٹھا تھا کیا ہوا تھا؟ فوری طور پر کچھ سمجھ میں نہ آیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

www.naeyufaq.com

شام پھلے سے

ماوراطلحہ

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

ابھی کچھ دیر باقی ہے خزاں کے بیت جانے میں
خوشی کے گیت گانے میں بہاروں کے زمانے میں
سحر کے جگمگانے میں تمہارے لوٹ آنے میں
گلوں کے مسکرانے میں بہاروں کے زمانے میں

کمرے میں سورج کی روشنی کھڑکیوں کی جالی سے چھن کر آرہی تھی۔ کرنیں آئینے سے منعکس ہوکر وہاں موجود نفوس کے چہروں کو روشن کررہی تھیں۔ وہاں کا منظر خوب صورت تھا لیکن چہروں کے تاثرات کسی کشیدگی کا پتا دے رہے تھے۔

''تم آگ کے دہانے پہ کھڑے ہو۔'' ان کے لہجے میں غصہ تھا۔

''کتنے مزے کی بات ہے ناں کہ وہ آگ بھی میرے اپنوں کی لگائی ہوئی ہے۔'' اس نے تلخی کہا' شاید وہ بکھرا ہوا بھی تھا۔

''میں تمہیں اس سب کی اجازت نہیں دے سکتی۔ ایک مرے ہوئے انسان کے لیے تم زندہ رشتوں کو درگور نہیں کرسکتے۔'' انہوں نے حتمی لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا۔

''آپ سمجھ کیوں نہیں رہی ہیں؟'' اس نے زچ ہوکر کہا۔

''کیونکہ جو تم سمجھانا چاہ رہے ہو وہ کسی طرح ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ اب بھی اپنی بات پہ قائم تھیں۔

''اگر آپ بھی دوسروں کی طرح صحیح اور غلط کا فیصلہ خود کرنا چاہتی ہیں تو پھر میری ایک بات یاد رکھیے گا۔ مثبت اور منفی کا سامنا حساب میں ہو یا زندگی میں نتیجہ ایک ہی (کا) ہے۔ یہ دونوں کبھی ایک نقطے پہ جمع نہیں ہوسکتے سوائے اس کے کہ دوسرے کو بھی بدل ڈالیں۔'' وہ بات ختم کرتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

یہ اب ان پہ منحصر تھا کہ انہیں کس طرف جھکنا تھا۔ رشتے بچانے تھے یا ممتا کی پکار پہ کان دھرنے تھے۔ دنیا سے جانے والے کی آخری خواہش پوری کرنا یقیناً کار ثواب تھا لیکن انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس راستے پہ چلتے ہوئے ان پہ صرف سنگ باری ہوسکتی تھی۔ وہ معتوب ٹھرائی جاسکتی تھیں۔ فیصلہ مشکل تھا لیکن ناممکن نہیں۔

دھوپ بہت دنوں بعد اپنی جھلک دکھارہی تھی لیکن اس میں تیزی نہیں تھی اس لیے زمین کا گیلا پن بھی خشک نہیں ہو پایا تھا۔ ٹھنڈی ہوا دھوپ کی حدت زیادہ ہونے نہیں دے رہی تھی۔ وہ تاخیر سے اٹھی تھی اس لیے ناشتہ بھی بہت دیر سے کیا تھا۔ سردی کے باعث بستر سے نکلنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا لیکن اسے محسوس ہوا کہ دھوپ میں تیزی آگئی ہے اسی لیے بستر چھوڑ کر کمرے سے نکل آئی تھی۔

''عائشہ...... ایسے کیوں باہر نکل آئی؟ سردی سے بیمار ہوجاؤ گی واپس جاؤ اور کوئی شال اوڑھ کر آؤ۔''

''امی...... کچھ نہیں ہوتا اور ویسے بھی اب دھوپ نکل آئی ہے۔'' اس نے ان کی فکر مندی کو سنجیدگی سے نہیں لیا۔

''میں نے کہا ناں کچھ پہن کر آؤ اور ویسے بھی دھوپ برائے نام ہی ہے۔ اتنی تیز ہوا ہے کہ دھوپ محسوس ہی نہیں ہورہی۔'' اس کی بات ماننے کے بجائے وہ سختی سے بولیں۔

وہ اب کے بنا کچھ بولے واپس کمرے میں چلی آئی اور سامنے رکھی امی کی شال اوڑھ کر باہر نکلی تو ان کو اسی جگہ کھڑا پایا۔ اس نے کندھے اچکائے جیسے پوچھنا چاہ رہی ہو کہ اب کیا ہوا؟

''آپا جی پوچھ رہی تھیں تمہارا' اس لیے جاؤ پہلے انہیں سلام کر آؤ۔'' انہوں نے اس کے کندھے اچکانے کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا۔

''اس وقت کہاں ہیں وہ؟'' وہ جانتی تھی انکار کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے شرافت سے ان کے متعلق پوچھا۔

''دھوپ میں بیٹھی ہوں گی یا پھر نزہت کے پاس بیٹھی ہوں۔'' انہوں نے ممکنہ جگہیں بتائیں۔

''ٹھیک ہے میں پہلے ان سے مل کر آتی ہوں تب تک آپ بھی فارغ ہو جائیں پھر دھوپ میں بیٹھ کر مالٹے کھائیں گے۔'' وہ ان سے کہنے کے بعد فوراً اپنے پورشن سے نکل کر صحن میں آگئی۔

اس کی نگاہوں کے سامنے طویل صحن تھا جس کو تین حصوں نے گھیر رکھا تھا۔ صحن کے دائیں جانب منیر احمد کا پورشن تھا۔ درمیان میں کبیر احمد کا پورشن جو کہ عرصہ دراز سے اپنی بیوی بچوں کے ساتھ بیرون ملک مقیم تھے۔ ان کا پورشن آپا جی بند رکھتی تھیں۔ بس وہ ایک کمرہ کھلا رہتا جس میں خود ان کا قیام تھا۔ پورشن کا باقی حصہ صرف دو صورتوں میں کھلتا ایک جب کبیر احمد گرمیوں کی چھٹیوں میں رہنے آتے یا جب آپا جی نے پورشن کی صفائی کروانا ہوتی تھی۔ صحن کے بائیں طرف امیر احمد کا پورشن تھا اور باقی حصہ خالی تھا۔ پھوپو خام گو کہ اپنے گھر کی تھیں لیکن ان کا بھی اس گھر میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ صحن کی وسعت اتنی تھی کہ گرمیوں کی گرم راتوں میں وہ سارے گھر والے آسمان کی چھت تلے پُرسکون نیند سوتے تھے۔ ان کے پورشن کی

جانب لگا ناشپاتی کا درخت اور اس کا پھیلاؤ بھی رقبے کو کم نہیں کرتا تھا۔ صحن میں آپا جی کہیں نہیں تھیں۔ وہ سیدھا چاچی کے پورشن کی جانب چلی آئی تھی۔

"آپا جی...... آپ یہاں چھپ کے بیٹھی ہیں؟" اس نے ان کے سفید بالوں والے سر کو چومتے کہا۔

"تمہاری صبح ہوگئی؟" وہ بھی کہاں اسے چھوڑنے والی تھیں۔

"میں نے تو شکر ادا کیا ہے کہ سردی کے اتنے خوفناک دنوں میں یہ چند چھٹیاں ملی ہیں ورنہ کون پاگل ہوگا جو ان دنوں میں بھی گرم گرم بستر کا مزہ چھوڑے گا؟" اس نے ان کے اعتراض کو کہاں قابل غور سمجھا۔

"میں نے تو تمہاری ماں کو کہا تھا چار دن پڑھائی کو اللہ حافظ کہہ کے گھر بیٹھی ہے تو کچھ گھر داری سکھاؤ مگر نہ وہ سمجھتی ہے اور نہ تم۔" وہ تو جیسے بھری بیٹھی تھیں ایک دم اسے سب سنانے لگیں۔

"آپا جی...... سب سے پہلے میں اب کالج میں نہیں ہوں بلکہ یونیورسٹی میں ہوں اور دوسرا مجھے سب کچھ آتا ہے آپ اور کیا سکھانا چاہتی ہیں؟" اتنا اسے کسی بات سے دکھ نہیں ہوتا تھا جتنا کالج کا نام سن کے ہوتا تھا۔ دن رات کی محنت کے بعد یونیورسٹی پہنچی تھی اور سب ابھی تک کالج کالج کرتے رہتے تھے۔

"تیرا میرا غم اک جیسا صنم۔" اک کونے میں بیٹھے مٹھو نے بول کر اپنی موجودگی کا احساس کروایا۔

"تمہیں کون سا غم لگ گیا؟" وہ گھر میں سب سے چھوٹا تھا اس لیے تقریباً سب کے عتاب کا نشانہ بنتا تھا۔ عائشہ سے ہی اس کی بنتی تھی۔

"میٹرک پاس کرلیا ہے لیکن پھر بھی اماں اور آپا جی کے طعنے ختم نہیں ہوتے۔" اس نے منہ بسورتے ہوئے اپنا دکھڑا سنایا۔

"ہاں...... جو تین سال لگائے وہ کس کھاتے میں جائیں گے؟" نزہت چچی سے رہا نہیں گیا تو فوراً بولیں۔

"تین سال تو اس لیے لگائے کہ زیادہ نمبر لے سکوں۔" اس نے ایک نئی منطق نکالی جس پہ عائشہ کا قہقہہ بے ساختہ بلند ہوا۔

"میری قسمت میں ہی نالائق اولاد لکھی ہے۔ عائشہ کو دیکھو اتنا پڑھ لکھ گئی۔ کبیر بھائی کے بچے تو ویسے ہی بدیسی زبان بولتے ہیں اور میرے دو نمونے ہیں میٹرک پہ گاڑی پھنسا کے بیٹھے ہیں۔" نزہت چچی کا یہ غم بہت بڑا تھا اور اکثر اس کا نشانہ ان کے بچوں کے ساتھ ساتھ عائشہ بھی بنتی تھی۔

"تم لوگ اپنی کہانیاں شروع کرلیا کرو، میری بات تو جہاں کی تہاں رہ گئی۔" آپا جی نے غصے سے کہا اور لاٹھی پکڑتے ہوئے جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

ان کا نام تو بلقیس خاتون تھا لیکن مشہور وہ "آپا جی" کے نام سے تھیں۔ گاؤں میں میکے اور سسرال ہونے کے باعث ہر شخص انہیں جانتا تھا۔ خاندان کی بڑی بہو ہونے کے سبب ہر کوئی انہیں آپا جی کہہ کر بلانے لگا تھا۔ سب کے دیکھا دیکھی ان کے بچے بھی یہ ہی کہنے لگے اور اب بچوں کی اولادوں کے لیے بھی وہ آپا جی ہی تھیں۔

"عائشہ...... تم جا کر انہیں دیکھو۔ دیکھنے کو لاٹھی لے کے چلتی ہیں لیکن اسی لاٹھی سے سب کو ہانک بھی سکتی ہیں۔" سارے ٹھیک کہتے تھے نزہت چچی کی زبان کے آگے خندق تھی۔

وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ آپا جی بہت سخت مزاج کی حامل تھیں۔ ان کا رویہ بہوؤں کے ساتھ کچھ خاص اچھا نہیں تھا۔ بیٹوں کی اولاد پہ بھی خاصا رعب تھا لیکن اس سب کے باوجود وہ ان کی برائی نہیں سن سکتی تھی۔ وہ جتنے اچھے مزاج کے ساتھ باہر نکلی تھی اتنی ہی بدمزہ ہوگئی تھی۔ آپا جی یقیناً اپنے کمرے میں چلی گئی تھیں اور اس وقت ان کے پیچھے جانا اپنی موت کو دعوت دینا تھا۔ وہ واپس اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا...... ایسے منہ کیوں لٹکایا ہوا ہے؟" امی اسے دیکھ کر چونک گئیں۔

"کچھ خاص نہیں بس ایسے ہی۔" وہ امی کو بتا کر پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے بات بدل گئی۔

"اچھا یہ ٹوکری میں مالٹے رکھے ہیں، تم یہ لے کر چھت پہ چلو میں بھی آتی ہوں۔" انہوں نے بھی زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

ایک طرف باغات کا سلسلہ تھا تو دوسری طرف زمین خالی تھی جہاں فصل لگانے کے لیے زمین تیار کی جارہی تھی۔ ٹریکٹر چلنے کی آواز نے ماحول میں عجیب شور برپا کررکھا تھا۔ دونوں اطراف کے درمیان سے ایک چھوٹی نہر گزر رہی تھی اور اس نہر کے اوپر بنے لکڑی کے پل پہ وہ کھڑا تھا۔ شلوار قمیص پہ گرم چادر اوڑھنے کے باوجود سردی کی شدت جوں کی توں تھی اسی لیے ایک جگہ رکنے کی بجائے وہ مسلسل چل رہا تھا تاکہ جسم گرم رہے اور خنکی کم محسوس ہو۔ وہ یہاں کھڑا دونوں طرف نظر رکھے ہوئے تھا۔ اسی مصروفیت میں اسے دور سے کوئی آتا دکھائی دیا اور چند ثانیے میں وہ آنے والے کو پہچان گیا۔ اس کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ رینگ گئی کیونکہ آنے والا عبداللہ تھا۔ اس کا پھوپی زاد ہونے کے ساتھ ساتھ بچپن کا ساتھی، یار دیرینہ، ہم راز اور ہمدم۔ اسے قریب آتے دیکھ کر وہ بھی آگے بڑھا تھا۔

"آج یہاں کا رخ کیسے کرلیا؟" اس سے گلے ملتے ہوئے شکوہ بھی کرگیا۔

"تم جو چاند بننے کی پوری کوشش کررہے ہو تو میں نے سوچا میں ہی دیدار کرا آؤں۔" اس نے بھی فوراً جوابی وار کیا۔

"بس یار کیا بتاؤں اس بار برا پھنس گیا ہوں۔" اس سے علیحدہ ہوتے ہوئے اس نے کہا۔

"کیوں...... ایسا کیا ہوگیا ہے؟" وہ ایک دم چونکا۔

"یار زاہد بھائی کی سالی کی شادی ہے اور وہ اسی سلسلے میں اپنے سسرال میں مصروف ہیں۔ ان کی غیر موجودگی میں یہ سارا کام مجھے دیکھنا پڑ رہا ہے۔ ایک طرف باغوں سے پھل اتر رہا ہے اور دوسری طرف فصل کی تیاری ہورہی ہے۔ اس سب میں ایسا گھن چکر بنا ہوا ہوں کہ خود کو بھی بھول گیا ہوں۔" اس نے اپنی مصروفیت کی تفصیل سے اسے آگاہ کیا۔

"اس میں اتنی پریشانی والی کون سی بات ہے؟ تمہارا تو یہ شوق ہے اور دوسرا تم کئی سالوں سے زاہد بھائی کے ساتھ کام کررہے ہو۔ اب اکیلے تمہیں اپنی صلاحتیں آزمانے کا موقع ملا ہے تو اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔" وہ اس کی الجھن سمجھ نہیں پایا لیکن پھر بھی دانش مندانہ مشورہ دینے کی کوشش کی۔

"اب زمینداری میں دل نہیں لگتا یار۔" اس کے جواب نے عبداللہ کو مزید الجھایا۔

"زین...... ہمیں نہ ملے شاید دو ماہ ہوئے ہیں اور اتنے کم عرصے میں ایسا کیا ہوگیا ہے کہ تمہاری سوچیں اتنا بدل گئیں، آخر اتنی بڑی تبدیلی کیسے آئی؟" اس کے لہجے میں تشویش در آئی تھی۔

"میں خود نہیں جانتا۔" اس کا یہ جواب بھی نامکمل تھا۔

عبداللہ جو اس کے ساتھ پل پہ چلتے ہوئے گفتگو کررہا تھا ایک دم رکا اور نگاہیں اس کے چہرے پہ مرکوز کردیں۔

"تم مجھے شاید ٹالنے کی کوشش کررہے ہو؟" وہ پریشان تھا اور اس کی پریشانی بجا تھی کیونکہ ان کی دوستی میں کچھ چھپا ہوا نہیں تھا پھر اب ایسا کیا بدلا جو وہ جان نہیں پا رہا تھا۔

"نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔ اچھا سب چھوڑ یہ بتا گھر گیا یا سیدھا یہیں آگیا؟" اس نے گفتگو کے بالکل برعکس بات کی۔

"گھر ہی گیا تھا۔ مامی سے معلوم ہوا تم یہاں ہو تو یہیں چلا آیا۔" اس کے لہجے میں اب کے پھیکا پن اتر آیا۔

"چلو آؤ آج تمہیں اپنے خون پسینے کی کمائی کھلاتا ہوں۔" وہ بھی شاید اس کا چپ کرنا محسوس کرگیا تب ہی اپنے لہجے کو مزاح کا رنگ دینا چاہا۔ اس نے قدموں کو باغات کی سمت موڑا تو وہ بھی اس کی پیروی کرنے لگا۔ پانچ منٹ چلنے کے بعد وہ ایک جگہ آن رکا اور مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں یہ درخت یاد ہے؟" اس نے نگاہوں میں شرارت لیے ہوئے اس سے پوچھا۔

"نہیں..... مجھے یاد نہیں۔" اس نے جانتے ہوئے بھی نروٹھے لہجے میں انکار کیا۔

"ارے کیسے یاد نہیں؟ ان نازک ہاتھوں نے میری زمینوں کو ایک ہی تو یادگار عطا کی ہے۔" اس نے مالٹے کے درخت کو اتنی عقیدت سے دیکھا جیسے وہ تاج محل ہو۔ اس کا مذاق بھی عبداللہ کے مزاج کو ٹھیک نہیں کر سکا تھا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں یار اس پورے باغ میں یہ درخت مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے کیونکہ اسے تم نے اپنے ہاتھوں سے لگایا تھا۔ یہ مجھے اپنی دوستی کی نشانی لگتا ہے اور میں جب تک زندہ ہوں اسے ہرا رکھنے کی پوری کوشش کروں گا۔" اس کے نروٹھے انداز پہ اسے اتنا پیار آیا کہ اپنی عادت کے برعکس عبداللہ سے اپنی دوستی کی شدت کا اظہار کر گیا۔

"اب یہ باتیں ہی بگھارتے رہو گے یا مالٹے اتارو گے؟" عبداللہ نے اس کو جذباتی لمحے سے نکلنے کے لیے بات بدل دی تھی۔ زین بھی اس کے بات بدلنے کے متعلق جان گیا اور مسکراہٹ دباتے ہوئے اس کی کوشش کو کامیاب کرنا چاہا تھا۔

❁.....❁.....❁

ہال برقی قمقموں سے روشن تھا۔ پھولوں کی سجاوٹ نے مزید خوب صورت مناظر پیدا کر دیئے تھے۔ ہر طرف چہل پہل تھی۔ سنہری روشنیوں نے صنف نازک کے حسن کو مزید دوآتشہ کر دیا تھا۔

رابعہ سیاہ رنگ کی ساڑھی پہنے پورے ہال میں گھوم رہی تھی۔ کبھی اسٹیج سے اس کے نام کی پکار پڑتی اور کبھی کوئی جاننے والا ملنے کا متمنی ہوتا۔ وہ اس ساری بھاگ دوڑ میں مزاجی خدا کے بدلتے تیور دیکھ ہی نہیں پائی اور احساس تب ہوا جب بہن کے سسرال اس کے کپڑے لینے کے لیے جانے لگی۔

"زاہد..... آپ باقی سب کے ساتھ گھر جایئے۔ مجھے آسیہ کے سسرال جانا ہے تاکہ اس کے دو دن کے قیام کے لیے کپڑے لے آؤں۔ ایک دو گھنٹے تک ہم بھی پہنچ جاتے ہیں۔" وہ مسکراتے ہوئے ان کے پاس آئی اور اپنی ہی دھن میں کچھ انہونا محسوس نہیں کر سکی۔

"تم نے ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ امی اور میری بہنیں کیوں نہیں آئیں۔" وہ جو بات کر کے پلٹ رہی تھی اسے ایک دم رکنا پڑا اور رکنے کی وجہ اس کا مقید ہاتھ تھا۔

"زاہد..... انہوں نے مجھے کل ہی کہہ دیا تھا کہ ان کے گھٹنے میں درد ہے وہ ویسے یہ نہیں آسکیں گی اور سنبل ان کے پاس رکے گی۔" ان کے لہجے میں نہ جانے کیا تھا کہ رابعہ کے چہرے سے ساری خوشی غائب ہو گئی تھی۔

"واہ..... مجھے تو انہوں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔" ان کے لہجے سے صرف شک جھلک رہا تھا۔

وہ کوئی جواب سوچ ہی رہی تھی کہ اس کے نام کی پکار پڑنے لگی۔ اس نے امید بھری نظروں سے دوبارہ ان کی طرف دیکھا لیکن وہاں کوئی گنجائش نہیں تھی۔

"امی ٹھیک کہتی ہیں تم اپنے گھر والوں کو دیکھ کر فوراً رنگ بدل لیتی ہو۔" ان کا لہجہ مزید غضب ناک ہوا۔

"ایسا کچھ نہیں آپ کو....."

"میں اتنے دنوں سے دیکھ رہا ہوں تمہیں ذرا جو میری فکر ہو۔ اپنی آرائش میں ہی مصروف رہتی ہو۔" اس کی بات کاٹتے ہوئے وہ اس انداز میں بولے کہ وہ کٹ کے رہ گئی۔

"رابعہ..... کب سے تمہیں آوازیں دے رہی ہوں تم سن ہی نہیں رہی ہو۔" اس کو زاہد کے پاس سے ہٹتے نہ دیکھ کر اس کی امی وہاں آگئیں اور صورت حال کا اندازہ کیے بغیر بولنے لگیں۔

"آنٹی..... مجھے رابعہ کہہ رہی ہے کہ اسے میرے ساتھ جانا ہے۔ اتنے دن سے یہاں ہے تو اب واپس جانا چاہتی ہے۔" وہ ایک دم اس انداز سے بولے کہ ان کے سامنے کھڑی دو عورتیں ہکا بکا رہ گئیں۔

"رابعہ.....!" داماد کی بات سن کر وہ اتنی حیرت زدہ ہوئیں کہ بیٹی سے کچھ کہہ ہی نہیں پائیں۔

"امی..... وہ مجھے کچھ ضروری....." اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولہ اٹک گیا کہ ہزار کوشش کے باوجود بھی بول ہی نہیں سکی۔

"رابعہ..... میں باہر کھڑا ہوں۔ تم آنٹی سے بات کر لو پھر مجھے بتا دینا۔" اسے بیچ منجدھار میں چھوڑ کر وہ مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے۔

"یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ تمہاری بہن کی شادی ہے کسی غیر کی نہیں اور تم ایسے بے اعتنائی برت رہی ہو۔" وہ مکمل شاک میں مبتلا تھیں۔

اسے کوئی جواب نہیں سوجھ رہا تھا۔ وہ ایسی پھنسی کہ نہ سچ بتا پائی اور نہ جھوٹ کہہ سکی۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو آنکھیں چھلک پڑیں۔ آنسوؤں نے چیخ چیخ کر وہ سب بتا دیا جو زبان بتانے سے انکاری تھی۔ وہ ماں تھیں ایک آنسو سے تڑپ جانے والیں اور یہاں تو نگاہیں برسات کر رہیں تھیں۔ ان کے لیے دوہری مشکل بن گئی تھی۔ صحیح فیصلہ بھی کرنا تھا اور اس دکھ کو سب سے چھپانا بھی تھا۔

"میری بیٹی..... ایک عورت کے لیے باقی سب رشتے عارضی ہوتے ہیں اگر کوئی پائیدار رشتہ ہے تو وہ نکاح کے بعد وجود میں آنے والا رشتہ ہے۔ دل سے سارے وسوسے نکال کر اپنے گھر جاؤ۔ میری ساری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور باقی سب کی فکر نہ کرنا میں سب کو دیکھ لوں گی۔" انہوں نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ کی تھپکی دی جیسے سہارا دینا مقصود ہو اور خدشا ہو کہ گلے لگانے سے ان کے صبر کا دامن چھلک نہ جائے۔

اس نے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے انہیں دیکھا اور اس ایک نگاہ میں اتنے شکوے تھے کہ وہ نگاہیں چرانے پہ مجبور ہو گئیں۔ ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ چھڑائے اور بنا کسی کی طرف دیکھے ہال سے نکلتی چلی گئی تھی۔

❁.....❁.....❁

"عائشہ..... یہ انگیٹھی اندر لے جا۔ تمہارے ابا جی ٹھنڈے کمرے میں بیٹھے ہیں۔" شام کے سائے گہرے ہوتے دیکھ کر امی نے کہا۔

"امی..... ایک میرے کمرے کے لیے بھی کر دیں۔" اسے امید تھی انکار ہو گا لیکن پھر بھی کہہ دیا۔

"تمہارے ابا جی منع کرتے ہیں ناں تو پھر بار بار کیوں ضد کرتی ہو۔ یہ ہی بعد میں اپنے کمرے میں لے جانا اور کمرہ گرم ہونے کے بعد باہر رکھ دینا۔" انہوں نے ہمیشہ کی طرح طویل ہدایات دیں۔ وہ مزید کچھ بولے انگیٹھی اٹھائے ابا جی کے کمرے کی طرف آ گئی۔ حسب توقع آپا جی ان کے ساتھ بیٹھی رازو نیاز میں مصروف تھیں اور اس کی آمد کے بعد یک دم خاموشی چھا گئی تھی۔

"میں تھوڑی دیر بعد آجاتی ہوں۔" یہ اچانک ہو جانے والی خاموشی اسے عجیب محسوس ہوئی تب ہی وہاں سے ہٹ جانا مناسب لگا۔

"نہیں پتر..... ادھر آ جا میرے پاس یہاں بیٹھو۔" ان کی آواز نے اس کے جاتے قدموں کو واپس موڑا۔

آپا جی کی پیشانی پہ بل پڑتے اس نے واضح محسوس کیے تھے اور محسوس تو شاید ابا کو بھی ہو گئے تھے تب ہی چہرے کا رخ ان کی جانب کر لیا تھا۔

"میں نسرین سے مشورہ کر لوں پھر آپ کو بتاؤں گا۔" انہوں نے محتاط لفظوں میں آپا جی کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ ان کے محتاط رویے کے باوجود وہ چونک گئی تھی کیونکہ اس گھر میں عورتوں سے مشورے کہاں لیے جاتے تھے۔ سارے فیصلوں کی ڈور مردوں کے ہاتھ میں ہوتی تھی یا آپا جی کا فیصلہ حرف آخر ہوتا تھا۔

"تو بیگم کے ساتھ کب سے مشورے کرنے لگا؟" انہیں بھی یہ تبدیلی ہضم نہیں ہوئی۔

"آپا جی..... اس معاملے کے لیے اس سے مشورہ لینا ضروری ہے۔" انہوں نے اپنا مؤقف بتایا۔

"منیر..... تیرے بھائی راضی ہیں، بہن منتظر ہے کہ کب بلاوا آئے اور وہ دوڑی دوڑی چلی آئے اور تو یہاں بیگم سے مشورے کی باتیں کر رہا ہے۔ سب باتیں چھوڑ تجھے یہ تو یاد ہے ناں کہ تیرے مرحوم ابا جی کی بھی یہ ہی خواہش تھی بلکہ کافی سال پہلے ہی تو اپنی رضامندی دے چکا ہے پھر اب یہ حیلے بہانے کیوں؟" آپا جی نے ایک دم

سوالوں کی بوچھاڑ کردی تھی۔

"آپاجی...... میں سب کچھ جانتا ہوں۔ میں بس یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ کچھ دن صبر کر جائیں میں جواب دے دوں گا۔" انہوں نے تحمل سے دوبارہ جواب دیا۔

"آئے ہائے جواب کیا دینا ہے بس دن مقرر کرو اس مبارک کام کے لیے تاکہ بات ختم ہو۔" آپاجی ہتھیلی پہ سرسوں جمانے کی تیاریوں میں تھیں اور ابا کے مزاج برہم ہو رہے تھے۔ کسی دھماکے سے پہلے اس کو وہاں سے اپنا نکلنا مناسب لگا۔ وہ خاموشی سے امی کے پاس آکے کچن میں بیٹھ گئی۔ کمرے میں ہونے والی بحث نے اسے الجھن میں ڈال دیا تھا کہ ایسا کیا ہوگیا کہ اباجی اتنے اصرار کے باوجود ہاں نہیں کر رہے اور سونے پہ سہاگہ امی سے مشورہ کرنے کی بات کر رہی ہیں۔

"تمہیں کیا ہوا...... یہ چہرے پہ بارہ کیوں بج رہے ہیں؟" انہیں چند لمحے میں اس کی خاموشی محسوس ہوگئی تھی۔

"کمرے میں ابا اور آپاجی کوئی خاص بات کر رہے تھے۔"

"یہ کون سی نئی بات ہے۔ کوئی زمینوں کا معاملہ ہوگا۔" انہوں نے اس کی بات کو سنجیدہ نہیں لیا۔

"ابا نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا بلکہ یہ کہہ کر ٹال گئے کہ آپ سے مشورہ کرنے کے بعد جواب دیں گے۔" اس نے وہ بات بتائی جس کی اسے سب سے زیادہ خوشی تھی لیکن وہ ایک دم پریشان ہوگئیں۔

"آپ کو کیا ہوا؟" وہ ان کی پریشانی نہیں سمجھی۔

"آپاجی اب مجھے چھوڑنے والی نہیں ہیں۔" زندگی کے اتنے سالوں میں اپنی ذات کو ملنے والی اہمیت نے بھی انہیں خوف زدہ کر دیا تھا۔ وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ کچن کا دروازہ کھلا اور سنجیدہ تاثرات لیے وہ اندر داخل ہوئیں۔

"آپاجی آئیے بیٹھے۔" انہیں ایک دم دیکھ کر وہ کچھ سمجھ نہیں پائیں۔

"میں بس یہ کہنے آئی تھی کہ منیر تم سے اگر کوئی مشورہ کرے تو اپنی پانچ جماعتیں پڑھنے کا رعب جھاڑنے نہ لگ جانا۔ وہی مشورہ دینا جس میں سب کی خیر ہو۔" اپنی بات دوٹوک لہجے میں کہنے کے بعد وہ واپس مڑ گئیں۔

"ایسی بھی کون سی قیامت آگئی ہے؟" وہ اب کے حقیقی معنیوں میں پریشان ہوگئیں تھیں۔

کمرے میں مدہم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ گرمائش کے باوجود موٹی اور گرم رضائیاں سردی کی شدت کو کم کرنے کے لیے رکھی تھیں۔ فرش پہ مونگ پھلی کے چھلکوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ کوئی بھی آنے والا یہ ہی سمجھتا کہ یہ گند پھیلانے والے چھوٹے بچے ہوں گے۔

"یار...... کتنی بے فکری کے دن تھے۔ اب نہ جانے ایسے لمحات کب میسر ہوں گے؟" اس نے آزردہ لہجے میں اپنی بات کہی۔

"یہ ساتھ سلامت رہنا چاہیے۔ لمحات کا کیا ہے مصروفیت کی ٹرین سے کبھی بھی پرانے اسٹیشن پہ اتر جائیں گے۔" زین نے اس کی یاسیت کو مٹانے کی کوشش کی۔

"میری اتنی خواہش تھی کہ ہم دونوں جہاں ہوں اکھٹے ہوں۔ جو کام کریں ساتھ مل کر کریں۔" اس نے اپنی خواہش سے پردہ اٹھایا۔

"تم کو کس نے کہا تھا کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کروں اور اوپر سے پولیس کے محکمے میں چلے جاؤ۔ تم بھی زمینداری میں آجاتا تو مل کر زمین کا سینہ چیرتے۔" زین نے اس کی کلاس لینے کے ساتھ ساتھ اپنا حال دل بھی عیاں کر دیا تھا۔

"راستے تم نے جدا کیے تھے۔ میٹرک میں اتنے اچھے نمبر لینے کے بعد باغوں میں ڈیرہ لگا لیا تھا ورنہ تم بھی آج میرے ساتھ ہوتے۔" وہ دونوں اس وقت ان بچوں کی طرح لگ رہے تھے جو پتنگ کے پیچھے دور تک بھاگتے ہیں اور کسی ایک کے ہاتھ پتنگ نہ آنے پہ ایک دوسرے کو الزام دیتے ہیں۔

"آپ لوگ چائے پئیں گے؟" ان کی بلاوجہ کی لڑائی کے دوران ایک مدہم سی آواز نے دخل دیا۔

"ارے واہ، نیکی اور پوچھ پوچھ۔" زین نے خوشدلی

سے جواب دیا۔ وہ ان کا جواب سن کر واپس چلی گئی اور چند منٹوں بعد ہی واپس آگئی شاید چائے تیار ہی تھی۔

"یہ لیجئے، چائے حاضر ہے۔" وہ ٹرے ان کے سامنے رکھتے ہوئے خود بھی وہیں بیٹھ گئی۔

"آپ نے اس بار کافی عرصے بعد چکر لگایا ہے۔" سنبل نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"بس ٹریننگ کے لیے جانا تھا تو سوچا جانے سے پہلے سب سے مل جاؤں۔" عبداللہ نے جواب دیا لیکن نگاہوں کا رخ زین کی جانب ہی رکھا۔

وہ اس کی نگاہوں سے جھلکتے جذبات بخوبی سمجھتا تھا لیکن کبھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکا تھا۔ اس نے بارہا اپنے جذبات عیاں کرنے چاہے مگر وہ اس کا موقع نہیں دیتا تھا۔ وہ اسے اس مقام پہ روک دینا چاہتا تھا کیونکہ اس معاملے کو طول دینا پسند نہیں تھا۔

"آپ اکیلے ہی آگئے پھوپو کو بھی ساتھ لے آتے۔" وہ گفتگو کا سلسلہ بڑھانا چاہ رہی تھی۔ اس کا رویہ گو اس سب کا انکاری تھا لیکن وہ اپنی کوشش جاری رکھنا چاہتی تھی۔

"میں زین کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا اس لیے اکیلا چلا آیا۔ امی بعد میں چکر لگا لیں گی۔" اس نے دو ٹوک انداز میں جواب دیا۔

"آپ کو پولیس فورس میں جانے کی کیا سوجھی؟ مجھے یہ شعبہ بالکل پسند نہیں، آپ کسی دوسرے شعبہ میں چلے جاتے۔" اس نے اگلا سوال کیا تو اس کے چہرے کے زاویے بگڑے جو زین نے واضح طور پہ محسوس کر لیے تھے۔

"تم کیوں اس بیچارے کے پیچھے پڑ گئی ہو؟ جاؤ کوئی کام دیکھو۔" اس نے اسے وہاں سے ہٹانا چاہا۔

وہ اس کی بات کے جواب میں کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ باہر آہٹ محسوس ہوئی۔ وہ سب ایک دم چونکے۔

"اس وقت کون آیا ہے؟" زین فوراً اٹھا تو اس کے پیچھے عبداللہ بھی اٹھا۔ وہ دونوں کمرے کے دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ زاہد بھائی نظر آگئے۔ وہ انہیں دیکھ کر چونکے۔ انہیں بھی اس وقت اس کے سامنے ہونے کی توقع نہیں تھی۔ عبداللہ کو دیکھ کر مزید حیرانی ہوئی۔

"بھائی......! آپ اس وقت کیسے آگئے؟" اس نے آگے بڑھ کر ان سے سامان لیا۔

عبداللہ آگے بڑھ کر ان سے بغلگیر ہوا اور اسی پل اس کی نگاہ پیچھے کھڑی رابعہ پہ گئی اور وہ چونکا۔ جھکی، کانپتی، کسی کا سامنا نہ کرتی نگاہیں ایک پل کو آنکھیں اٹھیں اور وہ دل مسوس کر رہ گیا۔ اسے ہمیشہ اس گھر میں بھابی کے ساتھ روا رکھے گئے سلوک پہ افسوس ہوتا تھا۔ وہ چاہ کے بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا بس دل مسوس کے رہ جاتا تھا۔ اس کے یہاں نہ آنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اپنی نگاہوں کے سامنے ایسی ناانصافی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ ان سے ملنے کے بعد وہاں رکا نہیں تھا۔ اس کا دل ہی نہیں چاہا تھا ان کی آنکھوں میں مقید مچلتے آنسو دیکھے۔ اس کی بہن نہیں تھی مگر بھابی کا رویہ اس کے ساتھ ہمیشہ بہنوں جیسا رہا تھا اور شاید اسی وجہ سے یہ سب اسے زیادہ چبھتا تھا۔

عبداللہ کا گریز سنبل نے واضح محسوس کیا تھا اور وجہ بھی وہ ایک نظر میں جان گئی تھی۔ اس کا رویہ بھی بھابی کے ساتھ قطعاً اچھا نہیں تھا لیکن آج اسے یہ سب غلط لگ رہا تھا۔ یہ ندامت اس لیے نہیں تھی کہ اسے اپنے رویے کی برائی کا احساس ہوا تھا بلکہ اس لیے تھی کہ ان کا تاثر عبداللہ کی نظر میں ٹھیک نہیں رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے یہ سب نہیں لانا چاہتی تھی تب ہی اس کے جانے کے بعد غصے میں وہاں سے چلی گئی تھی۔

رات پوری طرح اتر چکی تھی۔ وہ سارا کام سمیٹ چکی تھیں۔ ایک ٹرے میں دودھ کے دو گلاس رکھے اور کچن کا دروازہ بند کرتے ہوئے برآمدے میں آئیں۔ ایک گلاس عائشہ کو پکڑایا اسے سونے کا کہتی ہوئیں دوسرے کمرے کی جانب گئیں۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی ان کی نگاہیں وہاں موجود واحد شخص سے ٹکرائیں۔ وہ بھی جیسے ان کے ہی منتظر تھے۔ انہوں نے دودھ کا گرم گلاس ان کے ہاتھ میں پکڑایا اور وہیں بیٹھ گئیں۔ وہ خود بھی منتظر تھیں کہ آخر ایسی

کون سی بات ہے‘ جس کے لیے ان کے ضرورت آن پڑی تھی۔

”مجھے تم سے بات کرنا ہے۔ آپا جی تو فوراً فیصلہ چاہ رہی تھیں لیکن میں نے مہلت مانگی ہے۔“ انہوں نے تمہید باندھی۔ وہ ان کی خاموشی کے دوران کچھ نہیں بولیں کیونکہ ان کی نگاہوں کے سامنے کچھ دیر پہلے کا منظر تھا جس میں انہیں کیا فیصلہ کرنا ہے اس کے متعلق بتا دیا گیا تھا۔

”میں سن رہی ہوں۔“ انہوں نے صرف اتنا کہنے پہ اکتفا کیا۔

”خانم نے عائشہ کے لیے سوال کیا ہے۔“ انہوں نے بات کا آغاز کیا۔ وہ عائشہ کے لیے ہر حد تک بول سکتی تھیں لیکن یہاں وہ چپ رہیں کیونکہ وہ مقابل کی سوچ جاننا چاہتی تھیں۔ ان کی خاموشی منیر احمد کے لیے حیران کن تھی۔ کچھ لمحے جواب کا انتظار کیا اور جواب نہ پا کر خود ہی بولے۔

”جب پہلے یہ بات چلی تھی تب ابا جی نے اس کی سب سے زیادہ حمایت کی تھی‘ اسی وجہ سے مجھے اپنی رضا مندی دینی پڑی لیکن تب مستقبل کا اندازہ نہیں تھا۔ اب صورت حال مختلف ہے۔ عائشہ ایک پڑھی لکھی لڑکی ہے یقیناً اس کے خیالات اور سوچیں ایک پیمانہ رکھتی ہوں گی اور اس کے برعکس زین پڑھائی جاری نہیں رکھ سکا۔ میں مانتا ہوں کہ وہ ایک اچھا لڑکا ہے اور مزاجاً اپنے گھر والوں سے مختلف ہے لیکن آج نہ جانے کیوں میں اس فیصلے پہ شش و پنج کا شکار ہوں۔ اس لیے بہتر لگا کہ تم سے مشورہ کرلوں۔“

”اتنے وہم پالنے سے بہتر یہ نہیں ہے کہ ہم عائشہ سے پوچھ لیں۔“ وہ سارا بوجھ بیٹی پہ نہیں ڈالنا چاہتی تھیں لیکن اس وقت انہیں یہ ہی بہتر لگا۔

زین ایک اچھا اور ملنسار لڑکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں جلتی محبت کی شمعیں وہ کئی عرصے سے دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے عائشہ کو بھی اس سے بات کرتے ہمیشہ مسکراتا دیکھا تھا اور کسی کا ساتھ قبول کرنے کی پہلی شرط ہی یہ ہوتی ہے کہ اس کی قربت بھلی لگے۔ کئی سال سے ان کے خاندان میں یہ بات مشہور تھی کہ مستقبل میں ان دونوں کا جوڑ بنے گا۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ یہ حالات ان کی بیٹی کے دل پہ کیا نقش کر چکے ہیں۔ وہ لاکھ اپنی بیٹی کے ساتھ سایہ بن کر رہی ہوں لیکن دل کے راز سمندر سے زیادہ گہرے ہوتے ہیں۔ انہوں نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی تھی اور کر بھی لیتی تو شاید حقیقت نہ جان پاتیں‘ اسی لیے یہ فیصلہ وہ عائشہ سے کروانا چاہتی تھیں۔ عائشہ کے دل میں زین کے لیے جگہ تھی تو ان کے سارے خدشات بے سبب تھے اور اگر وہ اس کا ساتھ نہیں چاہتی تھی اس جنگ میں انہیں صف اول میں کھڑا ہونا تھا۔

”ایسے معاملے میں بیٹیوں سے رائے کب لی جاتی ہے؟“ انہوں نے حسب توقع اعتراض اٹھایا۔

”آپ کی یہ سوچ ہے تو پھر یہ حیل و حجت کیوں کر رہے ہیں؟ آپ کو جو بہتر لگتا ہے وہ فیصلہ کرلیں۔“ انہوں نے دوٹوک لہجے میں جواب تو دے دیا تھا لیکن اب دل دیے کی لو کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھا۔ مرد کے دل کا کیا بھروسا کس وقت خود کا ساتھ چھوڑ دے‘ کب بے سبب الجھنوں کا سفر شروع کردے؟

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ کھلی۔ کمرے میں مدہم مدہم سنہری روشنی تھی اور اس روشنی میں سفید روشنی نمایاں تھی۔ ایک پل کو وہ کچھ سمجھ نہیں پایا شاید نیند کے زیراثر تھا لیکن چند لمحوں بعد وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”تو ابھی تک سویا نہیں؟“ اس کی آواز میں حیرانی کی شدت تھی۔ زین بے حد چونکا کیونکہ وہ اپنے خیالات میں اس قدر مگن تھا کہ اس کے جاگنے کا معلوم نہیں ہوا۔ اس نے جلدی سے چہرے کے سامنے والے ہاتھ کو پیچھے کیا جس سے سفید روشنی کا دم گھٹ گیا۔

”تم کیوں اٹھ گئے؟“ اس نے جواب دینے کی بجائے سوال کیا۔

”آنکھ کھل گئی لیکن تم کس خوشی میں جاگ رہے ہو؟“ وہ ابھی تک حیران تھا۔

”ویسے ہی نیند نہیں آرہی تھی۔“ اس نے خود کو معتدل

کرتے ہوئے جواب دیا۔

”زین...... تم اتنے الجھے ہوئے کیوں ہو؟ ایسی کون سی بات ہے‘ جو تم خود سے بھی چھپانے کی کوشش کر رہے ہو؟“ عبداللہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔ تبھی وہ قطعیت بھرے لہجے میں پوچھ بیٹھا۔

”ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ وہ اب بھی انکاری ہوا لیکن لہجے میں پہلی سی پختگی نہیں تھی۔

”میں سو ہی جاتا ہوں۔“ اس کا مسلسل انکار اسے خفا کر گیا تب ہی وہ دوبارہ دراز ہوگیا۔

”عائشہ......“ اس کی ناراضی کے ڈر سے لبوں کا قفل ٹوٹا۔ عبداللہ ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔ چند پل لگے تھے اسے اس نام تک پہنچنے میں اور جب جان گیا تو حیرانگی بڑھ گئی۔

”عائشہ......! مطلب وہی عائشہ؟“ اس نے دوبارہ پوچھا۔ زین نے اثبات میں سر ہلایا۔

”تو کیا مسئلہ ہے؟“ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔

زین کی عائشہ سے محبت کا واحد گواہ وہی تھا۔ اس کی پہلی پسندیدگی جو بڑھتے بڑھتے محبت کے مقام تک آ پہنچی تھی۔ یہ سب جانتے ہوئے بھی ان کے درمیان اس موضوع پہ کم ہی بات ہوتی تھی شاید اس کی حرمت کا خیال تھا۔ اب اس طرح اس کا نام لینے پہ عبداللہ کی حیرانی بجا تھی۔

”امی نے ہمارے رشتے کی بات کی ہے۔“ وہ ایک جملہ کہہ کر پھر سے خاموش ہوگیا۔ عبداللہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ بات کرے یا جو وہ بتا رہا ہے اسی تک محدود رہے۔ چند لمحے خاموشی ان کے درمیان حائل رہی تھی۔

”تم لوگوں کا رشتہ تو کئی سال پہلے طے ہو گیا تھا؟ اب شادی کی بات ہونا چاہیے تھی ناں۔“ وہ الجھا۔

”ہاں...... امی نے شادی کی بات ہی کی تھی لیکن انہوں نے سوچنے کا وقت مانگا ہے اور یہ ہی بات میری پریشانی کی وجہ ہے۔“ اس نے بات کھل کر بتائی۔

”اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے؟“ وہ

آپ دنیا کے کسی بھی خطے میں مقیم ہوں
ماہنامہ نئے اُفق
ہم بروقت ہر ماہ آپ کی دہلیز پر فراہم کریں گے
ایک رسالے کے لیے 12 ماہ کا زر سالانہ
(بشمول رجسٹرڈ ڈاک خرچ)
پاکستان کے ہر کونے میں 600 روپے
امریکا‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کے لیے
6000 روپے
میڈل ایسٹ‘ ایشیائی‘ افریقہ‘ یورپ کے لیے
5000 روپے
رقم ڈیمانڈ ڈرافٹ‘ منی آرڈر‘ منی گرام‘ ویسٹرن یونین کے ذریعے بھیجی جا سکتی ہیں۔ مقامی افراد
ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر
0316-0128216
موبی کیش اکاؤنٹ نمبر
0300-8264242
رابطہ: طاہر احمد قریشی......0300-8264242
نئے اُفق گروپ آف پبلی کیشنز
81 بیٹیر بیرکس، ہاکی کلب آف پاکستان
اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510
فون نمبر: 2/+922-35620771
naeyufaq.com
Info@naeyufaq.com

اب بھی الجھ رہا تھا۔

''تم اس راستے کی صعوبتیں نہیں سمجھ سکتے۔ یہاں تو قدم قدم پہ خطرہ محسوس ہوتا ہے' ہلکی سی آہٹ ہو تو جان پہ بن آتی ہے۔ سفر جتنا مرضی طویل ہو گھبراہٹ نہیں ہوتی لیکن جہاں یہ احساس ہو کہ اب سفر جاری رکھنے کے لیے راستہ نہیں ہے تو مانو زندہ رہنے کی ہر وجہ ختم ہونے لگتی ہے۔'' وہ اپنے خیالوں میں کھوئے ہوئے اسے جواب دے رہا تھا۔

''یار...... یہ لمبے لمبے فلسفے میری سمجھ میں نہیں آتے۔ مجھے چند لفظوں میں بتادو کہ تمہارے مجنوں بننے کی وجہ کیا ہے؟'' اس کے اتنا سمجھانے پہ بھی وہ محبت کی رمزیں نہیں سمجھا۔

''وہ زندگی کے ہر میدان میں مجھ سے آگے نکل گئی ہے۔''

''محبت کے میدان میں تم سے پیچھے ہی ہوگی۔'' اس نے تسلی دینا چاہی۔

''کیسی محبت عبداللہ؟ میں اسے کبھی بتا ہی نہیں پایا کہ وہ میری دھڑکنوں میں بستی ہے۔ میں اسے دیکھ لوں تو مزید کچھ دیکھنے کی چاہت نہیں رہتی۔ ایسے بے نام جذبوں کو وہ کیا اہمیت دے گی۔'' اس کے اندیشے عبداللہ کی تسلیوں سے بڑے تھے۔ ویسے بھی جس راہ پر وہ چل پڑا تھا اس کے پڑاؤ کی اسے کیا خبر ہوتی تھی۔

''تم بلاوجہ پریشان ہو رہے ہو۔ اگر انتظار تمہارے لیے وقت بن رہا ہے تو تم خود اس سے رابطہ کرلو۔'' اس نے اپنی دانست میں کمال کا مشورہ دیا تھا۔

''تمہارا خیال ہے کہ اس کے منہ سے انکار سنوں تاکہ جینے کی کوئی وجہ باقی نہ رہے۔ کسی دوسری زبان سے انکار مجھ تک پہنچا تو شاید خود کو بہلا لوں لیکن اس کی آواز نے انکار میری سماعت میں انڈیلا تو وہی کہ وہی مر جاؤں گا۔'' اس کے لہجے میں اتنا درد تھا کہ عبداللہ کانپ کے رہ گیا۔

''کیا ہوا...... تم خاموش کیوں ہوگئے؟'' زین نے کافی دیر بعد اس کی خاموشی محسوس کی تو پوچھا۔

''توبہ استغفار کررہا ہوں۔'' اس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

''کیوں......؟'' زین نے حیرت سے پوچھا۔

''اللہ تعالیٰ سے دعا کررہا ہوں کہ اس محبت نامی بلا سے مجھے بچائیں۔'' عبداللہ ہاتھ جوڑے اس انداز سے بولا کہ زین مسکرانے پہ مجبور ہوگیا۔

''اچھا اب سب فکریں چھوڑو اور سو جاؤ۔ میں بھی تمہارے لیے دعا کروں گا۔'' عبداللہ نے اسے تسلی دی اور دوبارہ اپنی جگہ پر لیٹ گیا تھا۔

⁂

ساری رات اس کی آنکھوں میں کٹی تھی۔ وہ چاہ کر بھی سو نہیں پائی تھی۔ پہلو میں لیٹے شخص سے اس کو ڈھیروں شکوے تھے لیکن اس کے رویے قابل برداشت تھے۔ اسے ساری رات یہ خدشات ستاتے رہے تھے کہ ... زہریلے رویے اس کے سارے بدن کو نیل و نیل کردیں گے۔ دن نکلتے ہی خدشات حقیقت کا روپ دھارتے اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔ زاہد اسے منجدھار میں اکیلا چھوڑ کر اپنی راہ کو نکل گئے تھے اور اب وہ مجرم بنی خانم بیگم کے سامنے کھڑی تھی۔

''اٹھنے کی کیا ضرورت تھی؟ آرام کرلیتی' میکے کی تھکن اتار لیتی۔ ہمارے یہاں تو کام ہوتے نہیں تم سے اور ... تمہاری بھاگ دوڑ دیکھنے والی تھی۔'' وہ جتنا کڑوا بول ... تھیں اتنا ہی بول رہی تھیں۔ وہ چپ رہی یہاں بول ... کیا سکتی تھی۔

''آپ ہٹیں' میں ناشتہ بنا لیتی ہوں۔'' انہیں ... ہاتھ رکھے دیکھ کر اس نے کہا۔

''آپ اتنے دن جو میکے میں دھرنا دیے بیٹھی تھیں ... میں ہی سب پکار رہی تھی۔ اب بھی میں کرلوں گی۔ آئی ... مجھے ہٹانے والی۔'' اس کا خلوص لپیٹ لپاٹ کے اس ... منہ پہ مار دیا گیا تھا۔ اس نے خاموش رہنے کے لیے ... ہونٹ بھینچ لیے ورنہ وہ شاید بول دیتی کہ سنبل کس ... دوا ہے؟ جب اسے اپنی ماں کی بیماری کی فکر نہیں تھی ...

... انہیں کیا توقع تھی۔

''اے سنبل...... جا اور ان دونوں لڑکوں کو بھی بلا لے۔ ... تو بھو کا زمینوں پہ چلا گیا' وہ دونوں ہی ناشتہ کرلیں۔'' ... کی پاٹ دار آواز کھلے صحن میں گونجی۔

''امی...... آہستہ بولیں۔ گھر میں آئے مہمان کا ہی ... کرلیا کریں۔'' سنبل فوراً ان تک آئی۔

''اس وقت کون مہمان آگیا؟'' بیٹی کی بات پہ انہوں ... چونک کر سامنے نظر دوڑائی۔

''اوہو...... میں عبداللہ کی بات کررہی ہوں۔ اتنا اونچا ... رہی ہیں کہ اس تک با آسانی آواز پہنچ گئی ہوگی۔'' وہ ... زدہ ہوئی۔ ان دونوں کو دھیمی آواز میں بات کرتے ... کر اسے اپنی موجودگی بے سبب لگی تو وہ وہاں سے ہٹ ... اسے جاتے دیکھ کر خانم بیگم نے ہاتھ جھٹکے۔

''یہ عبداللہ کب سے مہمان ہوگیا اور تجھے کب سے ... کی فکر رہنے لگی؟'' انہیں اس کا منع کرنا ایک نظر نہیں بھایا ...

''آپ نہیں جانتی کہ اسے بھابی بہت پسند ہیں۔ وہ ... اپنی بہن سمجھتا ہے اور ان کے ساتھ برا سلوک اسے ... برا لگتا ہے۔'' سنبل نے بات کی حقیقت کو اپنے رنگ کا ... چڑھایا۔

''برا لگتا ہے تو لگتا رہے۔ اب کیا میں اپنے گھر کا نظام ... پسند ناپسند دیکھ کر چلاؤں گی؟'' ان کے چہرے سے ... کی جھلکنے لگی۔

''امی...... وہ جا کر پھوپو کو بتائے گا تو وہ کیا سوچیں گی ... پھوپو نے خاندان میں بتا دیا تو بدنامی الگ ہوگی۔ ... نے ماموں سے عائشہ کے لیے بات کی ہوئی ہے' ان ... پہنچی تو یہ نا ہو کہ وہ بھی کچھ اور سوچنے پہ مجبور ہو ...'' اس نے انہیں قائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

''اپنے ماموں کی فکر تو نہ کرو وہ مجھے انکار کر ہی نہیں سکتا ... پھوپو بھی ایسا کچھ نہیں کرنے والی۔ اس لیے جو کام ... وہ جا کر کرو۔'' سنبل کے لہجے میں کچھ انوکھا تھا ... انہیں چونکنے پہ مجبور کردیا تھا۔ انہوں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تو ایک نئی کہانی ان کی منتظر تھی۔ انہوں نے چند لمحوں میں سود و زیاں کا حساب لگایا اور یہ معاملہ ہر طرح سے سود مند لگا۔ عبداللہ کئی ایکڑ زمین کا اکلوتا وارث تھا۔ بہنوں کا جھنجھٹ بھی نہیں تھا اور نند بھی سادہ مزاج یا یوں کہہ لیں کہ کسی حد تک ان سے دبتی تھیں۔ انہوں نے دل ہی دل میں بیٹی کو داد دی تھی۔

⁂

بارشوں کا سلسلہ زور و شور سے جاری تھا۔ سارا نظام زندگی درہم برہم ہوکر رہ گیا تھا۔ کئی روز سے سورج نہیں نکلا تھا اور سردی کی شدت میں بے پناہ اضافہ بھی ہوگیا تھا۔ ایک تو سردی کی وجہ سے طبیعت مکدر تھی اور رہی سہی کسر گھر کے ماحول نے پوری کردی تھی۔ سارے گھر میں عجیب سی خاموشی کا راج تھا۔ آپا جی نے خود ساختہ ناراضی اختیار کر رکھی تھی اور اسی کا ڈر تھا کہ نزہت چچی اور ان کے بچوں سے بھی کوئی اس طرف نہیں آرہا تھا۔ ایک دو بار وہ گئی لیکن آپا جی کے روکھے رویے نے دل پہ کاری ضرب لگائی تھی۔

میں کیوں اس کو فون کروں!
اس کے بھی تو علم میں ہوگا
کل شب
موسم کی پہلی بارش تھی!

وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی کہ پاس رکھے موبائل پہ میسج رنگ بجی۔ اس نے دھیان بٹانے کو موبائل اٹھایا لیکن آنے والا میسج نے اسے مزید الجھا دیا تھا۔ زین کے ساتھ اس کی اکثر بات ہوتی تھی لیکن یہ بھی تب ہوتا جب وہ لوگ یہاں آتے تھے۔ فون پہ گپ شپ والا شوق اسے نہیں تھا۔ اس کی دوستیں اس حوالے سے اسے ''بوڑھی روح'' کہتی تھیں اور وہ ہنسی خوشی یہ تعریف وصول کرتی تھی۔

آج کا یہ پیغام اسے کسی طور خوش آئند نہیں لگا' وہ بھی اس صورت حال میں جب ابو کی سوچ اس رشتے کے حوالے سے بدل رہی تھی۔ ابھی معاملہ اس تک نہیں پہنچا تھا۔ اس کو سوچنے میں چند لمحے لگے اور ہاتھ کی ایک جنبش سے میسج ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا تھا۔ اس نے بہت غور سے

اپنی دھڑکنوں کا شور سنا' تھوڑی تکلیف ہوئی لیکن قابل برداشت تھی یا شاید اس میں برداشت کا مادہ کچھ زیادہ تھا۔ وہ بہت اچھے سے جانتی تھی کہ زین اسے کتنا چاہتا ہے اور اس کا چاہنا دل کو بھلا لگتا تھا۔ وہ اس کے لیے جذبات میں ویسی شدت تو نہیں رکھتی تھی لیکن اپنے لیے اس کی شدت پسند تھی۔ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ اس کی نگاہیں اس کے قدموں سے لپٹ لپٹ جاتی ہیں اور یہ احساس ہی اس کی چال کو مورنی کی چال بنا دیتی تھی۔ قدم کسی خوب صورت سُر سے ہم آہنگ ہونے لگتے تھے۔ اس کا ساتھ مل جاتا تو وہ خود کو خوش قسمت سمجھتی کیونکہ محبت کم ہی لوگوں کے لیے اپنی بانہیں پھیلاتی ہیں اور اگر نہ ملیں یہ سوچ تو کبھی ذہن میں نہیں آئی تھی۔ زین کا نہ ملنا کہنے کو بس ایک سوچ تھی لیکن نہ جانے کیوں دل و دماغ میں طوفان سا برپا تھا۔ باہر برستی بارش آنکھوں کا راستہ دیکھنے لگی تھی۔

"عائشہ..... ایسے کیوں بیٹھی ہو؟" وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں اور نہ جانے کیوں اس کے دل نے کہا وہ لمحہ آ گیا ہے۔

"ایسے ہی سوچ رہی تھی کہ موسم جیسی ٹھنڈک ہمارے رشتوں میں بھی اترنے لگی ہے۔"

"سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اس کی بات کا مطلب سمجھ گئی تھیں۔

"تمہاری چھٹیاں کب ختم ہو رہی ہیں؟"

"ابھی کچھ دن باقی ہیں اور ہاں ابو سے کہیے گا اگلے سمیسٹر کی فیس دینی ہے۔ وہ اکثر کہتے ہیں پہلے بتا دیا کرو لیکن ہر بار بھول جاتی ہوں۔" اس کی بات پہ انہوں نے فقط سر ہلایا۔ خاموشی کا پردہ حائل ہوا اور طویل ہوتا گیا۔

"امی..... آپ نے جو بات کہنی ہے کہہ دیجیے۔" اسے یہ پل پل کا انتظار کوفت زدہ لگا۔

"تمہارے ابو نے زین کے متعلق تم سے رائے پوچھی ہے۔" آخر کار مقدمہ اس کی عدالت میں آ گیا تھا۔ اس نے ایک پل سوچا کہ کیا بولے..... دل کو زباں دے یا عقل کو؟ کچھ ہی وقت لگا اور فیصلہ ہو گیا۔

"زین مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں اس سے محبت تو نہیں کرتی لیکن پسند ضرور کرتی ہوں۔ وہ مل جائے گا تو زندگی مسکرانے لگے گی نہ ملا تو..... تو شاید رونے لگے اور دوبارہ مسکرانے کے لیے تھوڑی دیر لگے گی یہ دیر دنوں مہینوں یا سالوں پہ محیط ہو گی اس کا اندازہ مجھے نہیں ہے۔" کاش..... وہ یہ سب کہہ سکتی۔

"امی آپ ابو کو کہہ دیجیے گا کہ ان کی عاشی ان کے ہر فیصلے پہ راضی ہے۔" اس کی زباں دل کی ترجمان نہیں بنی تھی۔

انہیں اسی جواب کی امید تھی لیکن نہ جانے کیوں دل میں اندیشے بھی موجود تھے تب ہی انہوں نے پوچھنا ضروری سمجھا۔

"مجھے امید ہے وہی ہو گا جو تمہارے لیے اچھا ہو گا۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔" انہوں نے اس کی پیشانی پہ اپنی محبت رقم کی اور نم آنکھیں لیے واپسی کے لیے اٹھ گئیں۔

جب تجھے یاد کر لیا صبح مہک مہک اٹھی
جب ترا غم جگا لیا رات مچل مچل گئی

اس کی یادداشت کے کسی کونے میں شاعر کا درد ابھرا اور اسے موافق حال لگا اور کتنے ہی پل وہ اسے دہراتی رہی تھی۔

ڈرائنگ روم میں محفل اپنے زوروں پہ تھی۔ قہقہوں کی دور چل رہا تھا۔ کھانے کے لوازمات اٹھائے جا چکے تھے اور چائے سے لطف اندوز ہوا جا رہا تھا۔ موسم کی مناسبت سے خشک میوہ جات بھی کھائے جا رہے تھے۔ عبداللہ چند روز چھٹیوں پہ گھر آیا تھا۔ وہ زین سے ملنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ وہ سب گھر والے ان کی طرف آ گئے تھے۔ ایسے مواقع شاذ و نادر ہی آتے تھے سو امی کی خوشی دیدنی تھی۔ وہ اور زین ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے اور مونگ پھلی کھاتے ہوئے باتوں میں مشغول تھے۔ امی اور خانم ممانی اپنی باتوں میں مصروف تھیں۔ آج شبنم آپا بھی آئی تھیں سو سنبل ان کے ساتھ جڑی بیٹھی تھی۔ ان سب میں اگر کوئی اکیلا تھا تو وہ بھائی تھیں۔ زاہد بھائی مصروفیت کے باعث نہیں آئے تھے اور نندوں میں سے کسی نے انہیں اپنے ساتھ ملانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ عبداللہ نے ایک سرسری سی نظر سب پہ ڈالی تو ان کا ایک کونے میں خاموشی سے بیٹھنا ناگوار لگا۔ اس نے چند پل امی کی جانب دیکھا اور وہ بھی اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کر گئی تھیں تب ہی اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں دلاسہ دیا۔

"رابعہ..... تم کیوں وہاں ایک کونے میں بیٹھی ہو؟ یہاں آ کر بیٹھو اور ذرا بہن کی شادی کی تصویریں ہی دکھاؤ۔ میں تو طبیعت کی خرابی کے باعث جا ہی نہیں پائی تھی۔" انہوں نے رابعہ کو اپنی طرف متوجہ کیا اور ان کا یوں بلانا سب سے زیادہ سنبل نے محسوس کیا تھا۔

"پھوپو میرا موبائل خراب تھا اس لیے تصویریں نہیں بنا پائی۔" اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

ان کا رویہ اس کے ساتھ بہت اچھا تھا لیکن یہاں انہیں تصویریں دکھا کے وہ کوئی نیا محاذ نہیں کھولنا چاہتی تھی۔ ان سے جھوٹ بولتے ہوئے وہ نہایت افسردہ ہوئی۔

"چلو کوئی بات نہیں۔ بعد میں دیکھ لوں گی۔" انہوں نے اس کی مشکل آسان کی۔

"میں ذرا باہر دیکھ آؤں۔ بارش کا موسم ہے کہیں کچھ بھیگ نہ جائے۔"

"تم کہاں جا رہی ہو' یہ سنبل دیکھ آتی ہے۔" وہ اٹھنے ہی لگی تھیں کہ خانم بیگم نے انہیں بٹھا دیا۔

ان کے کہنے کی دیر تھی سنبل فوراً اٹھ کر باہر نکل گئی۔ انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں بڑی بیٹی کو اشارہ کیا تو وہ بھی رابعہ کو لیے باہر کی طرف چلی گئی۔

"میں تو کہتی ہوں یہ تمہارے کرنے کے کام نہیں ہیں۔ اپنے حال پہ کوئی رحم کرو اور بیٹے کو بیاہ دو۔ اس عمر میں اب کتنے بوجھ اٹھاؤ گی۔" انہوں نے لہجے میں زمانے بھر کی مٹھاس سموتے ہوئے مطلب کی بات شروع کی۔

"بھابی میں بھی یہ ہی سوچ رہی ہوں' بس عبداللہ کی نوکری لگتی ہے تو پہلا کام یہ ہی کروں گی۔" ان کے مثبت جواب نے مقابل کو مزید حوصلہ دیا۔

"کوئی لڑکی ہے نظر میں؟" انہوں نے دور بیٹھے عبداللہ کو کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ انہیں امید تھی آواز وہاں تک نہیں جا رہی ہو گی۔

"بھابی ابھی اس معاملے میں پڑی ہی نہیں تو کیا بتاؤں۔ آپ کی نظر میں کوئی ہے تو بتا دیں۔ ماشاء اللہ اپنی بہو بھی تو ہیرا ڈھونڈی ہے۔" ان کی آخری بات پہ خانم بیگم کا منہ کڑوا ہو گیا تھا۔

"اب زمانے بدل گئے ہیں۔ اب تو لڑکے خود ہی پسند کر لیتے ہیں۔ تم بھی ایک بار بیٹے سے پوچھ لو کیا معلوم کوئی دیکھ رکھی ہو۔" وہ ہر طرح سے تسلی کر لینا چاہتی تھیں۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے' اگر ہوتی تو سب سے پہلے مجھے بتاتا۔ آپ کی بات بھی ٹھیک ہے' جوان جہاں لڑکا ہے کوئی پسند بھی ہو سکتی ہے۔ جب رشتہ کرنے لگوں گی تو ایک بار پوچھ لوں گی۔" انہیں بھابی کی فراست پسند آئی۔

"میں بھی اپنی سنبل کے لیے پریشان ہوں۔ بیٹوں سے تو مجھے کوئی امید نہیں' اس لیے سوچتی ہوں زندگی میں ہی اپنے گھر کا کر جاؤں۔" انہوں نے قدرے دکھ سے کہا۔

"ایسا تو نہ کہیں بڑے فرماں بردار بیٹے ہیں۔ آپ بے فکر رہیں بہنوں کو کبھی بے آسرا نہیں چھوڑیں گے۔" انہوں نے آگے بڑھ کے بھابی کو گلے لگایا جن کے تاثرات بس رو دینے والے تھے۔

"اللہ عبداللہ اور سنبل کے نصیب اچھے کرے۔" یاسمین بیگم کے گلے لگتے ہوئے انہوں نے اس انداز سے کہا کہ وہ چونک گئیں۔

وہ ہوشیار و چالاک نہیں تھیں لیکن زمانہ شناس تو تھیں کہ اتنی کھلی بات سمجھ جاتیں۔ انہوں نے اس وقت آمین کہنے پہ اکتفا کیا کیونکہ خانم بیگم کو اتنا تو جانتی تھیں کہ ان کے ہلکے سے اشارے پہ وہ ڈولی تیار کر بیٹھیں گی۔

کھلے صحن میں لوگوں کے ہجوم کے درمیان چارپائی پڑی تھی اور اس پہ دراز وہ لمبا چوڑا وجود جو بہت سے رشتے

رکھتا تھا لیکن اس وقت سانسیں کھو چکا تھا۔ وجود پہ سفید کپڑا اس بات کا ثبوت تھا کہ اب یہاں سے زندگی رخصت ہوگئی ہے۔ وہ اچھے بھلے ڈیرے پہ گئے تھے زمینوں کا جائزہ لے رہے تھے کہ پاؤں بجلی کی تار پر گیا جو بارشوں کے باعث کرنٹ سے بھری تھی۔ وہ کرنٹ نہیں موت تھی جس نے ایک پل میں انہیں دبوچ لیا' ان کے ملازموں کے پہنچنے تک وہ اپنے سارے خواب دل میں بسائے اپنی بسی بسائی دنیا سے آخری سفر پہ روانہ ہوگئے تھے۔

نسرین بیگم تو غم کی مورت بن گئیں۔ ان کے وہم و گمان میں کب تھا کہ قسمت ایسا وار بھی کرے گی۔ ابھی انہیں اپنی بیٹی کی خوشیاں مل کر دیکھنی تھیں' ایک دوسرے کا ساتھ بہت دور تک دینا تھا۔ آپا جی اپنے غم میں مبتلا تھیں کہ بیٹا روٹھا ہوا دنیا سے چلا گیا۔ وہ رشتے سے جیل و حجت کرنے کے باعث ایسی ناراض ہوئیں کہ بیٹا دنیا سے ہی چل دیا۔ انہیں اپنی اس غلطی کا کوئی مداوا انہیں سوجھ رہا تھا۔

میت کے چہرے کی جانب سوجھی آنکھیں لیے عائشہ بیٹھی تھی؛ جس کے لیے باپ کا پیلا پڑتا چہرہ دیکھنا کسی اذیت سے کم نہیں تھا۔ اگر قیامت کوئی وجود رکھتی تو اس پل وہ اسے اپنے سامنے دیکھ رہی تھی۔ جو لمحہ بہ لمحہ اس کے محبوب باپ کو اس سے دور کر رہا تھا اور وہ اپنی نگاہیں ان سے ہٹا نہیں پا رہی تھی۔ یہ سب اسے ایک خواب لگ رہا تھا کہ ابھی اس کی آنکھ کھلے گی اور یہ بھیانک منظر ہٹ جائے گا۔ وہ آج کئی دنوں بعد یونی ورسٹی جا رہی تھی اور ابھی گھر کا دروازہ عبور نہیں کر پائی تھی کہ سامنے سے آتا ہجوم اسے چونک کر رکنے پر مجبور کر گیا تھا۔ جب مجمع اس کے گھر کے سامنے آن رکا تو اسے لگا وہ کہیں کی نہیں رہی کیونکہ اس کے حصے کی زمین و آسمان تو منیر احمد تھے فقط یہ خیال تھا اور سب کچھ اندھیر ہوتا گیا۔

''عائشہ......اٹھو۔'' وہ تو اپنے سود و زیاں گننے میں مگن تھی کہ اسے ہلایا گیا بلکہ بتایا گیا کہ اب صرف زیاں ہی زیاں ہے۔ اس نے چونک کر ہلانے والے کو دیکھا اور دل ایک بار پھر تڑپ اٹھا۔ اپنی ماں کے بعد اسے ان نگاہوں میں تکلیف نظر آئی' دوسرے لفظوں میں کوئی سہارا نظر آیا تھا۔

''زین......ابو......میرے ابو......'' وہ اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

''عائشہ......اپنی امی کو سنبھالو۔ دیکھو وہ بالکل بے حال ہوگئی ہیں۔'' اس کا دھیان بٹانے کو اس نے ممانی کی طرف متوجہ کیا۔

''کہاں ہیں امی؟'' اس کی بات پہ چونک کر اس نے اردگرد دیکھا اور اپنے سے کچھ فاصلے پہ ماں کو زار و قطار روتے دیکھا۔ وہ فوراً ان کے پاس جانے کے لیے کھڑی ہوئی کہ اچانک اسے احساس ہوا کچھ غلط ہونے والا ہے۔ چارپائی کے گرد مردوں کا ہجوم بڑھ رہا تھا۔ اس کا دل پھٹنے لگا' اس نے زین کا ہاتھ جھٹکا اور دوبارہ سے اپنی جگہ پہ بیٹھ گئی۔

''میرے ابو ہیں۔ میرے پاس رہنے دیں۔ چاچو نہ لے کے جائیں مٹھو۔'' وہ آگے بڑھتے ہر ہاتھ کو پیچھے ہٹا رہی تھی۔

''عائشہ......'' وہ پاگلوں کی طرح چارپائی کو بازوؤں کے گھیرے میں لے رہی تھی کہ ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھا اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

''امی......'' اس نے شکوہ کرتی نگاہوں سے ان کی جانب دیکھا کہ وہ کیسے ابو کو لے جانے کی اجازت دے رہی ہیں۔ ان کی گرفت اتنی سخت تھی کہ تڑپنے کے باوجود وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں پائی۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے سب کچھ ختم ہوگیا۔ وہ کچھ بھی تو نہیں کر پائی تھی۔ اس کی دنیا اب منوں مٹی تلے جا سوئی تھی۔ اب اس کے بلانے پہ جواب نہیں آنے والا تھا' اس کے سب جواب اب مٹی کے اس ڈھیر سے ہی وابستہ ہوگئے تھے۔ وہ بے دم ہو کر ماں کی بانہوں میں ہی جھول گئی تھی۔

تمہارا دور تھا گھر میں بہار ہنستی تھی
ابھی تو در پہ فقط رنج و غم کی دستک ہے
تمہارے ساتھ کا موسم بڑا حسین رہا
تمہارے بعد کا موسم بڑا بھیانک ہے
میں جب بھی چھوتا ہوں اپنے بدن کی مٹی کو
تو لمس پھر اسی ٹھنڈے بدن کا ہوتا ہے
لباس روز بدلتا ہوں میں بھی سب کی طرح
مگر خیال تمہارے کفن کا ہوتا ہے

پچھلے کئی دنوں سے اس کا معمول تھا کہ فجر پڑھتے ہی وہ گاؤں کے اس قبرستان کا رخ کرتی جہاں سے دن چڑھے گزرنا اسے مشکل لگتا تھا۔ بوڑھے برگد کے پیڑ تلے بنی ایک نئی مرقد کے سرہانے بیٹھ کر اسے دنیا جہاں کا سکون ملتا تھا۔ آپا جی نے اسے جانے سے کئی بار منع کیا لیکن وہ خود کو روک نہیں پاتی تھی' اس کا ضبط یہاں ساتھ چھوڑ دیتا تھا۔ امی کے لیے اس نے خود کو سنبھال لیا تھا لیکن یہ سنبھالنا صرف اتنا تھا کہ سب کے سامنے آنکھوں کا دریا خشک رہتا' اکیلے میں اس کا دکھ پھر سے ہرا ہو جاتا تھا۔

''آپ کب تک یہیں بیٹھی رہیں گی؟'' وہ منوں مٹی تلے سوئے وجود سے اپنے راز و نیاز میں مصروف تھی کہ ایک دم آواز پہ ڈر گئی۔

''آپ یہاں؟'' اس نے زین کو وہاں دیکھا تو اس کو حیرت ہوئی۔

''آپ کو کافی تاخیر ہوگئی تھی اسی لیے چلا آیا۔'' اس نے اپنے آنے کی وضاحت دی۔

''آپ کو میری دیر سویر سے کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے۔ مجھے دیر ہو بھی جائے تو آپ کو آنے کی ضرورت نہیں۔'' وہ ایک دم تلخ ہوئی۔ اس کے انداز تکلم نے اتنا حیرت زدہ کیا کہ وہ چند پل کچھ بول ہی نہیں پایا۔

''آپ شاید مجھ سے خفا ہیں۔'' وہ کئی لمحے بعد صرف اتنا ہی بول پایا۔

''میرا آپ کے ساتھ ایسا کوئی تعلق نہیں' یہ خفگی اور ناراضی بہت اپنائیت والے جذبے ہیں۔'' وہ جواب دینے کے ساتھ واپسی کے لیے مڑ گئی۔

یہ سب بولتے ہوئے اسے بھی بہت تکلیف ہو رہی تھی لیکن ان چند دنوں نے اس پہ بہت سے راز افشاں کر دیئے تھے۔ سارے رشتے اپنی اصلیت کے ساتھ منظر عام پہ آگئے تھے۔ وہ چاہ کر بھی اپنے لہجے کی تلخی کم نہیں کر سکی تھی۔

''آپ ایک بار مجھ سے اپنا مسئلہ کہہ کر تو دیکھیں۔'' وہ اب بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

''میرا سب سے بڑا مسئلہ آپ اور آپ کی والدہ ہیں۔ آپ اگر میری پریشانیاں ختم کرنا چاہتے ہیں تو خدارا اپنی والدہ کے ساتھ یہاں سے چلے جایئے۔'' اس کے مسلسل پیچھا کرنے پہ وہ جی بھر کے زچ ہوئی۔

''ہم آپ کا مسئلہ کیسے ہو سکتے ہیں؟ امی آپ کے لیے بہت فکر مند ہیں۔ سب کے ساتھ میں نے بھی چھوٹے ماموؤں کا بدلتا رویہ دیکھا ہے اور یہ ہی بات امی کو بھی تکلیف دے رہی ہے۔ وہ تو آپ کے لیے آپا جی کا دل نرم کر رہی ہیں اور آپ ہمیں ہی قصوروار ٹھہرا رہی ہیں۔'' وہ عجیب مخمصے میں آن پھنسا تھا بلکہ اس پل تو اسے سخت صدمہ ہوا تھا۔

ماموں کی وفات کے ساتھ ہی اس نے سب کے بدلتے رویے محسوس کیے تھے۔ زمین کا سارا انتظام بڑے ماموں دیکھتے تھے۔ چھوٹے ماموں نے کبھی کچھ خاص مدد نہیں کی تھی اور نہ ہی منجھلے ماموں نے کبھی کوئی رقم بھیجی تھی لیکن اس سب کے باوجود بڑے ماموں نے کبھی کسی کا حق نہیں مارا تھا۔ زمین سے آنے والی فصل اور رقم برابر تقسیم ہوتی تھی۔ اب ان چند ہی دنوں میں زمین کے حصوں کی باتیں شروع ہوگئی تھیں بلکہ عائشہ اور اس کی امی کو گھر چھوڑنے کے مشورے بھی دیے جانے لگے تھے۔

''اس سب میں آپ کی والدہ بھی پوری طرح شریک ہیں۔'' اس کا وضاحتی بیان ایک نظر نہیں بھایا تب ہی اس کی امیدوں پہ حقیقت کا پانی پھیرا۔

''مجھے آپ سے ایسی امید نہیں تھی۔ امی آپ کو اتنا پسند کرتی ہیں اور اپنی بہو بنانا چاہتی ہیں۔ اب بھی آپ کے حق کے لیے سب کے سامنے تن کر کھڑی ہیں لیکن مجھے لگتا ہے نزہت چچی ٹھیک ہی کہتی ہیں کہ آپ ہمیشہ اپنی

من مانی کرتی ہیں شاید رشتے سے انکار بھی آپ کی خواہش تھی جس نے ماموں کو ان کے سب رشتوں سے دور کردیا تھا۔" وہ بولا تو مقابل کی آنکھوں میں اس کے لیے ہر احساس مدہم ہوتا چلا گیا تھا۔

"زین حمید...... تم نے ثابت کردیا کہ تم بھی زمانے کے ساتھ رنگ بدلتے ہو۔ اس پل تم کسی طرح بھی اپنی ماں سے الگ نہیں لگ رہے۔ تم نے ٹھیک کہا میں نے ہی رشتے سے انکار کیا تھا اور جب جب پوچھا جائے گا تب تب کروں گی۔" بات کے اختتام تک اس کی آنکھوں میں آنسو جھلکنے لگے تھے۔ یہ آنسو اس یقین کے مرنے کا ماتم کررہے تھے جو ابھی ابھی ٹوٹا تھا۔

وہ تیز رفتار قدموں سے اس سے دور ہوتی چلی گئی تھی۔ اشک بار آنکھیں راستہ دھندلا رہی تھیں لیکن آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے وہ چلتی رہی تھی۔

وہ دو دن کی چھٹی لے کر گھر آیا تھا۔ امی کی طبیعت ناساز ہونے کا معلوم ہونے پہ رہ نہیں پایا تھا۔ گھر آنے پہ امی کو کام کرتے دیکھا تو جی بھر کے دکھی ہوا اور تب سے انہیں لے کر ایک جگہ ہی بیٹھا ہوا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں عبداللہ۔ جب سے آئے ہو ایسے ہی بیٹھے ہو۔ پہلے ہی تھکے ہوئے ہو کیوں خود کو مزید بے آرام کررہے ہو؟" انہوں نے پیار سے بیٹے کے چہرے پہ ہاتھ پھیرا۔ انہیں اکثر اس کی فرماں برداری پہ بہت پیار آتا تھا۔

"امی بخار سے جسم تپ رہا ہے اور آپ کہہ رہی ہیں کہ بالکل ٹھیک ہیں۔ جب آپ خود سے ایسی لاپروائی کرتی ہیں تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے لیکن نہ جانے کیوں آپ نہیں سمجھتیں۔" اس کے چہرے سے پریشانی ہویدا تھی۔

"ارے بیٹا...... تھوڑا سا بخار ہے۔ ابھی دوائی لے کر لیٹ جاؤں گی تو تھوڑی دیر بعد اس کا نام و نشان بھی نہیں رہے گا۔ تم بلاوجہ پریشانی میں بھاگے چلے آئے، میں آئندہ تو تمہیں اپنی طبیعت کی خرابی کا نہیں بتاؤں گی۔" اس کی پریشانی انہیں بھی پریشان کررہی تھی۔

"امی...... آپ ایسا کریں گی تو میں واپس نہیں جارہا۔ میں وہاں اس لیے سکون سے رہتا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ آپ اپنا خیال رکھتی ہیں لیکن اب میں نہیں جاؤں گا۔ آپ تو خود سے بہت بے پرواہ ہیں۔" ان کی دھمکی کا اس پہ کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ ان پہ ہی الٹی پڑ گئی تھی۔

"اچھا بابا آئندہ سے ایسی بے پروائی نہیں ہوگی۔ اگر بیمار ہوگئی تو کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاؤں گی۔" انہوں نے اس کی ضد کے آگے ہار ماننے میں ہی عافیت سمجھی۔

"میں نے آپ کو کتنی بار کہا ہے کہ کوئی ملازمہ رکھ لیں۔ کل وقتی نہ سہی جز وقتی ہی کوئی پاس ہونا چاہیے لیکن آپ مانتی ہی نہیں۔"

"تمہیں معلوم تو ہے کہ تمہارے ابا جی کو یہ چونچلے پسند نہیں تھے اور ان کی خوشی کے مطابق کام کرتے ہوئے اب تو ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ دوسرے کے ہاتھ کا کچھ کیا پسند ہی نہیں آتا۔"

"ابا جی کو رخصت ہوئے کئی سال گزر گئے، اب آپ اپنی فکر کریں اور میں تو آپ کی بھلائی کے لیے کہہ رہا ہوں ناں۔" انہیں ایک ہی ضد پہ اڑا دیکھ کر وہ زچ ہوا۔

"اگر میرا اتنا ہی خیال ہے تو شادی کرلو۔" انہوں نے ایک دم اس کے سر پہ بم پھوڑا۔

"یہ شادی درمیان میں کہاں سے آگئی؟" اسے ان کا خیال قطعاً نہیں بھایا۔

"تم میرے خیال کے لیے ملازمہ رکھ سکتے ہو تو اس سے بہتر نہیں شادی ہی کرلو۔ ملازمہ کا کیا بھروسا، اکیلی عورت دیکھ کر کچھ بھی کرسکتی ہے لیکن تمہاری بیوی مجھے اپنی ذمہ داری سمجھ کر دھیان رکھے گی۔" انہوں تفصیل سے اپنی بات کا پس منظر بتایا۔

"امی...... میں ابھی شادی نہیں کرسکتا۔ پہلے مجھے کچھ بن جانے دیں۔ اپنے پاؤں پہ کھڑا ہوجاؤں گا تو پھر شادی کردیجیے گا۔" وہ شادی کی بات سے جی بھر کے بدمزہ ہوا۔

"اپنے پاؤں پہ ہی کھڑے ہو اور تمہیں کس چیز کی کمی ہے؟ زمینوں کے مربعے اور باغات جو تمہارا باپ تمہارے لیے چھوڑ کر گیا ہے کیا وہ تمہاری ضروریات کے لیے کافی نہیں ہیں؟ پہلے ہی تم اپنی من مانی کرتے ہوئے ایسے شعبہ میں چلے گئے ہو جہاں جان ہتھیلی پہ رکھنا پڑتی ہے۔ میرے ہر فیصلے سے تمہیں اعتراض ہونے لگا ہے، ہر بات میں اپنی مرضی چلانے لگے ہو تو جیسے تم خوش ہو ویسے رہو۔ میں آئندہ تمہیں کچھ نہیں کہوں گی۔" وہ حد درجہ اداس ہوئیں اور ان کی باتیں اسے پشیمان کرگئیں۔

"امی میری کون سی عمر گزری جارہی ہے۔ چھ ماہ رہ گئے ہیں میری ٹریننگ ختم ہونے میں پھر جیسے آپ کی مرضی ہوگی میں ویسے ہی کروں گا۔ یہ میرا آپ سے پکا وعدہ ہے۔" اس نے آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ تھام لیے اور اپنی بات کا یقین دلانے کی کوشش کی۔

"میں تمہارے کسی بہانے میں نہیں آنے والی ہوں اور عمر کی بھی کیا کہی تم نے زین بھی تو تمہارا ہم عمر ہے ناں، خانم بھی تو اس کا رشتہ کررہی ہے بلکہ کیا معلوم بھائی کے جانے کا دکھ اور بھابی، بھتیجی کے اکیلے رہ جانے کا خیال پہ وہ جلد شادی ہی کردے۔" انہوں نے تہیہ کرلیا تھا کہ آج اس کے کسی بہانے کو نہیں مانے گی۔

"آپ مجھ سے کیا چاہتی ہیں؟" اس نے اپنی ہر سوچ ایک جانب رکھ دی۔

"اگر تم اپنی ٹریننگ کے بعد شادی کرنا چاہتے ہو تو اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم ابھی منگنی کرلیتے ہیں اور باقی کا ایک کام چھ ماہ بعد کے لیے رکھ چھوڑتے ہیں۔" انہوں نے اپنی ساری سوچ اس پہ عیاں کی۔

"امی آپ بھی تو ہتھیلی پہ سرسوں جمانے کی کوشش کررہی ہیں۔" وہ تو سب کچھ طے کیے بیٹھی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ انہیں باتوں میں الجھا لے گا۔

"تم ہاں تو کرو، سرسوں کیا میں تو سہرا ابھی سجانے کا انتظام کیے بیٹھی ہوں۔" ان کی اگلی بات نے اسے واقعی سر ہلانے پہ مجبور کردیا تھا۔

"امی...... اتنی جلدی آپ کو لڑکی کہاں ملے گی؟ درخت پہ اگائیں گی یا زمین سے نکالیں گی؟" اس کا واقعی دل چاہ رہا تھا کہ اپنے بال نوچ لے۔

"تم لڑکی کی فکر میں ہلکان نہ ہو۔ لڑکی میں نے دیکھ رکھی ہے۔" انہوں نے اس کے سر پہ نیا بم پھوڑا۔

"کیا......! مطلب کون؟" وہ ایک دم بوکھلایا۔

"تم بھی حد کرتے ہو، اپنے گھر میں لڑکی موجود ہو تو کیا میں پاگل ہوں جو باہر کی خاک چھانتی پھروں۔ اپنی سنبل ہے ناں اور تمہارے ساتھ کھڑی پیاری بھی بہت لگتی ہے۔ اپنی بچی ہے میرا خیال بھی رکھے گی، تمہاری فکر مندی بھی کم ہو جائے گی۔" انہوں نے اسے مطمئن کرنے کو خاصا تفصیلی جواب دیا لیکن دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔

"کیا ہوا...... کیا سنبل پسند نہیں یا کسی اور کو دیکھ رکھا ہے؟" اس کی خاموشی انہیں کافی عجیب لگی تب ہی کچھ لمحے انتظار کرنے کے بعد خود ہی بول پڑیں۔

"آپ بیمار نہیں تھیں۔ آپ نے مجھے صرف اسی بات کے لیے بلایا تھا۔" اسے اب ساری بات سمجھ میں آگئی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں کافی دنوں سے اس کے متعلق سوچ رہی تھی اور اب تم میری پریشانی میں بھاگے آئے ہو تو میں نے سوچا یہ بات بھی تم سے کرلی جائے۔ ایسے تمہاری پریشانی بھی ختم ہو جائے گی۔" انہیں اس کا انداز بہت عجیب لگا۔

"ایسے میری پریشانی ختم ہونے کی بجائے بڑھ جائے گی۔" اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ بات یہاں تک پہنچ جائے گی۔ رابعہ بھابی سے ان سب کے سلوک نے اسے اتنا متنفر کردیا تھا کہ اس گھر میں بس زین سے تعلق رکھنا چاہتا تھا۔

"تم نے ایسی بات کیوں کی؟" وہ اس کے رویے سے الجھیں۔

"امی میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ بات آپ کے ذہن میں نہیں آئی ہوگی، یقیناً کسی نے آپ کا دھیان اس طرف کیا ہے اور یہ کس نے کیا ہے انہیں بھی اچھے سے جانتا ہوں۔ یہ ممانی یا سنبل کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔" وہ

اس کے اتنے درست اندازے پہ حیران رہ گئیں۔
"اس میں برائی کیا ہے بیٹا؟" وہ پوچھے بنا نہیں رہ پائیں۔
"امی...... میں ایسی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں جو آپ کو میری نہیں اپنی ماں سمجھے۔ جو آپ کی اور اس گھر کی ذمہ داری کو کسی بوجھ کی طرح نہیں بلکہ خوشی سے نبھائے اور شاید آپ کو برا لگے لیکن یہ حقیقت ہے کہ آپ کی بھتیجی میں ایسی کوئی خوبی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی۔" وہ نہایت تلخ لہجے میں بولا۔
"لیکن بیٹا......" انہوں نے پھر کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے روک دیا۔
"میں نے آپ کو ساری بات بتادی ہے لیکن اگر آپ پھر بھی اپنی بات پہ ہی قائم ہیں تو میں آئندہ گھر آنے کی کم کوشش کروں گا۔" وہ فیصلہ کن لہجے میں کہتا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے انداز میں ذرا لچک نہیں تھی۔

....

صبح سے دوپہر ہونے کو آئی تھی لیکن وہ ابھی تک کمرے میں مقیم تھی۔ زین سے ہونے والی تلخ کلامی نے اسے اس حد تک آزردہ کردیا تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر بستر کی ہوکر رہ گئی تھی۔ ان سب حالات میں اگر کسی ایک فرد سے اس سب کی امید نہیں تھی تو وہ صرف وہی تھا لیکن سب کچھ کہاں امید کے مطابق ہوتا ہے۔ یہاں تو ہر نیا دن ایک نئی امید، نئی خواہش کا قاتل بن رہا تھا۔ وہ اپنی ہی سوچوں کے گرداب میں پھنسی تھی کہ اسے سسکیوں کی صدا آئی، اس نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا اور امی کو دوپٹے کا پلو چہرے پہ رکھے سسکتے دیکھ کر ساکت رہ گئی۔ اس نے اپنے ہوش سنبھالنے کے بعد کب امی کو روتا دیکھا تھا؟ صرف دو بار ایک بار اکلوتے بھائی کی شادی پہ ماں کو یاد کرتے ہوئے اور دوسری بار ابو کے بچھڑ جانے پہ امی کی حالت دیکھ کر اسے لگا کچھ غلط ہوگیا ہے۔
"امی کیا ہوا...... کیوں رو رہی ہیں؟" وہ ان کے پاس آئی۔ اس کے پوچھنے پہ بھی خاموشی رہی لیکن آنسو زار و قطار بہہ رہے تھے۔ وہ اب بھی پلو سے چہرہ چھپائے ہوئے تھیں۔
"امی...... آپ کو اللہ کا واسطہ کچھ تو بولیے۔" وہ ان کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھی۔
"تمہارے نانا اور ماموں آئے ہیں۔" انہوں نے روتے ہوئے ایک جملہ کہا اور اس ایک جملے میں وہ سمجھ نہیں پائی تھی کہ رونے کی وجہ کیا ہے۔
"اس میں رونے والی کیا بات ہے؟ آپ کا حال پوچھنے آئے ہوں گے۔" اس کے ذہن میں یہ ہی بات آئی کہ وہ خبر گیری کرنے آئے ہوں گے اور شاید امی کو ابو یاد آگئے۔ اس کی بات پہ انہوں نے انکار میں سر ہلایا۔
"تو پھر امی؟" اس نے سوچ لیا تھا کہ امی اب نہ بولیں تو خود باہر چلی جائے گی۔
"انہیں آپا جی اور تمہارے چچاؤں نے بلایا ہے۔" دوبارہ ایک اور زہر بھرا جملہ بولا گیا۔
"کس لیے؟" وہ سمجھ گئی تھی کہ امی سے بولا نہیں جارہا تب ایک جملے پہ اکتفا کیا۔
"انہیں کہا گیا ہے کہ اب یہاں ہماری جگہ نہیں ہے، ہمیں اپنے ساتھ لے جائیں۔" یہ بات کہتے ہوئے امی کی سسکیاں یوں بلند ہوئیں کہ اس کے دل کا شور دب گیا۔
وہ چند پل سمجھ نہیں پائی کہ امی نے کیا کہا ہے۔ ایک پل دل میں خیال آیا کہ امی غلط کہہ گئی ہیں، آپا جی لاکھ خفا سہی ایسے کبھی نہیں کرسکتیں لیکن دل کی تاویلیں دماغ کہاں مانتا ہے۔ اس نے امی کا ہاتھ آہستگی سے چھوڑا اور دوپٹا ٹھیک کرتی باہر نکل آئی۔ اس کا رخ کبیر چچا کے حصے کی طرف تھا۔ ابو کے جنازے کو کندھا دینے کے لیے عجلت میں آئے اور اسے کتنا سکون ملا تھا کہ بھائی کی محبت میں پردیس سے دوڑے چلے آئے ہیں لیکن وہ تو انہیں سنگسار کرنے کے درپے تھے۔ سارا دن ان کے حصے میں ہی تو پنچائیت لگتی اور وہاں بیٹھے سب لوگ ان کی زندگیوں کے خدا بننے کی تیاریوں میں تھے۔
لاؤنج میں رکھے صوفوں پہ سب براجمان تھے۔ نانا اور

ماموں ایک طرف سر جھکائے بیٹھے تھے جیسے کہ بھری عدالت میں مجرم ہو اور سزا کا منتظر ہو۔ اسے دیکھ کر ایک پل کو خاموشی چھا گئی تھی۔ وہاں کھڑے ہوکر اس نے سب کے چہرے غور سے دیکھے کہ شاید کسی اپنے کی جھلک نظر آجائے لیکن کوشش بے سود تھی۔
"ہاں بیٹا...... تیاری ہوگئی؟" وہاں سب کو خاموش پاکر ماموں فوراً سے اٹھے۔
"کس چیز کی تیاری ماموں؟" اس نے انجان بنتے ہوئے ان ہی سے سوال کیا۔
"بیٹا ہم آپ لوگوں کو لینے آئے تھے۔ باجی اکیلی پریشان ہوتی ہوں گی تو سوچا کچھ دن ہمارے پاس رہ لیں۔ دل بہل جائے گا۔" ماموں نے اسے حقیقت کے قہر سے بچانے کی کوشش کی۔
"ماموں...... آپ جانتے ہیں ناں کہ امی ابھی عدت میں ہیں؟" اس نے سب پہ ایک نگاہ ڈالی لیکن سوال صرف انہی سے کیا تھا۔
"بیٹا...... عدت وہاں بھی پوری ہوسکتی ہے۔" انہوں نے اسے سمجھانا چاہا۔
"آپ سب لوگ بڑے ہیں، مجھ سے زیادہ سمجھدار ہیں، کیا آپ لوگوں نے نہیں پڑھا کہ عدت شوہر کے گھر میں پوری کرنا زیادہ بہتر ہے؟" اب کی بار اس نے سب کو گھسیٹا لیکن خلاف توقع جواب ناپید تھا۔
"بیٹا......" ماموں نے ایک بار پھر بولنے کی کوشش کی۔
"مجھے خوشی ہوئی یہ جان کر کہ آپ نے ہمارا خیال کیا لیکن امی اپنی عدت یہاں پوری کریں گی۔ آپ لوگ کون سا دور ہیں ماموں، یہ چند گلیاں چھوڑ کر تو گھر ہے۔ میں چکر لگالوں گی اور امی کی عدت کے بعد تو ہم دونوں ہی آیا کریں گی۔" اس نے بات ختم کرتے ہوئے سب کو دیکھا یوں جیسے پوچھ رہی ہو کہ کسی کو کوئی مزید سوال تو نہیں کرنا۔ اس کی نگاہ نانا پہ گئی جو سر جھکائے ہوئے تھے لیکن ان کے ہونٹوں پہ مدہم مسکان تھی۔
"بڑوں کے فیصلے میں بولنے والی تم کون ہوتی ہو؟" ابھی اپنے قدموں کو واپس موڑا ہی تھا کہ مخالفت کا پہلا تیر آیا۔ یہ بولنے والی نزہت چچی تھیں، وہ چچی جن کو ابو اپنی چھوٹی بہن کہتے تھے۔ ان کے زبانی ترازی امی نے ہمیشہ ہنس کے سہی تھی۔
"میرے اور میری ماں کے متعلق فیصلہ کرنے والی آپ بھی کوئی نہیں ہوتیں چچی جان۔" اس نے تلخ لہجے میں کہا۔ ایک پل کے لیے سب کو سانپ سونگھ گیا۔
"بڑوں کا ادب احترام بھول گئی ہو؟" اب کے بولنے والے امیر احمد تھے۔
"بالکل نہیں۔ آپ کو کبھی میری ماں کی تربیت دوسری عورتوں کی طرح نہیں لگے گی۔ میں آپ کو ہمیشہ عزت اور احترام دیتی نظر آؤں گی۔" اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، ایسا جواب کہ دوبارہ کسی نے سوال پوچھنے کی جسارت نہیں کی۔
"آیئے نانا...... میں آپ کو امی کے پاس لے چلوں۔" اس نے آگے بڑھتے ہوئے ان کو اٹھایا اور کمرے سے نکل گئی۔ سب اس کے انداز پر حیران رہ گئے تھے۔
امی کے لیے یہ خبر ہی جاں فزا تھی کہ وہ اس گھر سے کہیں نہیں جارہیں۔ اب کے بار رونا خوشی کا تھا۔
"باجی...... آپ بالکل فکر نہ کریں۔ بھائی جان آپ کو اکیلا چھوڑ کر نہیں گئے بلکہ اپنی بہادر بیٹی کے سپرد کر گئے ہیں۔ آپ نے کتنے سال بیٹا نہ ہونے کا شکوہ کیا لیکن دیکھ لیں آپ کی بیٹی ہی آپ کے سامنے دیوار بن گئی۔" ماموں نے امی کو گلے لگاتے ہوئے دلاسا دیا۔
"نسرین...... کبھی نہ سمجھنا کہ میرا گھر تمہارا نہیں ہے۔ جب دل چاہے چلی آنا، تمہیں اس گھر کے دروازے اپنے لیے کھلے ملیں گے۔" نانا نے امی کے سر پہ شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
"عاشی...... میں اپنا موبائل وہیں بھول گیا۔" ابو کے علاوہ صرف ماموں کے لیے وہ عاشی تھی اور آج یہ لفظ اسے زیادہ بھلا لگا تھا۔

"میں لے آتی ہوں۔" وہ فوراً موبائل لینے کے لیے پلٹی۔

"میں نا کہتی تھی نہ بڑھاؤ اتنا کہ کل کو ہمیں ہی پڑھانے لگے۔" خانم پھوپو کی آواز اتنی اونچی تھی کہ اسے پورشن کے دروازے تک آرہی تھی۔

"باجی برانہ منایئے گا آپ کو ہی پسند تھی اور اتنی پسند کہ بہو بنانے کی تیاریوں میں تھیں۔ میری مانو تو آپ کو نظر ہی نہیں آئی۔" نزہت چچی نے جلتی پہ خوب تیل چھڑکا تھا خیر وہاں تو پہلے ہی سب جلا پڑا تھا۔

"ارے میری مت ماری گئی تھی۔ میں نے تو بھائی کا احساس کرنے کا سوچا تھا مجھے کیا معلوم آستین کا سانپ نکلے گی۔" اس نے انسانوں کو سانپ جیسا زہر نکالتے پہلی بار دیکھا تھا سو تکلیف فطری تھی۔ اس نے تکلیف کو مسکراہٹ کے پردے میں چھپایا اور اندر داخل ہوگئی۔

"میں صرف یہ موبائل لینے آئی تھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے موبائل اٹھایا اور واپس پلٹ گئی۔

وہ پورشن سے باہر نکلی تو سامنے زین کھڑا تھا جسے مخالف صف میں دیکھنا مشکل تھا۔ آپا جی اور زین کا بدلنا اسے سب سے زیادہ تکلیف دہ لگا تھا۔ اس نے اجنبی نگاہوں سے بھی اسے دیکھنا گوارا نہیں کیا اور آگے بڑھ گئی۔ اگر رک جاتی تو اندازہ ہو جاتا کہ اس کی آنکھوں پہ چھایا پردہ بھی ہٹ گیا ہے۔ عائشہ کے نکلتے ہی اس نے سب کی زبانوں کو لاوا اگلتے دیکھا لیکن جب خانم بیگم بولیں تو اسے محسوس ہوا وہ دل میں بسنے والی کو کتنی تکلیف دے آیا ہے۔ اس کے سامنے جس ماں کا دعویٰ دار بنا تھا وہ تو اس لشکر کی سپہ سالار تھیں۔ وہ سب کو چھوڑ کر باہر نکل آ گیا تھا۔ وہ صحن کے اک کونے میں کھڑا سود و زیاں کا حساب کر رہا تھا کہ عائشہ دوبارہ نظر آئی۔ اس کا رخ دوبارہ اسی جانب تھا۔ وہ جلدی سے آگے بڑھا کہ شاید اسے روک لے اور وہ تکلیف دہ باتیں اس کی سماعت میں نہ ہی جائے لیکن اسے دیر ہو چکی تھی۔ اب جب کہ وہ واپس آئی تو اس کے آنکھوں میں اپنے لیے صرف خسارہ نظر آیا تھا۔ اس نے پانے سے پہلے کھو دینے کا ڈر اپنی جان کو لگا لیا تھا اور ڈر کبھی سکون نہیں لینے دیتا۔

تجھ کو پائیں، تجھے کھو بیٹھیں پھر
زندگی ایک تھی ڈر کتنے تھے

وہ آج گھر میں اکیلی تھیں۔ موسم اداس تھا یا انہیں لگ رہا تھا لیکن ان کی شدید خواہش تھی کوئی آ جائے۔ تنہائی موسم کی اداسی کو مزید بڑھا رہی تھی۔ وہ دھیان بٹانے کے لیے کچن میں چلی آئیں۔ کچھ لمحوں بعد چائے، سموسے ٹرے میں رکھے باہر نکلیں تو گھنٹی بجنے کی آواز پہ چونک گئیں۔ ان کا چونکنا بجا تھا کیونکہ زاہد رات تاخیر سے آنے کا کہہ کر گئے تھے۔ گھر والے ابھی تک نہیں لوٹے تھے اور ابھی بھی کچھ دن نہ لوٹنے کا ارادہ تھا تو پھر اس وقت کون آیا ہوگا یہ سوچ آنا عجیب بات نہیں تھی۔ وہ دروازے کے پاس پہنچیں اور ان کے پوچھنے سے پہلے ہی عبداللہ نے اپنی موجودگی کا بتا دیا تھا۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں بھابی؟" دروازہ کھلتے ہی انہیں دیکھ کر وہ گرم جوشی سے بولا۔

"وعلیکم السلام۔ کیسے ہو عبداللہ، پھوپو کیسی ہیں؟" انہیں بھی اس کی آمد سے خوشی ہوئی تھی۔ ایک وہ ہی تو تھا جو اس پورے خاندان میں سب سے الگ تھا۔

"امی بھی ٹھیک ہیں۔ میرے خیال میں آپ گھر میں اکیلی ہیں۔" اس نے طائرانہ نظر گھر میں ڈال کر اندازہ لگایا۔

"ہمم...... دن میں تو اکیلی ہوتی ہوں، رات میں زاہد گھر آ جاتے ہیں۔" وہ اسے ساتھ لیے بیٹھک کی جانب چلی آئیں۔

"ان لوگوں کا کب تک آنے کا ارادہ ہے؟" اس نے باقی گھر والوں کا پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم لیکن شاید اب جلد آ جائیں۔" انہوں نے شرمندگی سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ "تم تو زین سے ملنے آئے ہو گے ناں؟"

"نہیں...... مجھے آپ سے ہی ملنا تھا۔" اس کی بات نے انہیں کافی حیرت زدہ کیا۔

"مجھ سے......! پر کیوں؟" وہ جو اس کے لیے بھی چائے بنانے کے لیے اٹھ رہی تھیں، اس کی بات سن کر وہیں بیٹھ گئیں۔

"امی کی طبیعت خرابی کا سن کر واپس آیا لیکن وہاں تو نیا ہی سیاپا سننے کو مل گیا تھا۔ امی کو ہر طرح سے سمجھانے میں ناکام ہو کر آپ کے پاس آیا ہوں۔ اب اگر میری کوئی مدد کر سکتا ہے تو وہ آپ ہیں۔" اس نے امید بھری نگاہوں سے انہیں دیکھا۔

"میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟" انہیں اس کی بات پہ ہنسی آئی۔

"امی نے مجھ سے شادی کی بات کی ہے، ان کی ہر خواہش پوری کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں لیکن یہ بات نہیں مان سکتا۔"

"اس سلسلے میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟" وہ اب بھی الجھی ہوئی تھیں۔

"آپ ہی کر سکتی ہیں۔ امی میری شادی کسی اور سے نہیں سنبل سے کرانا چاہ رہی ہیں اور میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ سوچ کسی نے ان کے دماغ میں ڈالی ہے۔" اس کی بات سے ان کے دماغ میں چند دن پہلے والا واقعہ آ گیا تھا۔ عبداللہ کے گھر میں وہ اس سلسلے میں بات سن چکی تھی لیکن اسے کچھ ہو جانے کی امید اس لیے نہیں تھی کہ عبداللہ ان سب کو کافی اچھے سے جانتا تھا۔

"اس سب میں تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟" وہ مطلب کی بات پہ آئیں۔

"میں نے امی کو بہت قائل کرنے کی کوشش کی ہے کہ سنبل کے مزاج ہم لوگوں سے قطعاً نہیں ملتے مگر وہ ماننے کو تیار نہیں ہیں۔ میں بظاہر تو ان سے ناراض ہوں لیکن زیادہ دیر نہیں رہ سکتا، اگر انہوں نے مجھ پہ زیادہ دباؤ ڈالا تو مجھے ماننا پڑے گا۔ مجھے اپنی فکر نہیں ہے، مجھے صرف امی کی فکر ہے کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ وہ کبھی امی کی خدمت نہیں کرے گی، کبھی انہیں اپنی ماں جیسا نہیں سمجھے گی۔"

"تمہاری سب باتیں ٹھیک ہیں لیکن میں تمہاری کیا مدد کر سکتی ہوں؟" وہ اب بھی اس سب میں اپنا کردار نہیں سمجھ سکی تھیں۔

"امی مجھے نہیں سمجھ رہیں لیکن اگر آپ انہیں سنبل اور اس کے مزاج کا بتائیں گی تو یقیناً وہ سمجھ جائیں گی۔ آپ کی اتنی سی مدد میری بہت بڑی مشکل آسان کر دے گی۔" اس نے ساری بات انہیں بتائی۔

عبداللہ کی بات نے انہیں پریشان کر دیا تھا۔ وہ شش و پنج میں مبتلا ہو گئی تھیں کہ کیا جواب دیں۔ اس کی بات بھی ٹھیک تھی لیکن ایسا کر کے وہ اپنے لیے مزید مشکلات پیدا کر سکتی تھیں۔

"میں تمہاری بات سمجھ رہی ہوں لیکن تم شاید میرے حالات سے واقف نہیں ہو۔ جیسا تم کہہ رہے ہو میں ایسا کر تو لوں لیکن میں بہت مشکل میں پھنس جاؤں گی۔ ایسے اقدام تب کیے جاتے ہیں جب اپنے پاؤں مضبوط ہوں؟" اسے انکار کرتے ہوئے وہ شدید دکھی ہوئیں لیکن اپنے پاؤں پہ کلہاڑی نہیں مار سکتی تھیں۔

"بھابی...... کوئی تو راستہ ہوگا ناں؟ آپ مل کر نہیں بتا سکتی تو فون پہ ہی بات کر لیں۔" وہ اب بھی بضد تھا۔

"نہیں...... کوئی راستہ نہیں ہے۔ تم زیادہ اصرار نہ کرو ورنہ میں خود کو تمہاری مجرم ہونے کے احساس سے کبھی نہیں نکال پاؤں گی۔" ان کا لہجہ حتمی ہوا۔

وہ برتن اٹھائے کچن کی طرف جانے کے لیے اٹھیں تو سامنے زاہد کو دیکھ کر چونک گئیں۔ وہ نہ جانے کب آ گئے تھے اور کیا کیا سن چکے تھے؟ ان کے قدم من بھر وزنی ہو گئے اور کیسے وہ وہاں سے نکلی تھیں یہ وہ ہی جانتی تھیں۔ کچن میں بھی خوف سے بری حالت اور اسی باعث ہاتھ بری طرح کپکپا رہے تھے۔ وہ دوبارہ ٹرے سجا کر پلٹی ہی تھیں کہ خارجی دروازے کے بند ہونے کی آواز آئی۔ عبداللہ رخصت ہو گیا تھا۔

"وہ عجلت میں تھا چلا گیا۔" زاہد کچن میں ہی آ گئے اور

اسے ساکت سا ٹرے ہاتھ میں پکڑے دیکھ کر بولے۔ان کی اٹکی سانس بحال ہوئی کیونکہ زاہد کا لہجہ معتدل تھا۔

''آپ کے لیے لے آؤں؟'' ان کا اشارہ ہاتھ میں پکڑی ٹرے کی طرف تھا۔

''ہاں' بڑی بھوک لگی ہے' اس سے تھوڑا سکون مل جائے گا۔'' وہ جواب دیتے آگے بڑھ گئے۔

وہ لوازمات پہ ہاتھ صاف کر رہے تھے اور وہ کسی قابل قبول بہانے کو سوچ رہی تھیں جو عبداللہ کے متعلق لگایا جائے۔اس کے ساتھ ساتھ مشکل یہ بھی تھی کہ نہ جانے وہ اپنی آمد کے متعلق کیا کہہ گیا تھا۔وہ کیسی عجیب مشکل میں پھنس گئی تھیں۔

''تم اتنی پریشان کیوں ہو؟''

''آپ کو بھوک لگی ہے اور میں نے کچھ پکایا نہیں ہے۔آپ رات دیر سے آنے کا کہہ گئے تھے اس باعث جلدی کچھ نہیں پکا پائی۔'' انہیں عجلت میں یہ ہی جواب سوجھا سو بول دیا۔

''اس میں پریشانی والی کون سی بات ہے؟'' انہوں نے سوالیہ نگاہیں ان پہ مرکوز کیں۔

''اچھا تم فکر نہ کرو' میں باہر سے کچھ لے آؤں گا بلکہ ایسا کرو تیار ہو جاؤ' رات کا کھانا کسی اچھی جگہ سے کھاتے ہیں۔'' انہوں نے کوئی جواب نہ پا کر خود ہی کہا اور دائیں ہاتھ سے سفید ہوتے گال کو سہلایا۔

''جی......! جی ٹھیک ہے۔'' انہوں نے ایک دم بوکھلاتے ہوئے جواب دیا۔

کبھی کبھار کی محبت خوش کرنے سے زیادہ ڈرا دیتی ہے اور اس پل یہ کیفیت ان پہ بخوبی عیاں ہو رہی تھی۔اب جب وہ ہر حال میں راضی رہنے لگی تھیں تو یہ مہربانیوں سے سامنا ہو رہا تھا' جذبات جب اپنی موت آپ ہی مر گئے تو ان میں نئی روح پھونکنے کی کوشش ہونے لگی اور اس حقیقت سے بھی وہ آگاہ تھیں کہ کوشش چند دنوں کی ہے' یہ محبت تنہائی کی محتاج تھی اور ایسی محبت بھلا محبت کب ہوتی ہے؟

ایسا نہیں کہ ان سے محبت نہیں رہی
جذبات میں وہ پہلی سی شدت نہیں رہی

موسم اپنے رنگ بدل رہا تھا۔سردیاں اختتام کی جانب گامزن تھیں لیکن شدت میں کچھ زیادہ کمی نہیں آئی تھی۔دن کی دھوپ ابھی بھی بھلی لگتی تھی سو وہ فضول سازشوں اور بیکار باتوں کا حصہ بننے کی بجائے چھت پہ بچھی چارپائی پہ لیٹا رہتا یا گھر سے باہر وقت گزارنا بہتر سمجھتا تھا۔اس وقت بھی وہ اپنی ہی سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔اس نے آنکھیں موند لیں کیونکہ وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا اور جس سے سامنا ہونے کی دعا مانگ رہا تھا وہ نہ جانے کہاں جا چھپی تھی۔قدموں کی آواز قریب آتے آتے اس کے نزدیک رک گئی۔جب کئی لمحے آواز نہ آئی تو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔آنے والی مانو تھی۔

''کیا ہوا؟'' اسے یوں ہی ساکت کھڑا دیکھ کر وہ پوچھ بیٹھا۔

''وہ...... میں تو چھت پہ دھوپ سینکنے آئی تھی لیکن یہاں تو آپ بھی موجود ہیں۔'' اس نے عجیب سے انداز سے وضاحت دی۔وہ ایک بے تکے انداز سے دوپٹے کے کنارے کو انگلیوں پہ لپیٹ اور کھول رہی تھی۔ایک پل کو تو اسے لگا وہ کسی بیماری کا شکار ہو گئی ہے۔

''تمہیں کیا ہوا ہے...... ٹھیک تو ہو ناں؟'' وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھا۔

''جی میں تو ٹھیک ہوں۔'' اس کے انداز میں مزید شدت آ گئی تھی۔

''اچھا۔'' اس کا اچھا نا یقین کرنے والا ہی تھا۔''جاؤ' وہاں جا کر بیٹھ جاؤ۔'' اسے اپنے سر پہ ہی کھڑا دیکھ کر اس نے دوسری طرف جانے کو کہا اور دوبارہ دراز ہو گیا۔اسے آنکھوں پہ بازو رکھے کئی پل گزر گئے لیکن وہ ابھی بھی وہیں کھڑی محسوس ہو رہی تھی۔

''اب کیا ہے؟'' اس نے بازو ہٹاتے ہوئے سخت

لہجے میں پوچھا۔

''وہ آپ کو نہیں معلوم نیچے کیا باتیں ہو رہی ہیں؟'' اس نے الجھا ہوا سا سوال کیا۔

''میں کوئی بھوت تو ہوں نہیں کہ یہاں بیٹھ کر نیچے کے حالات معلوم کر لوں۔'' وہ جی بھر کے بدمزہ ہوا اور دل چاہ رہا تھا واقعی کوئی جن ہوتا تو اس بلا کو یہاں سے غائب کر دیتا۔

''میں آپ کو یہ ہی تو بتانے آئی تھی۔'' وہ شاید اس کے تلخ رویے سے بوکھلا گئی تھی۔

''بتانے آئی تھی تو بتا دو اتنی دیر سے کھڑی یہ کرتب کیوں دکھا رہی ہو؟'' اس نے ہاتھ سے اس کے پلو کی جانب اشارہ کیا۔وہ کچھ بولنے ہی والی تھی کہ کوئی بہت تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا اوپر آیا۔ان دونوں نے چونک کر اس جانب دیکھا۔آنے والا مٹھو تھا جو بہت تیزی سے ان کی طرف ہی آ رہا تھا۔

''یہ تم کیوں ہوا کے گھوڑے پہ سوار ہو؟'' زین کو اس کی اتنی عجلت بھی ہضم نہیں ہوئی۔

''وہ زین بھائی......'' بولتے ہوئے ایک دم احساس ہوا کہ ان کے علاوہ تیسرا کوئی بھی یہاں موجود ہے۔''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' اس نے غصے سے بہن کو دیکھا۔

''وہ......وہ...... میں تو ایسے ہی دھوپ کے لیے آئی تھی۔'' اس کے تیور دیکھتے ہوئے بہانہ بنایا اور وہاں سے چلتی بنی۔

''یہ تم دونوں بہن بھائی کو ہو کیا گیا ہے...... کوئی مجھے بتائے گا؟'' وہ اب کے زچ ہو کر بولا۔

''اس وقت نیچے آپ کی قسمت کا فیصلہ کیا جا رہا ہے اور آپ بے خبر بیٹھے ہیں؟'' اس کے لہجے سے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ وہ غصے و رنج کا شکار ہے۔

''ایسا کیا ہو گیا مٹھو؟''

''پھوپو نے آپ کے لیے مانو کا رشتہ مانگا ہے اور امی نے فوراً سے ہاں بھی کر دی ہے۔'' اس نے زین کے سر پہ بم پھوڑا۔

''ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟'' وہ جہاں کا تہاں رہ گیا۔اسے اب مانو کے بدلے بدلے انداز سمجھ میں آ رہے تھے۔وہ چند پل کچھ بول ہی نہیں پایا۔امی ایسا کیسے کر سکتی ہیں؟ اس کی عقل تو یہ ہی تسلیم کرنے سے انکاری تھی۔

''امی ایسے نہیں کر سکتیں۔میرے خیال میں یہ آپا جی یا نزہت مامی کا کیا دھرا ہے۔'' وہ خود کو باور کروانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایسے نہیں ہو سکتا۔

''میری امی کو آپ قصوروار سمجھ سکتے ہیں لیکن نہ پھوپو بے قصور ہیں اور نہ ہی آپا جی اس سب کا حصہ ہیں۔آپا جی تو اس سب سے منع کر رہی ہیں لیکن ان کی کوئی نہیں سن رہا۔اب انہیں بھی احساس ہوگا کہ ان کا سارا دم خم تایا کی وجہ سے تھا۔'' مٹھو غصے سے بھرا ہوا تھا اور جو منہ میں آیا بول رہا تھا۔

''آپ ابھی تک ایسے کیوں بیٹھے ہیں...... کچھ کرتے کیوں نہیں؟'' مٹھو کو اس کا ایسے ہاتھ پاؤں چھوڑنا زہر لگا۔

''مجھے اکیلا چھوڑ دو مٹھو...... تم اب جاؤ۔'' اس کا انداز ٹوٹے بکھرے انسان جیسا تھا۔

چند لمحوں میں سب کچھ بدل گیا تھا۔ابھی کچھ دن پہلے امی نے کتنے چاؤ سے عائشہ اور اس کی باقاعدہ منگنی کی بات کی تھی۔ان سب کے لیے یہ ایک دھچکا تھا کہ ماموں نے سوچنے کے لیے وقت مانگا اور پھر یہ خبر کہ وہ انکار کرنے والے ہیں۔وہ یہ سوچ سکتا تھا کہ ماموں کی سوچ بدل گئی لیکن یہ نہیں مان سکتا تھا کہ انکار عائشہ نے کیا ہوگا۔اس دن قبرستان میں یہ راز بھی کھل گیا کہ اس کو مسترد کرنے والی وہ خود ہی تھی۔

''زین بھائی......اب سب امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔اب آپ ہی عائشہ کی مدد کر سکتے ہیں۔آپ اس صورت حال میں انہیں اکیلا نہیں چھوڑے گے ناں؟ ان کا ساتھ دے کر یہ ثابت کر دیں کہ آپ ہی ان کے لیے بہتر ہیں۔'' وہ عائشہ کے حق کے لیے اس کو لڑنے کے لیے کہہ رہا تھا۔

مٹھو کا یہ اصرار دیکھ کر اسے خوشی ہوئی تھی کہ کوئی تو اس وقت اس کے ساتھ کھڑا ہے۔وہ مشکل حالات میں تنہا نہیں ہے بلکہ اس کے لیے اچھا سوچنے والے ابھی موجود

ہیں۔ آپا جی بھی اس سب میں شامل نہیں تھیں اور اس کے بعد یہ سوچا جاسکتا ہے کہ ان کے دل میں عائشہ کی سوئی محبت دوبارہ جگائی جاسکتی ہے۔

"زین بھائی....." اسے سوچوں میں الجھا دیکھ کر مٹھو نے ایک بار پھر پکارا۔

"مٹھو..... تم یوں ہی ہمیشہ اس کا ساتھ دینا۔ میں بھی اس کی مشکلیں کم کرنے کی کوشش کروں گا لیکن جس حد تک جانے کا تم کہہ رہے ہو وہاں کے سب راستے اس نے خود ہی بند کردیئے ہیں۔" اس کے لہجے میں اداسی اتر آئی تھی۔

آج وہ بہت دنوں بعد نانا کی طرف آئی تھی۔ امی نے جانے کے لیے اتنا اصرار کیا کہ ان کی مانی ہی پڑی اور اب سوچ رہی تھی ٹھیک کیا کہ آگئی۔ وہ اتنے دنوں سے گھر میں تھی لیکن صورت حال ایسی تھی جیسے کسی قید میں ہو۔ یہاں آکر ایسے لگا جیسے کسی قید سے رہائی مل گئی ہو۔

"تم نے یونیورسٹی جانا شروع کیوں نہیں کیا؟" مامی نے کھانا اس کے سامنے رکھتے ہوئے سوال کیا۔

"مامی..... گھر میں عجیب سا ماحول ہے۔ ایسے لگتا ہے ہر کوئی سازشوں میں مصروف ہے اور ان حالات میں مجھے امی کو اکیلے چھوڑنے سے ڈر لگتا ہے۔ امی کی عدت ختم ہونے میں چند روز باقی ہیں اس کے بعد جایا کروں گی۔" اس نے انہیں تفصیل سے وضاحت دی۔

"اچھا تم کھانا کھاؤ میں ذرا بچوں کو دیکھ لوں، ابھی اسکول سے آئے ہیں۔"

"عائشہ..... ایک بات تم سے کہنی تھی۔" چھوٹی خالہ اس کے پاس آبیٹھیں۔

"جی خالہ..... کہیے۔" اس نے کھانے سے ہاتھ روک کر ان کی سمت دیکھا۔

"ابو لینے گئے تو تم نہیں مانی تھی لیکن حالات بدلتے دیر نہیں لگتی۔ اگر کبھی بھی تمہیں لگے کہ وہاں رہنا مشکل ہے تو بے جھجک یہاں چلی آنا۔ یہ بھی تم لوگوں کا اپنا گھر ہے۔" خالہ کے لہجے میں اس کے لیے فکرمندی تھی۔

چھوٹی خالہ عمر میں اس سے تھوڑی ہی بڑی تھیں، اسی باعث آپس میں کافی بے تکلفی تھی۔ وہ بھی بلاجھجک ان سے ہر بات کرلیتی تھی۔ ان کی شادی عنقریب متوقع تھی لیکن انہیں، بہن اور بھانجی کی فکر لاحق تھی۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ مجھے جب بھی ضرورت پیش آئی یہ گھر میرا پہلا ٹھکانہ ہوگا۔" اس نے ان کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں تسلی دی۔

خالہ سے باتوں ہی باتوں میں کھانا ختم ہوگیا تو وہ برتن اٹھائے کچن میں آگئی۔ اس کا دل تھا اچھی سی چائے پیے اور لمبی تان کر سوجائے۔

"ارے تم کیوں لائی؟ میں بچوں کو بھی کھلانے لگی تھی، سب برتن اکٹھے اٹھالیتی۔" مامی نے برتن اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے محبت سے ڈانٹا۔

"میں مہمان تھوڑی ہوں۔ میرا اپنا گھر ہے سو تکلف کیسا؟" وہ وہیں ان کے پاس سلیب سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوگئی۔

"یہ عینی بڑی کمزور لگ رہی ہے؟" اس نے واکر میں بیٹھی چھوٹی سی گڑیا کو اٹھاتے ہوئے سوال کیا۔

"یہ میڈم صاحبہ دانت نکال رہی ہیں تو اسی باعث کمزور ہوگئی ہے۔" انہوں نے دلیے کا پیالہ اس کے سامنے رکھا کہ ساتھ ساتھ عینی کو کھلادے۔

اسے ان عادات کے باعث وہ پسند تھیں کہ کبھی اجنبیت کا احساس نہیں ہوا تھا۔ وہ سب میں بہت جلد گھل مل جاتی تھی بلکہ اکثر وہ انہیں سے مشورہ کرتی کیونکہ ان کی رائے جذباتیت کے دائرے سے باہر ہوتی تھی۔

"مامی..... آپ کو پتا تو ہوگا کہ وہاں سب چاہ رہے ہیں کہ ہم لوگ وہاں سے چلے جائیں۔ نانا اور ماموں بھی لینے آئے تھے، امی کی عدت کے باعث میں نے منع کردیا لیکن اب مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کیا کروں؟" وہ حد درجہ الجھی ہوئی لگ رہی تھی اور وہ جانتی تھی کہ اس الجھن کا حل یہاں سے ہی ملنے والا ہے۔

"اس میں نا سمجھنے والی کون سی بات ہے؟ کچھ دیر کے لیے ہر چیز کو ایک طرف رکھو اور صرف یہ سوچو کہ تم کیا چاہتی ہو اور مجھے امید ہے اس کے ساتھ ہی تمہیں اپنے مسئلے کا حل مل جائے گا۔" انہوں نے اس کے سامنے ایک آسان تجویز رکھ دی۔

"وہ ابو کا گھر ہے اور میں اسے کسی صورت میں چھوڑنا نہیں چاہتی۔ مجھ سے زیادہ یہ سب امی کے لیے تکلیف دہ ہوگا لیکن حالات بہت خراب کردیئے گئے ہیں۔ اگر صرف رہنے کا مسئلہ ہو تو بھی کڑوی کسیلی سنی جاسکتی ہیں لیکن مالی مسائل بھی تو ہیں۔ مجھے امید ہے، ہمیں زمین سے یا فصل سے بالکل حصہ نہیں دیا جائے گا۔ میری پڑھائی رہتی ہے ورنہ میں جاب کرسکتی تھی۔" وہ بظاہر عینی کو دلیہ کھلا رہی تھی لیکن اس کی آنکھوں میں تیرتے آنسو وہ بخوبی دیکھ پارہی تھیں۔

"تم بہت بہادر ہو عائشہ اور مجھے پورا یقین ہے کہ تم سب کچھ ٹھیک کرسکتی ہو۔" انہوں نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پہ رکھا تو آنسو بند توڑ کے بہنے لگے۔

"میں بالکل اتنی باہمت نہیں ہوں جتنا آپ سمجھ رہی ہیں۔" اس نے سر شدت سے انکار میں ہلایا۔

"سب چھوڑو ادھر بیٹھو۔" انہوں نے عینی کو پکڑ کر واپس واکر میں بیٹھایا اور اسے پاس رکھی کرسی پہ بٹھایا۔

"زندگی میں بہت سارے مسائل آتے ہیں لیکن ہمیں بھی پوری تیاری سے ان کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے یہ طے کرو کہ سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟ پھر اس کے خاتمے کے لیے میدان میں اترو اور تب تک لڑو جب تک مسئلہ ختم نہ ہوجائے۔ میری ایک بات کا یقین کرلو کہ اگر مسئلہ تم نے اپنی پوری قوت لگا کر ختم کردیا تو اس کے بعد تمہیں کوئی بات، کوئی چیز پریشان نہیں کرسکے گی کیونکہ تم یہ جان چکی ہوگی کہ تم سب ہینڈل کرسکتی ہو۔" وہ اس کے دونوں کندھوں پہ ہاتھ رکھے اس کی پشت پہ کھڑی تھیں۔

"مجھے اس گھر سے کہیں نہیں جانا لیکن ان سب کی باتیں بھی برداشت سے باہر ہیں۔" وہ اس انداز سے بولی جیسے بتا رہی ہو کہ پہلا مسئلہ تو یہ ہی ہے۔

"اپنے کان بند کرلو۔" وہ یوں بولیں جیسے بہت آسان بات کہہ دی ہو۔ "میں ٹھیک کہہ رہی ہوں، اپنی سماعتوں پہ ایسے لوگوں کی باتیں حرام کرلو جو تمہاری راہ کھوٹی کرنے والے ہیں۔" وہ اپنی بات پہ زور دے کر بولیں۔

"اس کے علاوہ یہ بات خود کو باور کروادو کہ وہ ہی تمہارا گھر ہے۔ زندگی میں کبھی دوسرا راستہ نہ رکھنا اور یہ ہی چیز تمہیں ثابت قدم رکھے گی۔"

"دوسرا راستہ؟" گھر کے ذکر کے ساتھ اس بات کا مطلب وہ سمجھ نہیں پائی۔

"ہاں..... دوسرا راستہ جیسے تم یہ سوچتی ہو کہ جب وہاں حالات اختیار سے باہر ہوگئے تو یہاں چلی آؤ گی تو یہاں چلے آنا تمہارا دوسرا راستہ ہے۔ دوسرا راستہ بند کردو گی تو پہلا ہمیشہ کھلا رہے گا اور اسے تم خود کھلا رکھو گی۔" وہ جانتی تھیں کہ ان کی بات تلخ ہے لیکن وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ یہ ہی اس کے حق میں بہتر ہے۔

"آپ کہہ رہی ہیں کہ جیسے بھی حالات ہوں میں وہیں رہوں، یہاں کا رخ نہ کروں؟" وہ ایک دم آبدیدہ ہوئی۔

"عائشہ..... یہ میں اس لیے نہیں کہہ رہی کہ مجھے تمہارے آنے سے کوئی مسئلہ ہوگا۔ یہ تمہارا گھر ہے خوشی سے جاہے جتنی بار آؤ لیکن اس گھر کے دروازے بند کرکے یہاں کبھی مت آنا۔ جب تک تم اس گھر سے منسوب ہو تب تک تم معاشرے میں مقام رکھتی ہو۔ جب وہاں سے رخ موڑ لوگی تو یہ دنیا تمہیں قدموں میں روندے گی۔ وہ لوگ جیسے بھی ہوں گے تمہاری پہچان انہی سے ہے۔" انہوں نے پوری کوشش کی کہ اپنے الفاظ کو نرم رکھیں لیکن اس کے باوجود وہ اسے دکھی کرگئی تھیں۔

"میں آپ کی باتوں کے متعلق سوچوں گی۔" ایک طویل خاموشی کے بعد وہ صرف اتنا ہی بول پائی تھی۔

وہ کئی مہینے گھر سے باہر رہنے کے بعد لوٹ آیا تھا۔ اس کے بے حد اصرار کے باوجود امی نہیں آئی تھیں۔ وہ ان

مہینوں میں بدترین غلط فہمی کا شکار رہا کہ امی سب معاملات درست کرنے کی خاطر وہاں مقیم ہیں لیکن رفتہ رفتہ سب کھلتا چلا گیا تھا۔ حالت کی اس حد تک خرابی میں بھی اسے امید تھی کہ وہ سب ٹھیک کرلے گا۔ امی کو منالے گا تو عائشہ اس کا نصیب بن جائے گی لیکن اب وہ وہاں سے ساری کشتیاں جلا کے آیا تھا۔ اس کے دل میں ایک بھی امید کا چراغ روشن نہیں رہا تھا بلکہ اس کا تو دل ہی خالی ہوگیا تھا۔

"زین کیا ہوا؟ جب سے واپس آئے ہو الجھے الجھے سے لگ رہے ہو۔" وہ صحن میں بیٹھا اپنی ہی سوچوں میں الجھا ہوا تھا کہ بھابی کی آمد نے چونکا دیا۔

"کچھ خاص نہیں بھابی..... بس یوں ہی دھیان بھٹک گیا تھا۔" وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

اس نے کن انکھیوں سے بھابی کی جانب دیکھا۔ وہ ان چند مہینوں میں پہلے سے بہت بہتر ہوگئی تھیں۔ چہرہ کھلا کھلا لگ رہا تھا' ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی۔ انداز و اطوار اطمینان اور خود اعتمادی کا مظہر تھے۔ ان کی بہتر حالت دیکھ کر وہ مزید دکھی ہوا کہ یہاں بھی قصور امی کا ہی تھا۔ ان کے ہوتے ہوئے اس نے کبھی بھابی کو ایسی مسرور حالت میں نہیں دیکھا تھا۔

"امی اور سنبل کیوں نہیں آئیں' وہاں سب خیریت ہے ناں؟ آپ سب کے بعد تو ریشم آپا نے بھی ایک دو بار ہی چکر لگایا۔ اب شکر ہے تم آگئے ہو گھر میں کسی دوسرے کی آواز تو سننے کو ملے گی۔" وہ مسکرا کر بولیں۔

"جی سب ٹھیک ہے۔ امی بھی جلد آجائیں گے۔" وہ چاہ کر بھی اس سے زیادہ نہیں بول پایا۔

"عائشہ بہت پریشان ہوگی ناں؟ اس عمر میں صدمہ بھی تو ایسا لگا ہے۔ میں سوچ رہی تھی شاید امی اس کی پڑھائی ختم ہونے سے پہلے ہی شادی رکھ دیں کہ ان حالات میں اس کو سہارے کی ضرورت ہے لیکن زین تم سمجھدار ہو' تعلیم کی افادیت کو سمجھتے ہو۔ شادی بے شک ہوجائے لیکن اسے ڈگری مکمل کرنے دینا۔" وہ اپنی رو میں بول رہی تھیں اس بات سے بے خبر کہ اس پہ یہ سب کتنا گراں گزر رہا ہے۔

"بھابی..... جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسا کچھ بھی نہیں ہے۔ میرا اور عائشہ کا رشتہ ختم ہوگیا ہے بلکہ امی نے میری بات مانو سے طے کردی ہے۔" آخری جملہ وہ جس اذیت سے بول پایا تھا یہ وہی جانتا تھا۔

"مانو.....!" ان کے لیے بھی یہ نام ہضم کرنا کافی مشکل تھی۔ چند لمحے وہ کچھ بول ہی نہیں پائیں۔

"کچھ دن پہلے عبداللہ آیا تھا تمہارا پوچھ رہا تھا اگر مناسب سمجھو تو اس سے بات کرلو۔" وہ کئی لمحوں بعد بولیں تو بات ہی بدل دی اور وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔

وہ گرم استری لیے پچھلے کئی ساعتوں سے کپڑوں پہ پھیر رہی تھی لیکن شکنیں جانے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔ وہ کب سے قمیص کے دامن پہ الجھی تھی' نہ اس سے آگے جا پا رہی تھی نہ ختم کر پا رہی تھی۔

"عائشہ..... کیا کر رہی ہو؟" امی نہ جانے کب اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھیں۔

"کپڑے استری کر رہی ہوں۔" اس نے ہاتھ روک دیا کیونکہ نہیں چاہ رہی تھی کہ وہ اس کی الجھن جان لیں۔

"یہ پھر کسی وقت کرلینا' ابھی آؤ میرے پاس بیٹھو۔" انہوں نے اس کے ہاتھ سے قمیص پکڑ کر ایک طرف رکھ دی۔

"امی..... میں کل سے یونیورسٹی جانا شروع کر رہی ہوں۔" وہ جو کب سے سوچ رہی تھی کہ انہیں کیسے بتائے اب ایک دم سے بول پڑی۔

"کل سے؟" انہوں نے تصدیق چاہی۔

"جی۔" اس نے یک لفظی جواب دیا۔ وہ اب بھی ان کی جانب پشت کیے کھڑی تھی۔

"عائشہ..... ایک بار پہلے گھر میں بات کرلیتی۔ ایسے ایک دم جاؤ گی تو سب باتیں کریں گے۔ پہلے مجھے آپا جی سے بات کرلینے دو۔" انہیں دیگر فکروں نے آن گھیرا تھا۔

"مجھے کسی سے بات نہیں کرنی۔ ابو نے اپنی زندگی میں مجھے اجازت دی تھی اور یہ سب کو پتا ہے پھر میں سب سے کیا بات کروں؟" وہ ایک دم غصے میں آگئی۔

"میری بیٹی..... غصہ نہ کرو' حالات کو سمجھو۔ اب تمہارے ابو نہیں رہے۔ تمہارے سمیسٹر کی فیس دینی ہے اور دیر ہونے کے باعث زیادہ دینی ہوگی تو اس سب کے لیے پہلے بات کرنا ضروری ہے۔" وہ اسے پکڑ کر بیڈ تک لائیں اور اسے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ان کی بات سن کر سارا غصہ رفو چکر ہوگیا تھا۔ یہ بات تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ فیس بھی دینی ہے۔

"امی..... فیس کا تو میرے ذہن میں نہیں رہا۔ آپ کے پاس ابو نے کبھی پیسے نہیں رکھوائے اور چاچو لوگ بھی نہیں دیں گے۔ اب میں کیا کروں گی؟" اس پل وہ رو دینے کو ہوئی۔

"تم بہت جلدی بدگمان ہو جاتی ہو۔ تمہارے چاچو ہیں کوئی دشمن نہیں۔ مجھے پوری امید ہے اگر بات کی جائے تو فیس دینے پہ راضی ہو جائیں گے۔" انہوں نے اسے امید دلائی۔

"امی..... پہلے ہی بہت دن گزر گئے ہیں۔ آپ آپا جی یا چاچو سے بات کریں تاکہ میں کل سے یونیورسٹی جا سکوں۔" اس کی حالت اس وقت کھلے سمندر میں تیرتے ایسے شخص کی تھی جس کے بچاؤ کی امید واحد کشتی بھی بھنور میں پھنس گئی تھی۔

"اچھا میں بات کر کے دیکھتی ہوں۔" اس کا بجھتا چہرہ ان سے نہیں دیکھا گیا تبھی فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں۔

وہ بات کرنے کا کہہ کر آتو گئی تھیں لیکن اب دل لرز رہا تھا۔ منیر احمد جتنے بھی سخت مزاج سہی لیکن اپنی ذمہ داریوں سے کبھی غافل نہیں رہے تھے۔ انہیں کبھی کسی چیز کے لیے ترسنا نہیں پڑا تھا لیکن یہ شاید قسمت ہی ہے جو کبھی دینے والے ہاتھ کو لینے والا بنا دیتی ہے۔ اپنے پورشن سے نکل کر انہوں نے خود کو بڑی چادر میں مقید کیا اور نزہت کی طرف چلی آئیں جو صحن کے دوسرے کونے میں کھڑی نظر آرہی تھی۔ اس کی ان کی طرف پیٹھ تھی اور شاید فون پہ کسی کے ساتھ مصروف تھی۔

"ارے میری مانو کی تو قسمت کھل گئی۔ میں تو اس کی طرف سے اتنی فکرمند تھی لیکن اللہ نے ایسا ہیرے جیسا لڑکا دے دیا کہ سب فکریں ہی ختم ہوگئیں۔ ویسے بات تو غلط ہے لیکن حقیقت یہ ہی ہے کہ منیر بھائی کے جانے سے ہمارے وارے نیارے ہوگئے ہیں۔" وہ اپنی دھن میں بول رہی تھیں اس بات سے بے خبر کہ پیچھے کھڑا وجود سکتے میں آگیا تھا۔ انہیں ایک پل کو یوں لگا جیسے کسی نے دل مٹھی میں لے لیا ہو۔

"یہ خانم آپا کو ہی لے لو' عائشہ کے گن گاتے نہیں تھکتی تھیں اور اب زین کے لیے مانو کا رشتہ مانگ لیا بلکہ شادی بھی جلدی کرنے کا کہہ رہی ہیں۔ زمینوں کا سارا حساب بھی مٹھو کے ابا کے ہاتھ میں آگیا ہے۔ کبیر بھائی کا کیا ہے انہوں نے تو واپس چلے جانا ہے۔" فرط جذبات سے ان کی آواز کافی اونچی ہوگئی تھی۔ ان کے قدم لڑکھڑانے لگے تھے۔ انہوں نے خاموشی سے واپس پلٹنے میں ہی عافیت سمجھی۔

"ارے نہیں نہیں نسرین باجی کا کوئی ڈر نہیں اور امیر بھی میرے ہاتھ میں ہیں۔ ایسا ویسا کچھ کرنے کی جرأت نہیں کرسکتے۔" وہ کسی کو بہت شوق سے اپنے گرتا رہی تھیں۔ ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھ لیتی تو احساس ہو جاتا کہ ان کی زبان کسی کے جسم سے سارا خون نچوڑ دینے کی طاقت رکھتی ہے۔ وہ ہانپتی کانپتی واپس اپنے حصے کی طرف پلٹ آئی تھیں۔

"کیا ہوا امی..... آپ کانپ کیوں رہی ہیں' کسی نے کچھ کہا ہے؟" وہ اپنے حصے میں داخل ہوئیں کہ سامنے ہی عائشہ کھڑی تھی شاید ان کی منتظر تھی۔

"کچھ نہیں ہوا' مجھے اندر لے چلو' ٹھنڈے پانی کا گلاس لاؤ۔" وہ اچھے خاصے موسم میں پسینے سے بھیگی ہوئی تھیں۔ ان کی حالت دیکھ کر اس کے اوسان خطا ہونے لگے تھے۔

"چچا نے کچھ کہا ہے؟ مجھے بتائیں میں ابھی پوچھ کر آتی ہوں۔" انہیں پانی پلانے کے بعد وہ پھر سراپا سوال بنی۔

"مجھ سے کچھ نہ پوچھو عائشہ کچھ نہ پوچھو۔" انہیں نہ جانے کیا ہوا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"امی....." اس نے ایک دم انہیں اپنے ساتھ لگالیا۔ وہ جو انہیں حوصلہ دینا چاہ رہی تھی خود زار و قطار رو دی۔

❀

وہ کتنی دیر سے مسلسل کال کر رہا تھا لیکن دوسری طرف سے کال اٹھائی نہیں جارہی تھی۔ اس نے تنگ آکر فون ایک طرف رکھ دیا۔ کچھ لمحوں بعد وہ کمرے سے نکل رہا تھا کہ فون بجنے لگا اور اس کے خیال کے مطابق فون کرنے والا وہی تھا۔

"فون کرنے کی فرصت مل گئی؟" وہ جو بھرا بیٹھا تھا اس نے زین کو ہی کڑے ہاتھوں لیا۔

"کچھ مصروفیت ہی ایسی تھی۔" اسے کوئی بہانا نہیں سوجھا اس لیے اسی بات پہ اکتفا کیا۔

"ہاں جی! من کی مرادیں پوری ہورہی تھیں تو ہمیں کہاں یاد رکھا جانا تھا۔" اس کے انداز میں شوخی تھی۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔" اس کا انداز اب بھی نہ بدلا تو عبداللہ کو کچھ عجیب محسوس ہوا۔

"کیا ہوا سب خیر ہے ناں؟ میں تو سوچ رہا تھا تو کوئی خوشی کی خبر سنانے کے لیے اتاولا ہورہا ہے۔" عبداللہ کے لہجے میں بھی اب تشویش پیدا ہوئی۔

"مجھے چھوڑ تو بتا؟ پھوپو سے بات ہوئی اور وہ بتا رہی تھیں کہ تو ان سے کسی بات پہ لڑ کے آگیا ہے اور بات بھی نہیں کررہا۔" زین نے بات بدلنے کی کوشش کی۔

"ہاں..... بس ایک معاملہ تھا اس پہ تھوڑا ناراض ہوں۔ اچھا میں مصروف ہوں بعد میں بات ہوگی۔" اس کے انداز میں ناراضی کی جھلک واضح تھی جو زین نے محسوس کی۔

"یہ تم آج کل بات بات پہ منہ کیوں بنانے لگے ہو؟" زین نے زچ ہوکر پوچھا۔

"میں منہ نہیں بنا رہا واقعی میں مصروف ہوں۔" وہ اپنی بات پہ ڈٹا رہا۔

"ہاں..... پریشان ہوں بلکہ خود سے بھی انجان ہوتا جا رہا ہوں۔" اس کے تیور سے تنگ آتے ہوئے اس نے اقرار کیا۔

"اس کا اندازہ مجھے ہوگیا ہے۔ اس لیے مطلب کی بات پہ آؤ۔" عبداللہ نے کلائی پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھا اس کے پاس وقت کم تھا۔

زین ایک پل کو تھوڑا ہچکچایا اور آہستگی سے پچھلے دنوں کی روداد سنانے لگا۔ ہر ایک بات اسے بتاتے دل کے راز سے پردہ اٹھاتے وہ اتنا رنجیدہ تھا کہ آواز کی نمی فون کے اس پار عبداللہ نے بہ محسوس کی تھی۔ وہ خاموش ہوا لیکن اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہے۔

"پھر تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" اس نے صرف اتنا ہی پوچھا۔

"میرے پاس امی کی بات ماننے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔"

"تو پھر مان لو۔" عبداللہ نے ایسے کہا جیسے کوئی بات ہی نہیں۔

"دل نہیں مانتا۔" زین نے لاچاری سے کہا۔

"تو پھر دل کی مان لے۔"

"اس کے انکار نے دل کی ماننے کے لائق چھوڑا ہی نہیں۔" اس کے انداز میں دکھ بول رہا تھا۔

"تم ایک فیصلہ کرلو زین..... تمہیں اپنے دل کی سننی ہے یا اس کے اقدام کو دیکھ کر اپنی راہ متعین کرنی ہے؟" اب کے اس نے فیصلہ کن انداز میں بات کی۔

"کیا مطلب؟" وہ اس کی بات نہیں سمجھا۔

"تم نے محبت اس سے پوچھ کر کی تھی تم اپنے دل میں اس کے خیالات اس سے پوچھ کر لائے تھے؟ اس نے کبھی کہا تھا کہ اس کے متعلق دن رات سوچتے رہو؟ میرے بھائی جب محبت کی ہر رسم اس سے پوچھے بنا اس کی مرضی کے بنا نبھاتے رہے ہو تو اب اتنے شش و پنج میں کس لیے ہو؟ جدائی کی سب رسمیں بھی اس سے پوچھے بنا نبھاؤ اس۔" عبداللہ کی بات اسے اپنے منہ پہ تمانچہ لگی تھی اور اس کی شدت بھی بہت زیادہ تھی۔

"یہ کیسی محبت ہے زین کہ تم اس کی کزن سے شادی کرنے جارہے ہو۔ اس کے دو مطلب ہی نکلتے ہیں ایک تم اسے اذیت دینا چاہتے ہو کہ اس نے تمہیں ٹھکرانے کی جرأت کیسے کی یا ساری زندگی کسی نا کسی بہانے اس کا سامنا کرنا چاہتے ہو۔ جہاں تک محبت کو میں جانتا ہوں تو دوسرا راستہ کسی سچے محبت کرنے والے کے لیے مرجانے سے زیادہ مشکل ہے۔" عبداللہ نے اس کو کھری کھری سنائیں۔

"تم نے مجھے اتنا گرا ہوا کیسے سمجھ لیا؟ میرے اس اقدام کے پیچھے ایسی کوئی وجہ نہیں جیسی تم سمجھ رہے ہو۔ میں اس کے لیے ہر حد تک لڑنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن جب وہ راضی ہی نہیں تو میں ایک بے مقصد جنگ کیسے لڑوں؟ میری خود کو سزا ہے کہ جو جیسا ہورہا ہے اسے ہونے دوں۔" اس نے اپنی طرف سے بھرپور وضاحت دی۔

"یہ تمہارا خود کو نہیں عائشہ کو سزا دینے ہے۔ اس کے انکار نے کیسے تمہاری محبت کا خاتمہ کردیا؟"

"میرے جذبات اب بھی اس کے لیے ویسے ہی ہیں۔" اس کا بار بار محبت کا خاتمہ کہنا اسے تکلیف دے رہا تھا اب ہی ایک دم اسے ٹوکا۔

"زین..... تم نے خود ذکر کیا کہ تمہارے امی اور باقی سب مل کر اس کے لیے کیسی مشکلات کھڑی کررہے ہیں۔ کچھ نہیں کرسکتے تو اس کی یہ مشکلات آسان کرسکتے ہو۔ تم نے کہا ناں کہ اس کے لیے جنگ بھی لڑ سکتے ہو تو کبھی کبھار محبت جنگ نہیں مانگتی، مدد اور ساتھ مانگتی ہے۔" عبداللہ نے بات ختم کرنے کے بعد وقت دیکھا۔

"تمہاری باتوں کی وجہ سے پورے بیس منٹ لیٹ ہوگیا ہوں۔ اب خود بیٹھ کر سوچو اور مجھے رخصت دو۔" اس کو زین کی بات سنے بنا فون بند کردیا تھا۔

موبائل کی اسکرین دیکھتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کبھی کبھار محبت کی "م" بھی نہ جاننے والے اس کے متعلق کیسے کمال مشورے دے جاتے ہیں۔

❀

وہ کئی لمحوں بعد اب مطمئن ہوئی تھی۔ امی کے چہرے سے چھلکتا پیلاپن کم ہورہا تھا۔

"آپ دھیان سے انہیں یہ دوائی دیتی رہیں ان شاء اللہ فرق محسوس ہوگا اور پریشانی سے بچائیے۔" وہ امی کی حالت سے اس حد تک پریشان ہوئی کہ ماموں کو بلایا اور وہ آتے ہوئے گاؤں کے واحد ڈاکٹر کو بھی ساتھ لیتے آئے تھے۔

"چلیے..... میں آپ کو باہر تک چھوڑ دیتا ہوں۔" ماموں ڈاکٹر کو لیے باہر کی سمت چلے گئے تھے۔

"باجی..... ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ ہمت ہارنے لگیں گی تو عائشہ کو کون دیکھے گا؟" مامی ان کے پاس بیٹھیں اور ہاتھ پکڑے سراپا سوال ہوئیں۔

"چھوٹی بات؟ بالکل بھی چھوٹی بات نہیں تھی۔ یہ سب میری بیٹی کے دشمن بن گئے ہیں، میں جوان سب کے لیے اپنی ذات کو پس پشت کرتی رہی آج مجھے ایک بوجھ سمجھ رہے ہیں۔ یہ نرہت جسے اپنی چھوٹی بہن سمجھتی تھی۔ آج میرے کردار پہ بات کررہی ہے۔ وہ امیر اور میرے متعلق ایسی سوچ کیسے رکھ سکتی ہے؟" وہ اپنے آنسو ضبط نہیں کرپارہی تھیں۔

وہ امی کی ایسی حالت نہیں دیکھ پارہی تھی تب بھی خاموشی سے باہر نکل آئی لیکن یہ خاموشی بظاہر تھی اس کی ذات میں ایک طوفان پنہاں تھا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا اس گھر کے ایک ایک فرد کو جھنجھوڑ ڈالے۔ وہ ستون کے پاس کھڑی آنسو پونچھ رہی تھی کہ اپنے پاس کسی وجود کا احساس ہوا۔ اس نے سرخ پڑتی نگاہیں اٹھائیں تو سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر چند پل کے لیے ساکت رہ گئی تھی۔

"تم.....؟" یہ ایک لفظ بھی اس کے اندر کے غصے کا غماز تھا۔

"ابھی میں نے ڈاکٹر صاحب کو جاتے دیکھا ہے۔ سب خیریت ہے ناں؟" اس کے برہم انداز کو نظر انداز کرتے وہ فکر مند دکھائی دیا۔

"تم نمک پاشی کرنا بھی جانتے ہو؟ یہ خبر میرے لیے نئی ہے۔" وہ عجیب سے انداز سے مسکرائی جیسے خود کو اذیت دے رہی ہو۔

"عائشہ..... ایسی باتیں نہ کرو۔ تم ہر الزام بنا تحقیق کے میرے سر نہیں تھوپ سکتی۔" وہ مضطرب ہوا۔

"زین کسی قسم کی خوش فہمی میں نہ رہو۔ میں تمہیں اس قابل بھی نہیں سمجھتی کہ کوئی الزام تمہاری ذات سے منسوب کروں۔" اس نے ایک تلخ نظر اس پہ ڈالی اور وہاں سے ہٹ گئی۔

وہ چند پل وہاں کھڑا اس نفرت کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا' ایک پل کو سوچا کہ وہاں سے چلا جائے اور تمام نئی سوچوں کو دل سے نکال پھینکے جو دوبارہ سے دل میں پیدا ہوئی تھیں لیکن دماغ نے سختی سے ایک دم پیدا ہونے والی انا کو دبوچ لیا تھا۔ وہ چہرے سے کچھ لمحے والے تاثرات ختم کرتا ہوا خود ہی اندر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ ابھی دہلیز تک ہی پہنچا کہ اندر سے آنے والی آوازوں نے قدم روک لیے۔

"میری بیٹی بہت فرماں بردار ہے۔ میں جانتی تھی کہ وہ زین کو پسند کرتی ہے لیکن باپ کے پوچھنے پہ صرف یہ کہا کہ ان کی عاشی ان کے ہر فیصلے پہ راضی ہے لیکن دیکھو یہ لوگ اس کے ساتھ کیسا سلوک کر رہے ہیں۔ اسی رشتے کو سوچنے کے لیے عائشہ کے ابا نے وقت مانگا اور وہ وقت مانگنا ہمارے لیے جرم بن گیا۔ خانم صرف اسی بات کا بدلہ لے رہی ہے کہ ہم نے اتنا تردد بھی کیوں کیا؟ اب تو میں سوچتی ہوں اچھا ہی ہوا جو سب کچھ ختم ہو گیا' ایسی عورت سے دوری ہی بھلی ہے۔" مامی کی آواز سن کر وہ حیران رہ گیا۔ یہ کیسے رشتے تھے جو مرے ہوئے کو مزید مار رہے تھے بلکہ نوچ رہے تھے۔

"صائمہ..... میری اب ایک ہی خواہش ہے کہ عائشہ کی تعلیم مکمل ہو جائے۔ یہ لوگ ایک روپیہ نہیں دیں' میری ساری امیدیں تم لوگوں سے ہیں۔" وہ بے ربط لہجے میں بول رہی تھیں۔

زین کے لیے اس سے زیادہ سننا ممکن نہیں تھا تب ہی خاموشی وہاں سے پلٹ گیا۔ وہ خود کو ان کا مجرم سمجھنے لگا تھا۔ وہ امیر ماموں کے حصے میں داخل ہوا تو سامنا مانو سے ہوا۔ اس کے انداز بدلنے ہی والے تھے کہ اس نے اپنے قدم آگے بڑھا لیے۔ اس کے چہرے پہ موجود سختی نے مانو کو اس کے پیچھے آنے سے باز رکھا۔

"امی..... آپ کو لینے آیا ہوں۔ میں باہر گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں جلدی آ جایئے۔" اس نے کسی کو ... مناسب نہیں سمجھا۔ خانم بیگم سے بات کرتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں غصہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

"آئے ہائے ابھی کیسے چلی جاؤں؟ میرے بھائی کو دنیا سے گئے وقت ہی کتنا ہوا ہے۔ ابھی تو میرا سینہ غم ... چھلنی ہوا پڑا ہے۔" انہوں نے بے دردی سے اپنا ... پیٹ ڈالا۔

"میں باہر انتظار کر رہا ہوں۔" اس نے وہی ... دوہرائی۔

"زین تم پاگل تو نہیں ہو گئے۔ اس غم کی گھڑی میں باجی ہمیں اکیلا کیسے چھوڑ سکتی ہیں؟" اب کے نزہت ... بولیں۔

"آپ سب لوگ یہ ڈرامے بند کر دیں۔ غم کی گھڑی ... ان دو عورتوں کے لیے ہے جنہیں آپ نے اکیلا چھوڑ ... ہے۔ یہاں آپ لوگ کیا کر رہے ہیں میں اچھی طرح جانتا ہوں اس لیے مہربانی فرما کر اپنی سازشیں جاری ... لیکن میرے گھر والوں کو اس کا حصہ نہ بنائیں۔" وہ ... جانب نہیں دیکھ رہا تھا لیکن اس کے الفاظ سب کو ناگوار ... رہے تھے۔

"زین....." کبیر احمد غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"خانم..... بیٹا لینے آیا ہے تو اس کے ساتھ ... بیٹیاں اپنے گھروں میں ہی اچھی لگتی ہیں۔" آپا جی ... ہاتھ اٹھا کر کبیر احمد کو روکا اور خانم بیگم کو ایسے سخت لہجے ...

... میں بولنے کی جرأت نہیں رہی تھی۔

"آپا جی..... آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ یہاں سب کو ... ضرورت ہے۔" انہوں نے ہمت کرتے ہوئے اپنی ... کہنے کی کوشش کی۔

"جو چلا گیا وہ تمہارے رکنے سے واپس آنے والا نہیں ... جو رہ گئے ہیں ان کو ضرور تم اس کے پاس پہنچا دو گی۔" ... نے ایک جھٹکے سے دوپٹا سمیٹا اور وہاں سے جانے ... لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اپنی ماں کو گھر میں کوئی مصروفیت ڈھونڈ کر دو' یہ سب ... لیے بہتر ہوگا۔" انہوں نے سابقہ انداز میں ہی زین ... کہا اور وہاں سے چلی گئیں۔

ان کے جانے کے بعد موت سی خاموشی وہاں طاری ... تھی۔ کوئی بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اچانک کایا پلٹی کیسے ... بھی اس حد تک کہ خانم بیگم کو ہی منہ کی کھانی پڑی۔ یہ تو ... جانتے تھے کہ آپا جی کے فیصلے خانم بیگم آسانی سے ... سکتی ہیں لیکن آج جو ہوا وہ سب کی نظروں نے پہلی بار ... دیکھا تھا۔

❀..... ❀..... ❀

مگر ایک موڑ کے فرق سے
تیرے ہاتھ سے میرے ہاتھ تک
وہ جو ہاتھ بھر کا تھا فاصلہ
کئی موسموں میں بدل گیا
اسے ناپتے' اسے کاٹتے
مرا سارا وقت نکل گیا

... دل میں عجیب سا غبار پیدا ہو گیا تھا کہ رونے سے جی ... بھر رہا تھا۔ آنسو بھی آج ایسے بے اختیار ہوئے کہ ... کا نام نہیں لے رہے تھے۔ ہاتھ کی پشت سے آنکھیں ... رگڑ کر سرخ ہو گئیں لیکن آنسو روانی سے بہہ رہے تھے ... کی دکھ پہ بڑے اہتمام سے بین کر رہے ہوں۔ ایک ... کے چلے جانے سے زندگی کیسے بدلتی ہے یہ گزرنے ... دنوں میں اس نے بخوبی جان لیا تھا۔ وہ خود کو بہادر ... کرتے کرتے تھکنے لگی تھی۔ ہاں وہ ان چند دنوں میں تھکنے لگی تھی' اسے کسی بہت اپنے کے سہارے کی اشد ضرورت تھی لیکن جنہوں نے سہارا دینا تھا وہ تو سنگ باری پہ آمادہ تھے۔

وہ نہ جانے یہاں کتنی دیر اپنے درد پہ روتی رہتی کہ باہر سے آنے والی آوازوں نے چونکا دیا۔ ایک لمحے کو یوں لگا کہ کوئی اونچی اونچی آواز میں بول رہا ہے لیکن غور کرنے پہ محسوس ہوا کہ الفاظ معمولی گفتگو والے نہیں ہیں۔ وہ فوراً کمرے سے باہر نکلی۔ صحن کا منظر اس کی سوچوں کے خلاف تھا۔ سب افراد ایک طرف کو کھڑے اور خانم بیگم بازو اٹھا اٹھا کے عجیب بے ہنگم انداز میں چیخ رہی تھیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ وہ اسی کشمکش میں تھی کہ آگے بڑھے یا یہیں کھڑی رہے کہ ممانی بھی حیران اس کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔

"یہ کیسا شور ہے..... کیا ہوا ہے؟" وہ شاید بھاگ کر آئی تھیں تبھی سانس بھی پھولا ہوا تھا۔

"آپا جی..... میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ غیروں کے لیے بیٹی کو گھر سے نکال رہی ہیں۔" سنبل انہیں دروازے کی طرف لے جا رہی تھی اور وہ مڑ مڑ کر دہائیاں دے رہی تھیں۔ ان کے آخری جملے نے عائشہ کو حیرت زدہ کر دیا۔ آپا جی نے خانم بیگم کو جانے کا کہہ دیا' یہ بات ناقابل یقین تھی۔ وہ حیرت بھری نگاہوں سے ان کا طیش دیکھ رہی تھی کہ اسی پل ان کی نظر اس پہ پڑی۔

"ارے وہاں کیوں کھڑی ہو؟ یہاں آ کے لڈیاں ڈالو' خوشیاں مناؤ' بیٹی میں پھوٹ ڈلوا دی۔" اب وہ اس کی طرف دیکھ کر چیخیں۔ ان کے الزام پہ ایک بار اس کا چہرہ فق ہوا۔ وہ بڑی بہادر سہی لیکن ایسے انداز کا مقابلہ کرنا نہیں آتا تھا۔

"عائشہ..... آجاؤ اندر چلتے ہیں۔" ممانی اس کا ہاتھ پکڑے اندر چل دیں۔

"مجھے چھوڑ دے سنبل..... ان لوگوں کا منہ نوچ لوں گی۔ پتا نہیں کیا گھول گھول کر آپا جی کو پلایا کہ وہ میرے خلاف ہو گئیں۔" وہ ہاتھ چھڑا کر اس کی طرف بڑھیں۔

ان کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ بھی رک گئی۔ وہ مزید چند قدموں میں اس کے پاس ہوتیں اور واقعی منہ نوچ لیتیں مگر زین نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ نہ جانے کہاں سے نمودار ہوا تھا۔ ان کا ہاتھ زین کے ہاتھ میں دیکھ کر وہ تھوڑی پُرسکون ہوئی تھی۔

"مجھے چھوڑ دے زین...... میں کہہ رہی ہوں چھوڑ دے۔ تیری آنکھوں پہ اس کی محبت کی پٹی بندھی ہے لیکن مجھے سب نظر آرہا ہے۔" وہ اس کے ہاتھوں میں بھی مچل رہی تھیں لیکن وہ مضبوطی سے ان کا ہاتھ تھام کر گھر سے باہر نکل گیا۔

سب آہستہ آہستہ وہاں سے ہٹ گئے لیکن وہ ساکت کھڑی رہی تھی۔ یہ سب کے لیے صرف تماشا ہوگا مگر اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اسے بیچ بازار میں رسوا کردیا گیا ہو۔ یہ کیسی محبتیں ہیں جو گھاؤ پہ گھاؤ لگا رہی ہیں' وہ محبت کہاں ہے جو زخموں کے لیے مرہم بن جایا کرتی ہے؟ اسے جاتے ہوئے انسان کی نگاہوں میں اسی محبت کی جھلک دکھائی دی تھی اور وہ ایک جھلک دل کو تار تار کرگئی تھی۔ سب کچھ تباہ ہوگیا' جوڑنے کو کچھ بھی باقی نہیں رہا تھا۔

فضا میں اداسی پن اتر آیا تھا۔ سکون اب دور کھڑا ہنس رہا تھا۔ وہ ڈری' سہمی گھر میں چکر لگا رہی تھیں اور منتظر نگاہیں دروازے کی جانب تھیں کہ کب مسیحا آئے اور اس خوف سے نجات ملے۔

"کوئی چائے پانی پوچھ لو کہ بلیوں کی طرح چکر لگاتی رہوگی۔" وہ اپنی پاٹ دار آواز میں بولیں کہ رابعہ ہڑبڑائی۔

"جی...... بس لارہی ہوں۔" وہ بھاگتی ہوئی کچن میں گھس گئی۔

سنبل اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ زین بھی انہیں چھوڑ کر گھر سے نکل گیا تھا اور ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہر چیز کو آگ لگادیں۔ ان کی اپنی اولاد ان کے مخالف ہوگی کبھی یہ تو انہوں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اس سب کے باوجود انہوں نے ہار نہیں مانی تھی' ابھی بھی ان کی پانچوں انگلیاں گھی میں تھیں۔ مانو اور عبداللہ کی شکل میں خزانہ ان کی مٹھی میں تھا۔

"زاہد کب تک آتا ہے؟" رابعہ چائے لائی تو وہ اس سے زاہد کا پوچھ بیٹھیں کیونکہ اس وقت دل کی بھڑاس نکالنے کو کوئی تو چاہیے تھا۔

"کوئی وقت مقرر نہیں۔" اس نے مدہم لہجے میں جواب دیا۔

چائے پیتے ہوئے ان کی نگاہیں اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔ وہ پہلے سے صحت مند لگ رہی تھی بلکہ چہرے کی چمک بھی بڑھ گئی تھی۔ وہ ہر حال سے آسودہ لگ رہی تھی۔ ایک نیا درد ان کے پیٹ میں اٹھنے لگا تھا۔

"زاہد کو فون کرو اور کہو جلدی گھر آئے۔" انہوں نے حکم جاری کیا۔

"آج ڈاکٹر کے پاس جانا ہے تو جلدی آنے کا کہہ گئے تھے۔ آپ کہتی ہیں تو فون کردیتی ہوں۔" اسے ایک دم احساس ہوا کہ کچھ غلط بول گئی ہے تب ہی فون کا کہہ کر کمرے سے نکلنا چاہا۔

"ڈاکٹر کے پاس کیوں جانا تھا؟" ان کی جانب سے فوراً سوال کیا گیا۔

"وہ...... وہ میں میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اسے کوئی جواب سمجھ میں نہیں آیا۔ اس کے جواب پہ خانم بیگم کا انداز ایسا تھا جیسے یقین نہ آیا ہو تب ہی سوالیہ نگاہیں اس پہ مرکوز کیں۔

"میں امید سے ہوں۔" ایک جملہ کہہ کر اس کی سانسیں ساکت ہوئیں۔

انہوں نے نگاہیں اس کے چہرے سے ہٹائیں۔ پیٹ میں نیا درد اٹھنے لگا یعنی دوسرا بیٹا بھی ہاتھ سے جانے لگا ہے۔ دل میں اٹھتے ابال کو دباتے ہوئے انہوں نے اسے ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔ ان کے مزاج میں شامل خودسری اس بات کی متحمل نہیں ہورہی تھی کہ سب کچھ ان کے خلاف ہوتا جائے لیکن ابھی ان کے نزدیک بڑا مسئلہ

آپا جی کا رویہ تھا۔ شروع سے میکہ ان کے ہاتھوں میں رہا تھا اور اب یہ سب وہ ریت کی طرح پھسلنے نہیں دے سکتی تھیں۔ وہ اپنی سوچوں میں مگن تھیں کہ کوئی خاموشی سے ان کے پاس آن بیٹھا تھا۔

"ارے زاہد...... تم آگئے؟" وہ متوجہ ہوئیں تو خلاف توقع مزاج میں نرمی آگئی تھی اور یہ نرمی حالات کے مطابق تھی۔ ان کے پیچھے کھڑے زین کو انہوں نے کلام کے قابل نہیں سمجھا تھا۔

"آپ نے واپس آنے میں کافی وقت لگادیا۔" انہوں نے گفتگو شروع کرنا چاہی لیکن وہ غلط بات کہہ بیٹھے۔

"ساری بات تمہیں بتا تو چکا ہوگا اور اب تم بھی کہہ دو میں ہی بدفطرت ہوں اور وہاں کسی اور نیت سے بیٹھی تھی۔" وہ ایک دم پھٹ ہی پڑیں اور اس بات کی توقع ان دونوں کو نہیں تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے آپ......"

"صفائی دینے کی ضرورت نہیں۔" وہ کچھ بولنے والے تھے لیکن مقابل کے مزاج کچھ سننے والے نہیں تھے۔

"میری بات تو یہ سمجھے گا نہیں اس لیے اپنی زبان میں بتادو۔ اس مہینے کے اندر اندر اس کی شادی کررہی ہوں۔ کسی بھی قسم کی حرکت سے خود کو باز رکھے ورنہ بھگتنا اس کی معشوقہ کو پڑے گا۔" ان کے لہجے میں اتنا زہر تھا کہ ایک بار وہ بھی کانپ گئے۔

وہ چند لمحے ساکت سا کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔ اس پل وہ اسے قطعاً اپنی ماں نہیں لگ رہی تھیں بلکہ ایک ایسی عورت کا گمان ہورہا تھا جو انتقام میں سب کچھ بھلائے بیٹھی ہو۔ وہ آہستگی سے ان کے پاس آبیٹھا۔

"امی...... میں نے آج تک آپ کی نافرمانی نہیں کی' آپ نے جو کہا میں کرتا گیا لیکن اس آزمائش میں نہ ڈالیے۔ مجھ سے بیٹا ہونے کا اتنا بڑا امتحان نہ لیں۔" وہ ان کا ہاتھ پکڑے سسک پڑا لیکن انہوں نے سختی سے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"آپ کو عائشہ نہیں پسند تو میں اپنی چاہت سے دستبردار ہوجاتا ہوں لیکن میری ذات کے ساتھ کوئی دوسرا وجود نہ جوڑیں۔ امی...... آپ کو اس محبت کا واسطہ جو آپ مجھ سے کرتی ہیں' یہ ظلم نہ کریں۔ میں اس کی جدائی برداشت کرسکتا ہوں لیکن وہ سہنے کی ہمت نہیں جو آپ کرنا چاہ رہی ہیں۔" وہ اب ان کے پاؤں پکڑے رو دیا۔

خانم بیگم شاید بیٹے کی فریاد پہ پگھل جاتیں اگر آپا جی کے ہاتھوں یوں تذلیل نہ ہوئی ہوتی لیکن اب ہر کوشش بے سود لگ رہی تھی۔

"یار...... کیا کررہے ہو...... اتنا لمبا چوڑا جوان روتے ہوئے اچھا لگتا ہے کیا؟" ان سے اس کی شکستہ حالت نہیں دیکھی گئی تب ہی اسے اٹھانے کو آگے بڑھے۔

"امی...... کوئی درمیان کا راستہ نکال لیتے ہیں۔ وہ عائشہ سے شادی نہ کرنے پہ رضامند ہے تو آپ بھی مانو کو بھول جائیں۔ اس طرح تین زندگیاں برباد ہوجائیں گی۔" انہوں نے ایک کوشش کرنا چاہی۔

"زاہد...... یہ معاملہ اب کبھی حل نہیں ہوسکتا۔ تم اس سب میں نہ پڑو ورنہ خمیازہ تمہیں بھی بھگتنا ہوگا۔" انہوں نے دوٹوک جواب دیا۔

"آپ کا یہ آخری فیصلہ ہے؟" زین نے دہلیز پہ کھڑے ہوکر پوچھا شاید وہ کچھ ٹھان چکا تھا۔

"میری موت ہی اس فیصلے کو بدل سکتی ہے۔" ان کے لہجے میں اب کی بار بھی لچک نہیں تھی۔ وہ تیزی سے دہلیز عبور کرگیا شاید کبھی نہ واپس آنے کے لیے۔

"یہ آپ نے کیا کردیا؟ جوان خون ہے' اپنے ساتھ کچھ کر نہ لے۔" اس کے یوں جانے سے ان کا دل کانپ گیا۔

"کچھ نہیں کرے گا۔ میں جانتی ہوں بچپن سے ہی چھوٹے دل کا ہے۔ ویسے بھی یہ آج کل کی محبتیں اس قابل نہیں ہوتیں کہ ان کے لیے جان دی جاسکے۔" ان کے لہجے میں وہی بے نیازی تھی۔

زاہد سمجھ گئے کہ یہاں کچھ کہنا بے سود ہے تب ہی اس کو روکنے کے لیے اس کے پیچھے نکلے۔ وہ دوڑ کر داخلی

دروازے تک آئے لیکن وہ اس تیزی سے گاڑی نکال لے گیا کہ وہ اس کی گرد میں گم ہو کر رہ گئے۔ اب وہ وہاں کھڑے صرف اسے فون کر سکتے تھے۔

رات گہری ہو رہی تھی۔ دن کے ہنگامے بھی مدہم پڑ گئے تھے۔ صحن میں رہنے والی ہلچل آج برائے نام تھی شاید دن میں ہونے والے واقعے نے سب کے اوسان خطا کر دیے تھے۔ اسے نیند نہیں آ رہی تھی تب ہی امی کے پاؤں دبانے لگی۔

"میں نے صائمہ سے بات کی ہے۔ وہ بھی تمہاری پڑھائی کے حق میں ہے اور فیس بھی وہی دے گی۔" انہوں نے اس کی اتری صورت دیکھ کر کہا تا کہ وہ تھوڑی سی خوش ہو جائے۔

"آپ کو ان سے بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔"

"وہ کیوں بھلا؟" اس کی بات پہ انہیں حیرت ہوئی۔

"جب ہمارا حق ہمیں نہیں مل رہا تو کسی اور سے امیدیں لگانے کا کیا فائدہ؟ میں خود ہی کچھ نا کچھ کر لوں گی۔"

"مثلاً کیا کروں گی تم؟" وہ تکیے کے سہارے تھوڑا اوپر اٹھیں۔

"میں جاب کرنے کا سوچ رہی ہوں۔" اس نے اپنی طرف سے سوچا گیا ایک حل انہیں بتایا۔

"تم پاگل ہو...... تمہاری نامکمل پڑھائی کے ساتھ تمہیں کون جاب دے گا؟" انہیں اس کی سوچ پہ غصہ آیا یا شاید انہوں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ وہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے نوکری کرے گی۔

"میری دوست کے ماموں کی اکیڈمی ہے جہاں کالج لیول کی کلاسز بھی ہیں۔ انہیں ٹیچر چاہیے اور پیسے بھی کافی اچھے دے رہے ہیں۔" اس نے ساری تفصیل انہیں بتائی۔

"جاب کرو گی تو خود پڑھنے کب جاؤ گی؟" انہیں تشویش ہوئی۔

"اس کا حل بھی میرے پاس ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔" اس نے مسکرانے کی کوشش کی تا کہ وہ مطمئن ہو جائیں۔

"میں اندر آ سکتا ہوں؟" مٹھو کی آواز پہ وہ دونوں چونکیں کیونکہ اب تو شاذ و نادر ہی کوئی ان کی طرف آتا تھا۔

"ہاں، آؤ ناں۔ تمہیں کب سے پوچھنے کی ضرورت پڑ گئی۔" عائشہ اس کے اتنا باادب ہونے پہ حیران ہوئی۔

"وہ پتا نہیں ہے ناں کہ کب کون کیسا بھیس اوڑھ لے۔" اس کے لہجے میں پشیمانی تھی جیسے اپنے بڑوں کے کیے پہ وہ شرمندہ ہو۔

"تم نالائق ہی اچھے لگتے ہو۔ فلاسفر بننے کی ضرورت نہیں۔" عائشہ نے زور کی چپت اس کے سر پہ لگائی۔

"تائی امی...... آپ کیسی ہیں؟" وہ جھجھک کر ان کے قدموں میں ہی بیٹھ گیا۔ وقت بھی کیسے کیسے رنگ بدلتا ہے۔ کبھی یہ ہی لڑکا ہر وقت ان کے ساتھ ساتھ ہوتا تھا، ماں کے ہاتھ کے بجائے ان کے ہاتھ کا پکا پسند تھا اور اب کیسے جھجکتے ہوئے حال دریافت کر رہا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" وہ اس سے زیادہ کچھ بول ہی نہیں پائیں۔

"آپ جلدی سے ٹھیک ہو جائیں، مجھے آپ کے ہاتھ سے پکے آلو کے پراٹھے کھانے ہیں اور لسی بھی آپ کے ہاتھ کی مزے کی ہوتی ہے۔" ان کا چھوٹا سا جواب ہی اس کی جھجھک ختم کر گیا۔

"مانو کو بھی ساتھ لے آتے۔"

"چھوڑیں اسے، وہ نہ جانے آج کل کن خیالوں میں رہتی ہے۔" مٹھو کے لہجے میں اس کے نام پہ اکھڑا پن اتر آیا۔

"عائشہ...... یہ کچھ پیسے آپا جی نے تمہارے لیے دیے ہیں۔ ان پیسوں سے فیس اور دیگر اخراجات پورے نہ ہوئے تو مجھے بتا دینا وہ مزید دے دیں گی۔" اس نے ایک اچھی خاصی رقم اس کے سامنے رکھی۔

"تم بلاوجہ پریشان ہو رہی تھی، دیکھو سارا انتظام

ہو گیا۔" بیٹی کے مستقبل کی فکر ختم ہوتے دیکھ کر وہ بھی پُرسکون ہوئیں۔

"مجھے یہ پیسے نہیں چاہئیں۔ تم انہیں یہ واپس کر دینا۔" اس نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا جو وہاں موجود دونوں لوگوں کے لیے بالکل غیر متوقع تھا۔

"کیا......! تم پاگل تو نہیں ہو گئی، یہ کیا کہہ رہی ہو؟" وہ اس کا جواب سن کر حیران ہوئیں۔

"امی...... مجھے کسی کا احسان نہیں چاہیے۔ یہ سب میرا حق ہے اور حق کسی احسان کی طرح وصول کرنا میرے نزدیک جرم ہے۔ یہ رقم اگر آپا جی خود دیتیں تو میں کبھی انکار کی جرأت نہیں کرتی لیکن اب نہیں اور آئندہ بھی کبھی نہیں۔" وہ بات ختم کر کے وہاں سے چلی گئی۔

"مٹھو...... تم یہ ساری باتیں جا کے انہیں نہ بتا دینا، یہ لڑکی تو پاگل ہے نہ جانے اس کے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔ اسے تو خوش ہونا چاہیے کہ آپا جی کا مزاج نرم ہو رہا ہے لیکن یہ حالات پھر خراب کرنا چاہ رہی ہے۔" وہ ازسرنو تشویش میں مبتلا ہوئیں۔

"آپ فکر نہ کریں، میں انہیں کچھ نہیں بتاؤں گا اور عائشہ پہ بھی بھروسا رکھیں، وہ کبھی کچھ غلط نہیں کرے گی۔" مٹھو نے انہیں حوصلہ دینا چاہا اور جواباً انہوں نے صرف سر ہلانے پہ اکتفا کیا تھا۔

دوسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا تھا۔ دوسری طرف سے کچھ بولا گیا لیکن جواب نہ پا کر خاموشی چھا گئی، ایک گمبھیر اور خطرناک خاموشی وہ میلوں کے فاصلے پہ ہونے کے باوجود جان گیا کہ کچھ انہونا ہو گیا یا ہونے والا ہے۔

"تم کہاں ہو؟" اب کے حال پوچھنے کی بجائے اس نے جگہ کا پوچھا۔

"پرانے کنویں کی منڈھیر پہ کھڑا ہوں۔" اس نے بھی آرام سے بتا دیا۔ اس کا جواب ایک بار عبداللہ کا دل دہلا گیا۔ اسے اپنے خیال کے حقیقت ہونے سے خوف آیا۔

"اس وقت وہاں کیا کر رہے ہو؟" وہ پوچھنا نہیں چاہ رہا تھا لیکن پوچھ بیٹھا۔ اس کا سوال خالی لوٹ آیا تھا۔ زین کا جواب نہ پا کر اس کی فکر مزید بڑھ گئی۔

"زین...... ابھی گھر چلے جاؤ۔ میں صبح تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں پھر سکون سے بات کریں گے اور اگر تمہیں کنویں کی منڈھیر پہ ہی بات کرنی ہے تو کل دونوں وہاں ملتے ہیں۔" اس نے اسے پیار سے بہلانے کی کوشش کی۔

"تمہیں آنے کی ضرورت نہیں۔ میں اب واپس ہی جا رہا ہوں، تم پریشان نہ ہو۔" اس کی فکر پہ اسے بے تحاشا پیار آیا۔

"تم یہاں اس وقت کرنے کیا آئے تھے؟" وہ جواب جانے بنا رہ نہیں سکا۔

"جس بات سے ڈر رہے ہو وہی کرنے آیا تھا۔" اس نے اب کی بار صاف بتایا اور پھر عبداللہ کو چپ لگ گئی۔

وہ اس انتہا تک جانے کا سوچ سکتا ہے یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ یہ مر نے مارنے والی محبت اس کے مطابق قصہ پارینہ بن چکی تھی لیکن اسے کیا معلوم تھا کہ یہ آسیب اس کے جگری یار کو آن چمٹے گا۔

"تمہیں تو سن کر ہی چپ لگ گئی۔" وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"تو پاگل ہو گیا ہے۔ یہ محبت وغیرہ کچھ نہیں ہوتی یار جس کے پیچھے ایسے کام کیے جائیں۔ تمہارے ایسا کر لینے سے کیا ہوگا؟ وہ تمہاری تو نہیں ہو جائے گی ناں اس لیے ابھی سب باتیں چھوڑو اور گھر جاؤ۔ میں کل تک پہنچتا ہوں تو پھر بات کرتے ہیں۔" وہ ابھی اسے ہر حال میں وہاں سے بھیجنا چاہتا تھا۔

"عبداللہ...... محبت محبت ہوتی ہے لیکن اس میں ہر حد سے گزر جانے والے کوئی اور ہوتے ہیں۔ میں بھی یہ ہی سوچ کر آیا تھا کہ جب وہ نہیں تو یہ زندگی ہی فضول ہے لیکن یہاں اس منڈھیر پہ کھڑے ہو کر زندگی محبت سے زیادہ قیمتی لگی۔ میں بہت کم ہمت ہوں یار جو آخری وقت پہ واپس پلٹ رہا ہوں، ایک قدم آگے بڑھانے کی ہمت نہیں۔ دل زندگی کی چاہ کرنے لگا لیکن اس کی چاہ بھی دل

سے نکلنے پہ آمادہ نہیں۔ آج سمجھا ہوں کہ دو کشتیوں کا سوار ڈوبتا کیوں ہے۔" وہ شدید دلگرفتہ تھا لیکن مسکرا بھی رہا تھا غالباً خود پہ ہنس رہا تھا۔

"زین......"

"اچھا یار...... اب اجازت دے۔" اس نے جواب سنے بنا کال کاٹ دی۔

کال بند ہوگئی تھی لیکن وہ اپنے ذہن سے اس کی باتوں کو نکال نہیں پایا تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے ایک بے پرواہ لاابالی لڑکے کو اس روگ میں گرفتار ہوتے دیکھا اور بات یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ اپنی زندگی ختم کرنے پہ آمادہ ہوگیا تھا۔ وہ اس وقت تک سو جاتا تھا تب ہی آنکھیں بھاری محسوس ہو رہی تھیں لیکن دماغ میں یہ خوف سوار تھا کہ اگر وہ کچھ کر لیتا تو اس تو سے آگے سوچنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔ اس کے متعلق سوچتے ہوئے شاید نیند آگئی تھی؛ نیند تو سولی پہ بھی آجاتی ہے لیکن موبائل کی چنگھاڑتی آواز نے اس کے سوئے حواس دوبارہ بیدار کردیئے۔ اس نے کوفت زدہ انداز میں کال اٹھائی اور مقابل کو کچھ سنانے ہی والا تھا کہ اسے یوں محسوس ہوا کہ اس کا سارا جسم سن ہوگیا ہو، سماعت کام کرنا چھوڑ گئی تھی۔ وہ کچھ بولنا چاہتا تھا لیکن بول نہیں پا رہا تھا، وہاں سے فوراً اٹھنا چاہتا تھا لیکن سکت نہیں رہی تھی۔

...

اس قدر خامشی
کون سے دیس سے آئے ہو
خامشی سے اٹا پیرہن اوڑھ کر
کچھ نہ کہنے کی گم سم ردا اوڑھ کر
سارے ماحول پر
جیسے بے حس و حرکت ہوا اوڑھ کر
کون سے دیس سے آئے ہو
اتنی بے رحم چپ
جو کسی شور سے زیادہ پُرشور ہو
جو کسی چیخ سے زیادہ دلدوز ہو
جو کسی بول سے زیادہ گمبھیر ہو
جو کسی آہ سے زیادہ گہری ہو
تلوار سے تیز ہو
اس قدر خامشی کون سے دیس سے لائے ہو

وسیع صحن میں کہرام برپا تھا؛ ہر کوئی اشک بار، ہر چہرہ غم کی تفسیر بنا ہوا تھا۔ ایک جم غفیر امڈ آیا جیسے ہر کوئی اس کے دکھ میں رونا چاہتا ہو۔ وہ جا بھی تو ایسے رہا تھا کہ ذہن کا ایک بھی کونہ یقین کرنے پہ آمادہ نہیں تھا۔ ابھی کل کی تو بات تھی کیسے ہنستا مسکراتا گلیوں میں سے گزرتا تھا اور آج گلابی لبوں پہ موت کی زردی چھا گئی تھی۔ وہ لوگوں کی بھیڑ میں گم تھی جیسے کوئی انجان شخص ہو لیکن اس کی نگاہیں سب سے زیادہ اسے حصار میں رکھے ہوئے تھیں۔ وہ اس سے دور ایک دیوار کے سہارے کھڑی تھی لیکن زار و قطار بہتی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ اس کے کتنا قریب تھا۔

"ہائے ظالم میرا جوان لعل کھا گئے، میری آنکھوں کا نور چھین لیا۔" خانم بیگم کے بین وسیع آنگن کے در و دیوار ہلا رہے تھے۔ وہ اس کے یوں چھوڑ دینے کا غم سہہ نہیں پا رہی تھی کہ خانم بیگم کے بین جس میں دکھ کم اور اس کے لیے غصہ زیادہ تھا اس کے دل کا درد بڑھاتا جا رہا تھا۔ وہ شاید یوں ہی کھڑی کھڑی اکڑ جاتی کہ اسے اپنے کندھے پہ کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔ اس نے سرخ نگاہوں سے اس طرف دیکھا، رابعہ بھابی کو دیکھ کر اس کے آنسو بے قابو ہوگئے۔

"بھابی......" وہ روتے ہوئے بظاہر ان کے گلے لگی تھی لیکن یوں جیسے ان پہ ڈھے گئی ہو۔

"عائشہ...... تم ایسے ہمت ہار دو گی تو باقی سب کو کون دیکھے گا؟" انہوں نے اس کو الگ کرتے ہوئے آنسو صاف کیے۔

"کس کو دیکھوں بھابی؟ یہاں سب تو اس کے قاتل ہیں۔ ہم سب نے مل کر اسے مار دیا، ہماری لڑائیاں اسے کھا گئیں۔" اب کی بار اسے اپنی سسکیوں پہ قابو نہیں رہا۔

"ایسے نہیں روتے عائشہ، تم جانتی ہو ناں اسے

تمہارے رونے سے تکلیف ہوتی تھی۔ تمہاری خوشیوں کے لیے ہی تو لڑ رہا تھا۔" وہ خود بھی رو رہی تھیں لیکن ساتھ ساتھ سب کو سنبھالنے کی کوشش بھی کر رہی تھیں۔

"نہیں...... نہیں......" اس نے شدت سے انکار میں سر ہلایا۔ "اتنی تکلیف ہوتی تو یوں چھوڑ جاتا۔ وہ دیکھیں کیسے خاموش، بے سدھ لیٹا ہے۔ سب کے بلانے پہ نہیں اٹھ رہا، اس کی ماں اس کے سرہانے بیٹھی مجھے کوس رہی ہے لیکن اسے کوئی پرواہ نہیں۔" وہ روتے ہوئے نیچے بیٹھتی چلی گئی۔

"ایسی باتیں نہیں کرتے۔ اٹھو آپا جی کو جا کر دیکھو، ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔" رابعہ کے کانوں میں لوگوں کی سرگوشیوں سننے کی سکت ختم ہو رہی تھی۔ وہ ساس کو کچھ نہیں کہہ سکتی تھیں لیکن اس بے قصور لڑکی کو تماشا بننے سے بچانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ اسے سہارا دیتے ہوئے اس کمرے کی طرف لے آئیں جہاں آپا جی بیٹھی تھیں۔ نسرین بیگم جوان کے ساتھ بیٹھی تھیں بیٹی کی حالت دیکھ کر ان کا دل کٹ کے رہ گیا۔

"آپا جی......" وہ روتی ہوئی ان کی طرف بڑھی تو انہوں نے بھی اپنی بانہیں کھول کر اسے سینے سے لگا لیا۔

وہ جو زندہ تھا تو سب کو ایک نہ کر سکا، چلا گیا تو سارے اس کے غم میں گلے لگ رہے تھے۔ یہ انا اور نفرت کی جنگ اتنی طویل نہ جانے کیوں ہو جاتی ہے کہ کسی ایک کو جان دے کر صلح کا پرچم لہرانا پڑتا ہے۔

جنازے کا وقت ہوگیا تھا۔ اسے آخری سفر پہ روانہ کرنے کے لیے زاہد بھائی اور عبداللہ دیگر مردوں کے ساتھ صحن میں داخل ہوئے۔ ان کی آمد جس بات کا اشارہ تھی وہ سب سمجھ گئے اور ایک کہرام تھا جو وہاں مچ گیا تھا۔ عبداللہ کو اپنی دوستی کا یہ انجام پسند نہیں آیا تھا لیکن وہ کیا کر سکتا تھا سو اس کی رضا میں راضی تھا۔ وہ پچھتاوے میں ڈوبا تھا کہ اسے معلوم ہوتا ان کی آخری مرتبہ بات ہو رہی ہے اور اس کے بعد وہ یوں چلا جائے گا تو وہ کبھی فون بند نہ کرنے دیتا لیکن اب سب کے مقدر میں پچھتاوے ہی تو رہ گئے تھے۔

ایک آہ و بکا کے طوفان میں وہ اپنے جگری یار کو اپنے کندھوں پہ اٹھائے اس سمت کو چلا جہاں کبھی زندگی میں جانے کا تصور نہیں کیا تھا۔ اس کی حالت اتنی دگرگوں تھی کہ کئی بار لوگ اس کی جگہ لینے کو آگے آئے لیکن دوستی کا یہ حق وہ پورا ادا کرنا چاہتا تھا۔ اسے اپنے ہاتھوں سے اس کو آخری آرام گاہ میں اتارنا چاہتا تھا۔ شہر خاموشاں میں پہنچنے کے بعد سب کچھ لمحوں کا کھیل تھا اور وہ خوشبو سا شخص صرف یادوں کا مکین رہ گیا تھا۔ ایک مٹی کا ڈھیر تھا جو اس کے نام سے منسوب تھا۔ عبداللہ کی ہمت بس یہاں تک تھی؛ آنسوؤں کا بند ٹوٹ گیا اور وہ گیلی مٹی کے پاس بیٹھ کر یوں بکھرا کہ سب کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

"عبداللہ...... میرے بھائی چلو واپس چلتے ہیں۔" زاہد بھائی نے اسے سہارا دے کر وہاں سے اٹھایا۔ وہ اسے سہارا دیئے واپسی کے راستے پہ چل رہے تھے۔ ان کا اطمینان کافی لوگوں کو حیران کر رہا تھا۔

"زاہد بھائی...... آپ نے اسے جانے سے روکا کیوں نہیں؟" عبداللہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایک ایک کا گریبان پکڑ کر سوال کرے۔

"میں اس کے پیچھے گیا لیکن میرے جانے تک وہ نکل گیا تھا۔ اس کو کال ملائی تو نمبر مصروف جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد کال آئی تو کہنے لگا تم سے بات کر رہا تھا اور اب واپس گھر آ رہا ہے۔ میں مطمئن ہو کر فون بند کرنے لگا کہ اسی پل زوردار دھماکے کی آواز آئی۔ میں اسے آوازیں دیتا رہا لیکن......" وہ جو بہت مطمئن نظر آ رہے تھے اس پل ان کی آواز لڑکھڑا گئی۔

"میں صرف ایک بات سے مطمئن ہوں کہ وہ جس ارادے سے نکلا تھا میرے اللہ نے اس سے بچا لیا۔ وہ اپنی جان خود لینے والے گناہ سے بچ گیا۔" وہ ایک دم شکستہ نظر آنے لگے تھے۔

...

وقت کی رفتار کسی کے لیے نہیں رکتی بلکہ ریت کی مانند مٹھی سے پھسلتی چلی جاتی ہے۔ قدرت کے کام ایک تواتر سے جاری رہتے ہیں۔ کوئی غم میں مبتلا ہے، کوئی خوش ہے، کوئی دنیا سے آیا، کوئی عارضی قیام گاہ سے رخصت ہوا اس سب سے زندگی نہیں رکتی بلکہ چلتی چلی جاتی ہے۔ وہ بھی زندگی کے سفر میں شامل تھی۔ وقت جس سمت چلا رہا تھا وہ چلتی جارہی تھی لیکن گزرا وقت اسے اپنی بات پہ ڈٹ جانا سکھا گیا۔ یہ چند ماہ اسے یہ باور کروا گئے کہ اب وہ مزید کسی نقصان کی متحمل نہیں ہوسکتی سو اس نے سارے گلے شکوے دل سے نکال باہر پھینکے تھے۔ وہ لوگوں کے رویے اور باتوں سے بے نیاز ہوگئی تھی۔ اس کے کان بس وہی سنتے جو وہ سننا چاہتی تھی، اس کی آنکھیں بس وہی دیکھتی جو وہ دیکھنا چاہتی تھی۔

ان گزرنے والے دنوں میں اس کی پڑھائی مکمل ہوگئی تھی اور لیکچرار بننے کے لیے ٹیسٹ دیا تھا اور اس سارے مراحل سے گزرنے کے بعد جاب مل گئی تھی۔ وہ اپنا سفر مسلسل جاری رکھے ہوئی تھی لیکن کوئی امنگ، جذبہ یا شوق اس کا ہمسفر نہیں بن پایا تھا۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" وہ اپنی ہی سوچوں میں مگن تھی کہ امی کے آنے کی خبر نہیں ہوئی۔

"کچھ خاص نہیں۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"عائشہ...... اب کچھ اپنے بارے میں بھی سوچو۔" وہ اس کے لیے بہت فکر مند رہتی تھیں لیکن کبھی اظہار نہیں کیا، آج نہ جانے کس طرح یہ موضوع نکال لیا۔

"اپنے بارے میں کیا سوچوں؟ سب ٹھیک تو ہے اور سب کچھ اچھا چل رہا ہے۔" وہ ان کی بات کا مطلب نہیں سمجھی۔

"اب تمہیں شادی کے متعلق سوچنا چاہیے۔" انہوں نے مدعا بیان کیا۔

"امی...... مجھ سے یہ بات نہ کیا کریں۔ مجھے آپ کو اکیلے نہیں چھوڑنا، میں جیسی ہوں خوش ہوں۔" اس نے سختی سے ان کے ہر خیال کی تردید کردی۔

"خاندان میں تمہارے متعلق عجیب باتیں گردش کرتی رہتی ہیں، اس لیے یہاں سے رشتہ آنے کی امید نہیں اور خاندان سے باہر تلاش کرنے میں وقت لگتا ہے۔" انہوں نے اسے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔

"امی...... آپ کی ہر بات کا ایک ہی جواب ہے کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔" اب کے اس کے لہجے میں بے زاریت جھلکی۔

"وہ جاچکا ہے اور اب واپس آنے والا نہیں...... تم کب تک اس کے سوگ میں بیٹھی رہوگی۔" وہ جھنجھلا کر بہت عجیب بات کہہ گئیں۔

ان کی بات پہ وہ بس انہیں دیکھ کر رہ گئی۔ بہت سی باتیں لبوں پہ آکر دم توڑ گئیں۔ وہ کہنا چاہتی تھی ملن تو مقدر نہیں بننے دیا اب جدائی کے دن ہی سکون سے کاٹنے دیں لیکن وہ کچھ بھی کہے بنا وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے یوں چلے جانے پہ انہیں شرمندگی ہوئی کہ کیوں اس سے ایسی بات کر بیٹھیں لیکن اب کیا ہوسکتا تھا۔

وہ آج کئی دنوں بعد گھر آیا تھا۔ اس کی پوسٹنگ دور دراز علاقے میں ہوگئی تھی اسی باعث وہ امی کو ساتھ لے کر نہیں گیا تھا۔ ان کے پاس کل وقتی ملازمہ تھی اور ویسے بھی ان کی مکمل خبر گیری رکھتا تھا۔ امی بھی یہاں زیادہ خوش تھیں، وہ ان کی خوشی میں خوش تھا۔ ویسے بھی اپنی ذات کے لیے اس کے جذبات مردہ ہوچکے تھے۔

"تمہاری پوسٹنگ کب تک ہے وہاں؟" وہ امی کے پاس بیٹھا چائے پی رہا تھا جب انہوں نے پوچھا۔

"کیوں...... آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟" وہ ایک دم ان کی طرف متوجہ ہوا۔

"میں سوچ رہی تھی کہیں قریب آجاؤ تو تمہاری شادی کا فریضہ بھی مکمل ہوجائے۔"

"امی...... ابھی میرے پاس ان باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔" اس نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا۔

"بیٹا...... وہ لوگ منتظر ہوں گے۔ غم کی گھڑی گزر گئی

اب ہمیں ہی آگے بڑھنا ہوگا ناں۔" انہوں نے اسے سمجھانا چاہا۔

"امی...... ابھی آپ مجھے میرے حال پہ چھوڑ دیں۔" وہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"کہاں جارہے ہو؟" اسے چابی اور پرس اٹھاتے دیکھ کر پوچھا۔

"جہاں میرا کوئی منتظر ہے۔"

"اچھا...... مجھے بھی لے چلو اسی بہانے وہاں کا چکر لگ جائے گا۔ تمہارے علاوہ تو اب مجھ سے جایا نہیں جاتا۔" اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ان کی تیار ہونے کے انتظار میں بیٹھ گیا۔

"رانی...... میرے کپڑے تیار کرنا۔" وہ ملازمہ کو آواز دیتی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

دوپہر ڈھل رہی تھی۔ سورج رخصتی کی تیاریوں میں تھا۔ گرمی کی شدت کم ہوتے دیکھ کر خانم بیگم بھی صحن میں آبیٹھیں اور کڑی نگاہوں سے بہو کا جائزہ لینے لگیں۔ سنبل اس وقت نہ جانے کہاں تھی اور رابعہ کی دگرگوں حالت دیکھتے ہوئے بھی انہوں نے اسے بلانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"امی...... رابعہ کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ سنبل کو کہیں کاموں میں اس کی تھوڑی مدد کردیا کرے۔" وہ ماں کے پاس بیٹھتے ہوئے بیوی کی طرف داری کر بیٹھے اور یہ ہی ان کا جرم بن گیا۔

"تمہاری بیوی کوئی انوکھا کام نہیں کررہی، ساری دنیا کرتی ہے اور تمہیں کس خوشی میں اس کا خیال ہونے لگا ہے؟ تمہیں کتنی بار سمجھایا ہے اتنا سر نہ چڑھاؤ اسے کہ بعد میں تمہیں ہی آگے لگالے۔" انہوں نے اچھی طرح بیٹے کو لتاڑا۔

"جی امی......" وہ ہزار مخالفت کے باوجود بس اتنا ہی کہہ سکے۔

"آج میری مٹھو سے بات ہوئی تھی۔" انہوں نے

naeyufaq.com
آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل
ماہنامہ
حجاب کراچی
محبت نفرت کی آمیزش سے مزین ناقابل فراموش کہانیاں
عشق دی بازی
خاندانی رسم ورواج کس طرح لڑکیوں کو باغی کرتا ہے
ریحانہ آفتاب کے نوک قلم نکلی ایک خوب صورت تحریر
عشق نگر کے مسافر
ایک حادثے نے اسے عشق نگر کا مسافر بنادیا
ندا حسنین کی دلکش اور مدتوں یاد رہ جانے والی کہانی
آنگن کی چڑیا
قارئین کے تعارف پر مبنی سلسلہ
عالم میں انتخاب
ہر ماہ ایک شاعر کا انتخاب
اس کے علاوہ
بزم سخن، کچن کارنر، دوست کا پیغام آئے، منتخب اشعار، غزلیں، اقتباسات اور دیگر قارئین کی دلچسپی کے مدنظر مستقل سلسلے
Info@naeyufaq.com
(021)35620771/2
0300-8264242

بات کرنے کو نیا موضوع نکالا۔
"ارے چھوڑو پرے ہمیں ان سے کیا لینا دینا؟" ان کے انداز میں اتنی نخوت تھی کہ وہ دیکھتے رہ گئے۔
"ویسے کیا بتا رہا تھا؟" وہ پوچھے بنا رہ بھی نہیں پائیں۔
"عائشہ کی بہت اچھی جاب لگ گئی اور تنخواہ بھی بہت اچھی ہے۔ آپا جی اب اس کی شادی کا سوچ رہی ہیں۔ مٹھو اٹلی جا رہا ہے اور جانے سے پہلے ملنے کے لیے آنے کا بتا رہا تھا۔" ان کی جو بات ہوئی وہ من و عن بتادی۔
خانم بیگم بات سن کر بالکل خاموش ہوگئی اور صحن کے دوسرے کونے میں جھاڑو دیتی رابعہ اس خاموشی سی کانپ گئی۔ اپنے شوہر کی کم عقلی پہ ماتم کرنے کا جی چاہا تھا۔ وہ اپنی ماں کی فطرت کبھی نہیں سمجھ سکیں گے۔
"یہ دونوں خبریں تو خوشی والی ہیں۔ مٹھو کیوں ملنے آئے گا ہم خود جائیں گے اور ساتھ عائشہ کو بھی مبارک دوں گی؛ بن باپ کی بچی ہے جانے کیسے حالات میں ہوگی؟" ان کے لہجے سے ایک دم شیرینی ٹپکنے لگی۔
زاہد اس کایا پلٹ پہ خوش ہوئے جب کہ رابعہ کا دل ڈول گیا۔ اس کو وہ دن یاد آگیا جب میت اٹھانے کے بعد اسے ذلیل کر کے نکالا گیا اور اب وہی عائشہ انہیں اچھی لگنے لگی تھی۔
"یااللہ...... اس لڑکی پہ رحم کرنا۔" انہوں نے دل ہی دل میں دعا کی۔
وہ اپنی باتوں میں مشغول تھے کہ داخلی دروازے سے عبداللہ اپنی ماں کے ساتھ آتا دکھائی دیا۔ خانم بیگم ایک دم خوشی سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور سنبل کو آوازیں دینے لگیں۔
"عبداللہ تم نے بڑی دیر بعد چکر لگایا؟" زاہد بھائی نے اس سے گلے ملتے ہوئے۔
"اب ان راستوں پہ اس کے بنا چلنے کا دل نہیں کرتا۔ یہاں کی ہر چیز مجھے اس کی یاد دلاتی ہے۔ اس کی قبر یہاں نہ ہوتی تو میں کبھی یہاں کا رخ نہ کرتا۔" اس نے دلگرفتہ لہجے میں جواب دیا۔
"السلام علیکم!" اسی پل سنبل آگئی اور سب کو مشترکہ سلام کیا۔
"وعلیکم السلام۔ کیسی ہے میری بیٹی؟" انہوں نے اسے ساتھ لگالیا۔ عبداللہ کے حوالے سے وہ انہیں عزیز تھی۔
وہ لوگ اپنی باتوں میں مشغول ہوگئے کہ جب کہ دو پُر شوق نگاہیں اس کو خود پہ مرکوز محسوس ہو رہی تھیں۔ آج بھی اس کی بے باکی اسے کوفت زدہ کر رہی تھی۔ اس کی ہزار کوششوں کے باوجود نہ جانے کیوں اس کا دل اسے قبول نہیں کر پا رہا تھا۔
"میں زین کے کمرے میں جا رہا ہوں۔" ان سب کو باتوں میں مصروف دیکھ کر وہ وہاں سے اٹھ گیا۔ زین کے کمرے میں جانا بس ایک بہانہ تھا۔ وہ کبھی چاہ کر بھی اس کے کمرے میں نہیں جا سکتا تھا۔ وہ کمرہ جہاں کبھی اس کے قہقہے گونجتے تھے آج وہاں کی خاموشی ناقابل برداشت تھی۔ وہ سیڑھیاں چڑھتا ہوا چھت پہ آگیا۔
"کیسے ہو؟" اچانک آنے والی آواز پہ چونکا۔
"آپ کے آنے کی خبر نہیں ہوئی۔" وہ رابعہ کو دیکھ کر خوش ہوا لیکن ان کی حالت دیکھ کر دل دکھ سے بھر گیا۔
"آپ کو کیا ہوگیا ہے؟" وہ پوچھے بنا رہ نہیں پایا۔
"کچھ خاص نہیں۔ تم سناؤ کیسے ہو؟ بہت دنوں بعد چکر لگایا؟" وہ ایک سانس میں کئی سوال پوچھ گئیں۔
"پوسٹنگ بہت دور ہے کہ جب آؤں تو گھر سے نکلنے کا دل نہیں کرتا۔ ویسے بھی یہاں سے وابستہ یادیں بہت تکلیف دہ ہیں۔" اس کا لہجہ بھیگنے لگا۔
"ان یادوں کو اس کے گھر والے بھولنے لگے ہیں اور تم ابھی تک سینے سے لگا کر بیٹھے ہو؟" انہیں اس کی دوستی پر رشک آیا۔ ان کی بات پہ وہ فقط بے بس سا مسکرایا جیسے اسے اپنے دل پہ اختیار نہ ہو۔
"عائشہ یاد ہے؟" ان کے سوال پہ وہ چونکا۔
"مطلب؟" ان کا سوال واضح نہ ہونے کے باعث سمجھ نہیں پایا تھا۔
"تم زین کی یادوں کو اس قدر سنبھال کے رکھتے ہو اس سے وابستہ ایسے لوگوں کی تمہیں فکر نہیں جن کے لیے وہ اپنی جان دے گیا۔" ان کے الفاظ سخت تھے لیکن آج وہ ایسے بولنے پہ مجبور تھیں۔
"میں کیا کر سکتا ہوں بھابی...... ویسے بھی جب خونی رشتے اسے بھولنے لگے ہیں تو وہ کب یاد رکھ پائی ہوگی جو اس کی محبت کو ٹھکراتی رہی تھی۔" اس کی ذات میں غصہ سر اٹھانے لگا۔ اسے زین کا اس کے لیے تڑپنا یاد آرہا تھا۔
"عبداللہ...... اس کا دکھ تم سے بھی بڑا ہے۔ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے وہ کیا کچھ کھو چکی ہے۔ وہ زین کو بھول گئی ہوتی تو جتنا اس پہ دباؤ ہے اپنا گھر بسا لیتی۔ میں تمہیں یقین سے کہتی ہوں وہ زین کو نہیں بھولی ہوگی بس تمہاری طرح اس کی یادوں کو اپنی ذات پہ اوڑھ نہیں سکتی۔" اس کا ذکر کرتے بھابی کے لہجے میں محبت جھلک رہی تھی۔
"اس سب کے باوجود میں کیا کر سکتا ہوں؟" وہ ان کی بات کا مقصد اب بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔
"تم اس کی زندگی تباہ ہونے سے بچا سکتے ہو؟"
"لیکن میں کیوں بچاؤں......؟"
"اس کی نہیں تو میری بچالو۔" وہ اسی تیزی سے انکار کرنے والا تھا کہ چپ کر گیا۔ اس کے ہر انداز سے کئی سوال جھلک رہے تھے۔
"وہ جاب کرنے لگی ہے اور بہت اچھی تنخواہ ہے۔ مٹھو بھی اٹلی جا رہا ہے آپا جی اس کے نام جائیداد بھی کرنے والی ہیں اور ان حالات میں امی اسے چھوڑنے والی نہیں۔"
"لیکن وہ کیا کریں گی؟" وہ اب بھی نہیں سمجھا۔
"وہ اسے زین کی امانت کہیں گی اور ہر حال میں اپنے گھر لائیں گی۔ اس کی زاہد کے ساتھ شادی بھی ہو سکتی ہے۔ وہ زین کی محبت ہے عبداللہ...... تم اس کی ایسی تذلیل برداشت کر سکتے ہو؟" وہ امید بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔
اس نے اپنے جذبات پہ مکمل اختیار رکھا۔ اس کے چہرے سے یہ ظاہر نہیں ہوا کہ یہ سب سن کر اسے تکلیف ہوئی ہے۔ وہ انہیں کیا بتاتا کہ وہ عائشہ نام کی لڑکی کو کبھی بھول ہی نہیں پایا۔ ہر وقت یہ ہی سوچتا رہا کہ کیا وہ بھی اس کی طرح زین کی یادوں کو سینے سے لگا کے رہ رہی ہوگی۔ کیا وہ بھی اپنے دل کے ایک کونے میں اس کے نام کا دیا جلا کے رکھتی ہوگی؟
"بھابی...... یہ سب اتنا آسان نہیں ہے جتنا آپ سمجھ رہی ہیں۔ یہاں سب سنبل کی بات مجھ سے طے کیے بیٹھے ہیں اور ایسے میں یہ بات طوفان برپا کردے گی۔"
اس کی بات سے انہیں محسوس ہوا جیسے وہ اس بات پہ غور کر سکتا ہے لیکن حالات کی نہج سے گھبرا رہا ہے۔
"میں تمہیں زبردستی مجبور نہیں کر سکتی لیکن کوئی بھی فیصلہ کرنے سے پہلے زین کا سوچ لینا۔" انہوں نے سب کچھ اس پہ چھوڑتے ہوئے بات ختم کردی۔
وہ یہ سب قطعاً اپنے لیے نہیں کر رہی تھیں بلکہ وہ عائشہ کو اس جہنم میں آنے سے بچانا چاہتی تھیں جس کا شکار وہ تھیں۔

موسم بے حد گرم تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی ٹھنڈے پانی کا گلاس پینے کے بعد پنکھے کے نیچے بیٹھ گئی۔ تھوڑا سکون ملا تو وہیں لیٹ گئی اور شاید تھکن تھی کہ لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ وہ نہ جانے کب تک یونہی سوئی رہتی کہ صحن میں ہونے والے شور نے اس کے حواس بیدار کردیئے تھے۔ وہ کتنی دیر تک یہ ہی سوچتی رہی کہ آج یہ شور کیسا ہے کیونکہ ایک عرصے سے اس گھر میں آوازیں نہیں گونجتی تھیں۔
"امی...... یہ کیسا شور ہے؟" وہ اٹھ بیٹھی۔
"تم نے نماز پڑھنی ہے ناں؟ اٹھو نماز پڑھو اور خیر کی دعا کرو۔" ان کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔
"کچھ بتائیں گی کہ کیا ہوا ہے؟" اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔
"خانم آئی ہے۔" امی کے بتانے پہ وہ ٹھنڈا سانس بھر کے رہ گئی۔ وہ کئی ماہ بعد یہاں آئی تھیں اور باہر سے آنے والی قہقہوں کی آوازیں یہ ظاہر کر رہی تھیں کہ جیسے کوئی مسئلہ ہوا ہی نہیں۔

"آپ کیوں پریشان ہورہی ہیں؟ ان کا میکہ ہے وہ آسکتی ہیں بلکہ اٹھیے ہم بھی مل کر آتے ہیں۔" وہ چند لمحوں کے لیے پریشان ہوئی لیکن بہت جلد اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ انہوں نے حیرت سے اسے دیکھا' اس میں ایسا حوصلہ اور ظرف کب آیا وہ جان ہی نہیں پائی تھیں۔

"مجھے اس سے خیر کی امید نہیں۔" انہوں نے اپنی پریشانی کا سبب بتایا۔

"میری پیاری امی جان...... اب ہم کمزور نہیں ہیں۔ آپ کی بیٹی آپ کو تکلیف نہیں پہنچنے دے گی۔" اس نے انہیں گلے لگاتے ہوئے سہارا دیا۔

"میں اپنے لیے کب فکر مند ہوں' میری ساری فکریں تمہارے لیے ہیں۔ تمہیں یاد نہیں کیسی باتیں سنائی تھی ہمیں کہ روتے ہوئے وہاں سے آئے تھے۔"

"امی...... میں سب بھلا چکی ہوں اور سب کو معاف بھی کردیا ہے۔ اس لیے سب باتیں بھول جائیں اور اٹھیے مل کر آتے ہیں۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر انہیں اٹھایا اور باہر کی سمت بڑھ گئی۔

امیر چچا کے حصے میں محفل جمی ہوئی تھی۔ سب بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ان کی آمد کے ساتھ ایک پل کو قہقہے تھمے اور ساتھ ہی خانم بیگم خوش دلی سے آگے بڑھتے ہوئے اس سے لپٹ گئیں۔

"میں ابھی آپا جی سے تم لوگوں کا پوچھ رہی تھی بلکہ تمہیں بلانے کے لیے مانو کو بھیجنے ہی والی تھی۔" ان کا انداز اتنا خوش گوار تھا کہ سب ہی چونک گئے۔

"اے سنبل...... اٹھ یہاں سے اور عائشہ کو بیٹھنے دے۔" انہوں نے اپنے ساتھ والی کرسی سے سنبل کو اٹھاتے ہوئے اسے بیٹھنے کو کہا۔

"زاہد بھائی اور بھابی نہیں آئے؟" وہاں ان دونوں کو نہ پا کر اس نے پوچھا۔

"رابعہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو زاہد اس کے پاس رک گیا ویسے بھی عبداللہ آیا ہوا تھا تو ہم دونوں اسی کے ساتھ آگئیں۔" انہوں نے خلاف توقع مسکراتے ہوئے کافی تفصیل سے جواب دیا۔

اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک نظر اس شخص کی جانب دیکھا جس کا نام جانے والی کی زبان بہت محبت سے نکلتا تھا۔ اسے اپنی جانب متوجہ دیکھ کر نظریں جھکا گئی لیکن اس ایک نظر میں اسے وہ حزن نظر آ جو زین کی ذات سے وابستہ تھا۔ وہاں گفتگو کا نہ رکنے والا سلسلہ جاری تھا لیکن اس شخص کو دیکھ کر کسی کی یاد اس شدت سے آئی کہ وہ چاہ کر بھی آنکھیں نم ہونے سے بچا نہیں پائی۔ اس صورت حال میں اسے اپنا وہاں بیٹھنا معیوب لگا سو بہانہ کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی۔

عبداللہ نے بہت غور سے اسے جاتے ہوئے دیکھا اس کی نم ہوتی آنکھیں اسے بہت کچھ باور کرا گئی تھیں ایسے ہی تو ہوتا تھا اس کے ساتھ بھی کہ لوگوں کے ہجوم میں ایک دم اس کی یاد حملہ آور ہوتی اور وہ بے بس ہوجاتا تھا۔

"مجھے تو آج عائشہ کی یاد ہی کھینچ لائی ہے۔ پہلے باپ کا غم اور پھر زین کی جدائی بچی پہ کیا کیا نہ بیت گیا۔" ان کے الفاظ وہاں بیٹھے سب افراد کو چونکا گئے۔

عبداللہ جو عائشہ کے متعلق سوچ رہا تھا ایک دم سے ہو بیٹھا مطلب بھابی کے خدشات درست تھے۔ کس بیگم کے دل کو ہاتھ پڑا تھا۔ اب یہ بات کس نہج پر والے تھی انہیں اندازہ نہیں تھا لیکن دماغ نے خطرے کی گھنٹی بجادی تھی۔ انہوں نے بے بس نگاہوں سے آپا جی کی طرف دیکھا' ان کے چہرے سے بھی اضطراب جھلک رہا تھا۔

"خانم...... پرانی باتوں کو دوہرانے کا کیا فائدہ" آپا جی نے انہیں روکنے کی کوشش کی حالانکہ وہ جانتی تھیں یہ کوشش بارآور ہونے والی نہیں۔

"آپا جی...... عائشہ کو دیکھ کر میرے دل کو ہاتھ ہے۔ میرے مرحوم بیٹے کی محبت ہے اور میرے لیے تو کی امانت جیسی ہے۔ میرا بس چلے تو اپنے گھر ہی جاؤں۔" وہ اب کہاں رکنے والی تھیں۔

"بہو...... کچھ کھانے پینے کا انتظام کرو۔" آپا جی

...ں وہاں سے ہٹانا مناسب سمجھا۔ "تم کیا چاہتی ہو خانم ...وں اس بیچاری کی زندگی برباد کرنے پہ تلی ہو؟ پہلے اس کو ...ل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور اب ایک بار پھر ...تماشا بنا رہی ہو۔ یہ محبت پہلے کہاں تھی جب اس کے ...ف محاذ کھولے بیٹھی تھی اور مجھے بھی ورغلا دیا تھا؟" ...ن بیگم کے جاتے ہی آپا جی بولیں اور عبداللہ کی ...ودگی بھی نظر انداز کر گئیں۔

"میں بھی بندہ بشر ہوں غلطی ہوجاتی ہے اور اب اسی کا ...داوا کرنا چاہتی ہوں۔ میرے گھر آیا جایا کرے گی تو ...ن کی روح کو سکون ملے گا' اسی بہانے کی شاید اپنی ماں کو ...حال کردے۔" وہ اپنی بات سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹ ...ی تھیں۔ سنبل عبداللہ کے تاثرات دیکھ کر گھبرا رہی تھی اور ...اشاروں کے باوجود وہ اپنی ماں کو چپ نہیں کرا سکی۔

"یہ بہانے وہاں لگانا جہاں تمہیں کوئی جانتا نہ ہو۔ ...نہیں کس چیز کی کمی ہے؟ اللہ کا دیا سب ہے پھر یہ لالچ ...ہارے دل سے کیوں نہیں جاتا؟ ایک بیٹا کھو چکی ہو اگر ...ہی کرتی رہی تو دوسرا بھی خود سے دور کردو گی۔" انہوں ...سمجھایا۔

"آئے ہائے' آپ تو اپنی بہو کی زبان بول رہی ہیں۔ ...تو بس یہ چاہ رہی تھی کہ لڑکی کو کچھ دن لے جاؤں' ...گھر رہے گی' تھوڑے لاڈ اٹھاؤں گی تو دل کو سکون ...لیکن آپ تو رائی کا پہاڑ بنا رہی ہیں۔" وہ ہاتھ ملتے ...بولی اور تیور مکمل بدل چکے تھے۔ عبداللہ کے لیے یہ ...یا تھا اور شاید کسی فیصلے میں معاون ثابت ہو رہا تھا۔

"خانم...... میں اچھے سے جانتی ہوں تم اسے کیوں ...اس لے جانا چاہتی ہو۔ اس پہ زاہد کے حوالے سے ...الزام لگاؤ گی اور پھر سب کچھ تمہاری مرضی کا ہوجائے ...ان کے لہجے سے تاسف جھلکا۔

عبداللہ کے لیے اتنا سننا ہی کافی تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ ...ا اور اس کے اٹھنے کے ساتھ سنبل کا دل بیٹھنے لگا ...انسان جیسا بھی ہو محبت کا روگ سب کو ایک سا ہی لگتا

"مجھے شک تھا تم کچھ ایسا ضرور کرو گی اس لیے میں پہلے سے اس کے کچھ رشتے دیکھ رہی ہوں' جیسے ہی کوئی اچھا رشتہ ملے گا اس کو اپنے گھر کا کردوں گی۔ اب میں تھوڑا آرام کرنا چاہتی ہوں لیکن تم لوگ کھانا کھا کر جانا۔" آپا جی نے آج سارے لحاظ ایک طرف رکھ دیئے تھے۔

عبداللہ نے باہر نکلتے ہوئے یہ الفاظ سنے اور مطمئن ہوگیا کہ وہ اتنی بھی اکیلی نہیں تھی۔ اس کا ساتھ دینے کے لیے کئی لوگ تھے۔ اس کی نظر سیڑھیوں کی جانب گئی جہاں مٹھو اسے کچھ کہہ رہا تھا اور اس کے چہرے پہ حیرت کے تاثرات رقم تھے۔

کمرے میں گمبھیر خاموشی چھائی ہوئی تھی یوں جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ سنبل کا دل چاہ رہا تھا چیخیں مار مار کر روئے جب کہ رابعہ کے دل میں ڈھیروں سکون اتر گیا تھا۔ عبداللہ نے اپنی ماں کو سنبل کے لیے انکار کا پروانہ دے کر بھیجا تھا یہاں تک تو ٹھیک تھا اس سے اگلا مطالبہ وہاں موجود سب نفوس کے لیے غیر متوقع تھا۔

"عائشہ سے شادی...... وہ پاگل تو نہیں ہوگیا؟" خانم بیگم کی دھاڑ سب کو دہلا گئی۔ "وہ زین کی امانت ہے اور یہ کیسی دوستی ہے اس کی کہ وہ خیانت پہ اتر آیا ہے؟" ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ عبداللہ سامنے ہو تو اس کا منہ نوچ لیں۔ اب غم عائشہ کا نہیں ان کی بیٹی کا تھا سو ضرب کاری تھی۔

"بھابی...... میں نے بہت سمجھایا کہ جانے والوں کے لیے زندہ لوگوں کو دکھ نہیں دیا جاسکتا لیکن اس کی بات بھی ٹھیک ہے۔ زین نے آخری بات اسی سے کی تھی' وعدہ لیا تھا کہ وہ عائشہ کا خیال رکھے گا اور اگر وہ نہ بچ پایا تو عائشہ سے شادی کرے گا۔" وہ از حد شرمندہ تھیں۔ میکے سے ہاتھ دھونے پڑ سکتے تھے لیکن وہ خانم بیگم جیسی سنگ دل نہیں تھیں کہ خواہشات کے پیچھے بیٹا کھو دیتیں۔

"تمہارا بیٹا جھوٹ بول رہا ہے۔ زین تو حادثے کے بعد جانبر ہی نہ ہوسکا تو اس سے بات کیسے کرلی؟ اس کی

نیت خراب ہوگئی ہے عائشہ پہ اور اس میں میرا ہی قصور ہے میں اسے ساتھ لے کر کیوں گئی تھی؟" وہ اب باقاعدہ خود کو کوس رہی تھیں۔ ہر طرف سے مات ان کا منہ چڑا رہی تھی۔

"امی..... میں نے زین کا موبائل دیکھا تھا' اس پہ آخری کال عبداللہ کی ہی تھی۔" زاہد کی گواہی نے سارا پانسہ پلٹ دیا تھا۔ ان کا جی چاہا اسی کا منہ نوچ لیں کہ اس وقت یہ بولنا ضروری نہیں تھا۔

"تم لوگوں نے غلط فہمی پال رکھی ہے۔ آپا جی کبھی اس کا رشتہ نہیں دیں گی۔ میری سنبل انہیں بڑی پیاری ہے اور تم اسے ٹھکرا کر وہاں جاؤ گے تو خالی ہاتھ ہی لوٹو گے۔ میری بات لکھ کے رکھ لو۔" ان کے لہجے میں غرور تھا کہ ان کی مرضی کے بنا کچھ نہیں ہوسکتا۔

"میری آپا جی سے بات ہوگئی ہے۔ انہوں نے بات طے کرنے کے لیے بلایا ہے۔" خانم بیگم کو منہ کے بل گرنا کی اس پل سمجھ آچکی تھی۔

وہ ایک دم ساکت ہوگئی تھیں یوں جیسے اب بولنے کو کچھ رہا ہی نہ ہو۔ ان کے لیے یہ بات قابل برداشت نہیں تھی کہ جن لوگوں کو کٹھ پتلیوں کی طرح نچاتی رہی تھیں آج ایک ہی جھٹکے میں انہوں نے ساری ڈوریں توڑ دی تھیں۔

سکوت کبھی کبھی روح پہ بھی اس طرح چھا جاتا ہے کہ موت کا گمان ہونے لگتا ہے۔ موت صرف سانسیں بند ہونے کا نام تو نہیں' موت تو جذبات کو بھی آجاتی ہے۔ کبھی کبھار ساری ذات گہری خاموشی میں ڈوب جاتی ہے کہ جیتے جی زندہ نہ ہونے کا خیال آتا ہے۔

آپا جی کا فیصلہ اسے ایسی ہی کیفیات سے دوچار کر گیا تھا۔ اس نے بہت پہلے خود کو یہ باور کروا دیا تھا کہ زندگی کے راستے پہ اب کوئی ہمسفر نہیں چاہیے لیکن یہاں اس سے پوچھے بنا اس کی ذات کو کسی کے ساتھ جوڑ دیا گیا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا چیخ چیخ کر اس فیصلے کو رد کردے لیکن پہلے کب اس نے دل کی آواز پہ کان دھرے تھے؟ اگر دل کی مان لیتی تو شاید ہمسفر وہ بھیلا سا جوان ہوتا۔

"آپا جی..... میں آپ کی بات رد نہیں کرسکتی لیکن اس کی بات سنبل سے طے تھی۔ میں کسی کا دل کیسے توڑ سکتی ہوں۔" وہ انکار نہیں کر پائی لیکن اس کو سنبل کی فکر بھی تھی۔

"ساری دنیا کے دل سنبھال کے رکھنے کا ٹھیکہ تم نے نہیں لے رکھا اور ویسے بھی وہ اسے شروع سے ناپسند کرتا ہے۔ اس لیے ساری فکریں دل سے نکال کر تیاری شروع کرو۔" انہوں نے اس کا اعتراض چٹکی میں اڑا دیا۔

"آپا جی..... اتنی جلدی کس بات کی ہے؟ مجھے کم از کم سنبھلنے کا موقع تو دیں۔" اس کے انداز سے بیچارگی چھلک رہی تھی۔

"عائشہ..... وقت کا کیا بھروسا ہے۔ میں آج ہوں کل نہیں اور جو لوگ ابھی ایسا سلوک روا رکھے ہوئے ہیں وہ کل کو کیا کچھ نہ کریں گے۔ منگنی کے لمبے چکروں میں پڑنے کی بجائے سادگی سے نکاح کرنا ہی ٹھیک ہے۔ پہلے سوچ سوچ کو خود کو ہلکان کرتی رہو گی اس لیے بہتر ہے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جاؤ اور ساری فکریں آنے والے وقت پہ ڈال دو۔" وہ نجانے کب تک سوچوں میں الجھی رہتی کہ کسی کی آمد نے اسے چونکا دیا۔ وہ جانتی تھی آنے والا کون تھا لیکن وہ یوں ہی رخ موڑے کھڑی رہی۔ آپا جی کے سمجھانے پہ وہ خاموش ہوگئی تھی اور چپ چاپ "نکاح کے دو بول" بول کر خود کو کسی کے سپرد کر گئی تھی۔ امی کی خوشی دیدنی تھی۔ ماموں' ممانی اس کی خوشیوں کے لیے دعا گو تھے لیکن نجانے کیوں وہ دل کو سنبھال نہیں پا رہی تھی۔

"آپ شاید مجھ سے ناراض ہیں۔" عبداللہ کی سوچوں کو پھر اس کی آواز نے توڑا۔

"کیا واقعی ہی آپ سے یہ سب کرنے کا زین نے کہا تھا؟" وہ بولی تو احساس ہوا زین کا نام آج بھی اس کی زبان پہ مٹھاس لے آتا ہے اور شاید مقابل بھی محسوس کر گیا تھا۔

"سچ بولوں یا جھوٹ؟" اس نے سوال کے بدلے سوال کیا گیا۔ اس نے رخ موڑ کر اس کو حیرانی سے دیکھا وہ اتنا معتدل مزاج کیسے تھا؟ زندگی کے اتنے عجیب

کو دیکھنے کے بعد وہ حیران کیوں نہیں تھا؟

"میں خود ہی بتا دیتا ہوں۔" اس کی جانب سے جواب نہ پا کر وہ خود ہی بولا۔

"زین کے لیے عائشہ کیا تھی یہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا شاید آپ بھی نہیں۔ آپ کی خوشی غمی اس نے صرف میرے ساتھ بانٹی اور کیوں ایسا کیا یہ مجھے آج سمجھ میں آرہا ہے۔" وہ بات کرتا کرتا اس کے سامنے رکھی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی کہ اس کی زبان سے زین کا ذکر یوں تھا جیسے وہ یہیں کہیں ان کے پاس ہو۔

"اس رات وہ آپ کے نہ ہونے اور کسی اور کے ہو جانے کے غم میں اپنی جان لینے نکلا تھا۔ مجھے کہنے لگا عبداللہ محبت ہوتی ہے لیکن اس میں ہر حد سے گزر جانے والے کوئی اور ہوتے ہیں۔ میں بھی یہ ہی سوچ کر آیا تھا کہ جب وہ نہیں تو یہ زندگی ہی فضول ہے لیکن یہاں اس منڈھیر پہ کھڑے ہو کر زندگی محبت سے زیادہ قیمتی لگی ہے۔ میں بہت کم ہمت ہوں یار جو آخری وقت پہ واپس پلٹ رہا ہوں' ایک قدم آگے بڑھانے کی ہمت نہیں ہو رہی۔ دل زندگی کی چاہ کرنے لگا ہے لیکن اس کی چاہ بھی دل سے نکلنے پہ آمادہ نہیں۔ مجھے اس کی بے وفائی پہ غصہ آیا تھا۔" اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں تب ہی شاید وہ چپ ہوگیا تھا۔ عائشہ کے آنسو زار و قطار بہہ رہے تھے۔ اس کے جانے کے بعد آج وہ دوسری بار روئی تھی۔

"ہم اسے بے وقوف کہیں یا پاگل لیکن وہ اپنی دھن کا پکا نکلا۔ اسے تمہارے بغیر نہیں جینا تھا اور نہیں جیا لیکن میں آج بھی سوچتا ہوں کہ تمہارے متعلق ہر بات وہ مجھ سے ہی کیوں کرتا تھا؟" وہ دوبارہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ جانتا تھا کہ میں اس کی عائشہ کی ہر بات کی حفاظت اسی کی طرح کروں گا۔ اب وہ نہیں رہا تھا تو اس کی عائشہ کو ٹھوکروں کی زد میں کیسے آنے دوں؟ مجھے معلوم ہے وہ زندہ ہوتا اور تمہارے لیے کسی کو چنتا تو اس کا پہلا انتخاب میں ہی ہوتا۔ میرا یہ یقین ہی مجھ سے یہ فیصلہ کروا گیا۔" اس نے نظر اٹھا کر مقابل بیٹھے وجود کو دیکھا جس کا شفاف چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔ یہ زین کے نام کے آنسو تھے لیکن پھر بھی اس کے دل میں یہ خواہش بھری تھی کہ ان آنکھوں کا اشکوں سے واسطہ نہ رہے۔

"یہ آپ کا اور میرے گھر والوں کا فیصلہ تھا جو میں نے خاموشی سے مان لیا لیکن اب میرا بھی ایک فیصلہ ہے اور امید ہے کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔" اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے اس نے اپنی بات کہنی شروع کی۔

"میں اس رشتے کو شروع کرنے کے لیے کچھ وقت چاہتی ہوں۔ رخصتی کے لیے تیار نہیں' اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو کچھ عرصے کے لیے اسے ٹال سکتے ہیں؟" اس نے امید بھری نظروں سے سامنے بیٹھے شخص کو دیکھا جو اپنی باتوں سے اس کے دل میں پنپتے ہزاروں وسوسوں کو مٹا گیا تھا۔

"آپ کی مرضی کے مطابق ہی سب ہوگا لیکن میری ایک گزارش ہے۔" عائشہ نے منتظر نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ وقت اپنے رشتے کو شروع کرنے کے لیے ہونا چاہیے زین کو بھلانے کے لیے نہیں وہ ہمیشہ ایک خوب صورت یاد بن کر ہمارے ساتھ رہے گا۔" عبداللہ کی بات بیک وقت اس کی آنکھوں میں آنسو اور ہونٹوں پہ مسکراہٹ لے آئی۔ وہ قدرت کے فیصلوں پہ حیران تھی کہ چاہتوں کے تخت مقدر میں ہوں تو مل کر رہتے ہیں' کب' کہاں اور کس سے یہ وقت بتاتا ہے۔

شام سے پہلے تیری شام نہ ہونے دوں گا
زندگی میں تجھے ناکام نہ ہونے دوں گا
لگنے دوں گا نہ ہوا تجھ کو خزاں کی میں ظفر
پھول جیسا ترا انجام نہ ہونے دوں گا

www.naeyufaq.com

حرفِ محبت

صدف آصف

جب سے تیرے نام کردی زندگی اچھی لگی
تیرا غم اچھا لگا' تیری خوشی اچھی لگی
تیرا پیکر، تیری خوشبو، تیرا لہجہ، تیری بات
دل کو تیری گفتگو کی سادگی اچھی لگی

ایک بار پھر عشبہ علی کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ کئی گھنٹوں تک رونے کے باوجود دل ہلکا نہیں ہوا تو اس کا دل چاہا ہمیشہ کی طرح روحان کو کال کر کے دل کی بھڑاس نکال لے مگر اس بار وہ اپنی محبت سے بھی ناراض ہوگئی تھی۔ کئی گھنٹوں تک وہ اپنے آپ کو سمجھا سمجھا کر تھک گئی کہ ''آخر اس قدر مایوسی کی بات کیا ہے؟ سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' مگر دل تھا کہ ماننے سے انکاری تھا۔

وہ خود کو کتنا خوش قسمت سمجھتی تھی کہ روحان ایاز اس کی خاطر پوری دنیا سے ٹکرانے کو تیار ہوگیا تھا' اپنی اہمیت خود کی نظروں میں اس وقت مزید بڑھ گئی جب اس کی معمولی سی خوشی کے لیے وہ زمین آسمان ایک کردیتا تھا مگر پھر نہ جانے کیا ہوا پھوپو اماں کو اس میں کیڑے دکھائی دینے لگے ہر بات پر اعتراض ہر کام پر روک ٹوک۔ اس کے لیے تو سانس لینا بھی مشکل ہوگیا تھا۔ سب سے برا تو اس وقت لگتا جب وہ اس کے ننھیال والوں کو برا بھلا کہتیں اور روحان خاموش رہتا تھا۔

عشبہ کروٹ بدل بدل کر ہار گئی مگر نیند تھی کہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اس گھر میں آنے سے قبل وہ کتنی خوش مزاج' شوخ اور ہنس مکھ لڑکی ہوا کرتی تھی۔ اس نے اپنی زندگی تلی کی طرح پھولوں سے خوشیوں کا رس گھنٹوں کے بل بیٹھا اور ماں کے بالوں میں پیار سے ہاتھ پھیرنے لگا۔

''خالی پیٹ سو سکتی ہیں بھلا مگر جب تک ہماری خوشیوں کو کرکرانہ کردیں انہیں سکون کہاں ملے گا۔'' اس نے منفی انداز میں سوچا۔

''طبیعت کہیں زیادہ خراب تو نہیں ہوگئی۔'' اس کی پریشانی پر عشبہ کو تاؤ آنے لگا' پھوپو اماں کی فطرت سے وہ بخوبی واقف تھی۔

''ابو آپ کی ضد نے مجھے کیسے ماحول میں پھنسا دیا' یہاں تو سانس لینا بھی دوبھر ہے۔'' اس نے اذیت سے خود کلامی کے انداز میں مرحوم باپ کو پکارا۔

''امی..... امی..... اٹھیں ناں۔'' روحان نے دھیرے سے دوبارہ پکارا۔

آگئے تم لوگ..... بس انتظار کرتے کرتے آنکھ لگ گئی۔'' فرحت بیگم آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ بیٹھیں۔

''یہ بتائیں کھانا کھایا یا نہیں؟'' اس نے روحان کی خاطر ان کی دلجوئی کرنا چاہی مگر لاحاصل۔

''بھوک نہیں تھی۔ ویسے تم لوگوں نے اتنی دیر کیوں لگائی؟'' ان کا لہجہ سخت ہوا۔

''چلو جی ایک گھنٹے کی چھٹی ہوگئی۔'' عشبہ نے بیزاریت سے پھوپو اماں کی طرف دیکھا مگر جواب نہیں دیا۔

دونوں کو مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑے دیکھ کر فرحت کے اندر کی شیرنی انگڑائی لے کر بیدار ہوگئی۔ انہوں نے جو تاڑنا شروع کیا تو چپ ہونا مشکل ہوگیا۔

''اور عشبہ جب تم یہاں آئی تھیں تو میں نے پہلے دن ہی اس گھر کے اصول بتائے تھے ناں' رات کو دس بجے کے بعد کوئی باہر نظر نہیں آئے گا..... اب گھڑی دیکھو گیارہ بجنے والے ہیں۔ روحان یہ تو چلو وہاں جا کر سب کو بھول ہی جاتی ہے مگر تمہیں کوئی عقل ہے کہ نہیں یہ بھی بھول جاتے ہو پیچھے بوڑھی ماں گھر پر بیٹھی راہ دیکھ رہی ہوگی۔'' فرحت کے کھردرے لہجے پر عشبہ نے نگاہیں اٹھا کر روحان کی جانب دیکھا اس نے اشارے سے تسلی دی۔

''عشبہ جاؤ دودھ گرم کر کے لاؤ امی نے کھانا نہیں کھایا

کشید تے ہوئے گزاری تھی۔ حالاں کہ اسے ماں باپ کا ساتھ بہت کم عرصے کے لیے ملا تھا مگر خالاؤں ماموؤں اور نانی نے اسے ہمیشہ ہتھیلی کا چھالا بنائے رکھا تھا۔ اتنی محبت دی کہ وہ یتیمی کا درد بھول گئی مگر روحان کی محبت نے اس سے یوں خراج وصول کیا کہ ہونٹوں کی مسکراہٹ ہی چھین لی۔ وہ چند گھنٹوں پہلے کا واقعہ یاد کر کے کڑھتے ہوئے ہاتھ مل رہی تھی مگر وہ جناب اپنے کمرے میں پڑے سکون سے سو رہے تھے۔

عشبہ ان باتوں کو جتنا بھولنے کی کوشش کرتی وہ منظر ذہن میں تازہ ہوجاتا اور اذیت بڑھتی چلی جاتی۔ جب وہ روحان کے ساتھ نانی کے گھر سے خوش خوش واپس لوٹی اور پھوپو اماں کو صوفے پر لیٹے پایا تھا۔

''ارے امی..... صوفے پر ہی سو گئیں کیا؟'' روحان ایاز جیسے ہی ڈرائینگ روم میں داخل ہوا بے قراری سے ماں کی جانب لپکا۔

''ہمارے آنے کی آہٹ ملی ہوگی جب ہی پھوپو اماں نے جھٹ سے آنکھیں بند کرلیں۔'' عشبہ علی نے تھکے ہوئے انداز میں جمائی لیتے ہوئے سوچا۔

''پتا نہیں کھانا بھی کھایا ہے یا نہیں؟'' وہ بڑبڑاتا ہوا

ہے۔'' روحان نے بہانے سے اسے وہاں سے ہٹایا۔

''جی..... لاتی ہوں۔'' عشبہ بظاہر مسکراتی ہوئی کچن کی جانب بڑھی مگر دل ہی دل میں گلستی رہی۔

''امی کیا ہوگیا ہے؟ گھڑی تو دیکھیں ساڑھے دس ہی ہوئے ہیں آپ نے گیارہ بجا دیئے۔'' روحان نے طویل سانس لے کر اور ماں کو سمجھایا۔

''عجیب لوگ ہیں۔ ٹائم پر کھانا ہی نہیں لگاتے۔ آدھی رات تک میلا سجائے رکھتے ہیں۔ اسی لیے بھائی صاحب نے انتقال سے پہلے عشبہ کو میرے حوالے کر دیا تھا جانتے تھے سسرال والوں نے تو بچی کا ناس مار دیا ہے۔'' وہ بڑبڑائیں۔

''امی چھوڑیں ناں..... ان کے گھر کے طور طریقے وہ جانیں ہم کیوں بول کر برے بنیں۔'' روحان نے گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بات ختم کرنا چاہی۔

''یہ اچھی کہی میاں تم نے عجب طور طریقے ہیں مہمانوں کو بھوکا پیاسا بٹھائے رکھو۔ مووی اور تصویریں بناؤ اور وہاں کی لڑکیاں جس طرح چونچ نکال نکال کر تصویریں بناتی ہیں مجھے تو زہر لگتی ہیں۔'' بیٹے کے اشارے پر وہ دھیمی پڑیں مگر سناتا نہیں چھوڑا۔

''امی..... سیلفی کہتے ہیں اسے۔'' روحان ماں کی بات پر بے ساختہ مسکرایا۔

''بھاڑ میں گئی ایسی سلفیاں جو دوسروں کو اذیت میں ڈالیں..... اسی لیے تو میں عشبہ کے ننھیال میں اب کسی دعوت میں نہیں جاتی، بھئی دوسرے دن بچوں کو اسکول اور مردوں کو دفتر بھی جانا ہوتا ہے مگر ان کی تو اپنی مرضی چلتی ہے۔'' وہ دانت کچکچا کر بولیں۔

''پلیز امی..... اب بس بھی کردیں۔'' آہٹ پر اس نے ماں کا ہاتھ دبایا اس سے پہلے فرحت مزید کچھ سناتیں عشبہ کو ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوتا دیکھ کر خاموشی ہوگئیں۔

''کیا ہوا عشبہ منہ کیوں سجایا ہوا ہے۔'' اریبہ نے کی بورڈ پر انگلیاں چلاتے ہوئے برابر والی کرسی پر بیٹھی عشبہ سے پوچھا۔

''کچھ نہیں یار..... بس ایسے ہی۔'' اس نے پین میز پر مارتے ہوئے بیزاری سے جواب دیا۔

''گھر میں پھر کچھ ہوا ہے کیا؟'' اریبہ نے ہاتھ روک کر اپنی کرسی اس کی جانب گھمائی۔

''اور کیا ہونا ہے..... وہ ہی میری پھوپو اماں کے مسئلے جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتے۔'' اس نے دکھی لہجے میں کہا۔

''اب کیا کر دیا آنٹی جی نے۔'' اریبہ مسکرائی۔

''ہر وقت میرے ننھیال والوں کے پیچھے پڑی رہتی ہیں..... کل میری ماموں زاد بہن کی برتھ ڈے تھی رات کو تھوڑا لیٹ واپس آئے تو کلاس لگا دی۔'' اس نے اپنا دکھڑا سنانا شروع کیا۔

''تو کیا ہوا؟ اس ایک سال میں تمہیں ان کی سننے کی عادت ہوجانی چاہیے تھی۔'' وہ بے فکری سے بولی۔

''ہاں..... مگر اب تو وہ بھی بدلنے لگا ہے جس کی محبت کے سہارے میں بہاروں کو چھوڑ کر اس ویرانے میں چلی آئی تھی۔'' وہ دکھ سے بولی۔

''ہائے..... اب روحان بھائی نے کیا کر دیا؟'' اریبہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔

''جب ہم نانی کے گھر سے لوٹے تو اس وقت روحان کا موڈ بہت اچھا تھا مگر بعد میں پھوپو اماں نے ان کے ایسے کان بھرے کہ مت پوچھو۔'' وہ اداس ہوگئی۔

''اچھا..... کیا کہا؟''

''وہ بولے کہ تمہاری نانی کے یہاں کے تو سارے کام ہی نرالے ہیں، اگلی دفعہ میں صرف ویک اینڈ پر ہونے والی کسی تقریب میں شرکت کروں گا، تمہارا دل کرے تو چلی جایا کرو مگر میری طرف سے خود ہی معذرت کرلیا کرو بہت لیٹ ہوجاتا ہوں..... امی الگ پریشان ہوجاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔'' اس نے تفصیل بتائی۔

''اوہ..... اچھا تو پھر ان کا صبح موڈ ٹھیک ہوا یا نہیں؟''

ان کی لڑائی پر وہ فکر مند ہوئی۔

''پتا نہیں..... میں تو اتنا چڑی ہوئی تھی کہ صبح ناشتہ کے بغیر ہی آفس کے لیے نکل آئی تھی۔'' عشبہ نے ہونٹ کاٹے۔

''اوہ..... تو محترمہ بھوکی پیاسی بیٹھی ہیں، تب ہی تو کام میں دل نہیں لگ رہا۔'' اریبہ نے دراز سے بسکٹ کا پیک نکالا اور سامنے سے آتے حمید بابا کو دو کپ چائے کا اشارہ کیا۔

''چلو چھوڑو یہ سب تو روز کا معمول ہے، تم خوامخواہ دل سے نہ لگا لیا کرو۔'' اریبہ نے چائے کا سپ لینے کے بعد اس کی خاموشی کو محسوس کیا۔

''ہاں..... یار مگر پھوپو اماں کو یہ بات کیوں سمجھ میں نہیں آتی کہ میرا بچپن ان لوگوں کے ساتھ گزرا ہے۔ میں ایک دم سے کیسے سب سے کنارہ کش ہوجاؤں۔ ویسے بھی وہاں کی فضاؤں میں بے تکلفی اور سادگی ہے جبکہ ابا کے گھر والوں کے دقیانوسی پن اور سازشی طبیعت کی وجہ سے ہی اماں ابا میں علیحدگی ہوئی تھی۔'' وہ ایک دم رونے والی ہوگئی اور پہلی بار دوست کے سامنے منہ سے سچ نکلا۔

''اچھا تو تمہاری پھوپو اماں کی وجہ سے ایسا ہوا تھا کیا؟'' اریبہ نے حیرت اور دکھ سے پوچھا۔

''ایگزیکٹلی ان کی وجہ سے ہی تو نہیں مگر میری دادی جان پرانے زمانے کی سخت گیر خاتون تھیں جبکہ نانی کے گھر والے پڑھے لکھے اور کھلے ذہن کے تھے۔ امی ابو کے ساتھ پڑھتی تھیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو پسند کیا اور بات شادی تک پہنچی۔ دادی مان کر نہ دیں وہ تو ابو نے گھر چھوڑنے کی دھمکی دی تب جا کر بڑی مشکل سے دادی مانیں۔ شادی تو ہوگئی مگر امی کانٹے کی طرح دادی کے دل میں چبھتی رہیں۔ ابو کے کان ہر وقت بھرے جاتے، کبھی وہ امی کی گلابی آنکھیں دیکھ کر شرمندہ ہوتے تو کبھی ماں کے آنسو انہیں دہلا دیتے آخر میری پیدائش کے بعد چھوٹی سی بات پر جھگڑا اتنا بڑھا کہ ابو کی زبان

naeyufaq.com
مغربی اور مشرقی ادب کی منتخب کہانیوں کا مجموعہ
ماہنامہ نئے اُفق کراچی
لفظ لفظ منہ کامے سطر سطر تجسس سے بھرپور تحریریں
ایسی کہانیاں جو اس سے قبل آپ نے نہیں پڑھی ہوں گی
مغربی ادب سے انتخاب
جرم و سزا کے موضوع پر ہر ماہ منتخب ناول
مختلف ممالک میں پلنے والی آزادی کی تحریکوں کے پس منظر میں
معروف ادیبہ زریں قمر کے قلم سے مکمل ناول
ہر ماہ خوب صورت تراجم دیس بدیس کی شاہکار کہانیاں
اس کے علاوہ
خوب صورت اشعار منتخب غزلوں اور اقتباسات پر مبنی
خوشبو سے سخن اور ذوق آگہی کے عنوان سے مستقل سلسلے
اور بہت کچھ آپ کی پسند اور آرا کے مطابق
پرچہ نہ ملنے کی صورت میں رجوع کریں (03008264242)
Info@naeyufaq.com
(021)35620771/2
0300-8264242

سے طلاق کے الفاظ نکلتے چلے گئے اور پھر ہم ان کی زندگی سے دور نانی کے گھر چلے آئے۔" عشبہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

"حوصلہ کرو ڈیئر۔" اریبہ کو سہیلی پر ترس آنے لگا۔

"تم سوچو۔ میں کس دل سے پھوپو اماں کے ساتھ رہتی ہوں گی' ساری عمر تو ددھیال والوں نے پوچھا تک نہیں یہاں تک کہ اماں کے انتقال پر بھی رسمی طور پر گھنٹہ دو گھنٹے کے لیے تعزیت کے لیے آئے اور جب میرے دل نے ان سب کو اجنبی مان لیا تو پھر ایک دن ابو نے اپنا حق جتایا اور زبردستی مجھے پھوپو کے گھر لا کر چھوڑ دیا۔"

"چھوڑو عشبہ شاید اس میں انکل نے تمہاری کوئی بھلائی سوچی ہوگی...... ویسے تمہاری پھوپو نے تمہیں اپنے گھر رکھ کیسے لیا؟" اریبہ نے تسلی دینے کے بعد پوچھا۔

"وہ روحان کی ضد پر مجبور ہوگئیں۔ جب اماں کے انتقال پر ہمارا پہلی بار سامنا ہوا تھا اور جناب ضد پکڑ کر بیٹھ گئے کہ شادی کریں گے تو صرف مجھ سے ورنہ ساری عمر کنوارے رہیں گے۔" مضطرب چہرے سے پہلی بار سنہری پن چھلکا۔

"اچھا...... یعنی تمہاری زندگی میں ہیرو کی انٹری ایسے ہوئی۔" اس نے مسکرا کر چھیڑا۔

"مگر ولن نے اپنا کام دکھا دیا' پھوپو اماں نے شرط رکھ دی کہ وہ ایک سال میری تربیت اپنے حساب سے کریں گی پھر مجھے بہو بنائیں گی ورنہ نہیں...... شاید اسی لیے ابو نے ایسا کیا وہ دنیا سے جانے سے پہلے مجھے اپنے گھر کا ہوتا دیکھنا چاہتے تھے۔" وہ ایک دم رو دی۔

"ہاں...... ایسا ہی ہوا ہوگا۔" اریبہ نے اسے پانی کا گلاس پیش کیا۔

"میں نے صرف روحان کی خاطر سمجھوتہ کیا اور ابا کی بات مانتے ہوئے پھوپو اماں کے گھر شفٹ ہوگئی مگر اس ایک سال میں مجھے جتنے صبر کے گھونٹ پینے پڑے ان سے آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر جمع ہوگیا ہے۔" وہ اداسی سے آنکھوں کا کنارہ پونچھتے ہوئے بولی۔

"اور روحان بھائی؟" اریبہ نے تجسس سے پوچھا۔

"ان کی محبت ہی تو میرے جینے کی وجہ بن گئی' ورنہ اس خاندان میں جہاں میری ماں کو عزت نہیں ملی میں کیسے بس پاتی۔" اس نے ہونٹوں کو چبایا۔

"چلو...... زندگی میں کچھ تو اچھا ہے ناں۔" اریبہ نے تسلی دی۔

"ہاں...... مگر اب جس قسم کی ضد وہ کرنے لگی ہیں...... وہ میرے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہے۔" عشبہ چائے کا کپ میز پر پٹخ کر بولی۔

"اچھا انہیں ایسی کون سی ضد ہوگئی ہے اب؟" اریبہ کے چہرے کے تاثرات پُرتجسس ہوئے۔

❀ ❀

"کیا ہوگیا ہے...... امی کیوں اتنا کھانس رہی ہیں؟" وہ دفتر سے لوٹا تو ماں کے کھانسنے کی آواز پر کمرے کی جانب بڑھا۔

"کچھ نہیں بیٹا...... طبیعت بہت خراب رہنے لگی ہے۔" فرحت نے کھانستے ہوئے بڑی مشکل سے بات مکمل کی۔

"اوہ...... یہ پانی پی لیں پلیز۔" وہ گھبرا کر بھاگا اور گلاس میں پانی لے کر واپس آیا۔

"اچھا دوائی لی۔" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"بیٹا خالی پیٹ دوائی کھالوں تو چکر آنے لگتے ہیں۔"

"تو کھانا کیوں نہیں کھایا؟" روحان نے پریشانی سے چھوٹی میز پر ڈھکی پلیٹ میں جھانک کر پوچھا۔

"میرا دل نہیں کرتا۔ اب تو باسی کھا کھا کر ابکائی آنے لگی ہے۔" وہ افسردہ لہجے میں بولیں۔

"امی...... اب کیا کریں...... آپ کو پتا ہے کہ عشبہ کو پورے ہفتے جاب کرنا ہوتی ہے' وہ ایک دو سالن پکا کر فریج میں رکھ دیتی ہے ہم بھی تو وہ ہی کھاتے ہیں ناں۔" روحان نے صفائی دی۔

"ہاں بھئی تم لوگ جوان ہو سب کچھ کھا پی سکتے ہو مگر مجھ بوڑھی نے ساری عمر تازہ روٹی سالن کھایا ہے' اب اس عمر میں مجھ سے باسی کھانے کھائے نہیں جاتے' ہمت ہوتی تو خود ہی پکا لیتی اور تم دونوں کو بھی تازہ کھانا کھلاتی مگر صحت اجازت نہیں دے رہی۔" فرحت نے چہرے پر مزید نقاہت طاری کی۔

"اچھا میں ایسا کرتا ہوں کہ آپ کے لیے کوئی کھانا پکانے والی رکھ لیتا ہوں۔" اس نے کچھ سوچ کر حل پیش کیا۔

"نہ بھئی معاف کردو۔ ساری زندگی پاکی ناپاکی کا خیال رکھا اب کھانے پکانے والی رکھ لوں جانے ہاتھ دھو کر بھی کھانا پکائے گی یا ساری گندگی گھول کر رکھ دے گی۔" وہ نخوت سے بولیں۔

"توبہ کریں امی دیکھ بھال کر صاف ستھری معقول عورت رکھیں گے۔" اس نے ناگواری سے جواب دیا۔

"سب کرلو گے مگر عشبہ کو نکیل نہیں ڈالو گے۔ گھر میں اور کس چیز کی کمی ہے جو اسے یوں چار پیسوں کے لیے دھکے کھانے پڑیں۔ تمہارے ابا زندہ ہوتے تو پھر میں دیکھتی تم لوگ کیسے من مانی کرتے۔" وہ مدعا زبان پر لے آئیں۔

"امی اسے جاب کا شوق ہے۔" وہ منمنایا۔

"ہاں تو نانی کے گھر سارے شوق پورے ہو تو گئے' اس کو سمجھاؤ کہ اب بچپنا چھوڑ کر سنجیدگی اختیار کرے۔" وہ سخت انداز میں بولیں۔

"اچھا چلیں آپ ٹینشن نہ لیں میں ایک بار پھر اس سے بات کرتا ہوں۔" وہ اٹھتے ہوئے دھیرے سے بولا۔

"بات کرنا نہیں منوانی ہے اگر تم یہ رشتہ قائم رکھنا چاہتے ہو ورنہ اسے بتا دینا روحان ایاز کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں۔" وہ فیصلہ سنا کر منہ موڑ کر لیٹ گئیں۔ روحان اور لمحے ان کے سرہانے کھڑا رہا اور پھر خاموشی سے دل بجھا کر باہر نکل گیا تھا۔

❀ ❀

"کیا بات ہے کچھ پریشان ہیں؟" عشبہ لان کی طرف آئی تو روحان کو خیالوں میں گم پایا۔

"امی کی طبیعت دن بہ دن خراب ہوتی جا رہی ہے۔"

"ہونہہ...... تو پھر؟" اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کھانا پینا بھی کم کردیا ہے اور ہم چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پا رہے۔" وہ دھیرے سے بولا۔

"کیا مطلب ہے...... ہم سے جو بن پڑتا ہے کرتے تو ہیں' اب تو میں ان کی وجہ سے آفس سے تھکی ہاری آ کر تازہ کھانا بھی پکاتی ہوں۔" شکوہ اس کے لبوں پہ آیا۔

"ہاں مگر مجھے ایسا لگتا ہے کہ اب ان کو یوں اکیلے گھر میں چھوڑ کر جانا ٹھیک نہیں' ڈرتا ہوں پیچھے سے کچھ ہو نا جائے۔" اس کے چہرے پہ فکرمندی طاری تھی۔

"اچھا تو پھر کیا آپ جاب چھوڑ رہے ہیں؟" وہ سمجھ گئی جب ہی اریبہ کی پڑھائی ہوئی پٹی پڑھنا شروع کی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا...... یار شادی کے بعد میری ذمہ داریوں میں اضافہ ہونے والا ہے کمی نہیں' میں کیسے جاب چھوڑ سکتا ہوں؟" وہ ایک دم ہکا بکا رہ گیا۔

"اچھا تو پھر؟" وہ اب اس کے منہ سے سننا چاہ رہی تھی۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم شادی سے پہلے جاب چھوڑ دو۔" روحان نے دل کڑا کر کے کہا۔

"روحان پلیز...... میں نے اتنی پڑھائی اس لیے نہیں کی تھی کہ گھر کے کام کروں۔" وہ بلبلا اٹھی۔

"میری بات کو سمجھو...... جاب کرنے کے لیے تو ساری عمر پڑی ہے پیسوں سے زیادہ امی کو ہمارے ساتھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ویسے بھی بوڑھے والدین کے پاس وقت کم ہوتا ہے' ہم ان کی جتنی دعائیں لے سکتے ہیں لے لیں اور بائی دا وے گھر کے کام کرنے سے کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہو جاتا۔" وہ اسے سمجھانے لگا۔

"آپ اتنے جذباتی کیوں ہو رہے ہیں؟ اللہ نے چاہا تو پھوپو جان کی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی' میں ایک عورت رکھ لوں گی جو چوبیس گھنٹے ان کے ساتھ رہے

گی۔" وہ بار بار ہونے والے اس تذکرے سے بیزار ہوگئی تھی۔

"ہاں میں جذباتی ہو رہا ہوں کیوں کہ مجھے یاد ہے کہ جب میں چھوٹا تھا تو پاپا کے انتقال کے بعد امی نے زندگی سے تنہا لڑتے ہوئے کتنی مشکلوں سے مجھے پال پوس کر اس قابل بنایا' انہوں نے تو مجھے کسی کے سہارے نہیں چھوڑا اور اب میرا فرض ہے کہ میں انہیں تنہا نہ چھوڑوں اور اپنی ہونے والی بیوی سے بھی میں یہ ہی توقع رکھتا ہوں کہ وہ میری ماں کا خیال رکھے...... یہ میرا حکم نہیں التجا ہے اور یار پھر وہ تمہاری پھوپو بھی تو ہیں۔" اس نے عشبہ کا ہاتھ تھام کر سخت اور پھر نرم لہجے میں درخواست کی۔

"اچھا...... ایک بات کا جواب دیں گے' جب ہمارا رشتہ طے ہو رہا تھا تو اس وقت میں نے آپ سے ایک ہی خواہش کا اظہار کیا تھا ناں کہ میں شادی کے بعد جاب جاری رکھوں گی۔ اس وقت تو آپ کو کوئی اعتراض نہیں تھا تو اب کیوں اپنے وعدے سے مکر رہے ہیں۔" اس نے یاد دلایا تو وہ لاجواب ہوگیا۔

"ٹھیک ہے عشبہ اب یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ مجھ سے شادی کرو یا اپنی جاب جاری رکھو میں تمہارا گناہ گار ہوں مگر امی کی بات نہ مان کر میں اللہ کی نگاہ میں گناہ گار نہیں بننا چاہتا...... اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے چاہو تو مجھے زندگی بخش دو یا......" وہ سنجیدگی سے بولتا ہوا کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"یا سے کیا مطلب ہے؟ بات ادھوری چھوڑ کر نہ جائیں سزا سنانی ہے تو پوری سنا کر جائیں۔" وہ پہلے تو ہکا بکا سی رہ گئی پھر بھنا کر چلائی۔

"اگر تمہارا فیصلہ نہ میں ہو تو پیکنگ کر لینا میں تمہیں تمہاری نانی کی طرف چھوڑ آؤں گا۔" وہ مایوسی بھرے انداز میں اندر کی جانب بڑھ گیا۔ دیوار سے لگی ان دونوں کی باتیں سنتی فرحت کو لگا جیسے کسی نے ان کا دل مٹھی میں بھینچ لیا ہو۔ نگاہوں میں ماں کا اذیت بھرا چہرہ آ گیا تھا۔

......

اس کا دل و دماغ سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ کسی کو پانے کی خوشی کے بعد اسی کو کھونے کا احساس کس قدر اذیت ناک ہوتا ہے۔ سامان پیک کرتی ہوئی عشبہ علی کے دل میں درد بڑھنے لگا تھا۔ وہ کیسی بےفکری کی زندگی گزارا کرتی تھی مگر چار حرف محبت کے کیا پڑھ بیٹھی زندگی کی کتاب سمجھ میں آنے لگی۔ محبت نے اسے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔ روحان کے ساتھ زندگی گزارنے کی خواہش نے اسے سرتاپا بدل دیا تھا۔ اس نے ہر معاملے میں محبوب کی مانی' سر جھکا لیا مگر محبت کو سربلند رکھا۔ وہ ایک بار حق جماتا اور کہتا میری خاطر جاب چھوڑ دو تو شاید وہ اف بھی نہ کرتی مگر اس نے تو گھر چھوڑنے کا کہہ دیا تھا۔ جب گھر والا ہی گھر سے نکل جانے کا اشارہ دے دے تو اینٹ و گارے کی عمارت میں رہ کر کیا کرنا تھا۔ اس کے سارے مان ومحبت دھری کی دھری رہ گئی تھی۔ وہ خاموشی سے نانی کے گھر جانے کی تیاری میں مصروف تھی۔ اس کا ارادہ اپنی ماں کی طرح کبھی بھی اس خاندان میں پلٹ کر واپس آنے کا نہ تھا۔ دستک پر وہ اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر آئی۔

"عشبہ چلو بیٹا جلدی سے آجاؤ کھانا لگا دیا ہے۔" فرحت نے کمرے کا دروازہ دستک کے بعد کھول کر اسے پیار سے پکارا تو وہ نم آنکھوں کو دوپٹے کے پلو سے پونچھتی ہوئی مصنوعی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے باہر کی جانب چل دی۔

......

"بچوں کھانا شروع کرو ناں۔" فرحت نے دونوں کو سر جھکائے بیٹھے دیکھا تو مسکرا کر کہا۔

"مانا کے اتنے دنوں بعد بریانی پکائی ہے مگر اتنی بری بھی نہیں کہ کھائی نہ جائے۔" وہ شوخی سے بولتی ہوئیں عشبہ کی پلیٹ میں چاول نکالنے لگیں۔

"تھینک یو پھوپو اماں مگر مجھے بھوک نہیں۔" اس نے دھیرے سے انہیں روکا۔

"لو بھوک کیوں نہیں...... کام کر کر کے دیکھو کیسی ہلکی ہوگئی ہو۔" وہ پیار سے بولیں مگر اسے طنز لگا۔

"جی شاید اسی لیے روحان چاہتے ہیں کہ میں جاب چھوڑ دوں۔" اس نے بھی چبا چبا کر طنز کیا۔

"اس کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے یہ تمہاری زندگی کا فیصلہ ہے جی چاہے جاب کرو اور جی چاہے تو چھوڑ دو۔" فرحت ان دونوں کو حیران کرنے پر تلی ہوئی تھیں۔

"اور...... وہ جو آپ گھر میں اکیلی رہ جاتی ہیں اس کا کیا؟" روحان نے نیپکن سے منہ پونچھ کر ماں کی طرف چونک کر دیکھا۔

"ہاں تو کوئی بات نہیں...... میں نے خالہ افروز کی بیوہ بیٹی کو کل سے کام پر بلا لیا ہے وہ بیچاری شریف گھرانے کی مجبور عورت ہے ہمارے ساتھ ہی رہے گی۔ بہت صفائی پسند ہے کھانا وغیرہ سب سنبھال لے گی۔" ان کی جانب سے ایک اور دھماکا ہوا۔

"امی......! یہ کیا کہہ رہی ہیں؟ اس کا مطلب ہے عشبہ کو جاب چھوڑنے کی ضرورت نہیں۔" روحان کے بےجان وجود میں جیسے زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

"ہاں تو اسے جاب چھوڑنے کا کون کہہ رہا ہے مگر چھٹیاں تو لینی پڑیں گی ناں۔"

"چھٹیاں......! مگر وہ کیوں؟" عشبہ کے منہ سے بےساختہ نکلا۔

"آئے تو کیا شادی کے دوران بھی جاب پر جاؤ گی دلہن رانی۔" فرحت کا شرارتی لہجہ روحان کو بہت بھایا۔

"او...... اس کا مطلب...... آپ مان گئیں...... آئی لو یو امی۔" روحان کا دل بھنگڑا ڈالنے کو مچلا۔

"ہاں مگر عشبہ نے تو پیکنگ کر لی ہے۔ ایسا کرو تم اسے اس کی نانی کے گھر چھوڑ آؤ۔" وہ تھوڑا سنجیدگی سے بولیں۔

"وہ...... کیوں امی؟" روحان گھبرایا اور عشبہ کا دل دھڑکا۔ ماں کی یاد نے بےچین کر دیا تھا۔

"ارے بھئی...... اپنی نانی کے گھر سے رخصت ہو کر یہاں آئے گی تو میرے بھائی بھابی کی روحوں کو بھی خوشی حاصل ہوگی ناں۔" ان کا لہجہ آبدیدہ ہوا تو عشبہ فوراً پھوپو اماں سے لپٹ کر رو دی۔ اس کے دل کے سارے گلے شکوے آنسوؤں میں بہہ گئے تھے۔ وہ ان کو کتنا غلط سمجھتی آئی تھی اور روحان بھی ماں سے لپٹ گیا تھا۔

عشبہ اس کے دل پہ لکھا پہلا حرف محبت تھی۔ وہ نہ ملتی تو وہ ٹوٹ جاتا مگر ماں اس کی جنت تھی وہ اسے کھو دیتا تو اللہ کی نگاہ میں گناہ گار بن جاتا۔ اس نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر شکر ادا کیا کہ اللہ نے دونوں رشتوں کو بچا کر اسے کامیابی سے اس امتحان سے گزار دیا تھا۔

فرحت نے دونوں بچوں کو اپنے سینے سے لگا کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ جس نے انہیں اپنے بچوں کی خوشیوں کا قاتل بننے سے بچا لیا تھا۔ انہیں یاد آیا جب ان کی ماں بستر مرگ پر تھیں تو بار بار بھابی کو پکارتی اور علی بھائی سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتی تھیں کہ ان کی وجہ سے بیٹے کا گھر اجڑ گیا تھا۔ اس وقت بھائی کے چہرے پر پھیلے تکلیف بھرے تاثرات فرحت کے دل پہ آج بھی نقش تھے۔ وہ انجانے میں اپنی ماں کے نقش قدم پر چل پڑی تھیں عشبہ سے بلاوجہ کی کدورت باندھ لی تھی مگر روحان کی باتیں سننے کے بعد ان کے ضمیر نے انہیں بری طرح سے جھنجھوڑ دیا تھا اور وہ دو دلوں کو توڑنے کا گناہ اپنے سر لینے سے بچ گئی تھیں۔

"چلو بچوں ہو جائے ایک سیلفی۔" فرحت نے ماحول بدلنے کی خاطر کہا تو روحان نے ہنستے ہوئے جینز کی پاکٹ سے موبائل نکالا۔ ان تینوں نے چونچ نکالی اور خوشیوں بھرے لمحے کو کیمرے میں مقید کر لیا تھا۔

www.naeyufaq.com

قسط نمبر 2

سانسوں کے اس سفر میں

ام ایمان قاضی

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

اب ماہ و سال کی مہلت نہیں ملنے والی
آ گئے اب تو شب و روز عذابوں والے
زندہ رہنے کی تمنا ہو تو ہو جاتے ہیں
فاختاؤں کے بھی انداز عقابوں والے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

اماں جہاں اور اماں بی دونوں بہنیں ہوتی ہیں اور کسی بات پر دونوں میں کافی عرصے سے تناؤ اور کھنچاؤ کی کیفیت ہوتی ہے اس لیے دونوں خاندانوں کے بڑوں میں میل جول نا ہونے کے برابر ہی رہتا ہے پر نئی نسل کا تعلیم کے سلسلے میں ایک دوسرے سے رابطہ میں رہنا اور ایک دوسرے کے گھر آنا جانا ہوتا ہے۔ اماں جہاں کے گھر کا ماحول مذہبی ہوتا ہے اور وہاں سب پر پابندیاں ہوتی ہیں جس پر عمل کرنا سب پر لازمی ہوتا ہیں اور اس کے مقابلہ میں اماں بی کے گھر کا ماحول خاصا آزادانہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے اماں جہاں کے خاندان کی لڑکیاں اماں بی کے گھر کے ماحول کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہیں۔ اماں جہاں کی پابندیوں کے باوجود وہاں کے لڑکے اماں بی کے خاندان کی لڑکیوں میں دلچسپی رکھتے ہوئے ان سے شادی کے خواہاں ہوتے ہیں اور ایسا ہی کچھ حال اماں بی کے خاندان کے لڑکوں کا بھی ہوتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

اف میرے اللہ! تم لوگ سوچ بھی نہیں سکتیں کہ میں آج کتنی خوش ہوں...... مجھے تو اس بات پہ حیرانی ہو رہی ہے کہ اماں جہاں نے تم لوگوں کو آنے کی اجازت کیسے دے دی۔ چلو جیسے بھی دی ہو، شکر ہے تم لوگ آ گئیں، دیکھنا کتنا مزا آئے گا۔'' تین گاڑیوں میں وہ قافلہ مہندی کی تقریب کے لیے رواں دواں تھا۔ فجر کو ان کے آنے کی از حد خوشی ہوئی تھی جس کا اظہار وہ بار بار کر رہی تھی۔ اس گاڑی کو ایان چلا رہا تھا۔ اس نے خود ہی جان بوجھ کر سب کے گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد باہر آنے میں تاخیر کی تھی تاکہ جس گاڑی میں وہ ہو وہ اس کی سیٹ سنبھال سکے۔ اماں جی، سدرہ چچی، تائی صفیہ جس گاڑی میں تھیں اس کو تایا جی چلا رہے تھے۔ شجر، شفیع، آیت، مومنہ والی گاڑی کو موحد اور فجر، آصفہ، وریشہ اور ماہم ایان والی گاڑی میں تھیں، تایا جی کی گاڑی ان سے پہلے جا چکی تھی۔ موحد ابھی گھر پہنچنے ہی والا تھا۔ اس لیے ایان نے گوہر مقصود دیکھ کر اسی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ اسی پل موحد بھی اپنی والی گاڑی میں بیٹھ گیا تو یہ دونوں گاڑیاں ساتھ ہی نکلی تھیں، وریشہ اب سب کو منتہا کی اماں جہاں کے ہاتھوں ہونے والی درگت کی داستان سنا رہی تھی۔

''اوگاڈ...... پھر منتہا کیسے جان چھڑائی تم نے اماں جہاں کی قمیص سے؟''

''بس بھئی مت پوچھو...... عنایت بی کے ہاتھ پیر پڑے...... باقاعدہ آنسو نکال کر وعدہ کیا کہ اس ہفتے قمیص تو کیا فراک سینا بھی سیکھ لوں گی...... بھلا ہو اس کا اس نے نہ جانے کیا جا کے اماں جہاں کو کہا کہ پھر پیغام ہی نہیں آیا ان کا۔ دوسرا اماں جہاں کا لاڈلا جب ادھر ہو تو کام کو ٹال دینا ذرا آسان ہو جاتا ہے کہ سارا دھیان شہزادے کی طرف ہوتا ہے ان کا۔'' اس نے ڈھٹائی سے کہا۔ ان کی نوک جھونک سے قطع نظر ایان نے شیشہ آمنہ کے گھبرائے چہرے کی طرف فٹ کر دیا جو اس کی شرارتی نظروں سے گھبرا کر منتہا کے اندر گھسنے لگی تھی۔ کچھ ایسا ہی حال دوسری گاڑی میں تھا جہاں آیت نے جیسے ہی موحد کا بنی سنوری شجر کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا اور دیکھتے ہی رہنا محسوس کیا تھا۔ اس کے اندر تک آگ سلگنے لگی تھی۔

آیت نے وہاں پہنچ کر پہلا کام فیصل کو ڈھونڈنے کا کیا جو اسے اپنے دوستوں کے جھرمٹ میں نظر آ گیا تھا۔ صفیہ اور سدرہ چچی خالہ زاد بہنیں تھیں، اس لیے دونوں کا خاندان ایک ہی تھا...... آیت کے ماں باپ کے حادثے میں گزر جانے کے بعد اسے صفیہ اپنے گھر ہی لے آئی تھیں لیکن وہ ننھیال اپنے ماموں کے گھر بھی آتی جاتی رہتی تھی کہ بانسبت شعرہ اور موحد کے کہ شعرہ زیادہ تر اپنی پڑھائی میں مصروف رہتی تھی...... آیت نے ایف اے کے بعد تعلیم کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ ماموں کے بچوں سے اس کی بنتی بھی بہت تھی۔ ایسے ہی ایک بار باتوں باتوں میں فیصل نے اسے بتایا تھا کہ اسے اس کی کزن شجر بہت پسند ہے...... آیت نے ہی فیصل کو کہا تھا کہ اس نے شجر سے اس کے بارے میں رائے معلوم کی ہے جو کہ مثبت ہی ہے اور چونکہ ابھی اسے اپنی تعلیم مکمل کرنے اور کیریئر بنانے میں وقت لگے گا تو اسے شجر کو اپنے دل کا حال ابھی سے بتا دینا چاہیے وہ بھی اس سے دوستی کی خواہش رکھتی ہے۔ فیصل نے اس کے ذریعے شجر کو ایک دوبار

گفٹس بھجوائے تھے اور جواب میں وہ بھی شجر کی طرف سے اس کے لیے گفٹ لے آئی تھی اب فیصل شجر سے روبرو ملاقات کا خواہاں تھا۔ ایسا ہی کچھ آیت نے شجر کو باتوں باتوں میں بتادیا تھا۔

''اس کا کزن فیصل بہت فلرٹی نیچر کا ہے۔ ہر خوب صورت لڑکی کو دیکھ کر پھسل جانا اس کی عادت ہے...... مزید یہ بھی کہ اب کی بار وہ شجر کو پٹانے کا ارادہ رکھتا ہے بلکہ اس نے تو اپنے کزنز کے ساتھ شرط بھی لگا رکھی ہے کہ وہ اس مغرور لڑکی کو اپنے جال میں پھنسا کر رہے گا۔''

''اس کا پالا شاید اور قسم کی لڑکیوں سے پڑتا رہا ہے جو خود مردوں کی جھولی میں گرنے کو تیار رہتی ہیں۔ میں سیدھی سادھی نہیں ہوں بلکہ میں تو سر پھاڑ دیا کرتی ہوں ایسے دو نمبر لوگوں کے یقین نہ آئے تو میری یونی جا کر میرا نام لے کر دیکھنا...... کیسے کیسے شیر بھیگی بلی بلکہ بلے بن گئے ہیں۔ اس لیے اگر تمہارے کزن کا ایسا کوئی ارادہ ہے بھی تو اسے وہیں پر روک دو آیت ورنہ میرا تو شاید کچھ نہیں بگڑے گا مگر تم لوگوں کی رشتے داری خراب ہوسکتی ہے اور ویسے بھی تمہارے کزن کی نظر کرم بقول تمہارے مجھ پر ہی کیوں پڑی...... تمہارا اور فجر کا اس سے زیادہ قریبی رشتہ ہے میں تو ایک آدھ دفعہ سرسری اس سے ملی ہوں۔'' بے پروائی سے کہتے وہ کچھ تشویش سے بولی تھی۔

''بھئی اب تو یہ وہی بتاسکتا ہے۔ میں تو تمہاری خیر خواہ ہوں اس لیے بتارہی ہوں کہ ہوشیار رہنا تم اس سے اور اس نے مجھے تمہارے لیے گفٹس بھی دینے کی کوشش کی تھی پر میں نے منع کردیا کہ نہ بھئی اگر تم سنجیدہ ہوتے شجر کے ساتھ تو میں کچھ کر بھی سکتی تھی، تم تو ہر لڑکی کو دیکھ کر یہ ہی کھیل دوہراتے ہو تو میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی اور گفٹس واپس کردیئے اب یہ تو وہی بتاسکتا ہے کہ اس نے تمہارا نام کیوں لیا میرا اور فجر کا کیوں نہیں شاید اس لیے کہ میں اور فجر اس کو تھوڑا بہت جانتی ہوں...... تم نہیں جانتی اور تم ہم سے زیادہ خوب صورت بھی ہو۔'' آیت نے کندھے اچکائے تھے۔

''ہمم......'' شجر نے پُرسوچ انداز میں کہا اور آیت کے کندھے پر ہاتھ رکھے۔

''شکر ہے کہ تم نے اس کے گفٹس مجھے نہیں لاکر دیئے اس کی طبیعت تو میں نے صاف کرنی ہی کرنی ہے تم بھی خوانخواہ مجھ سے اپنا سر تڑوا لیتیں لیکن مجھے اس کی نیچر کے بارے میں انفارم کرنے کے لیے تمہارا شکریہ اور ہاں اگر تم مجھے نہ بھی بتاتیں تو بھی ایسے لوگوں کے دماغ ٹھکانے لگانا شجر کو اچھی طرح آتا ہے۔'' وہ مسکرا کر کہتے آگے بڑھ گئی تھی۔

آیت کے اندر اس کی باتیں سن کر آگ ہی بھڑک اٹھی تھی مگر وہ یہ سوچ کر مسکرادی تھی کہ فیصل کے دیئے گفٹس وہ خود رکھ چکی ہے اور شجر کی طرف سے بھی ایک پرفیوم اسے دے چکی ہے۔ مزید اس نے فیصل کو بتایا تھا کہ شجر اس سے بھی زیادہ اس سے ملنے کی چاہ رکھتی ہے اور جلد ہی یہ موقع ان کو شادی میں ملنے والا ہے۔

اب بھی فیصل کو اکیلے میں بلا کر اسے یہ کہنا تھا کہ جیسے ہی شجر ملے وہ اس سے اظہار محبت کر ہی دے کیونکہ وہ اس کی طرف سے پہل چاہتی ہے۔ شجر کو موحد سے دور رکھنے کے لیے اس نے ایک گڑھا تیار کیا تھا جس کے ذلت بھرے کیچڑ میں شجر کو گرا کر وہ موحد کو اپنانا چاہتی تھی یہ جانے بغیر کہ حاسد کا حسد سب سے پہلے حسد کرنے والے کو ہی اپنے پنجے میں جکڑ کر بے بس کرتا ہے اور اسی گڑھے میں گرا بھی دیتا ہے جس کو اس نے کسی دوسرے کے لیے کھودا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

دیکھیے عبدالحنان صاحب میں کیا کروں؟ مجھے تو یقین ہے مگر جس کو آپ یقین دلانا چاہ رہے ہیں آپ کی بار بار آمد اس کی آپ سے بیزاری بڑھا رہی ہے وہ اور طرح کی لڑکی ہے آج کل کی لڑکیوں سے ٹوٹلی ڈیفرنٹ...... اسٹڈیز کے علاوہ اسے یہاں کسی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے آپ کو وہ بہت پسند ہے اور آپ اس سے رشتہ بنانے کے خواہش مند ہیں تو میں صرف اتنا کرسکتی ہوں کہ اس کا پتا آپ کو دے دیتی ہوں آپ کو کیونکہ یہ تو میں نے بتا ہی دیا ہے کہ وہ انگیجڈ نہیں ہے اور اپنی شادی کے حوالے سے پورا اختیار اپنے گھر والوں کو دے رکھا ہے۔ اس لیے اپنا ٹائم یہاں ویسٹ کیے بغیر آپ اپنا رشتہ اس کے گھر بھجوائیں یہ میرا مخلصانہ مشورہ ہے وہ بھی آپ کو اس قدر سیریس دیکھ کر کیونکہ یہ آپ کا یہاں کوئی دسواں چکر ہے اس سے ملنے اور اس کا ایڈریس جاننے کے لیے اس بات کی بھنک بھی اس کو نہ پڑے کیونکہ کچھ معاملات میں وہ بہت واضح نقطہ رکھتی ہے اسے یہ حرکتیں چھچھورپن میں لگتی ہیں اور بس۔'' وہ بیگ میں سے کاغذ اور پین نکالنے لگی جو کہ عبدالحنان نے فوراً سے بیشتر جیب سے نکال کر اس کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا۔

''اور میں آپ کا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا سسٹر۔'' وہ پورے خلوص سے بولا۔ اس دن وہ ان دونوں کا پیچھا کرتے ہوئے ہاسٹل تک آیا تھا یہ الگ کہانی ہے کہ اس نے کیسے چوکیدار کچھ دے دلا کر اس کا نام اور کلاس معلوم کی تھی۔ پہلی بار جب وہ اس سے ملنے کے لیے آیا تھا تو وہ اس کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئی تھی مگر جلد ہی اس کی حیرت غصے میں بدل گئی تھی اور وہ اسے خوب کھری کھری سنا کر چلتی بنی تھی، کئی بار وہ ہاسٹل ملنے آیا مگر وہ کبھی پلٹ کر نہ ملی مگر اس کی ثابت قدمی نے اس کی دوست ثمرین کو ضرور متاثر کردیا تھا۔ سو ایک بار پھر جب وہ اس سے ملنے کے لیے آیا تو ثمرین یشعرہ کو بتائے بغیر نیچے اس سے ملنے آ گئی تھی تاکہ بظاہر معقول نظر آنے والے اس شخص کو ہی پرکھ سکے کیونکہ دوسری فریق تو اسے کچھ فلرٹ اور آج کل کے نوجوانوں کا مخصوص تھرل سمجھ کر عبدالحنان سے خار کھائے بیٹھی تھی اور ابھی کل ہی تو یشعرہ نے ثمرین کو بتایا تھا کہ اگر وہ شخص دوبارہ اس سے ملنے آیا تو ہاسٹل کے عملے کے علاوہ اگلے روم کی فاخرہ سے بات کرے گی کہ وہ اپنے بھائی سے کہہ کر اس شخص کو سبق سکھائے جو کہ پولیس میں تھا اور یہی سب سن کر ثمرین کو جیسے ہی چوکیدار نے عبدالحنان کی بابت بتایا تھا کہ وہ آیا ہوا ہے تو وہ یشعرہ کو سوتے دیکھ کر انتظار گاہ میں آ گئی تھی تاکہ اس کی صحیح رہنمائی کرسکے ورنہ یشعرہ تو اس شریف شخص کو پٹوانے کو تیار بیٹھی تھی۔

''بہت بہت شکریہ آپ کا...... یقین کریں میں آپ کا احسان زندگی بھر نہیں بھول پاؤں گا۔'' وہ اس کا دیا گیا یشعرہ کا ایڈریس جیب میں رکھ کر تشکر سے بولا۔

''آپ نے مجھے بہن کہا ہے تو میں بھی پوری دعا کروں گی کہ اگر آپ سچے اور فیئر ہیں یشعرہ کے لیے تو اللہ آپ کو آپ کے مقصد میں کامیاب کرے۔'' ثمرین نے جواباً مسکرا کر کہا تو وہ اللہ حافظ کہہ کر وہاں سے نکل گیا تھا۔

❁ .... ❁ .... ❁

''چٹاخ......'' اس کے تھپڑ کی گونج دور دور تک سنی گئی تھی۔ جو جہاں تھا وہیں تھم گیا تھا۔ فیصل تو گال پر ہاتھ رکھے ششدر سا اس دھان پان سی لڑکی کو دیکھ رہا تھا جس کی آمد کا اور اس لمحے کا انتظام اسے نجانے کب سے تھا کہ شروع شروع کی پسندیدگی اب محبت کا روپ اختیار کرگئی تھی؛ جس میں زیادہ تر عمل دخل کھٹے میٹھے سے پیغامات اور آنکھ مچولی کا تھا جو آیت کی طرف سے گزشتہ چار پانچ ماہ سے جاری تھے لیکن وہ یہ سب شجر کی طرف سے کرتی تھی...... دور سے یہ منظر موحد نے دیکھا تو گلاس وہیں میز پر چھوڑ کر تیزی سے بھاگا چلا آیا۔

''کیا ہوا شجر؟ کیا کہا ہے اس نے تمہیں......'' اس نے غصے سے فیصل کو گھورتے ہوئے اپنے تھپڑ کا مزہ لیتی ہوئی شجر سے پوچھا۔

''نہیں...... کسی کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس نے جو کہنا تھا کہہ دیا اور میں نے اپنا جواب بھی دے دیا ہے اسے۔'' مسلسل فیصل کو دیکھتی وہ لفظ لفظ چبا چبا کر بولی۔ اتنے میں ایان بھی حواس باختگی میں وہیں چلا آیا کہ بڑے وہاں سے ذرا ہٹ کر موجود تھے سو اب تک یہ ساری کہانی پوشیدہ رہی تھی بڑوں سے۔

''کیا ہوا؟'' اس نے بھی موحد والا سوال دوہرایا۔ فیصل کا چہرہ اب آہستہ آہستہ سرخ ہورہا تھا۔ جہاں منزل کی

بہت جلد آنچل کے صفحات پر ملاحظہ کیجئے

ستارۂ نور

نادیہ احمد

کی اچھوتی اور دل کے نازک تاروں کو چھوتی ایک نادر و نایاب سلسلہ وار کہانی

بغض نفرت، حسد کے لبادے میں لپٹی، وصل اور ہجر کو فصاحت سے کھوجتی تحریر

ماں کی مجبوری و بے بسی اور لاچاری کو للکارتی ممتا کی تشنہ لبی کو بیان کرتی اچھوتی داستان

رشتوں کے تقدس کو بچاتی اور پامال کرتی، ہمدردی، ترس

اور رحمدلی جیسے جذبوں کو عیاں کرتی خوبصورت کہانی

روایات کی پرستش کرنے والے اور ذات پات کے مقید لوگوں کا احوال

محبت و نفرت، عزت و انا کے
درمیان پنپنے والے لوگوں کی کہانی

دولت و طاقت کے نشے میں چور ایسے لوگوں کی داستان جو زمین کے خدا تھے

رشتوں کی پائیداری اور ناپائیداری کا احسن طرز میں امتیاز کرتی ایک دلچسپ کہانی

ایک ایسی تحریر جو لمحہ بہ لمحہ تجسس کے دہانے پر آپ کو کھڑا کردے گی

پیار محبت اور انسانیت کو اولین ترجیح دینے والے گھرانے کا احوال

رابطہ:
81 پیپر بیرکس بابی
کلب آف پاکستان
اسٹیڈیم روڈ آنچل بریس
کراچی 75510
03008264241

www.naeyufaq.com. Email:editor_aa@naeyufaq.com

لڑکیاں تو حیرت اور کسی قدر خوف سے شجر کو دیکھ رہی تھیں کہ بات ابھی کسی کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔

''کک...... کچھ نہیں، بس چھوٹی سی غلط فہمی ہوگئی تھی اور فف...... فیصل سے شجر کے کپڑوں پر کولڈ ڈرنک گر گئی تو وہ غصے میں آ گئی۔'' آیت نے قریب آ کر معاملہ سنبھالنا چاہا۔

''جاؤ فیصل...... تمہیں شاید ممانی ڈھونڈ رہی تھیں میں شجر کی طرف سے تم سے معافی مانگتی ہوں پلیز فی الحال چپ رہو۔'' وہ فیصل کو بازو سے پکڑتے ہوئے معذرت کرتی ہوئی اس کو اپنے ساتھ لیے جا رہی تھی۔

''بہت غلط کیا تم نے شجر بہت غلط...... اتنی سی بات پر تھپڑ مار دیا بیچارے کو وہ تو شکر ہے اس وقت زیادہ تر لوگ مہندی کی رسم انجوائے کرنے اور تصاویر وغیرہ بنوانے کے لیے اسٹیج پر ہیں ورنہ ابھی یہاں تماشا لگ جانا تھا اچھا خاصا۔'' موحد نے دانت پیس کر مزے سے کولڈ ڈرنک پیتی شجر کو ڈانٹا۔

''میں تو بھئی ایسی ہوں سب جانتے ہیں...... اب جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا...... ہونہہ رومینس جھاڑنے چلا تھا سارا ناک کے ذریعے باہر نکال دیا۔'' اس نے پہلا جملہ زور سے اور دوسرا زیر لب کہا۔

''اس کو اپنے ساتھ بٹھاؤ یار مزید کوئی بد مزگی نہ کردے دعا کرو بات پھیلے نہیں زیادہ ورنہ مسئلہ ہو جائے گا۔'' موحد خفگی سے اس کو دیکھ کر فجر اور دوسری لڑکیوں سے بولا۔

''شجر کی بچی...... کیا ایسا ظلم توڑ دیا تم پر یا کون سی غیر مہذب حرکت کردی تھی اس بے چارے نے کہ اتنی بڑی حرکت کردی تم نے؟'' فجر غصے سے بولی۔

''شجر تمہیں ڈر نہیں لگتا کسی سے؟'' مومنہ نے حیرت اور مرعوبیت سے پوچھا۔

شجر اب مزے سے بتا رہی تھی کہ موصوف اس سے عشق فرمانے کی ناکام کوشش کر رہے تھے ایسے میں سزا تو ملنی ہی تھی...... فجر نے ایک بار پھر اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

''محبت کا اظہار ہی تو کیا تھا کوئی پھانسی تو نہیں لٹکا دیا تھا تمہیں...... بہت اچھا لڑکا ہے وہ مہذب پڑھا لکھا...... منع کر دیتیں، چلی جاتیں وہاں سے اور بھی ہزار طریقے ہیں انکار کرنے کے۔''

''لیکن مجھے یہ ہی طریقہ پسند ہے اب تم یہ فضول قصہ ختم کرو اور کوئی بات کرو۔'' اس نے جیسے ناک پر سے مکھی اڑائی تھی۔

''اماں جی بھی اب وہی سزا دیں گی تمہیں جو ان کو پسند ہوگی کیونکہ اس بار تمہارے مگرمچھ کے آنسوؤں کا کسی پر اثر نہیں ہونے والا۔'' فجر نے دانت پیس کر کہا۔

''ہیں...... اماں جی بھی سزا دیتی ہیں، ہم تو سمجھے تھے کہ دنیا میں ایک اماں جہاں کو ہی اس کام کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔'' منتہا کا لہجہ حیرت لیے ہوئے تھا۔

''ارے ایسی ویسی......'' اب شجر اماں جی کی دی گئی سزاؤں کا چیدہ چیدہ اقوال سنا رہی تھیں، جو وہ بھگت چکی تھی۔ باقی لڑکیاں منہ کھولے اسے تک رہی تھیں، فجر جل کر وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

''سمجھتی کیا ہے وہ خود کو...... میں بھی نہیں چھوڑوں گا اسے۔'' غصے میں بلبلاتا وہ ہتھیلی پر دوسرے ہاتھ کا مکا بنا کر مارتا ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔

''کوئی غلط...... میرا مطلب ہے نامناسب لفظ تو نہیں کہہ دیا تم نے اس سے۔'' آیت نے گڑبڑا کر پوچھا۔

''ایسا گھامڑ لگتا ہوں میں تمہیں...... ابھی تو میں نے بات شروع ہی کی تھی...... پتا نہیں کیا کچھ اور وہ مجھے تو ایسے محسوس

ہوا جیسے وہ گھر سے سوچ کر آئی تھی کہ جا کر ایسے ہی کرنا ہے۔" وہ غصے میں بھی کسی الجھن میں تھا۔

"چھوڑو دفع کرو فیصل...... تمہیں لڑکیوں کی کمی تھوڑی ہے میں نے کہا تھا ناں کہ وہ موڈی ہے پھر اماں جی کے لاڈ پیار نے بھی بگاڑ دیا ہے اسے۔"

"ہاں تو پھر میرے پیغام کا مثبت جواب کیوں دیا...... گفٹس کے تبادلہ وہ میسجز جو وہ تمہیں دیتی تھی یہ سب کرنا تھا تو مجھے کیوں اس راہ پر لائی وہ...... میرا چہرہ نہیں میرا دل جل رہا ہے...... تم دیکھ لینا آیت اب بات محبت سے نکل کر کہیں اور چلی گئی ہے میں اس تھپڑ کا بدلہ لیے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔"

"اچھا اچھا...... غصے میں ہر کام غلط ہوتا ہے فی الحال یہ موقع غصے کا نہیں ہے تم نے جو کرنا ہے سوچ سمجھ کر کرنا...... اب تو نیچے چلو ہمیں اتنی دیر سے غائب دیکھ کر نیچے سب نہ جانے کیا سوچیں اور اگر تم کہو تو میں پوچھوں شجر سے کہ......"

"خبردار...... خبردار جو اس سے کچھ پوچھا تو بات اس نے شروع کی ہے...... اسے ختم میں خود کروں گا...... تمہارا بہت شکریہ کہ تم نے یہاں تک میرا ساتھ دیا۔" اس نے بہت ہی عجیب سے انداز میں کہا تھا۔

"میں کیا کروں تمہاری ان اوٹ پٹانگ حرکتوں کا...... لو بھلا بتاؤ ذرا سی بات پر بچے کو تھپڑ ہی مار دیا۔ پتا بھی ہے کہ تمہاری تائی اور چچی سخت غصے میں ہیں۔"

"سب مجھے ہی ڈانٹنے کھڑے ہو گئے ہیں میں کوئی پاگل ہوں جو سب سے لڑتی پھرتی ہوں...... بس مجھے نہیں پتا مجھے غصہ آ گیا تھا اور آپ کو پتا ہے کہ جب مجھے غصہ آتا ہے تو پھر کچھ نہیں سوچتا۔" وہ جھلا کر بولی۔

"ہائیں...... یہ کیا بات ہوئی بھلا...... صفیہ ٹھیک ہی کہتی ہے کہ تمہاری حرکتوں کو اب شرارتیں نہیں کہا جا سکتا وہ بدتمیزی کی حد میں داخل ہو گئی ہیں سارا میرا قصور ہے میں نے ہی تمہیں شہ دے کر اس حد تک پہنچایا ہے کہ آج تمہاری خودسری گھر سے باہر نکل گئی اور جوان جہان لڑکے پر ہاتھ اٹھا دیا...... میں نے تو اب ہاتھ اٹھا لیے ہیں بھئی کب تک پردہ پوشی کروں گی تمہارے پھوہڑ پنے بدتمیزیوں اور شراتوں پر...... اپنی تائی اور چچی کا تو پتا ہے ناں ہر بات جب تک مردوں تک نہ پہنچا دیں انہیں چین نہیں پڑتا۔ اب تایا اور چچا کے غصہ کا سامنا کرنا اور جواب دینا ان کو۔" اماں جی بہت غصے میں وہاں سے جا چکی تھیں مگر اس نے زندگی میں پہلی بار ان کو اتنے غصے اور رنج میں دیکھا تھا تو اب سر پکڑے بیٹھی تھی۔

"بیڑہ غرق ہو تیرا فیصل...... کہاں سے آن ٹپکے میری اچھی بھلی لائف میں تم۔" وہ غائبانہ کوسنے دیتے ہوئے بڑبڑانے لگی۔ وہ تو واپسی پر آیت نے سمجھایا تھا کہ اچھا کیا جو اس کو پہلے ہی قدم پر سبق سکھا دیا اب وہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرے گا کیونکہ اس کو پتا چل گیا ہوگا کہ وہ ویسی لڑکی نہیں ہے جیسی وہ سمجھ رہا تھا۔ ہاں اس نے دوست بن کر اس کو مشورہ دیا تھا کہ کسی کو بھی فیصل کو تھپڑ مارنے کی اصل وجہ مت بتائے کیونکہ وجہ چاہے کچھ بھی ہو بدنامی لڑکی کی ہی ہوتی ہے اور یہ تو بات ہے ہی بدنامی والی...... بس یہ بتائے کہ فیصل سے اس کے کپڑوں پر مشروب گر گیا تھا تو اسے غصہ آ گیا اور وہ جو یہ سوچے بیٹھی تھی کہ کسی کی بھی باز پرس پر وہ صاف صاف بتا دے گی کہ کیسے اس نے دوستوں اور کزنز کے بیٹھ کر شرط لگائی تھی۔ اسے پٹانے کی اسے آیت کے ذریعے پیغامات بھیجتا رہا ہے مگر آیت کے سمجھانے پر قائل ہو گئی تھی کہ پہلے تو اسے اتنا سخت ردعمل نہیں دینا چاہیے تھا جب کہ اس نے تو ابھی صرف یہی کہا تھا کہ اسے کب سے اس دن کا انتظار تھا جب ان کی ملاقات ہو...... دوسری بات سننے سے پہلے ہی اس کا ہاتھ بے چین ہو گیا تھا اور واقعی اس میں اس کی بدنامی ہوتی اگر وہ بتا کو خوامخواہ ہوا دیتی اور جواب میں فیصل ہر بات سے منکر ہو جاتا۔

"اوہ میرے خدایا...... آخر میں اتنا جذباتی کیوں ہوں؟" اس نے سر پر ہاتھ مار کر خود کو کوسا۔

"اب میں اماں جی کو کیسے مناں اور تائی چچی...... وہ تو واقعی تایا کو بتائیں گی اور تایا کا غصہ...... فجر اور موحد ہی بتا سکتے ہیں اس کا حل فجر کو تو میں ناراض کر چکی ہوں موحد ہاں موحد ہی میرے کام آ سکتا ہے۔" دل ہی دل میں طے کرتی وہ اور موحد کو ڈھونڈنے چل دی۔

اماں جہاں اس کے لیے شد و مد سے ایک شریف اور دیندار گھرانے کی کوئی ایسی لڑکی ڈھونڈ رہی تھیں جو ان کے اور ان کے ماحول کے تقاضوں پر پوری اترے...... کچھ لڑکیاں دیکھی بھی تھیں اور ایک دن جب عنایت بی نے ان کو ڈرتے ڈرتے مشورہ دیا کہ ماشاء اللہ لڑکیوں والا گھر ہے تو ایسے گھروں میں پہلے لڑکیوں کو ٹھکانے لگانا چاہیے لڑکوں کی شادی اور رشتے میں بھلا کیسی دیر لگتی ہے اگر بہت ضروری بھی ہے تو ایسا گھر ڈھونڈیں جہاں لڑکے کے ساتھ اس کی کوئی بہن بھی ساتھ نپٹ جائے۔ اس نہج پر جب انہوں نے سوچا تو واقعی یہ مشورہ ان کو مناسب لگا کیونکہ لوگوں کی منتیں مرادیں ان کے عملیات و تعویزوں کے ذریعے بہت حد تک پوری ہوتی تھیں اب یہ اللہ کا ان پر کرم تھا یا ان کے ظرف کی آزمائش اس حکمت کو تو مالک کائنات ہی جانتا تھا مگر وہ پوتیوں کے رشتے ڈھونڈنے میں ابھی تک ناکام ہی تھیں کوئی گھرانا پسند آتا تو لڑکا ماڈرن ہوتا اور ان کے معیار پر پورا نہ اترتا...... کہیں لڑکے میں شرافت ہوتی ان کے مطلوبہ تقاضوں کے مطابق ہوتی تو وہ لوگ ایک بار کے بعد دوبارہ پلٹ کر نہ آتے...... کئی وظائف کر کے دیکھ لیے کئی مرید خواتین سے کہہ کر رکھا تھا مگر ابھی تک کہیں بات بنتی نظر نہ آئی تھی۔ ایسے میں منتہا کے خودسر اور باغی رویے نے بھی ان کو الجھا رکھا تھا۔

تایا تک جیسے ہی بات پہنچی تھی نتائج تائی صفیہ کے خیالات کے برعکس آئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جیسے ہی وہ تایا کو شجر کی اس حرکت کی اطلاع نمک مرچ لگا کر سنائیں گی اگر اماں جی نے اپنا نادر خیال جو شجر اور موحد کی حوالے سے تھا اپنے بیٹے کے کان میں ڈالے بھی ہوں گے تو شجر کی اس بات کے بعد وہ کبھی بھی ایسی لڑکی کو اپنی بہو بنانا پسند نہیں کریں گے...... انہوں نے تو بات کو تایا تک ایسے پہنچایا جیسے شجر اور فیصل کے درمیان کچھ ہو...... تایا نے ساری بات پر کوئی خاص ردعمل نہیں دیا مگر کسی گہری سوچ میں ضرور گم ہو گئے تھے۔ دو تین دن اسی سوچ میں رہنے کے بعد انہوں نے موحد کو بلایا اور مطالعہ گاہ میں بہت دیر اس سے پتا نہیں کیا گفتگو کی تھی کہ تائی لاکھ کوشش کے باوجود سن گن لینے میں ناکام رہی تھیں۔ آخر اگلے دن بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئی تھی تایا نے سب گھر والوں کو اکٹھے ہونے کو کہا اور جیسے ہی سب ان کے حکم کے مطابق قدرے تجسس سے ہال میں جمع ہوئے تھے۔ انہوں نے موحد کو حکم دیا کہ امان جی کے پہلو میں تایا کے ساتھ دبک کر بیٹھی شجر کو انگوٹھی پہنائے جیسے ہی موحد نے ایک سرشاری کی کیفیت میں ایسا کیا تو شجر جو کسی بہت بڑی سزا کی منتظر تھی ششدر رہ گئی تھی۔ تائی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ایسا کیا کریں کہ یہ منظر یہ ساعتیں واپس پلٹ جائیں۔ آیت تو کھڑے کھڑے جیسے بھڑکتی آگ میں گھیر گئی تھی اس پل جس میں اس کے سارے خواب خواہشات سب دھڑ دھڑ جل رہے تھے۔

"آپ سوچ نہیں سکتیں آپا کہ میں کتنی خوش ہوں آپ کی اس پیش رفت سے۔ بہت بڑی خوشی دی ہے آپ نے میری طرف سے تو سو بار ہاں ہے میں بچوں کو بلا کر آج ہی بات کرتی ہوں باقی یشرہ بھی بہت فرماں بردار اور سلجھی ہوئی ہے مجھے یقین ہے کہ اسے بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا بس رسمی طور پر مشورہ کر کے پھر آپ کو بتاتی ہوں مگر آپ

اس کو ہاں ہی سمجھیں..... کتنی خواہش تھی کہ ہمارے بچوں کے رشتے آپس میں طے ہوتے مگر اب..... اب یہ خواب ہمارے بچوں کے بچوں کی صورت طے ہونے جارہا ہے تو یقین مانیں مجھے دوگنی خوشی ہو رہی ہے۔ آپ تشریف لائیں ناں کسی دن اس دن بھی جلدی چلی گئی تھیں بس سرسری بات ہی ہو سکی تھی۔" اماں جی کی خوشی کی کوئی حد نہیں تھی آخر کو اماں جہاں نے اپنے لاڈلے نواسے کے لیے ان کی لاڈلی یشعرہ کا رشتہ مانگ لیا تھا ان کا جی کر رہا تھا ساری دنیا کو اپنی اس خوشی میں شریک کرلیں۔

"آپس میں مشورہ کرلو پھر ہم آئیں گے باضابطہ رشتہ لے کر ہماری کوشش ہے کہ جلد از جلد اس معاملے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں آپا..... میں کل ہی آپ کو بتاتی ہوں پھر آپ بتا دیجئے گا اپنے آنے کا۔" وہ خوشدلی سے بولیں۔

"ٹھیک ہے پھر..... گھر میں سب کو سلام کہیے بچوں کو پیار..... جلد ملاقات ہوگی ان شاءاللہ..... اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" اماں جی نے کال بند ہو جانے کے بعد ریسیور کریڈل پر رکھا اور سامنے سے گزرتی شجر کو آواز دی۔

"جاؤ دیکھو تمہارے تایا اور چچا گھر پر ہیں تو ان کو اور صفیہ سدرہ کو بلاؤ..... کہو اماں بی نے فوراً یاد کیا ہے۔" وہ جو ان سے چھپ کے گزر رہی تھی مبادا پچھلی کسی بات کا حوالہ دے کر اس کو سمجھانا شروع نہ کر دیں۔ ان کا چمکتا چہرہ اور اس پر مسکراہٹ دیکھ کر چونک گئی۔

"کیا ہوا اماں بی..... بہت خوش نظر آرہی ہیں؟" جاتے ہوئے اس نے رک کر سوال کیا۔

"ہاں بھئی..... جب بڑوں کے درمیان بات ہو جائے گی اور اللہ نے چاہا حتمی ہوئی تو پتا چل جائے گا سب کو جاؤ اب اور یہ حلیہ کیسا بنا رکھا ہے؟ دوپٹا کہاں ہے تمہارا؟" اس کو بغیر دوپٹے کے دیکھ کر ان کے مسکراتے لب سکڑ گئے۔

"وہ دوپٹا..... کہاں گیا..... ابھی تو یہیں تھا۔" اس نے دائیں بائیں دونوں کندھے ٹٹولے اور پھر زمین پر ٹٹولنا چاہا۔

"کچھ عقل ہے یا نہیں بھرا پڑا مردوں والا گھر اور محترمہ پوچھنے پر دوپٹا تلاش کر رہی ہیں۔ خود سے کوئی خیال نہیں کہ دوپٹا کتنی اہم اور قیمتی چیز ہے عورت کے لیے، جاؤ پہلے دوپٹا لو سر پر اور پھر تایا، چچا کے پاس جانا تم سے کوئی بعید نہیں ایسے ہی اٹھ کے چل پڑو۔" ان کی جھاڑ پر وہ دل ہی دل میں لاحول پڑھ کر رہ گئی۔

"پاس ہی تھا میرے دوپٹا جب سوئی تھی..... وہ تو جاگنے کے بعد چائے کی کچھ ایسی طلب ہوتی ہے کہ بھائی کچھ نہیں دیتا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے سلیپر اور دوپٹا دونوں لیے تھے..... سلیپر تو موجود تھے دوپٹا شاید....." اس نے جھجک کر اپنے پاؤں دیکھے۔

"یہ اول فول بولنا بند کرو اور جاؤ، چائے پی کر ہوش میں آؤ اور فجر کو بھیجتی جاؤ، میں اسے بھیجتی ہوں۔ دماغ کھا لیا اتنی دیر میں اور ساری خوشی غارت کر دی۔" انہوں نے اس کی بے تکی باتوں پر جھلا کر کہا تو جان بچتے پر وہ وہاں سے پٹ بھاگ گئی تھی۔

پورا اطمینان کر لینے کے بعد کہ اماں جی اور تائی سلطانہ قیلولے کے لیے لیٹ گئی ہیں، وہ اپنے کمرے میں آ گئی جو تمام لڑکیوں کا مشترکہ تھا۔ آمنہ خراٹے لے رہی تھی کہ دوپہر کو ضرور سوتی تھی..... مومنہ کو دوپہر میں نیند نہیں آتی تھی اس لیے وہ اپنا کوئی اور کام لے بیٹھتی۔ کبھی کڑھائی کر لیتی کبھی سلائی، کبھی کتاب پڑھ لیتی تو کبھی لیٹ کر صرف کروٹیں

تھی۔ اس وقت مرد باہر ہوتے تھے تو وریشہ تائی سلطانہ کے پاس ان کے کمرے میں جا کر لیٹ جایا کرتی تھی۔ اس وقت بھی مومنہ لیٹی ہوئی تھی جب مشکوک طریقے سے منتہا کو کمرے میں آتا پھر کنڈی لگا کر لائیٹ آف کرتا دیکھ کر چونکی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کیا کر رہی ہو منتہا..... لائیٹ آف کیوں کی؟ پتہ بھی ہے میرا دم گھٹنے لگتا ہے بند کمرے اور اندھیرے سے۔"

"شش..... چپ....." اس نے کمرے میں مدھم روشنی کی اور لبوں پر ہاتھ رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر الماری سے بیگ نکال کر اس کی خفیہ جیب میں سے موبائل نکال کر آن کیا۔ مومنہ کی آنکھیں بند اور منہ کھلا رہ گیا۔

"تم نے کہا تھا کہ تم خالہ کو بھیجو گے..... کتنے دن ہو گئے اس بات کو؟" سلام دعا کے بغیر اس نے غصے سے کہا مگر دوسری طرف بات سنتی گئی اس کا غصہ بڑھتا چلا گیا۔

"تمہیں یقین ہے ناں کہ خالہ واقعی آئی تھیں یہاں؟ مجھے تو کسی نے نہیں بتایا..... شاید میں اس وقت گھر پر نہیں تھی گی۔"

"ہمم..... وہ خاتون ان کی مشیر خاص سمجھ لو..... اچھا ایسا کرو عبدالمعید خالہ کو شام کے وقت بھیجنا، میں اس وقت ہوتی ہوں اور اماں جہاں کی مرید بھی واپس گھر کو تشریف لے جا چکی ہوتی ہیں، میں ان کو لے جاؤں گی اماں کے پاس۔"

"کیا دوبئی جا رہے ہو..... خالہ مان گئیں؟" اب کے وہ اچھل کر بولی اور جوش میں آواز ذرا اونچی ہو گئی تھی۔

"کیا ہے منتہا؟ سونے دو....." سوئی ہوئی آصفہ کی نیند بھی خراب ہوئی تھی اس لیے کہہ کر کروٹ بدل گئی پھر کچھ دیر بات کرنے کے بعد اس نے بات ختم کر کے موبائل آف کر کے مطلوبہ جگہ پر رکھ دیا..... لائیٹ آن کی اور حیرت زدہ مومنہ کے پاس اطمینان سے آ کر بیٹھ گئی۔

"ہاں بھئی اب پوچھو جو پوچھنا ہے، ایک تو تمہارے اس ہونق چہرے نے مجھے ٹھیک طرح سے بات بھی نہیں کرنے دی لگتا تھا کہ ذرا کال لمبی ہوئی اور یہ لڑکی بے ہوش ہوئی نہیں۔"

"بس کرو منتہا یہ سب۔ پتا بھی ہے کہ یہ سب لاحاصل ہے..... تمہاری شادی اماں جہاں کبھی بھی خالہ کے گھر نہیں کریں گی اور تم نے اتنی امید باندھ لیں اور اس کو بھی دلا دیں سب سے بڑھ کر یہ موبائل، چوری چھپے کالز جانتی بھی ہو سب باتوں کی ہماری زندگی میں کوئی گنجائش نہیں اور جب باتوں کی گنجائش نہ ہو ان کو اپنی ضرورت بنانا ہماری اپنی زندگی مشکل بنا دیتا ہے۔"

"ایک تم ہی رہ گئی تھیں تقریر جھاڑنے کو اس لیے تم نے بھی یہ حسرت پوری کر لی۔ بول دینے سے دل کا غبار نکل جاتا ہے بات اندر رکھ لینے سے کبھی تو کدورت پیدا ہوتی ہے، کبھی بدگمانی مگر کیا ہے مومنہ کہ میرا خود پر اپنی فطرت پر کوئی اختیار نہیں ہے..... میں تم لوگوں کی طرح جو جیسا اور جس طرح ہے کو اسی بنیاد پر قبول کرنے والوں میں سے نہیں ہوں نجانے کہاں سے ڈھیر سارے کیوں، کیسے، کیا اور کب آ کر میرے دوست بن گئے اور زندگی کے سفر میں میرا ساتھ دیے جا رہے ہیں۔ میں زندگی کی آخری سانس تک بھی اپنے حق اور اپنی خوشیوں کی جنگ لڑنے والوں میں سے ہوں جس دن میں یہ جنگ جیت گئی تو زندگی میں رنگ ہی رنگ ہوں گے۔"

"اللہ نہ کرے منتہا۔" مومنہ دہل کر بولی۔

"کیسی بے وقوفی کی باتیں کرتی ہو تم، بات کہاں سے شروع ہوئی تھی اور تم کہاں لے گئی۔ اللہ کرے کہ تم اپنے حصے کی خوشیاں ضرور حاصل کرو..... میں صرف یہ کہہ رہی تھی کہ اس قسم کے روابط نہ تو ٹھیک ہوتے ہیں اور نہ ہی بنتے ہیں

جن میں ڈر، خوف، خطرہ اور بدنامی جیسی چیزیں شامل ہو جائیں..... اماں جہاں سیدھا سیدھا انکار کر دیں گی..... یہ میں اور تم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ وہ تمہاری خالہ کا نام بھی سننا گوارا نہیں کرتیں، بیٹی کا رشتہ تو کیا ہی دیں گی۔ ایسے میں تمہارے اس بے نام سے تعلق کا کیا؟ آج کل تو موبائل فون اور اس کے حوالے سے ایسی ایسی باتیں سننے کو ملتی ہیں کہ الامان الحفیظ۔'' وہ اس کو سمجھاتے ہوئے بولی۔

''اگر جو وہ لڑکا عبدالمعید انکار کی وجہ سے غصے میں آ گیا..... چلو اس بات کو بھی جانے دو، کل تمہاری کہیں اور شادی ہو جانے کی صورت میں زندگی کے ساتھی کو کچھ سن گن بھی مل گئی اس قسم کے رابطوں کی تو.....''

''ارے اماں جہاں کی جانشین، کچھ نہیں ہوتا..... کچھ نہیں ہوگا، میں بس ویسی زندگی نہیں چاہتی جیسی اماں جہاں ہمارے لیے منتخب کریں گی، ہمارے گھر کے مردوں جیسا مرد جو عورت کو صرف گھر کی باندی اور اپنے نفس کی تسکین کا ذریعہ سمجھے ہرگز قبول نہیں کر سکتی، بس اپنی اگلی زندگی کے لیے کچھ آسانی ڈھونڈنے کی کوشش میں ہوں اور میرا عبدالمعید سے کوئی محبت کا لمبا چوڑا قصہ نہیں چل رہا، صرف ایک رابطہ کا ذریعہ ہے، بس..... سو تم فکر مت کرو اور جہاں تک بات ہے میرے رشتے سے انکار کی تو وہ جب انکار کریں گی تب دیکھی جائے گی، ناکامی کے خوف سے کوشش ہی نہ کرنا میرے نزدیک بے وقوفی ہے، اٹھو اب ذرا اچھی سی چائے ہی بنا لو دماغ پلپلا کر دیا تم نے میرا اتنے مشکل مشکل سوالات کر کے کہ اب تک کے ایگزیمز میں بھی کیا ہی آئے ہوں گے جو تم نے ان چند منٹس میں پوچھ لیے۔'' اس نے سر پر ہاتھ مار کر کہا۔

''ہاں تو یہ امتحانات تو ڈگری لینے کا ایک ذریعہ ہیں بس اصل امتحان گاہ تو زندگی ہے اور اس میں پیش آنے والے حالات و واقعات اور رویے ہی اصل سوالات ہوتے ہیں جن کو انسان اپنی قسم، عقل، سوجھ بوجھ اور اپنی خوبیوں و خامیوں سے برت کر حل کرتا ہے اور زندگی سے کامیابی یا ناکامی کی سند لیتا ہے۔'' مومنہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''ویسے تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ کل بھی چائے میں نے ہی بنائی تھی، مہارانیوں کے لیے اور آج تمہاری باری ہے۔'' دروازے تک جا کر مومنہ نے جتایا، منتہا ڈھٹائی سے مسکرا دی۔

''کوئی بات نہیں، بہن ہی بہنوں کے کام آتی ہیں، دیکھا نہیں کتنا مشکل کام سرانجام دینے بیٹھی ہوں۔ اماں جہاں کی ناک کے نیچے۔'' اس کے ایسے دلبرانہ جواب پر مومنہ بے چاری گھبرا سی گئی اور دروازہ کھول کر باہر جھانکا مبادا کسی کے کان میں کچھ پڑ نہ گیا ہو مگر کسی کو موجود نہ پا کر اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔

''بہت ہی ڈھیٹ ہے یہ منتہا۔'' وہ بڑبڑاتی ہوئی کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

❀

اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے اس کا پارہ مسلسل ہائی ہوتا جا رہا تھا..... سات دن اس نے بخار میں پھنکتے ہوئے گزارے تھے۔ سات صدیوں کے برابر ان سات دنوں میں ایک پل کو بھی وہ مناظر اس کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوئے تھے جنہوں نے اس کی جان آزار میں رکھی تھی..... سرشاری سے شجر کو انگوٹھی پہناتا موحد، قدرے شرمائی اور گھبرائی سی شجر اماں جی کے چہرے کی طمانیت رہ رہ کر اس کے اندر ایسی آگ بڑھکا رہی تھی جس کی شدت اس کے اندر کو جلا ہی رہی تھی، باہر تک بھی اس کی تپش ایک سو تین ڈگری بخار کی صورت ظاہر ہو رہی تھیں۔

وہ تو مطمئن تھی..... اس نے ذہانت سے ایک کھیل تیار کیا تھا اس کی بساط پر سب مہرے نہایت ہوشیاری سے چلتے آہستہ آہستہ بڑھتی وہ اپنی منزل کی طرف ہی رواں دواں تھی اور حسب توقع نتیجہ کے قریب ہی تھی اس کو ایسے جیسے کسی نے اس کی بساط کو ہاتھ مار کر الٹ دیا ہو، تمام مہرے اپنا راستہ بھول کر سرپٹ غلط اطراف میں چلے گئے ہوں۔

اس کے کھیل میں وہ ''کسی'' تایا بن کر آئے تھے۔ شجر، فیصل، تائی صفیہ سب کو سبک رفتاری سے اپنی مرضی سے وہ جس سمیت لے کر جا رہی تھی اس میں جلد ہی تائی صفیہ اس کی بات موحد سے طے کرنے والی تھیں جس کا وہ بے لفظوں میں انہوں نے اس کے سامنے اظہار بھی کیا تھا مگر تایا کے اچانک فیصلے نے سب تلپٹ کر دیا تھا۔

''نہیں شجر..... میری منزل کے لیے کوشش بھی میری تھی تو کامیابی بھی مجھے ملنی چاہیے..... اتنی آسانی سے تو میں ہار ماننے والی بھی نہیں ہوں، ابھی تو صرف معاملہ انگوٹھی تک ہی محدود ہے ناں، میری محبت میں اتنی شدت ہے کہ اگر نکاح بھی ہوتا تو بھی موحد میری طرف لے آتا یہ تو صرف ایک بے معنی سی منگنی ہے..... جس کی کوئی حیثیت نہیں نہ میرے نزدیک، نہ معاشرے میں، نہ مذہب میں۔'' زہر خند مسکراہٹ لبوں پر لاتی وہ موبائل ہاتھ میں لیے کچھ سوچتی رہی اور پھر کچھ لمحوں بعد اس کی انگلیاں فیصل کا نمبر پریس کر رہی تھیں۔

❀

''آپ نے میرا رشتہ طے کر دیا..... یہی کہا ناں اماں ابھی آپ نے؟'' بہت ضبط کرنے کے باوجود بھی وہ اپنی آواز کو اونچا ہونے سے نہیں روک پایا تھا۔

''اماں جہاں..... میں نے اگر آپ سے ذکر نہ کیا ہوتا تب اور بات تھی، سب کچھ کھل کر میں نے آپ کو بتایا تھا اور آج جب میں نے اس خوش خبری کے لیے آپ کو کال کی کہ وہ لڑکی مجھے مل گئی ہے، میں نے اس کا نام، پتا سب لے لیا ہے تو آپ مجھے بتا رہی ہیں کہ آپ نے میرا رشتہ طے کر دیا ہے..... یہ کیسا مذاق ہے اماں؟'' وہ روہانسا ہو کر بولا کہ اس کے لیے تو یہ حیرت در حیرت تھی کہ اماں جہاں کی اس سے محبت کا ایک عالم گواہ تھا کہ وہ جو بات منہ سے نکالتا اس کو پوری کرنا وہ خود پر فرض کر لیتی تھیں اور جب تک اس کو مطلوبہ چیز نہ مل جاتی چین سے نہ بیٹھتی تھیں۔ یہاں زندگی کا نہایت اہم اور بڑا فیصلہ جس کی کچھ سن گن بھی وہ ان کو اپنی پچھلی ملاقات میں دے آیا تھا کو جان کر بھی انہوں نے اس سے پوچھنا تو درکنار، بتائے بغیر اس کی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کر دیا تھا، وہ تو اس کی شرٹ کا رنگ بھی اس سے پوچھ کر لیتی تھیں اور یہاں زندگی بھر کی ساتھی کا انتخاب اپنی مرضی سے کر آئی تھیں۔

''ہم زندگی کا کوئی بھی معاملہ بغیر سوچے سمجھے نہیں کرتے عبدالحنان..... ہمیں یاد ہے آپ نے جو کچھ ہم سے کہا تھا اور آپ نے کیسے مان لیا کہ آپ خواہش ہو اور آپ کی اماں پوری نہ کریں، ایسا ہماری زندگی میں تو ممکن ہی نہیں۔''

''پھر..... پھر..... اماں وہ سب کیا ہے، جو آپ بتا رہی ہیں؟'' وہ الجھا۔

''وہ اس وعدے کی کڑی ہے جو آپ نے ہم سے کیا تھا، اس کے نبھانے کا وقت آ گیا ہے۔ ایک عہد آپ نے ہم سے کیا تھا ایک ہم نے برسوں پہلے اپنے آپ سے کیا تھا..... عرصہ ہوا بدن میں اذیت کی وہ سوئیاں گڑائے ہوئے ہیں..... جن کے نکلنے کے لیے ہمیں کسی مسیحا کا انتظار تھا اور ہماری زندگی میں آپ وہی مسیحا ہو جو اس رشتے سے ان سوئیوں کو نکال کر ہماری اس اذیت کو ختم کرو گے، جس نے اپنے گھاؤ سے ہمیں آج تک سکون سے سونے نہیں دیا۔'' ان کی بھرائی ہوئی آواز پر وہ بے چین ہوا۔

''ہاں اماں..... میں نے کبھی بھی آپ کے کسی حکم سے انکار نہیں کیا لیکن میرے وعدے کا اس رشتے سے کیا تعلق ہے؟''

''آؤ گے تو تفصیلی بات ہوگی..... ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں شدت سے اور ہم نے صرف رشتہ ہی نہیں طے کیا، بہت جلد اس شادی کے بھی خواہاں ہیں۔'' کہہ کر انہوں نے اس کے حواسوں پر ایک اور بم گرایا اور کال ڈس کنکٹ کر دی گئی۔ عبدالحنان بے بسی سے موبائل کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

پھر وقت نے دیکھا کہ ایک ہی گھر میں جنم لینے والی بچیاں جن کے ماں باپ اور خاندان تو ایک ہی تھے فقط ماحول اور تربیت مختلف ہونے کے باعث ایک دوسرے سے مختلف ہی سانچوں میں ڈھل گئی تھیں...... اٹھارہ سال تک پہنچنے کی عمر تک شائستہ کی دادی تو گزر گئی تھیں مگر اپنی شخصیت و کردار کے سارے گن اس میں منتقل کرکے اسے ایک ایسی دوشیزہ کے روپ میں ڈھل گئیں جو صوم وصلوٰۃ کی پابند' انتہائی سنجیدہ اور شرعی پردہ کرنے والی ایک ایسی لڑکی تھی جس کی دینی تعلیم مکمل ہوئی تو اسی مدرسے میں اسے اعزازی طور پر ابتدائی کلاس لینے کو کہا گیا تھا۔ دادی اپنی ہی زندگی میں اس کا رشتہ اپنے اکلوتے نواسے ابتہاج ملک سے کرکے گئی تھیں۔ وہ ابتہاج ملک جس کا نام بچپن سے اپنے نام کے ساتھ سنا تو شائستہ نے تب ہی بیج دل کی زرخیز زمین میں نمو پاتا محسوس کیا تھا اور عمر اور وقت کے ساتھ وہ پودا آج ایک تناور درخت بن گیا تھا جس کی جڑیں اس کے دل کی سرزمین عبور کرکے روح تک میں گڑ گئی تھیں۔ انتظار تھا تو ابتہاج ملک کی تعلیم مکمل کرنے کا جس کے بعد ان دونوں کی شادی متوقع تھی۔

اسی ماں کی گود میں مریم تھی جو سعید احمد خان کے زیر سایہ پلی بڑھی تو ایک مضبوط' شاندار اور پر اعتماد لڑکی کے روپ میں سامنے آئی تھی...... کالج میں سال دوم کی طالبہ مریم کی وقت کے ساتھ خود اعتمادی میں تو اضافہ ہوا ہی تھا اس کی الماری میں شیلڈز' ٹرافیز اور میڈلز بھی بڑھ رہے تھے۔ اپنے نانا کی کتابوں کی الماری وہ ازبر کرچکی تھی۔ سعید احمد خان نے اس کی ظاہری نہیں باطنی شخصیت کو بھی سنوارا تھا۔ اکلوتی اور لاڈلی سمجھ کر بگاڑا نہیں تھا' گزرے وقت میں دو سال پہلے اس کے پیارے اماں' ابا انتقال کرگئے تھے جو بڑے مان اور چاؤ سے اس کو اس گھر میں لائے تھے۔ سعید احمد خان ڈھے گئے تھے مگر مریم کا ساتھ تھا جو انہیں دوبارہ جی اٹھنے پر مجبور کرگیا تھا۔ عید کے عید اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہوتا تھا جب وہ اپنی ماں باپ اور بہن سے ملنے جاتی تھی۔ شائستہ خوب صورتی' رکھ رکھاؤ' سگھڑاپے کسی چیز میں اس سے کم تر نہیں تھی مگر نہ جانے کیوں مریم کے گھر آنے کی صورت میں اسے اپنے گھر میں' اپنی ماں باپ کی نظر اور تو اور اپنے دل میں بھی اپنی اہمیت کم ہوتی محسوس ہوتی تھی شاید وہ مریم کی خود اعتمادی تھی جو وہ لمحوں میں سارے ماحول پر چھا جانے کی اہلیت رکھتی تھی۔ اسی ایک چیز نے شائستہ کے اندر مریم کے لیے ایک ہلکی سی چبھن کو جنم دیا تھا جسے وہ کوئی نام نہ دے سکی تھی۔ نہ جانے وہ حسد تھا' جلن تھی یا احساس کمتری۔

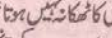

"یہ سب کچھ تمہاری زندگی کی کتاب کا ایک ایسا باب ہوگا جسے تم پڑھے بغیر ہی آگے بڑھ جاؤ گے' تم پر اس کا پڑھنا لازم نہیں ہوگا...... جیسے ہی وہ لڑکی تم سے جڑ کر اس گھر میں آئے گی' تم اسے طلاق دے دو گے۔ اس سے تم یقین کرو تمہاری زندگی اور تمہاری خوشیوں پر آنچ نہیں آئے گی' ہم فوراً ہی تمہاری پسند کی لڑکی تمہاری زندگی کا حصہ بنا دیں گے...... جلد ہی تم یہ سب کچھ بھول کر اپنی نئی زندگی میں مگن ہو جاؤ گے۔"

"کیا وہ لڑکی بھول پائے گی اور دوبارہ سے اپنی زندگی اسی آسانی سے شروع کرسکے گی؟" نہ جانے کیسے اس کے منہ سے نکلا تھا...... یہ سوال سن کر اماں جہاں کے چہرے کی سختی میں اور اضافہ ہوگیا تھا۔

"یہ ہمارا درد سر نہیں ہے عبدالحنان! مت بھولو کہ تم ہم سے وعدہ کرچکے ہو...... قسم کھا چکے ہو۔" وہ تیزی سے بولیں۔

"میں نہیں بھولا اماں جہاں...... بالکل بھی نہیں بھولا میں نے وعدہ بھی کیا تھا اور قسم بھی کھائی تھی کہ آپ زندگی کے جس بھی موڑ پر جو کچھ بھی کہیں گی' وہ میں ضرور کروں گا مگر قسم کا کفارہ ہوسکتا ہے' گناہ کا نہیں...... کسی کی زندگی خراب کرنا بھی تو گناہ کے زمرے میں آتا ہے...... آپ کو نہیں لگتا کہ یہ گناہ ہے؟" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"کبھی کبھی اپنے بڑوں کے بھوگ آنے والی نسلوں کو بھگتنے پڑتے ہیں' اس نسل سے بہت کھاتے کھلتے ہیں یہ فکر مت کرو' صرف ایک دل اور زندگی خراب ہونے سے بھی حساب برابر ہونے والا نہیں ہے' تم راضی نہیں ہو تو ہم اجمل سے بات کرتے ہیں۔ وہ ہماری بات نہیں ٹالے گا...... تم سے اصرار اس لیے کہ تم ہماری تسلی کرا چکے تھے اور ہم رشتہ بھی تمہارا ہی طے کرچکے ہیں۔" اب کے ان کا لہجہ بجھا بجھا اور آواز دھیمی ہوا۔

"اچھا آپ اداس تو مت ہوں۔" وہ ایک بار پھر ان کے قدموں میں بیٹھ کر ان کے ہاتھ تھام گیا۔

"آپ نے ہمیشہ وعدہ لیا' قسم لی کہ میں جو کچھ کہوں گی وہ تمہیں کرنا پڑے گا...... یہ آخری بات بھی نہیں تھی جس کا میں تصور کرسکتا تھا...... اب آپ شادی طے کرکے آئی ہیں وہ بھی کچھ دنوں میں اور اب نہایت ہی عجیب بات کردی آپ نے تو مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" وہ روہانسا ہوا۔

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ماضی میں کچھ بہت برا ہوا ہے آپ کے ساتھ' جس کا تصور آج بھی آپ کی آنکھوں میں حزن بن کر جھلکتا ہے اور یہ شادی اور طلاق بھی شاید اسی تکلیف دہ بات کی کڑی ہے مگر میں صرف اس لڑکی کا سوچ کر تھوڑا پریشان ہوگیا ہوں جس کا اس سارے قصے میں کوئی قصور نہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں آپ کی بات سے انکاری ہوں۔ بس آپ کو مجھے پہلے سے ہی بتا دینا چاہیے تھا تاکہ میں خود کو ذہنی طور پر تیار کرلیتا اس سب کے لیے۔" اس نے ان کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔

"جیتے رہو میرے بچے' سدا خوش رہو...... ہم پر یقین رکھو' ہم تمہارے ساتھ کچھ بھی برا نہیں ہونے دیں گے...... بس اطمینان رکھو کہ تم کچھ بھی غلط نہیں کرنے جارہے۔ کچھ لوگوں کے گناہ اتنے بھاری ہوتے ہیں کہ ان کا بوجھ ان کی اولادوں کو بھی اٹھانا پڑ جائے تو بھی ان کا وزن کم نہیں ہوتا۔" وہ زہر خند لہجے میں کسی یاد کے زیر اثر بولیں پھر جیسے کچھ یاد آنے پر چونکی اور مسکرا کر عبدالحنان سے مخاطب ہوئیں۔

"اب ہمیں بتاؤ کہ وہ کون ہے' کیسی ہے' کہاں رہتی ہی؟ جس نے ہمارے شہزادے بیٹے کا دل جیتا ہے' اس قصے سے نپٹ کر ہمارا وعدہ ہے کہ ایک مہینے کے اندر اندر اسے بیاہ لائیں گے۔" اب کے ان کا لہجہ کچھ غرور لیے ہوئے تھا۔ ان کی خوشی دیکھ کر وہ پھیکا سا مسکرایا۔

"آپ نے اتنی جلدی جلدی سب کچھ طے کرلیا کہ میں جلدی میں بھاگا چلا آیا' ابھی کچھ ضروری کام نپٹانے ہیں' کچھ لوگوں سے ملنا ہے پھر بیٹھ کر تفصیل سے اس بارے میں آپ سے بات کرتا ہوں۔" اس نے کہا تو اماں جہاں نے مسکرا کر سر ہلا دیا یہ جانے اور دیکھے بغیر کہ ان کی بات سے وہ کتنا الجھ کر رہ گیا تھا کہ اپنی ساری خوشی اماں جہاں کے وعدے میں ضم ہوتی محسوس ہورہی تھی یا شاید وہ جان کر ان جان بن گئی تھیں۔

عبدالحنان جیسا شخص کتنا ہی کھلنڈرا اور من موجی کیوں نہ تھا' اس نے آج تک کسی فرد کو اپنے رویے سے تکلف نہیں پہنچائی تھی کجا ایک جیتی جاگتی لڑکی کی زندگی برباد کرنا۔

"یہ کیا کررہی ہیں اماں جہاں؟ ہر بار ان کے وعدے کی تجدید پر میں نے پوچھا کیوں نہیں' میں نے کب ایسی کوئی بات سوچی تھی' پتا نہیں کون ہے' کیسی ہے' کتنی خوشی ہوگی اس گھر میں رشتہ طے ہونے پر' شادی کی تیاریاں؟ اوہ میرے خدایا۔" گاڑی لے کر مختلف سڑکوں پر دوڑتا وہ کئی پراگندہ سوچوں کے زیر اثر آ گیا تھا۔

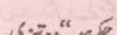

"سنو ملتجا...... مجھے تین دن کے اندر اندر دبئی والے آفس میں جوائننگ دینا ہے اور یہاں اماں غسل خانے میں پھسل کے ٹخنے پر چوٹ لگوا بیٹھی ہیں۔ ابھی تو ڈاکٹر نے پلستر چڑھا دیا ہے اور مکمل بیڈ ریسٹ بتایا ہے' میں نے ایک کل

وقتی ملازمہ کا بندوست بھی کر دیا ہے سخت پریشان ہوں یار کیا سوچا تھا کیا ہو گیا..... بس انسان کی زندگی کے سارے فیصلے تو مالک کائنات کے ہاتھ میں ہیں بس وہی بہتری اور آسانی دے سکتا ہے اس سے دعا کر سکتے ہیں ہم تم اماں کے پاس چکر لگاتی رہنا وہ بہت اکیلی ہو جائیں گی میرے جانے کے بعد تم سے اچھی خاصی دوسہراہٹ محسوس کریں گی..... ملازمہ تو پھر ملازمہ ہوتی ہے ناں میری اور تمہاری والی تو جہ تو نہیں دے سکتی ناں..... جسے ہی میسج پڑھو رابطہ کرنا..... ہو سکتا ہے تب تک میں یہیں موجود ہوں نہیں تو وہاں جا کر پہلی فرصت میں رابطہ کرتا ہوں۔" موہی نزلہ زکام کیا ہوا کہ اپنے ساتھ بخار بھی ساتھ لایا اور منتہا بی بی کو اپنی لپیٹ میں لے کر چار پانچ دن تو اپنی سدھ بدھ ہی بھلا دی تھی۔ ساری لڑکیاں ہی تیمارداری میں جتی رہی تھیں۔ اجمل بھائی ڈاکٹر سے دوا لائے تو تائی سلطانہ نے گھریلو ٹوٹکے آزما چھوڑے چھٹے دن بخار تو نہیں ہوا مگر کمزوری اور نقاہت بہت ہو گئی تھی۔

"آمنہ کچھ کھٹا سا' ٹھنڈا اور پتیلا ہی دے دو..... منہ کا ذائقہ بہت خراب ہو رہا ہے۔" اس کی آواز میں بھی نقاہت تھی۔

"یہ اور سنو محترمہ کی اسی کھٹے پانی نے تو یہ دن دکھایا ہے' اس دن شادی سے واپسی پر دو پلیٹیں گول گپے تو کھائے سو کھائے' تین گلاس جو چڑھائے ناں کھٹے پانی کے' یہ اس کا نتیجہ ہے محترمہ' اماں جہاں کو پتا مل جاتا ناں تو ایسی مرمت کرتیں جوتوں سے کہ یاد رکھتیں تم' ابھی بھی کھٹے کی گنجائش رہ گئی ہے کیا؟" وریشہ تپ کر بولی۔

"وہ والا کھٹا نہیں کہہ رہی..... بس یہ کہ آج مجھے وہ پھیکی یخنی مت دینا۔ گھر میں جو پکا ہو وہی دے دینا۔" وہ منہ بنا کر بولی۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے..... آج ویسے بھی کافی بہتر ہے تمہاری طبیعت تو کھانا کھا لینا ہمارے ساتھ۔" سدا کی صلح جو مومنہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد جب ساری لڑکیاں باہر نکل گئیں تو اس نے تکیے کے نیچے سے اپنے بیگ میں رکھے موبائل کو اندر رکھے رکھے ہی آن کیا تو اسے موحد

کا یہ میسج ملا تھا۔ اب وہ جلد از جلد اس سے بات کرنا چاہتی تھی ساتھ ہی خالہ کی فکر نے بھی آن گھیرا تھا ویسے بھی اب عبدالحنان کی شادی کا اماں جہاں نے جو شوشا چھوڑا تھا اس سے اس کے رشتے والی بات فی الحال دب کر رہ گئی تھی۔ اس لیے وہ تھوڑی سکون میں تھی۔ اب اسے خالہ کے گھر جانے کے لیے بہانہ درکار تھا۔

"بنو تیری اکھیاں سرمے دانی..... بنو تیری....."

"پلیز شجر..... میں سخت تھکی ہوئی آئی ہوں' فی الحال مجھے سونے دو۔ اپنا یہ پروگرام پھر کسی وقت پر اٹھا کر رکھو۔" وہ بیزاری سے بول کر تکیہ سیدھا کرتی ہوئی لیٹ گئی۔

"ارے واہ..... ایسے کیسے تھک گئی ہوں؟ اتنے شارٹ ٹائم میں شادی' شادی کی تیاریاں' گانوں اور لڈی کی پریکٹس سب کیسے ہو گا؟ فجر' آیت بھی آ رہی ہیں کھانے پینے کا سامان اور ڈھولکی لے کر' ہم نہیں کوئی سونے ونے دے رہے آپ کو۔" شجر نے کھڑکیوں سے پردے ہٹائے اور مزے سے وہیں بیڈ پر بیٹھ کر بولی۔ یشرہ جو واقعی پہلے مسلسل ہونے والے امتحانات پر گھر آتے ہی ایک دم اپنا رشتہ طے ہونے اور شادی کی تاریخ بھی مقرر ہونے کی خبر سن کر بے

انتہا صدمے دباؤ کا شکار ہو گئی تھی۔ پہلے پہل تو ایک پُرسکون نیند لینا چاہ رہی تھی اس کے بعد تسلی سے بیٹھ کر کچھ سوچنا چاہتی تھی کیونکہ یہ بات تو طے تھی کہ اس سمیت گھر کی سب لڑکیوں نے اپنی زندگی کے ہر فیصلے کا اختیار اپنے بڑوں کو دے رکھا تھا ان کو معلوم تھا کہ ان کے بڑے ان کے لیے کبھی کوئی غلط فیصلہ نہیں کریں گے لیکن پھر بھی یہ سب بہت جلدی اور اچانک تھا اس لیے اسے اس وقت کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"پلیز شجر..... مجھے صرف تین چار گھنٹے دے دو..... ساری رات جاگ کر دوائیوں کی تیاری کی پھر وائیوا کا اعصاب شکن مرحلہ اس کے بعد مسلسل سفر' آنکھیں اور سر بے تحاشا دکھ رہے ہیں۔ صرف اور صرف آرام کی طلب ہے مجھے کچھ بھی اچھا فیل نہیں ہو رہا۔" وہ واقعی بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔

"توبہ ہے بھئی بہت بور ہیں آپ تو..... آپ کی تھکن کا بھی حل سوچا ہے ہم نے' فجر اسٹرانگ سی چائے لا رہی ہے اور یہ دیکھیں ہمارے دلہا بھائی کی تصویر' اماں جہاں کے خونخوار اور خطرناک پہرے سے بچ کر صرف آپ کے لیے بنائی ہے ان کی بڑی تصویر سے کیونکہ خود تو صاحب بہادر اسی دن واپس اپنی نوکری پر چلے گئے تھے جب ہم گئے' سو اسی پر گزارا کرنا پڑا۔ اماں جی کا تو ہم میں سے کسی بھی لڑکی کو ساتھ لے جانے کا ارادہ نہیں تھا' وہ تو میں ڈھیٹ بن کر ساتھ ہی چلی گئی کہ بہت سالوں پہلے دیکھا تھا ان کو اب تو یاد بھی نہیں تھے' ہمیں کہ کون سے عبدالحنان بھائی ہیں' کون سے اجمل بھائی؟"

"یہ لیں جناب..... آپ کی گرم گرم چائے اور کباب جلدی سے فریش ہو جائیں پھر بہت تنگ کرنے والے ہیں ہم آپ کو ورنہ آپ کی ایسی شکل پر ہمیں صرف ترس آ رہا ہے' تنگ کیا خاک کریں ہم آپ کو۔" فجر نے ٹرے لا کر یشرہ کے سامنے رکھی جبکہ ڈھولکی کے نٹ کستی پیچھے ہی آیت بھی آ گئی تھی۔

"یہ..... یہ ہے عبدالحنان.....؟" یشرہ نے حیرت سے پوچھا کہ موبائل میں شرارت سے مسکراتا ہوا وہی بندہ سامنے تھا جو اچانک ہی اس کو راہ چلتے ملا تھا پھر کچھ دن ثابت قدمی سے اس کے پیچھے بھی پڑا رہا تھا لیکن جیسے ہی اس نے اسے سخت سنائی اور پولیس بلوانے کی دھمکی دی تھی' وہ اس دن کے بعد دوبارہ نظر ہی نہ آیا تھا..... ثمرین کچھ دن اسے یاد ضرور کرتی رہی تھی۔ بقول اس کے کہ وہ ایک شریف آدمی تھا اور اس سے تعلق بنانے میں سنجیدہ بھی تھا' سو اسے اس کی بات سن لینی چاہیے مگر یشرہ کب ایسی باتوں پر یقین کرنے والی تھی' اس لیے ایک دو دن ہی وہ ان دونوں کے درمیان زیر بحث رہا تھا۔ ثمرین اس کے حق میں تو وہ اس کے خلاف دلائل دیتی تھیں' اس کا خیال تھا کہ تعلق بنانے میں جو شخص ایمان دار ہو وہ ایسے راہ چلتے نہ تو پکارتا ہے' نہ ہی رشتہ پیش کرتا ہے' جلد ہی وہ سب کچھ بھول بھال کر امتحانوں میں مصروف ہو گئی تھیں۔

"کیوں..... آپ نے دیکھا ہے ان کو؟" شجر نے اس کا چونکا محسوس کر کے سوال کیا۔ فجر اور آیت بھی کچھ محسوس کر کے ان کے قریب آ گئیں۔

"صرف دیکھا ہی نہیں ملی بھی تھی اور ایسا حشر کیا تھا کہ عمر بھر بھولے گا نہیں' اس کا مطلب ثمرین کا اندازہ کچھ کچھ ٹھیک تھا' وہ واقعی سیریس تھا۔"

"پہیلیاں کیوں بجھوا رہی ہیں؟ پوری بات بتائیں ناں کب اور کہاں ملے آپ کو عبدالحنان بھائی' کیا کہا انہوں نے آپ نے کیوں حشر کیا ان کا؟" شجر اتاولی ہوئی..... یشرہ نے مسکراتے ہوئے ان کو سارا حال کہہ سنایا..... لڑکیاں کچھ پُرجوش سی اور حیرت سے یہ سب سن رہی تھیں۔

"وہ مارا..... یہ ہوا ہے ناں رومینس' ہائے عمر بھر اس خوب صورت یاد کو سنبھال کر رکھیں گے آپ دونوں کاش مجھ سے

بھی کوئی ایسی ہی محبت کرتا' ایسے ہی پر پوز کرتا...... کتنی خواہش تھی میری' میری قسمت میں تو وہ کھڑوس موحد لکھا ہے' جس کے ماتھے پر مجھے دیکھتے ہی بل الگ پڑ جاتے ہیں' سو کام الگ سے یاد آ جاتے ہیں۔ منگنی کے بعد سے اب تک مجال ہے جو کوئی ایک فقرہ بھی ڈھنگ کا منہ سے نکلا ہو اس بد ذوق آدمی کے۔" اس نے اپنا ہی رونا رویا۔ موحد کا ذکر اس کے منہ سے سن کر آیت کا تنفس تیز ہو گیا تھا۔ یشعرہ اس کے بچکانے انداز اور باتوں پر مسکرائی۔

"تم سے اس کی محبت کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا ہوگا کہ تم اس کے نام کی انگوٹھی پہنے بیٹھی ہو بے وقوف لڑکی' ہر فرد کی محبت اور اس کے اظہار کا طریقہ مختلف ہوتا ہے اور جو منہ سے اظہار نہیں کرتا تو کس کتاب میں لکھا ہے کہ وہ تم سے محبت ہی نہیں کرتا' ہو سکتا ہے جو محبت کے بلند و بانگ دعوے کر رہا ہو وہ صرف کھوکھلے دعوے ہی کر رہا ہو۔"

"مجھے نہیں پتا مجھے تو محبت کا اظہار ہی پسند ہے...... کیسا خوب صورت انداز ہے عبدالحنان بھائی کا...... بازار میں ہی پر پوز کر دیا...... ہاسٹل تک چلے آئے اور اب اپنی محبت کے اظہار کے ساتھ عملی ثبوت بھی دے دیا۔"

"اب ہمیں بھی موقع دو گی بولنے کا یا پوچھنے کا؟" فجر نے باقاعدہ اس کا کندھا ہلا کر طنزاً کہا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں...... یہ بتائیں یشعرہ......" فجر کو جواب دے کر وہ اپنا ایک اور سوال کر بیٹھی تو فجر طویل سانس لے کر اس کی بے سر و پا سننے پر مجبور تھی جب کہ آیت غیر محسوس طریقے سے کمرہ چھوڑ کر چلی گئی تھی۔

"دیکھا اماں جہاں کی پڑھائی اور عملیات کا نتیجہ...... بالکل ویسے ہی عمل کیا تم نے جیسے انہوں نے کہا تھا تو پھل بھی گود میں لیے بیٹھی ہو ورنہ تم نے تو خدانخواستہ ان کو مشرک تک کہہ دیا تھا۔ میں نے کتنی معافی مانگی تمہاری کم عقلی کی' نادانی کی' اب ایسی باتیں بھول کر بھی ذہن میں مت لانا' مالک اپنے نیک بندوں کو کرامات کا تحفہ دیا کرتا ہے جو اس کے لیے زندگی تیاگ دیتے ہیں۔" عنایت بی اپنے پوتے کے کپڑے بدلتے ہوئے فخر سے کہہ رہی تھیں۔

"میں اللہ والوں کی نیکی اور بزرگی سے انکار نہیں کرتی اماں...... میں تو صرف یہ کہتی ہوں کہ درخت سے پتا گرنے سے لے کر انسان کی پیدائش اور موت تک ہر فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے...... یہ بچہ اس گھر میں اسی وقت آنا تھا' اس میں آپ کی اماں جہاں کا کوئی عمل دخل نہیں' آپ بہت اچھی ہیں اماں' بہت سی ساسوں سے اچھی' مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں سوائے اس ایک بات کے کہ ہمیں توکل صرف اللہ کی ذات پر کرنا چاہیے' آپ اپنی ہر خوشی اور مسرت کا سلسلہ تو اماں جہاں سے جوڑتی ہیں۔" وہ ان کے پاس آ کر نرمی سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔

"ارے چل پرے ہٹ کم بخت...... میں کون سا اللہ کی ذات سے منکر ہوں نعوذ باللہ...... تُو تو ایسی باتیں کرتی ہے جیسے دنیا میں ایک تُو ہی مسلمان ہو باقی سارے کافر بستے ہوں' میں تو تم لوگوں کو اس ناراضی سے بچانا چاہتی ہوں جو اللہ کے نیک بندوں کی کرامات سے منکر ہونے والوں پر ہوتی ہے پھر ہر چیز اس کی لپیٹ میں آ جاتی ہے۔ رشتے' گھر' برکتیں' اللہ نہ کرے جو اللہ ہمارے کسی بول کی پکڑ کرے۔ چل دودھ پلا کر سلا دے اسے' زبان چلوا لو بس آج کل کی لڑکیوں سے' نہ ادب نہ تمیز۔" بڑبڑاتے ہوئے انہوں نے بچہ اسے پکڑا دیا۔

"اور سن...... کل اماں جہاں کے ہاں میرے ساتھ چلنا' اتنی بڑی خوشی پر ان کا حق بنتا ہے کہ نہیں جو اصل خیر خواہ ہیں ہماری' ویسے تو میں خود ہی چلی جاتی مگر نذرانہ دینے جانا ہے تو بچے کی ماں ہونے کے ناتے تمہارا فرض ہے کہ تم بھی چلو' آخر کو اتنے مشکل وظیفے کیے ہیں انہوں نے اس گھر کو وارث دینے کے لیے۔"

"یہ اور سنو اماں...... پتا بھی ہے کہ ڈاکٹر اور ہسپتال کا کتنا خرچا بن گیا ہے' وہ تو چلو مجبوری تھی کہ اس کے بغیر چارہ نہیں تھا ورنہ پڑھا ہے کہ اللہ والے نذرانہ نہیں لیا کرتے جو بھی کرتے ہیں فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔" ناعمہ نے بچے کو

گود میں لیا اور آرام سے تھپکتی ہوئی بولی۔

"وہ کون سا خود مانگتی ہیں کسی سے' اپنی مرضی سے ہی دے کے جاتا ہے' جو دیتا ہے' پتا بھی ہے کہ وظائف کرنے کے لیے جو سامان آتا ہے وہ کتنا مہنگا آتا ہے اور پھر دن بھر عورتوں کا جو تانتا بندھا رہتا ہے تو ان کے لنگر کا انتظام بھی وہ بھلی مانس خود کرتی ہیں' میں بھی کس سے متھا مارنے لگ جاتی ہوں' اے بی بی جو دینا دلانا ہے میں خود کروں گی' تمہارے پلے سے کچھ نہیں جانا' بس اتنی مہربانی کرنا کہ ساتھ چلی چلنا وہ بھی اس لیے کہ اماں برا نہ مان جائیں کہ جس کو مراد ملی وہ خود کیوں نہ آئی اور ایک اور احسان بھی کہ یہ گز بھر لمبی زبان یہیں ساس کے واسطے ہی چھوڑ کر جانا وہاں چپ ہی رہنا یہ نہ ہو اپنی پڑھائی کے فتوے وہاں بھی عورتوں اور اماں جہاں کو سنانے لگ جاؤ۔" عنایت بی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا اور اٹھ کر بڑبڑاتی کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"تمہیں اس طرح اپنی دادی کی اجازت کے بغیر نہیں آنا چاہیے تھا' پچھلی دفعہ بھول گئیں جب پتا چل جانے پر کتنی بری طرح تمہارے تایا سے تمہیں پٹوایا تھا' مت میری فکر کیا کرو' کافی بہتر ہوں اب تو...... میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے تم کسی مصیبت میں پڑو۔" آرزدگی سے کہتی ہوئی آہستہ سے اٹھ بیٹھیں۔ پاؤں پر ابھی بھی پلاستر چڑھا ہوا تھا' خالہ کو اس کے اور عبدالمعید کے درمیان رابطے کا پتا نہیں تھا سو آہستہ آہستہ عبدالمعید کی جاب پھر دبئی جانے کی ضد اور اپنا گر جانا' سب تفصیل سے بتا رہی تھیں۔ منتہا بتا نہ سکی کہ اسے سب کچھ عبدالمعید کی زبانی پتا ہے نہ ہی یہ بتایا کہ وہ ایک بار ان کی غیر موجودگی میں بھی یہاں آ چکی تھی۔

"منتہا میری بچی...... تم بہت پیاری بچی ہو' میری مرحومہ بہن کی نشانی لیکن......" وہ کہتے ہوئے رکیں۔

"تمہاری دادی' ہمیں پسند نہیں کرتیں نہ ہی تمہارے ہم سے تعلق رکھنے کو اچھا سمجھتی ہیں' وہ قیامت تک تمہاری اور عبدالمعید کی شادی کے لیے نہیں مانیں گی' تم جانتی ہو سب کچھ مجھ سے بہتر طور پر...... عبدالمعید کے بار بار کی ضد پر میں نے پیغام بھجوایا تھا تمہاری دادی کو کہ میں اپنے بچے کا رشتہ لے کر آنا چاہتی ہوں عبدالمعید کے لیے جانتی ہو انہوں نے کیا کہا؟" منتہا نے خالی خالی نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ ساری بات سن کر اس کا دماغ سن ہو گیا تھا۔

"انہوں نے کہا کہ تم جیسی عورت کے گھر بیٹی کا رشتہ کرنا تو بہت دور کی بات ہوگی...... تمہارا ہمارے گھر میں قدم رکھنا بھی ہمیں گوارا نہیں کہ ایسے لوگوں کی ہمارے گھر آمد ہماری سالوں کی نیکی اور ریاضت رائیگاں کر دے گی...... اتنے کروفر اور تکبر والی عورت جس کو میری اپنے گھر آمد سے گھر کا تقدس مجروح ہونے کا ڈر ہے وہ کہاں کرے گی تمہارا رشتہ عبدالمعید کے ساتھ اور یہاں عبدالمعید ہے کہ ضد لگا کر بیٹھا ہے کہ میں رشتہ لے کر ضرور جاؤں...... مجھے بتاؤ کیا اب بھی مناسب ہے میرا تمہارے گھر آنا...... عزت صرف انہی کی تو نہیں ہے' ہماری بھی ہے' اس عمر میں وہ میری بے عزتی کریں باتیں سنائیں یہ مجھے گوارا نہیں ہے' تم بات کرو گی ناں عبدالمعید سے؟ میں نے ایک دو لڑکیاں دیکھی ہیں اس کے لیے وہ تو یہ ذکر سننا ہی نہیں چاہتا' میں جانتی ہوں وہ تمہاری بات مانے گا' تم کہو گی تو ضرور مانے گا...... اگلے مہینے کی پندرہ تاریخ کو اس نے واپس آنا ہے' تم ضرور اس سے بات کرنا۔" وہ لجاجت سے بولیں' منتہا ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے میں بات کروں گی۔"

"جیتی رہو...... خوش رہو...... چائے تو پی لو زینب بنانے گئی ہے آتی ہو گی۔" اسے کھڑے دیکھ کر انہوں نے کہا۔

"نہیں بس چلتی ہوں...... بہت دیر ہو گئی ہے۔" یہ کہہ کر وہ رکی نہیں گھر سے نکل آئی اور نزدیکی پارک آ گئی کہ ذہن

پر بوجھ اس حد تک تھا کہ گھر جانے کو دل ہی نہیں کر رہا تھا۔

عنایت بی منتہا کو کریمن درزن کے گھر سے لینے پہنچی تو وہاں سے یہی پتا چلا کہ شدید سر درد ہونے پر اسے بچی کے ساتھ گھر بھجوا دیا گیا تھا‘ اس خبر نے اماں جہاں کی پیشانی سلوٹوں سے بھر دی تھی...... سلطانہ اور وریشہ اجمل کے ساتھ شادی کی خریداری میں مصروف تھیں...... تین دن بعد ہی تو مایوں کا فنکشن تھا۔ اگرچہ اماں جہاں اس قسم کی غیر شرعی رسموں کے سخت خلاف تھیں اور سادگی سے بارات اور ولیمہ کرنا چاہ رہی تھیں مگر اماں جی کا اصرار تھا کہ ان کے گھر کی پہلی شادی تھی تو بچوں کی خواہش پر وہ سارے چاؤ پورے کرنا چاہ رہی تھیں۔ بادل نخواستہ اماں جہاں کو بھی یہ بات ماننا پڑی تھی۔ صبح دس بجے کی گئی منتہا اب شام چار بجے تک لوٹ کے نہ آئی تھی۔ عموماً وہ بارہ بجے کے بعد گھر آ جایا کرتی تھی۔ سلطانہ بھی تھکی ہاری ابھی لوٹی تھیں...... اماں جہاں نے ساری لڑکیوں کو بلایا اور اس کی مصروفیات اور دوستوں کے بارے میں معلومات لینے لگی تھیں۔

”اف منتہا...... بے وقوف لڑکی کچھ ایسا تو نہیں کر بیٹھی ہو کہ جس سے خود تو نقصان اٹھاؤ ہی‘ ہمیں بھی ساتھ ہی زندہ درگور کر دو۔“ مومنہ کے ذہن میں اس کے موبائل والا واقعہ لہرایا تو بے ساختہ ایک سوچ اس کے اندر ابھری۔

”وہ جی...... اماں جہاں...... منتہا بی بی آ گئی ہے جی......“ عنایت بی نے پھولی سانسوں کے ساتھ آ کر بتایا تو اماں جہاں پُرسکون ہوئیں ورنہ برسوں پرانی ایک یاد کی چنگاری نے ایک بار پھر اندر تک آگ لگا دی تھی‘ تڑپا کے رکھ دیا تھا ان کو۔

”بلاؤ اسے۔“ ان کے سرد لہجے کی ٹھنڈک سے وہ سب ہی لرز گئیں مگر جس پل وہ اندر آئی‘ ایک بدلی ہوئی منتہا تھی‘ بغاوت جس کی آنکھوں سے ٹپک رہی ہوتی تھی اس کی جگہ انداز میں تھکان بھری تھی۔

”اس وقت تک ہمارے گھر کے مرد کبھی باہر نہیں رہے‘ تم لڑکی ہو اب گھر آ رہی ہو کہاں تھی؟ جب ہم نے منع کیا تھا کہ کریمن کے گھر سے عنایت کے ساتھ آؤ جاؤ گی......؟“

”بہت گھٹن ہو رہی تھی مجھے وہاں...... ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے تھوڑی دیر بھی مزید وہاں رکی تو میرا دم گھٹ جائے گا...... نزدیکی پارک میں چلی گئی تھی۔“ اس نے مدھم آواز انداز میں بتایا۔

”ہمم...... شادی سے فارغ ہو کر تمہاری گھٹن کا علاج کرتے ہیں...... سلطانہ الماری کھول کر رات جو کپڑوں والے شاپر رکھوائے تھے وہ نکالو۔“ انہوں نے اچانک ہی موضوع بدلا‘ ساری لڑکیوں نے سکون کا سانس لیا ورنہ کچھ دیر قبل لگ رہا تھا جیسے اماں جہاں آج منتہا کو زندہ نہیں چھوڑیں گی۔ منتہا البتہ اسی سپاٹ انداز میں کھڑی رہی تھی۔

”میں اب جاؤں۔“ اس نے اسی مشینی انداز میں پوچھا۔

”نہیں بیٹھو سب کے ساتھ میں نے تم لوگوں کے کپڑے منگوائے ہیں شادی کے لیے وہ لے کر جاؤ...... جو جو میچنگ جوتے‘ جیولری‘ چوڑیاں منگوائی ہیں‘ عنایت بی کل جا کر لے آئیں گی...... پرسوں وہ تمہیں ڈھولکی بھی لا دیں گی تھوڑا بہت ہلا گلا کر لینا۔ یہ لو آمنہ یہ تمہارا...... یہ مومنہ......“ ایک بڑے شاپر میں ان سب کے لیے الگ الگ شاپر تھے جس میں سب کے لیے تین تین سوٹ تھے۔ ”جاؤ اپنے کمرے میں ناپ وغیرہ دیکھ لو کمی بیشی ہوئی تو مومنہ ٹھیک کر دے گی۔“ اماں جہاں کے لہجے میں ایک عرصے بعد نرمی نظر آ رہی تھی۔ وہ سب ان کو شکریہ کہتے اپنے اپنے شاپر تھام کر ہنسی خوشی اٹھ گئی تھیں کہ زندگی میں پہلی بار کسی تقریب کو ان کی طرف سے کھل کر اور خوشی سے منانے کا موقع ملا تھا سو ان سب کی خوشی دیدنی تھی۔ سوائے منتہا کے جس نے بے دلی سے اپنا کپڑوں کا شاپر تھاما اور تھکے ہوئے قدموں

سے ان کے پیچھے چلی آئی تھی۔

”ارے واہ......! میں تو سمجھتی تھی کہ اماں جہاں کو صرف ہمارے نام پتا ہیں بس مگر ان کو تو ہماری پسند اور ناپسند کے کلرز بھی معلوم ہیں۔“ وریشہ نے چہکتے ہوئے چمکتے دمکتے سوٹ شاپرز میں سے نکالے تو خوش ہو کر بولی۔ کچھ ایسا ہی حال دوسری لڑکیوں کا بھی تھا۔ منتہا خاموش نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی...... اچھی زندگی گزارنے کے لیے تنگ و تاریک اس ماحول میں ہلکا سا روزن جو عبدالمعید کی صورت اسے نظر آیا تھا...... اسے لگا وہ بھی اب بند ہونے کو ہے...... ایسے میں خوشیاں کیا لبھاتیں اسے۔

”کیا ہو گیا ہے منتہا؟ کتنی مشکلوں سے اور کتنے عرصہ بعد تو ایسا موقع ہماری زندگی میں آیا ہے اور تم یوں منہ لٹکا کے بیٹھی ہو‘ چلو نکالو اپنے کپڑے اور دیکھو کہ کیسے ہیں؟ ہم سب کو تو بہت پسند آئے ہیں اپنے اپنے کپڑے۔“ آمنہ نے اسے ٹہوکہ دے کر کہا۔

”میں تو کہتی ہوں اماں جہاں کا موڈ اچھا تو ہے ہی ان سے منوا لیتے ہیں کہ عنایت بی کے ساتھ ہمیں بھی مارکیٹ جانے کی اجازت دے دیں اب عنایت بی کو کیا پتا کہ میچنگ کیسے کی جاتی ہے؟“ وریشہ دور کی کوڑی لائی۔

”بس اب زیادہ پھیلو مت...... یہ نہ ہو کہ اماں جہاں کا موڈ بگڑ جائے اور دی گئی مہربانیاں بھی واپس لے لیں...... میں تو سوچ رہی ہوں کہ کالج کی فرینڈز کو بھی مایوں کے فنکشن پر انوائٹ کر لیتے ہیں۔“

”ہاں یہ ٹھیک ہے...... واقعی بس اتنا ہی بہت ہے کہ اماں جہاں نے اجازت دے دی ہے اور میں تو منتہا کے لیے اتنی پریشان تھی کہ نجانے آج اس کا کیا حشر ہونے والا ہے مگر بھلا ہو عبدالحنان بھائی کا جن کی شادی کے مبارک موقع پر وہ نظر انداز کر گئیں ورنہ یہ غلطی برداشت کرنے والی تھی نہیں منتہا کی۔“ آمنہ نے کہا۔

”ویسے بشریٰ کے آنے سے ہو سکتا ہے ہمارے گھر کوئی خوشگوار تبدیلی آئے بلکہ آئے گی ان شاء اللہ مجھے تو لگتا ہے کہ بشریٰ کے آنے سے اماں جہاں کا رویہ بھی بہت حد تک بدل جائے گا۔“

”رویوں پر جمی سختی کی برف ضرور پگھلے گی‘ حالات بدلیں گے‘ اداسی ختم کرو تم ایسے بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہیں۔“ مومنہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو وہ اپنی پیاری سی کزن کی حساسیت اور خیال رکھنے پر پھیکا سا مسکرا دی۔ بہت چھوٹی سی تھیں جب آگے پیچھے منتہا اور مومنہ کی مائیں دو سال کے وقفے سے گزر گئیں تائی سلطانہ نے انہیں سنبھال لیا تھا۔ اماں جہاں بھی تھیں مگر وہ دونوں نجانے کب کیسے ایک دوسرے کی مائیں بھی بن گئیں۔ بہنیں بھی اور دوست بھی...... وریشہ اور آمنہ سے بھی اچھے تعلقات تھے مگر ان دونوں کے بیچ جو کچھ تھا وہ الگ سا احساس تھا۔ منتہا کی شرارتوں پر اماں جہاں سے ہمیشہ اسے ڈانٹ پڑتی اور کئی بار تو اماں جہاں سے تایا سے بھی منتہا کی پٹائی لگوائی۔ مومنہ اس سے زیادہ روتی تھی جبکہ منتہا زیادہ باغی‘ زیادہ ڈھیٹ ہو گئی تھی اور ہمیشہ اماں جہاں کو غصہ دلانے والی حرکتیں ہی کیا کرتی تھی اور یہ سلسلہ آج تک جاری تھا۔

”کیسی اسٹوری سنا رہا ہے یار تو اور کس دور کی؟“ اس سے ضبط نہ ہو سکا تو حسن کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا جو حیرت سے یہ سب سن رہا تھا۔ اگر عبدالحنان جیسا سنجیدہ انسان اگر کہہ رہا تھا تو سب ٹھیک ہی کہہ رہا ہوگا۔

”مگر تیری باتوں کے مناظر میں جتنا میں تیری نانی مطلب اماں کو جانتا ہوں وہ تو بہت دیندار اور کسی حد تک پہنچی ہوئی بزرگ ہیں جن سے اپنے مسائل کا حل پانے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔ وہ اپنے عملیات اور وظائف سے خدمت خلق میں مصروف ہیں‘ مسکینوں‘ غریبوں کو تمہارے گھر سے خالی ہاتھ نہیں لوٹایا جاتا پھر ایسی خاتون سے اس قسم

کے وعدے کی بات وہ بھی ایک لڑکی کا زندہ درگور کرنا' کچھ جچ نہیں رہا...... میں تو کہتا ہوں تم اس شادی سے ہی انکار کردو' اپنی پسند کی لڑکی سے شادی پر زور دو یوں کم از کم اس لڑکی کی زندگی بھی تباہ ہونے سے بچ جائے گی اور ضمیر کے آگے جواب دہ نہیں ہونا پڑے گا۔ تجھے کیا لگتا ہے کہ یہ سب اتنا آسان ہے کہ شادی کر کے تو لڑکی کو دے کر اپنی زندگی بسالے گا اور خوش رہے گا یہ ممکن ہی نہیں ہے' تو بھی خوش نہیں رہ پائے گا۔" وہ حتمی انداز میں پورا کرنے کے بعد بولا۔

"میں بھی تو یہ ہی سمجھتا ہوں' سوچتا ہوں مگر اماں جہاں بھی ایسے اتنا بڑا وعدہ لینے والی نہیں ہیں۔ حسن ضرور ان کے ساتھ ماضی میں کچھ بہت برا ہوا ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں ان کی کوئی بات ٹال نہیں سکتا' اس لیے میں اتنے دن سوچنے کے بعد ایک فیصلہ کیا ہے۔" وہ پیپر ویٹ گھماتے اس پر نظر جمائے ہوئے بولا۔

"کیسا فیصلہ؟"

"ایسا فیصلہ جس پر میں ان کی بات بھی مان لوں اور مجھے اپنے رب کے سامنے اور اپنے ضمیر کے آگے بھی شرمندہ ہونا پڑے...... میں کوئی پارسا یا دیندار بندہ نہیں ہوں' میرے اعمال نامے میں ہوسکتا ہے میرے گناہ میری نیکیوں پر بھاری ہوں مگر وہ میرے شعوری طور پر کیئے گئے گناہ نہیں ہوں گے میں جانتے بوجھتے نہ تو کسی کا دل توڑ سکتا ہوں نہ گھر۔"

"مطلب......؟" حسن کو اب بھی اس کی بات کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"مطلب میں تجھے ہی بتاؤں گا اور کیسے بتانا ہے' اب اندازہ ہورہا ہے کہ زندگی میں اچھا مخلص دوست نصیب والوں کو ملتا ہے جو اس وقت آپ کا سامع بنے جب کسی بوجھ سے آپ کا دل پھٹنے کو ہو اور وہ خاموشی سے بیٹھ کر آپ کو اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا موقع دے' جو غلطی کرتے وقت فوراً ٹوک دے اور سامع سے ناصح بن جائے۔"

"ابے بس کر اور کتنا شرمندہ کرے گا...... ایسا کچھ بھی میں نے تیرے لیے نہیں کیا' بس تیری محبت ہے۔" حسن واقعی شرمندہ ہوگیا تھا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم اجمل...... ہوش میں تو ہو؟ جانتے بھی ہو ان کے گھر اور اپنے گھر کے ماحول کا فرق پھر بھی ایسی بات بلکہ ایسی فرمائش کررہے ہو...... ایک سے ایک لڑکی موجود ہے میرے خاندان میں تمہارے ماموں کی بیٹیاں خالہ کی بیٹیاں اور سب سے بڑھ کر گھر بھرا پڑا ہے اپنا لڑکیوں سے' ایسے میں یہ بات بھلا اچھی بھی لگ رہی ہے تمہارے منہ سے۔" کتنی دیر تو وہ حیرت سے منہ کھولے بیٹھی رہ گئیں کہ بظاہر اتنے بارعب' سنجیدہ اور پُروقار سے اجمل سے ان کو یہ امید نہیں تھی۔ وہ تو ایسے ہی باتوں باتوں میں ذکر چھیڑ بیٹھیں کہ اماں جہاں عبدالحنان کی شادی کے بعد اجمل کی شادی کا بھی ارادہ رکھتی ہیں' اب اپنے چچا' ماموں اور خالہ کے گھر میں سے وہ خود بتادے کہ کس کے گھر جانا چاہیے۔

"اب آپ نے پوچھ ہی لیا ہے تو میں بتائے دیتا ہوں کہ نہ خالہ نہ چچا نہ ماموں...... اگر جانا ہے چھوٹی دادی کے گھر جائیے ایک بار پھر جائیے ان کی ایک اور بیٹی کا ہاتھ مانگنے جس کا نام فجر ہے۔" اس نے کہا اور جواب میں تائی سلطانہ کی کھری کھری بھی سنی تھیں۔

"بس تو پھر آپ ابھی میری شادی کا نام بھی مت لیجیے...... اگر وہاں نہیں تو......" اجمل اٹھ کھڑا ہوا' تائی سلطانہ گھبرا گئیں اور اس کو ہاتھ سے پکڑ کر دوبارہ بٹھایا۔

"دیکھو اجمل...... وہ بچیاں ضرور اچھی ہوں گی مگر ان کی تربیت اور ہماری بچیوں کی تربیت میں بہت فرق ہے' ان کے گھر کا ماحول...... تمہاری چھوٹی دادی کے گھر کا ماحول بہت حد تک کھلا ڈلا اور ہمارے گھر سے بہت مختلف ہے۔"

"ایک لڑکی آ بھی تو رہی ہے اس گھر میں چھوٹی دادی کے گھر سے' ایک اور آجائے گی تو کیا ہوجائے گا؟" وہ ماں کی بات پر اتر آیا۔

"بہت فرق پڑتا ہے اور پڑے گا اجمل...... میری بات سنو اور سمجھو' میں تو اس گھر سے پہلی لڑکی کے حق میں بھی نہیں تھی اب صرف ایک مثال ہی دیتی ہوں...... اس سے عقل والے کو ہر چیز اور ہر بات خود بخود سمجھ میں آجائے گی اگر جو عقل والا ہو تو......" وہ زور دے کر بولیں۔ اجمل ماتھے پر شکنیں لیے بیٹھا رہا۔

"دیکھو تمہاری اماں جہاں سے لے کر گھر کی ساری لڑکیاں عبایا پہنتی ہیں' حجاب کرتی ہیں...... سوائے ڈاکٹر کے کہیں جانے کی اجازت نہیں وہ بھی تمہارے ساتھ...... اپنی پوری زندگی میں میں کوئی تین سے چار بار بازار گئی ہوں اشد ضرورت میں...... بچیوں کو بھی شاذ و نادر ہی یہ موقع ملا ہے اور دوسری طرف جاؤ تمہاری چھوٹی دادی کے گھر عورتیں بازار جانے سے لے کر ہر چھوٹی بڑی تقریب کو ایسے مناتی ہیں گویا زندگی کا لازمی حصہ ہو وہ سب۔ تمہاری دادی کے گھر کی عورتیں دوپٹا سر پر لے کر چل پڑتی ہیں باہر کسی بھی کام کے لیے' کوئی کچھ کہتا نہیں برا بھی نہیں مانتا ان کا ماحول ہی ایسا ہے ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوتا...... اب کل یشعرہ کو اماں جہاں جب عبایا اور حجاب لینے کے لیے کہیں گی تو سوچو وہ یونیورسٹی میں پڑھی لکھی جس کا لڑکوں کے ساتھ آزادانہ میل جول نہ بھی رہا تب بھی اٹھتی بیٹھتی تو رہی ایسا کرے گی' ہرگز نہیں کرے گی...... مسائل بڑھیں گے تو کیا ہوگا کہ عبدالحنان بیوی کو بھی ساتھ ہی لے جائے گا تم کہاں جاؤ گے' تم نے یہیں رہنا ہے اور بسنا ہے اور اپنی بیوی کو بھی بسانا ہے تو کیا بہتر نہیں کہ ہم اپنے جیسی لڑکی لے آئیں جسے نئے سرے سے گھر کا ماحول اور طور طریقے نہ سکھانے پڑیں۔"

"میں نہیں جانتا...... ساری زندگی جن لڑکیوں کے درمیان رہا ہوں...... اب کم از کم اگلی زندگی ان میں سے کسی کو بھی باقی ماندہ زندگی کے لیے بھی دیکھنے اور اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا خواہاں نہیں ہوں میں...... مجھے اچھی لگی ہے وہ لڑکی اور جہاں تک بات ہے اپنے ماحول میں ڈھالنے کی تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دوں گا وہ سب آپ مجھ پر چھوڑ دیں...... آپ ایک بار بات تو کریں۔" وہ قطعی انداز میں بولا۔ تائی سلطانہ حیرت بھری نظروں سے دیکھ کر رہ گئیں پھر قدرے شک سے آنکھیں سکیڑ کر بولیں۔

"ہمارا تو اتنا ملنا جلنا بھی نہیں رہا ان سے اور مجھے تو اب آ کر کچھ کچھ ان لڑکیوں کی شکلیں یاد ہوئی ہیں تم لوگ تو کبھی گئے بھی نہیں' نہ کوئی آیا گیا یہاں وہاں سے' تم نے کیسے اس لڑکی کو دیکھ لیا؟ خود دیکھ لو اجمل جو لڑکی تم سے آزادانہ مل جل گئی ہے وہ کسی قماش کی ہوگی؟"

"اوہ میرے خدایا...... اماں کس قسم کی باتیں کررہی ہیں آپ؟ ان پر نہیں تو کم از کم اپنی اولاد پر تو اعتبار ہونا چاہیے کیسا ملنا جلنا' کافی دن پہلے یہ لوگ وہاں گئی تھیں تو اماں جہاں نے ان کو واپس لینے کے لیے بھیجا تھا مجھے تب چھوٹی دادی نے اندر ہی بلالیا تھا سب گھر والوں سے ملوایا تھا تب دیکھا تھا۔"

"اور ایک بار دیکھنے سے ہی تم نے فیصلہ کرلیا کہ شادی کرنا ہے تو اسی لڑکی سے...... شاباش ہے تمہاری عقل پر بیٹا اجمل۔"

"اور اگر وہ منگنی شدہ ہوئی یا رشتہ وشتہ طے ہوا کہیں اور اس کا...... آخر کو گھر کے بچے بھی موجود ہیں ان کے خاندان میں۔"

"یہ ہی تو میں کہہ رہا ہوں ناں جائیں گی تو پتا چلے گا ناں یہ سب۔" اب کے وہ عاجز آ کر بولا۔

''اچھا میں پہلے اماں جہاں تک بات پہنچاتی ہوں۔ دیکھو وہ کیا کہتی ہیں۔'' اب کے انہوں نے جان چھڑانا چاہی۔

''صرف بات نہیں پہنچانی' منوانی بھی ہے یہ بات۔'' وہ زور دیتا ہوا اٹھا۔

''ان باتوں میں لگا کر مجھے وہ کام بھی بھلا دیا جس کے لیے تمہیں بلوایا تھا دیکھو ذرا......'' انہوں نے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہا اور جس کام کے لیے اسے بلایا تھا اس کی بابت دریافت کرنے لگیں۔

❁ ❁

بڑا سرور سا وہ اپنے کمرے میں آیا تھا۔ کافی دنوں سے وہ یہ بات کرنا چاہ رہا تھا مگر ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ اس سمیت گھر کا ہر فرد جانتا تھا کہ اماں جہاں چھوٹی دادی کے خاندان کو کچھ خاص پسند نہیں کرتی تھیں۔ جس کی وجہ ماضی میں جو بھی رہی تھی مگر اب بھی ملنا جلنا نہ ہونے کے برابر تھا...... وہ بی اے پاس لڑکا تھا۔ اپنے باپ اور چچا کے ساتھ مین بازار میں کپڑے کی دکان پر بیٹھتا تھا۔ جس قسم کا ان کے گھر کا ماحول تھا تو وہ بھی باپ اور چچا کی طرح صوم وصلوٰۃ کا پابند ہونے کے باوجود اپنے گھر میں موجود لڑکیوں میں سے کسی ایک سے بھی شادی کا خواہاں نہ تھا۔ سلطانہ بیگم تو دبے لفظوں کئی بار بیٹے کی شادی کے لیے اماں جہاں کے سامنے بات کر چکی تھیں مگر ان کا کہنا تھا کہ لڑکیوں والے گھر میں پہلے لڑکے کی شادی کرنا مناسب نہیں اور لڑکیوں کا چونکہ کسی ایک کا بھی نصیب نہیں کھل پایا تھا تو بات وہیں کی وہیں تھی اماں جہاں کا بھی یہ ہی خیال تھا کہ اجمل کا تو وہ گھر کی ہی کسی لڑکی سے رشتہ کر دیں گی اس کے لیے وہ مومنہ کا ارادہ رکھتی تھیں جب کہ منتہا کے لیے تائی سلطانہ خود راضی نہیں تھیں۔ اس کی گز بھر کی زبان بقول ان کے گھر بسانے میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہو سکتی تھی۔ باقیوں کے لیے رشتہ تلاش کیا جا رہا تھا۔ عبدالحنان کے لیے وہ پہلے ہی بتا چکی تھیں کہ وہ ان کو بہت پہلے کا کہہ چکا تھا کہ وہ کسی اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی سے شادی کا خواہاں تھا۔ ان کے گھر کی لڑکیوں میں ... کب کی تعلیم کو خیر باد کہہ چکی تھی باقی لڑکیاں بھی تعلیم میں واجبی دلچسپی ہی رکھتی تھیں سو آرٹس کے ''مضامین'' کے ساتھ کالج میں زیر تعلیم تھیں۔ یہاں تائی سلطانہ کا عبدالحنان کو داماد بنانے کا خواب ادھورا رہ گیا تھا اب جب عبدالحنان کی بات چھوٹی دادی کے گھر طے ہونے جا رہی تھی تو لگے ہاتھوں اجمل نے بھی موقع سے فائدہ اٹھایا تھا۔

اب وہ اپنی اور اس کی پہلی ملاقات یاد کر کے مسکرا رہا تھا۔ جب وہ واقعی لڑکیوں کو چھوٹی دادی کے گھر لینے گیا تھا ملازمہ اسے مہمان خانے میں بٹھا گئی تھی کہ اس نے اس کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا آتے جاتے تو کوئی ملنے جلنے والا ہی سمجھی تھی۔ وہ داخلی دروازے کی طرف بیٹھا تھا ایسے کہ آنے والے کو پہلے پہل پورا نظر نہ آئے اور کھڑکیوں پر دبیز پردے تھے جس کی وجہ سے کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔ جب وہ ایک تیز آواز سے چونکا۔

''ایان کے بچے...... کام چور' ہڈ حرام' خبیث انسان آج آنے دو ابا کو تمہارا تو وہ حشر کراتی ہوں ناں میں' سورو... رشوت لی اور گھنٹہ ہو گیا ہم لوگوں کو سموسوں کا انتظار کرتے' خود یہاں آ کر چھپ کر بیٹھ گئے کہا بھی تھا شجر کو خود بنا... جیسی وہ......'' جیسے ہی وہ اس کے بالکل سامنے آئی' زبان کو ایک دم بریک لگ گیا تھا اس نے پہلی فرصت میں سر پر ڈھلکا دوپٹا ٹھیک کیا تھا۔

''آپ...... کک...... کون ہیں؟ یہاں کیا کر رہے ہیں...... میرا مطلب ہے کس سے ملنے آئے ہیں اور بتا... سکتے تھے کہ آپ آئے ہیں؟'' خفت سے وہ پتا نہیں کیا اول فول بول گئی' اجمل بیچارہ خود ان تابڑ توڑ جملوں سے گھبرا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''جی وہ میں......'' ابھی وہ اپنا تعارف کرانے کا ارادہ ہی رکھتا تھا کہ اس جیسی زبان کی تیز دھار والی ایک اور لڑکی مسلسل بولتی ہوئی اندر آئی تھی۔

''لو جی...... مہمان سموسے کے انتظار میں گھل گئے' ایان وہیں سموسے بنوانے بیٹھ گیا شاید اور تم اس کو ڈھونڈنے آئی تھیں غالباً۔ وہاں آمنہ کے گھر سے بندہ بھی پہنچ گیا ان کو لینے یہ کون ہے......؟'' اپنی دھن میں بولتے ہوئے اب اس کا شرمندہ کھڑے اجمل پر دھیان گیا تھا۔

''چہرے کے ہونق پن اور حلیے سے نہیں لگ رہا کہ کون ہے؟'' فجر نے اس کے کان میں سرگوشی کی جو اجمل تک بخوبی پہنچ گئی تھی پھر با آواز بلند بولی۔

''یہ وہی حضرت ہیں جن کے بارے میں تم کہہ رہی ہو اماں جہاں کے پوتے۔'' اس نے طنزاً کہا۔

''اور...... تم یہاں کھڑی ایک غیر مرد سے باتیں بگھار رہی ہو...... یاد نہیں اماں جی نے کیا کہا تھا کہ مہمان خانے کے اندر تو کیا باہر سے بھی گزریں تو ٹانگیں توڑ دوں گی۔'' شجر نے اچانک یاد آنے پر اسے گھور کر کہا۔

''یہ...... یہ غیر کہاں ہیں...... اپنی اماں جہاں کے پوتے ہیں مائی ڈیئر اور میں اس ایان کو ڈھونڈ رہی تھی۔''

''تم دونوں اپنی دوستوں کو چھوڑ کر یہاں کیا کر رہی ہو...... ایک یہی غریب رہ گیا تھا ستانے کو اب جو اس کی خبر لینے پہنچ گئیں تم لوگ۔''

''مارے گئے...... اماں جی میں تو نہیں آئی...... فجر ہی ان سے گپ شپ کرنے......''

''نہیں اماں جی پوچھ لیں ان سے میں تو ایان......''

''بس...... جاؤ تم دونوں یہاں سے' تمہاری تو میں بعد میں خبر لیتی ہوں' فجر تم اچھی سی چائے بنا لو بھائی کے لیے...... بیٹھو بیٹا تم کھڑے کیوں ہو؟ اجمل ہو ناں...... ماشاء اللہ خوب قد کاٹھ نکال لیا' چھوٹے سے تھے جب تمہیں دیکھا تھا۔'' وہ دونوں نظروں' نظروں میں ایک دوسرے کو گھورتی وہاں سے چلی گئیں تو اماں جی اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں اور بڑے پیار اور شفقت سے اس کا حال احوال دریافت کیا تھا۔

اجمل کا تو سر ہی چکرا کر رہ گیا تھا ان دونوں آفت لڑکیوں کی آمد سے' اب سنبھل کر اماں جی کے سوالات کے جوابات دے رہا تھا جب پندرہ بیس منٹ بعد وہی لڑکی فجر مکمل بدلے ہوئے روپ میں پوری طرح دوپٹہ لپیٹے ایک باادب لڑکی کے روپ میں چائے لے کر آئی جیسے منہ میں زبان ہی نہ ہو اس کے۔ اجمل اس کا وہ رنگ دیکھ نہ چکا ہوتا تو اسے اتنا ہی معصوم سمجھتا جتنا وہ اس وقت دکھائی دے رہی تھی یہ اور بات تھی کہ وہ نٹ کھٹ لڑکی سیدھی اس کے دل میں اتر گئی تھی' ایسی ہی تو لڑکی وہ اپنی شریک سفر کے طور پر چاہتا تھا جو اپنے ہونے سے اس کی بے رنگ زندگی میں رنگ بھر دے۔ اماں جی اب اسے ہدایات دے رہی تھیں کہ جس کی بھی کھانے کی باری ہے وہ جلدی سے انتظام کریں بچے کھانا کھا کر جائیں گے۔ اجمل تو گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور اس نے فوراً ہی کہا کہ وہ تو دوپہر کا کھانا کھانے اور ابا اور چچا کا کھانا لینے آیا تھا۔ جب تائی سلطانہ نے اماں جہاں کا پیغام دیا تھا کہ عنایت بی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ورنہ بچیوں کو لے آتیں...... اس کو فوراً ہی واپس دکان پر پہنچنا ہے۔ اگلی بار کھانے کے وعدے پر اماں جی نے اس کو واپس جانے دیا تھا وہ ایک جھلک اور ایک ملاقات اب پوری زندگی پر محیط ہو گئی تھی۔

❁ ❁

کچھ دن سے لینڈ لائین نمبر پر مسلسل بیلز بجنے کا سلسلہ جاری تھا جس نے گھر کی خواتین کو عاجز کیا ہوا تھا کہ مرد تو ناشتے کے بعد ہی گھر سے نکل جاتے تھے اور لڑکیاں کالج ہوتی تھیں ایسے میں اماں جی' صفیہ تائی اور سدرہ چچی کے علاوہ ...عرہ اور آیت گھر ہوتیں۔ وہیں لاؤنج میں جوڑے ٹانکنے سے لے کر' خریداری پر بحث کے علاوہ سینے پرونے اور سبزی ...نے تک کے سب کام وہیں کیے جاتے سو ایسے میں جب وہ سب خواتین بری طرح مصروف ہوتیں فون کی بیل پر

کام چھوڑ کر اٹھنا اتنا کوفت نہیں دیتا تھا جتنا دوسری طرف کی خاموشی بری لگتی تھی۔ اب کوئی تیسری بار بیل بج رہی تھی۔ اماں جی جھنجھلا کر بولیں۔

''اس کو تو پہلے اتار کر رکھو...... صبح سے سر میں درد کر رکھا ہے' پتا نہیں لوگوں کو اللہ کا خوف کیوں نہیں رہا جان عذاب میں ڈال رکھی ہے' ہر وقت کی ٹن ٹن ٹن ٹن پھوٹ بھی دو کچھ منہ سے...... جاؤ بیٹا اس کا بندوبست کرو پہلے پھر آ کر یہ کام کرو...... سر میں ہی درد کر دیا موئے نے۔''

''ریسیور اتار کے رکھنا ہی مناسب نہیں ہے۔ یشعرہ کے ابا کو جب بھی کوئی کام ہو یا بات کرنا ہوں اسی فون پر ہی کال کرتے ہیں' بند جان کر پریشان نہ ہو جائیں بلکہ دیکھ بھی لو شاید انہی کا ہو کہا تھا ڈرائیور بھیجوں گا فرنیچر پسند کرآنا۔'' تائی صفیہ یشعرہ کے سر میں زیتون کے تیل کا مساج کرتی ہوئی بولیں۔ جو ماں کی گود میں آنکھیں موندیں عبدالحنان کے بارے میں سوچ رہی تھی...... اتنی بے تابی دکھانے کے بعد رشتہ بھیجنے میں اتاؤلا پن ہی آیت کی تیز آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں جو دوسری طرف کی خاموشی پر خوب سنا رہی تھی۔

''دیکھو تم جو بھی ہو اللہ کے واسطے ہماری جان چھوڑ دو...... یقیناً تم نے غلط نمبر ملایا ہے یہاں کوئی بھی اتنا فالتو نہیں ہے جو تمہاری اس گھٹیا حرکت کو برداشت کرتا رہے' ایسے ہی یہ تم نے سلسلہ جاری رکھا تو ہم جلد ہی پولیس سے رجوع کرنے والے ہیں۔''

''شجر...... شجر کو کیسے جانتے ہو تم...... ! کون ہو؟ کیا کہنا ہے شجر سے' کوئی شجر نہیں رہتی یہاں۔'' وہ تیز تیز لہجے میں بول رہی تھی مگر سب خواتین کو اس کے لہجے نے نہیں شجر کے نام نے چونکا دیا تھا۔

''بند کر دیا گھٹیا انسان...... بس اتنی ہی ہمت تھی...... ارے بکواس کی ہے تو پوری کرو......'' وہ بڑبڑاتے ہوئے واپس آ کر بیٹھی اور دوبارہ سے جھلمل کرتے سوٹ کو پیک کرنے لگی۔

''کیا کہہ رہا تھا وہ خبیث شجر کے بارے میں؟'' تائی صفیہ نے کڑے لہجے میں پوچھا۔

''کچھ نہیں بس یہی کہا کہ شجر سے کہو...... پرانا حساب چکانا ہے...... پتا نہیں اس کا کیا مطلب ہوا۔'' وہ بے نیازی سے بولی۔

''ایسے ہی گھٹیا لوگ ہوتے ہیں' گھر کی بچی کا نام پتا چل گیا تو لگ گئے اپنی اوقات دکھانے' ورنہ وہ شرارتی اور نٹ کھٹ ضرور ہے لیکن کسی لڑکے کا اس کے لیے فون آئے یا کوئی ایسی اول فول بک دے۔ میں نہیں مان سکتی۔''

''بس کر دیں اماں جی اب آپ آنکھیں کھول لیں قبل اس سے کے کہ پانی سر سے اونچا ہو جائے۔''

''کیا ہو گیا ہے امی...... خوامخواہ بات کو کیوں بڑھا رہی ہیں۔ ایک فضول بندے نے کچھ کہہ دیا اور آپ نے سچ مان لیا۔ شجر کو نہیں جانتی کیا آپ؟'' یشعرہ نے ناگواری سے ماں سے کہا۔

''ارے جانتی ہوں تب ہی تو کہہ رہی ہوں...... کیسے اس بچے کو تھپڑ دے مارا...... اب کل کی سناؤں تمہیں ہنس ہنس کے موحد کو بتا رہی تھی کہ آئسکریم پارلر ساری لڑکیاں گئیں' محترمہ نے کہا دیکھو کیسے سب کو مفت آئسکریم کھلاتی ہوں' اپنی آدھی آئسکریم کھا کر مکھی ماری اور اس میں ڈال کر شور مچا دیا کہ دیکھو کیسے کیسے کام ہو رہے ہیں پارلر میں غلاظت والے اور لوگوں تک بات نہ جائے سو انہوں نے آٹھ آئسکریموں کے پیسے معاف کر دیئے اور میرا کاٹھ کا الو بیٹا' اس بے شرم سے بھی زیادہ اونچے قہقہے لگا رہا تھا...... اب یہ وہی آئسکریم والا ہی نہ ہو۔''

''اف امی...... کچھ نہیں ہے ایسا' اس قسم کی شرارتیں اس ایج کا حصہ ہوتی ہیں۔ آپ ایسی باتیں مت کریں...... ہاں بھئی جہاں سارے ہی اس لڑکی کے حمایتی ہیں تو وہاں مجھ اکیلی کی کون سنے۔'' سر جھٹک کر وہ نروٹھی ہو کر وہاں سے

اٹھ گئیں۔

''کیا تم سچ کہہ رہی ہو فجر؟ کیسے گھنے ہیں ناں عبدالحنان بھائی' ہوا بھی نہیں لگنے دی گھر میں کسی کو اور اتنا بڑا کارنامہ انجام دے دیا؟'' آصفہ نے آنکھیں پھیلا کر کہا۔

''ہوا کیسے نہیں لگنے دی...... جن کے ذریعے یہ محبت پایہ تکمیل تک پہنچی تھی ان کو تو فین کی کیا اے سی تک کی ہوا لگوا دی' تب ہی تو اماں جہاں نے بالا ہی بالا سب طے کر دیا...... کاش کہ محبت اور زندگی گزارنے کا یہ بہانہ ہمارے گھر میں ہر فرد کے لیے برابر ہو تو کیا ہی کہنے۔'' یہ مومنہ تھی جس نے آہ بھر کر کہا تھا۔

''فکر مت کرو...... ہواؤں کے رخ بتا رہے ہیں کہ تبدیلی کا آغاز ہو گیا ہے' ہو سکتا ہے مستقبل قریب میں کوئی ایسی قربتیں مزید بڑھیں جو دونوں خاندانوں کو اور قریب لائیں' نئے رشتے بنیں۔'' شجر نے مومنہ کو دیکھ کر آنکھیں پٹپٹا کر کہا کہ اسے کچھ کچھ ایان کی فیلنگز کا علم تھا جو وہ مومنہ کے لیے رکھتا تھا کہ اس نے اپنے منہ سے کچھ ایسا نہ کہا تھا مگر تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے تھے۔

''یہ سب تو چھوڑو...... تم کنجوس زمانے بھر کی...... منگنی کی مٹھائی اکیلے کھا کے انگوٹھی پہن کے آ گئی ہمیں جلانے ٹریٹ کون دے گا؟ جب بھی کہو ادھر ادھر کی چھیڑ کر بات بھلا دیتی ہو۔'' وریشہ نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

''ہائے سکھیو...... مت پوچھو اپنی سہیلی کے حالات' پہلے ہر جگہ ہر فرد سے تمہاری سہیلی جس سے چاہے بات کر لیتی تھی مگر ایک منگنی کیا ہوئی حق ہا......'' اس نے انگلی میں پڑی نازک سی انگوٹھی کو اپنی نظروں کے سامنے کر کے مصنوعی بے چارگی سے کہا۔

''سب جیسے مجھ پر تھانیدار لگ گئے ہیں...... کوئی بات منہ سے نکالوں سبھی سب ایسے گھورتے ہیں جیسے کوئی جرم کر دیا ہو تائی تو زبانی گولہ باری بھی اتنی تیزی سے بے وجہ کرتی ہیں کہ دشمن ملک کیا ہی سرحدوں پر کرتا ہوگا۔''

''ہاں تو تمہاری زبان کے کارنامے بھی تو ایسے ہی ہیں۔ اب تم لوگوں کو رات کی بات سناؤں' لاؤنج میں سب جمع تھے ٹی وی پر ڈراما آ رہا تھا ہم لوگ وہیں بیٹھی دیکھ رہی تھیں۔ تایا ابا شادی کارڈ بھجوانے پر بات کر رہے تھے' موحد لیپ ٹاپ لیے بیٹھا تھا' ایان موبائل میں مصروف تھا وہیں ڈرامے میں جیسے ہی گلابوں سے گھرا ماحول آیا جہاں لفاظی کے ساتھ جیسے ہی ہیرو نے ہیروئن کو انگوٹھی پہنائی محترمہ مچل گئیں اور باآواز بلند اظہار بھی فرما دیا کہ ہائے کیا ہو جاتا اگر جو موحد تم بھی منگنی کے وقت کوئی ایسا ہی سین کری ایٹ کر لیتے۔ تایا نے عینک کے اوپر سے گھور کر اونہہ کہا...... موحد بچارہ تایا ابا کے سامنے بغلیں جھانکنے لگا' اماں جی نے سر پکڑنے پر اکتفا کیا مگر تائی اب بھی انصاف کرو کہ زبانی کلامی کیسے کیسے پھول نہ جھڑے ہوں گے ان کے منہ سے۔'' فجر نے اتنے مزے سے وہی سب بتایا کہ جیسے ہی سب نے ان لمحات میں شجر کی درگت کا تصور کیا۔ کالج کا وہ گوشہ زعفران زار بن گیا تھا کچھ دیر تو وہ سب کو کینہ توز نظروں سے دیکھتی رہی پھر خود بھی اپنی بات اور تائی کے ہاتھوں اپنی عزت افزائی پر مسکرا دی تھی۔

رات ہی مایوں کا فنکشن بخیر و عافیت گزرا تھا۔ لڑکیوں نے خوب انجوائے کیا تھا کہ ایک تو گھر کی پہلی شادی کا جوش و خروش پھر لڑکے والوں میں بھی ساری اپنی دوستیں شامل تھیں...... بڑوں کی سب تاکیدیں بھلا کر انہوں نے اتنا ہلا گلا کیا کہ رات کے دو تو بج ہی گئے تھے پھر بارات واپس جانے کے بعد انہوں نے یشعرہ کے کمرے میں ڈیرہ جما کر اس کو چھیڑ چھیڑ کر اس کا حشر کیا تو ایک وقت یہ آیا کہ یشعرہ نے باقاعدہ دھکے دے کر ان سب کو اپنے کمرے سے نکالا تھا۔

اس کے بعد جس کو جہاں جگہ ملی پڑ کر سو گیا اور صبح ہر طرف تائی صفیہ اور چچی سدرہ چیختی پھر رہی تھیں۔ اماں جی کی وقفے وقفے سے آنے والی آواز بھی نیند میں خلل ڈال رہی تھی۔ شجر نے جھنجھلا کر تکیہ کانوں کے اوپر باری باری رکھ کر آوازوں کو خود تک آنے سے روکا۔

''بیڑہ غرق ہو اس فجر کا پتا بھی ہے کہ ذرا سی روشنی اندر آئے تو میری آنکھیں کھل جاتی ہیں پھر بھی پردے ہٹا کر دروازہ چوپٹ کھول دیا۔ اللہ پوچھے گا تم سے۔'' بڑبڑاتی ہوئی وہ سلیپر ڈھونڈ رہی تھی۔ منہ ہاتھ دھو کر جیسے ہی وہ لاؤنج میں آئی اماں جی شاید اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔

''صفیہ اگر تم پر بگڑتی ہے تو ٹھیک ہی بگڑتی ہے' سب کے ذمے کوئی نہ کوئی کام تھے' ہر کوئی اپنی اپنی ذمہ داری میں مصروف ہے ایک تم مہارانی ہو ابھی تک نیند بھرے بیٹھی ہو آنکھوں میں' گھر بھرا پڑا ہے مہمانوں سے' ان کے ناشتے پانی کی فکر کرنے کی بجائے محترمہ انتظار میں بیٹھی ہیں کہ کوئی ملازم آئے تو سامنے ناشتہ دھرے...... ارے بی بی جاؤ کچن میں دیکھو ناشتہ تو کب کا سب کر بھی چکے تم بھی کچھ کھا پی لو تو یہاں پر آؤ...... اتاولی ہو رہی تھی ناں اپنی ماں کے زیور پہننے کے لیے تو نکال کر رکھا ہے زیور دیکھ لو جو پہننا ہے' وہ بتا دو تو باقی میں سنبھال کر رکھ دوں۔'' ان کا لہجہ ہلکی سی خفگی لیے ہوئے تھا۔ شجر نے اٹھ کر ان کا گال چوما اور جئیں اماں جی کا نعرہ لگا کر بھاگ گئی۔

''یہ نہیں سدھرے گی۔'' کل ہی اس نے مایوں میں پہننے کے لیے اپنی ماں کا بھاری طلائی سیٹ مانگا تو اماں جی نے جھاڑ دیا تھا' کنواری بچیاں اتنے بھاری سیٹ شادی سے پہلے نہیں پہنتیں کچھ ماہ بعد شادی ہو جائے گی تو اپنی شادی میں سارے ارمان نکال لے ناں...... اس کا چہرہ اترا نہیں کہ اماں جی دل کو سارا فنکشن میں عجیب سی اداسی نے گھیرے رکھا۔ سو بارات میں پہننے کے لیے انہوں نے اس کی مرحومہ ماں کا سارا زیور نکال رکھا تھا اور اب بھی صفیہ اماں جی کو کافی کچھ سنا کر گئی تھیں۔ انہوں نے گھر کی ساری لڑکیوں کو کوئی نہ کوئی کام دیا تھا اور صرف شجر کی طرف سے ہی کوتاہی ہوتی تھی ان کو کل کے فنکشن میں بھی جب اس کے ذمہ انہوں نے باراتیوں کی آمد پر پھول اور ہار ساری لڑکیوں کو دینے تھے جو لڑکیوں نے بارات میں آنے والی عورتوں کو پہنانے تھے اور اوپر نچھاور کرنے تھے مگر بہت ڈھونڈنے پر بھی ہاروں اور پھولوں سے بھری ٹوکریاں جو وہ خود لاؤنج کی میز پر رکھ کر گئی تھی نہ جانے کیسے اور کہاں غائب ہو گئیں۔ پتا نہ چل سکا' آج بھی ناشتا بنانا تو ملازمہ نے تھا' کچھ بازار سے آنا تھا مگر مہمانوں کو سرو کرنے کی ڈیوٹی آیت' فجر اور اس کے ذمے تھی اور وہ ابھی تک نیند کے خمار میں جھومتی ملی تھی۔ وہ کلس کر رہ گئی تھیں۔

وہ پارسل موحد نے وصول کیا تھا جس میں شجر اور گھر کا ایڈریس واضح لکھا ہوا تھا۔ وہ ایسے تاثرات چہرے پر سجائے ہوئے اس کی تلاش میں روانہ ہوا کہ یہ لڑکی کبھی نہیں سدھر سکتی...... گھر میں جگہ جگہ لڑکیاں اور خواتین ہی نظر آ رہی تھیں۔ بڑی خواتین تو تیار ہو کر ٹولیوں میں بیٹھی خاندانی قصوں کو چھیڑے بیٹھی تھیں۔ کچھ لڑکیاں پارلر جا چکی تھیں اور تیار ہو جانے والی لڑکیاں اسی روایتی ہڑبونگ کا شکار تھیں جو ایسے موقعوں پر ہر گھر کا حصہ ہوتی ہیں۔ پہلے تو جب وہ نظر نہیں آئی تو وہ پارسل رکھنے اپنے کمرے کی طرف جانے لگا کہ فرصت میں دے دے گا مگر ٹھٹک کر رکنا پڑا کہ اس کی امی کے ساتھ اوپری منزل سے سیڑھیاں اترتی' ہاتھ میں چھوٹا سا بریف کیس لیے بالکل بدلی ہوئی شجر تھی...... وہ اتنی خوب صورت لگ رہی تھی کہ وہ مبہوت ہو کر اسے دیکھتا رہ گیا...... ہمیشہ تو اس کو اول جول سے حلیے میں ہی دیکھا تھا۔ شلوار کا رنگ اور قمیص کا اور دوپٹا پایا تو ندارد اگر کسی مرد کی موجودگی میں اماں جی ناگواری سے ہنکارا بھرتیں تو وہ کسی بھی رنگ کا دوپٹا ہاتھ لگتا' جس کا بھی لگتا اٹھا کر گلے میں ڈال لیتی اور آج تو اس کی چھب ہی نرالی تھی۔

''ایسا کیا دیکھ لیا یہاں کہ گوتم بدھ بن کے کھڑے ہو گئے بیچ راستے میں۔'' تائی صفیہ کی پاٹ دار آواز پر وہ گڑبڑا سا گیا۔

''جی امی...... وہ یہ پارسل...... شجر...... کو دینا تھا۔ اس کا کوئی گفٹ ہے شاید۔''

''ارے واہ...... دکھاؤ کس نے بھیجا ہے...... میری تو برتھ ڈے بھی گزر گئی۔''

''دیکھو ذرا اس ندیدی لڑکی کے کام...... رکھ دو ابھی بھاگا تھوڑی جا رہا ہے بارات دروازے پر آ ٹھہری ہے۔ ہزاروں کام دیکھنے والے پڑے ہیں اور یہاں محترم کو اٹھکلیاں سوجھ رہی ہیں۔'' اس کے پارسل جھپٹ کر کھولنے کی کوشش کو تائی صفیہ نے ناگواری سے دیکھا اور برملا اظہار بھی کر دیا۔

''نہیں خالہ...... دیکھ کر چیک کر لینا چاہیے کہ کس نے بھیجا ہے اور کس مقصد کے لیے بھیجا ہے؟ ہماری کہاں کوئی ایسی دوستیں ہیں جو دور رہتی ہوں اور انہیں تحفے تحائف پارسل کرنے پڑیں جو بھی قریبی ہیں وہ آ تو جاتی ہیں ہر موقع پر...... اصل میں میں وہ فون والے واقعے کے تناظر میں کہہ رہی ہوں۔'' آیت نے موقع پر پہنچ کر پوری کوشش کی کہ صفیہ بیگم کے سامنے ہی پارسل کھل جائے ورنہ جیسی شجر ویسا موحد معاملہ کہاں بگڑنا تھا۔

''فون والا واقعہ کون سا؟'' موحد نے سرسری سا پوچھا کہ اس کی نظریں اب بھی پارسل کھولتی شجر کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں' تائی صفیہ بھی چونکیں کہ واقعی فون والا واقعہ' بار بار بیلز بجنا اور بجتے ہی چلے جانا پھر ایک کے بات کرنے پر دوسری طرف شجر کا نام لینا تو ان کو اسی دن کھٹکا گیا تھا مگر ماں جی اور شیزہ نے بات کو اہمیت نہ دی تو انہوں نے بھی زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ لیڈیز کاسمیٹکس باکس تھا بے حد خوب صورت جو ریپر کھلنے پر سامنے آیا تھا۔

''واؤ...... بیوٹی فل۔'' شجر چہکی' اوپر لگی پرچی نما کارڈ نیچے گر پڑا تھا جسے موحد نے اٹھا لیا اور پڑھتے ہی ماتھے پر بل بھی پڑ گئے تھے جن کو دیکھ کر آیت کے اندر تک ٹھنڈ اتر گئی تھی۔

''یہ کیا چھپن چھپائی کھیل رہی ہو شجر جی...... کھل کے سامنے آؤ اور سب بتا دو اپنے گھر والوں کو...... مجھے بھی اجازت دو کہ میں تمہارے گھر والوں سے بات کروں کہ اب اور انتظار ممکن نہیں......

صرف تمہارا......''

موحد نے دانت بھینچ کر وہ سفید کارڈ شجر کی نظروں کے سامنے کیا جسے وہ زیر لب پڑھتی گئی اور اس کی حیرت دوچند ہوتی گئی تھی۔

''چھپن چھپائی...... تو تم سے بہتر کون جانتا ہے موحد کہ مجھے پسند ہی نہیں ہے چھپن چھپائی اور یہ کون ہے؟ اس نے کیا بتایا ہے سب کو......'' وہ بھولپن سے اس سے پوچھنے لگی اور موحد جھنجھلا گیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں)

www.naeyufaq.com

تیرا پیار ساحرانہ

قرۃ العین سکندر

ایک ہی شخص میری دعاؤں کا محور ٹھہرا
وہ میری صبح، میری شام میری کائنات ٹھہرا
دل دھڑکتا ہے تو دھڑکن میں وہی شامل ہے
وہ میری روح میں شامل، میری زندگی ٹھہرا

اس وقت سب گھر والے ذلفی کے کمرے میں جمع تھے۔ یوں بھی ذلفی اس طرح کی سرگرمیوں میں ہمیشہ پیش پیش ہی رہتا تھا۔ مووی لگائے ہوئے ڈرائی فروٹ سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ساتھ ہی نیلم اور شہرین ایک جانب بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے چہرے پر قدرے بیزاری سی چھائی ہوئی تھی۔

''مجھے تم یہ بتاؤ اس منحوس وین ڈیم کو دیکھنے کے لیے تم نے ہمیں یہاں جمع کیا ہے۔ اس طرح کی ڈشکوں ڈشکو مار دھاڑ دیکھنے سے بہتر ہے ہم اپنے کمرے میں چل کر کوئی اچھی سی کتاب پڑھ لیتے ہیں۔'' نیلم کے چہرے پر بکھری بیزاری اس وقت عروج پر تھی اور وہ کھل کر اپنی بوریت کا اظہار کر گئی تھی۔

''میری بات سنو۔ خبردار جو کسی نے وین ڈیم کو برا بھلا کہا تو ہائے میرا تو وہ بے حد فیورٹ ایکٹر ہے ہائے اس کے چکنے چکنے گال میرا تو دل جھوم اٹھتا ہے اس کے اس طرح کے کلائمکس دیکھ کر۔'' فروا نے خوب فریفتہ ہو کر اپنی رائے پیش کی۔ فروا کی اس رائے پر احمر نے سعید کو کہنی ماری۔ سعید جو من ہی من میں فروا کو چاہتا تھا اور اس کے ارد گرد چکر کاٹتے رہنا اس کا مرغوب مشغلہ اس وقت بھی اس کو دیکھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

''میں سوچ رہی ہوں کل پارلر کا چکر لگا آتے ہیں پھر تو میرب کی شادی میں جانا ہوگا اور دن بھی تو کتنے کم رہ گئے ہیں۔'' جب سب دوبارہ مووی میں مگن ہو گئے تھے نیلم نے شہرین کے کانوں میں سرگوشی کی۔

''ہاں کہتی تو تم ٹھیک ہی ہو اور پھر یہ خاندان میں پہلا فنکشن ہے جس میں پورا خاندان موجود ہوگا۔ ورنہ تو سارے ماموں چاچو نے ہی میرے بڑے ہونے کا انتظار تک نہ کیا اور سہرا باندھ کر اپنی اپنی دلہن لے آئے۔'' شہرین گھر میں چھوٹی تھی اور اس لیے اس کو اس بات کا خاصا قلق تھا کہ وہ اب تک ہونے والی ساری شادیوں میں موجود کیوں نہیں تھی اور اگر تھی بھی تو اس کو کچھ یاد کیوں نہ تھا اور اس کی بات پر سب ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتے تھے۔

''پلیز تم دوبارہ اپنا راگ الاپنا نہ شروع مت ہو جانا۔ میں نے سوچا ہے کل کالج سے ڈنڈی مارتے ہیں۔ تم بھی چھٹی کر لو اور پھر مل کر پارلر کا چکر لگاتے ہیں۔ اس طرح کا دیکھا ہے۔ گھنی کمینی کہیں کی۔ آج ہی پارلر سے ہو کر آئی ہے۔'' فروا اس وقت وین ڈیم کی مار کٹائی سے بھرپور مناظر میں کھوئی ہوئی تھی اگر وہ نیلم کے اس طرح کے بیان کو سن لیتی تو اس کا غصہ قابل غور ہوتا اور فروا کی بے تکان چلتی ہوئی زبان سے بچنا ناممکن تھا۔

''آپ کو کیسے علم ہوا کہ وہ پارلر کا چکر لگا کر آئی ہے؟'' شہرین سدا کی معصوم اور سادہ بے ریا لڑکی تھی۔ اس کی بات پر نیلم کا جی چاہا اپنا سر ہی پیٹ لے۔

''اس وقت بلیو کلر کے لباس میں اس کا چہرہ تازہ فیشل سے جگمگا رہا ہے اور مینی کیور اور پیڈی کیور اور براؤن ڈرائی ہیر اسٹائل میں وہ تمہارے سامنے موجود ہے۔ کیا تم نے اس کے سراپے پر غور نہیں کیا اور کچھ نہیں تو اس کے کالے بالوں کو براؤن ہو جانے پر بھی کچھ غور کر لیتی۔'' نیلم نے اسے جی بھر کر شرمندہ کرنا چاہا مگر وہ شہرین ہی کیا جو شرمندہ ہو جائے۔ اس نے تو شرمندہ ہونا سیکھا ہی نہیں تھا۔ اس وقت بھی آنکھیں پھاڑ کر فروا کو اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگی تھی۔ جب اچانک فروا نے چہرے پر گہری نگاہوں کا ارتکاز محسوس کر کے پلٹ کر شہرین کو دیکھا جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔

''یہ تم مجھے ایسے دیدے پھاڑ کر کیوں دیکھ رہی ہو؟ اپنی گھوری بند کرو۔'' فروا بڑی تھی اور اسے اپنے بڑے ہونے کا بھرپور زعم بھی تھا۔ اس وقت بھی شہرین کو ڈانٹنا اس نے عین فرض سمجھا۔

''فروا آپی میں تو یہ دیکھ رہی ہوں آپ اس انداز میں بالکل اپسرا دکھائی دے رہی تھیں۔'' شہرین نے جھٹ اپنی صفائی پیش کی۔

''آپی واٹ...... آپی کون؟ دو چار سال کا فرق ہے تم اب مجھے آپی کہوں گی۔ اتنی بھی چھوٹی نہیں ہو اب تم۔'' فروا نے جل کر کہا۔

اسے اپنی تعریف سے زیادہ اس بات کا قلق تھا کہ اس کو شہرین نے آپی کیوں کہا اور وہ جو سعید کے سامنے اس وقت پوز کر رہی تھی کہ اس کی خوب صورتی کے اس راز میں پارلر کا کوئی کمال نہیں تھا۔ اس وقت بھونچکی سی شہرین کی بات پر دوبارہ اسکرین پر نظریں ٹکا گئی تھیں مگر اس وقت اس کا سارا دھیان اطراف میں لگا ہوا تھا۔

''ویسے فروا آپی اگر میں آپ کا نام لوں گی تو سب

سے پہلے مجھے تائی اماں سے خوب ڈانٹ پڑے گی۔ اس کے بعد مجھے دادو ڈانٹیں گی۔" شہرین نے منہ بسور کر کہا۔
فروا نے بھی جواباً بھرپور طریقے سے غصیلی نظروں سے اسے دیکھا۔ اسی وقت مووی کا اینڈ ہوگیا تھا۔ سعد اور احمد نے اس پر دل کھول کر تالیاں بجا کر فلم کو خراج تحسین پیش کیا تھا۔
"بہت شکریہ اس وقت بلا کر ہمارا وقت ضائع کرنے کے لیے۔" نیلم نے اٹھتے ہوئے جتانا ضروری سمجھا۔
"سدا کی ناشکری لڑکی! اس وقت تم نے کیا تیاری کر لینا تھا یہ فروا بھی تو ہے۔ اس کا ٹیسٹ کتنا اچھا ہے۔ ایک تم بدذوق لڑکی۔ سارا وقت کمرے میں بند کتابیں چاٹتی رہتی ہو۔ کل دادو ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھیں، تمہاری آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے ہیں۔" احمر نے فوراً اس کو جتایا اور نیلم احمر کے لفظ حلقوں پر جی بھر کر دکھی ہوئی اور فوراً وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔

نور منزل میں سب باہم محبت اور یگانگت سے رہتے تھے۔ اس میں سارا کمال برسوں سے چلنے والی روایات اور اقدار کا تھا۔ نسل در نسل بڑھتی محبت کی چاشنی تھی۔ جو اس گھر کے مکین اپنی نسل میں منتقل کرنے میں کامیاب رہے تھے۔ دادو جان کی محبت میں سب جیتے تھے۔
گھر میں سب سے بڑے بیٹے احسن تھے جن کی اولاد سعد اور شہرین تھی۔ ساحر فوج میں بھرتی تھا اور اس کا زیادہ وقت گھر سے باہر ہی گزرتا تھا اور اب بھی اس نے عین شادی سے ہفتہ قبل بھی گھر پر آنا تھا۔ احمد کی شادی تھی اور اس کے کچھ دنوں بعد ہی میرب کی بھی شادی تھی۔ احمر کی شادی خاندان میں ہی ارم سے طے پائی تھی۔ جب کہ میرب ان کی خالہ زاد بہن تھی۔ کارڈ بٹ گئے تھے۔ شادی کی تقریب کے حوالے سے خاصے پُرجوش تھے اور ہر دوسرے دن ہی ان کا بازار کا چکر لگتا تھا۔ شادی کے دن جوں جوں قریب آرہے تھے۔ سب کا جوش دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس رات سب ہی تحائف لے کر میرب کے لیے جا رہے تھے۔ سب نے نیلم کو بھی دعوت دی تھی۔
"چلی چلو ناں اتنا مزہ آئے گا۔ یہ شاندار سا سامان جب میرب کو ملے گا تو اس کا چہرہ کھل اٹھے گا۔" میرب معاشی لحاظ سے کم تھی اور خاندانی پس منظر اعلیٰ ہونے کے باوجود اب معاشی بحران کا شکار ہوگئے تھے۔ اس معاملے میں سب اہل خانہ نے باہم مشاورت سے اس کے جہیز کا سارا سامان تیار کرنے کی ذمہ داری لی تھی۔ اب سب اس سامان کو لے کر جا رہے تھے لیکن اس سے بھی بڑی بات یہ تھی کہ آج میرب کا نکاح تھا اور یہ تقریب شادی سے چند دن پہلے ہی رکھ لی گئی تھی۔ سب کو خصوصی طور پر دعوت دی گئی تھی۔ دادو نے اپنی طبیعت خرابی اور آرام کی وجہ سے صاف واشگاف لفظوں میں جانے سے انکار کر دیا تھا۔ باقی سب بہوؤں نے جانا ضروری سمجھا تھا۔
نیلم نے ایک نیا ناول شروع کیا ہوا تھا، برا ہو کہ عین کلائمیکس پر اس کا ذہن اس ناول میں الجھ کر رہ گیا تھا۔
"نہیں شہرین تم جاؤ ناں میں نہیں جا رہی۔ مجھے نہیں جانا۔ میری طبیعت بالکل جانے کی نہیں ہو رہی۔" نیلم نے منہ بنا کر انکار کر دیا تھا۔ شہرین نے جواباً اس سے بھی برا سا منہ بنایا تھا۔
"کیسی دوست ہو۔ مجھے عین بیچ چوراہے میں ہی چھوڑ دیا اور میں وہاں تمہارے بغیر کیا کروں گی۔ رج کے بوریت میرے حصے میں آئے گی۔" یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ ان دونوں کی عمروں میں فرق ہونے کے باوجود ان دونوں کے خیالات ہم آہنگی رکھتے تھے۔ دونوں کی خوب بنتی بھی تھی اور اس مرتبہ نیلم نے شہرین کو جی بھر کر مایوس کیا تھا کہ وہ نکاح میں شریک نہیں ہوگی۔
"بوریت کیسی؟ وہ ہے ناں فروا تم اس کی کمپنی انجوائے کرنا اور پھر شادی میں تو ہمیں شامل ہونا ہی ہے۔ بس آج ذرا ذہن الجھا الجھا سا ہے۔" وہ کچھ دیر خلا میں گھورتے ہوئے پھر سے کرداروں میں الجھ گئی تھی۔
"ایک تو یہ نئے نئے ناول پڑھنے اور ان کرداروں میں جینے کا آپ کو نجانے کیسا کریز ہوگیا ہے اور رہی بات فروا

کی۔ اللہ معاف کرے۔ اس کی تو میں ہی ختم ہونے میں نہیں آتی اور پھر فروا کی تو خاندان میں ہر لڑکی سے خوب نبھتی ہے۔ مجھے کہاں گھاس ڈالے گی۔" شہرین نے برا سا منہ بنایا۔
"آہستہ بولو تمہارے بھائی نے سن لیا تو اسے خاصا رنج و ملال ہوگا۔ اس کے دل میں تو فروا نے بھی اپنا آستانہ بنا رکھا ہے۔" نیلم نے فلمی انداز میں کہا۔
"جی اس لیے تو ان کے نخرے ہمیں بھی من و عن برداشت کرنے پڑ رہے ہیں، ویسے کیا ہے چلی چلیں ناں ہمارے ساتھ۔" شہرین دوبارہ پٹڑی سے اترنے لگی مگر نیلم نے اپنے دونوں دودھیا ہاتھوں کو جوڑ کر معافی طلب کی۔ اصل مسئلہ تو اماں سے بہا کرتے ہوئے ہونا تھا۔
"کیا بات ہے نیلم لیٹی کیوں ہو؟ جلدی اٹھو اور تیاری پکڑو۔ ارے یہی تو مواقع ہوتے ہیں جب خاندان بھر میں میل ملاقات ہوتی ہے اور رشتے ناطے طے ہوتے ہیں۔ لڑکیاں سج سنور کر نکلتی ہیں ایک تم ہو ابھی تک لحاف میں منہ دیے پڑی ہو۔" اماں کی بات پر نیلم نے لحاف سے ذرا کی ذرا چہرہ نکالا اور نقاہت بھری آواز میں بولی۔
"اماں میری طبیعت ناساز ہے۔ سر درد سے پھٹ رہا ہے۔ شادی میں چلوں گی ناں۔" اریبہ بیگم نے ایک گہری نگاہ نیلم پر ڈالی اور پھر اچانک ہی مامتا بیدار ہوگئی۔
"کیا ہوا میری بچی کو؟ بتایا بھی نہیں، میں بھی کہوں کہ یہ وقت سونے کا تو نہیں ہے۔ کمرے میں لیٹی ہوئی ہے۔ نجانے کیا کرتی پھر رہی ہے۔" اب کے اریبہ بیگم نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چھونا چاہا مگر ان کے قریب آنے سے پہلے ہی نیلم نے زور سے چھینک ماری اور پھر چھینکوں کا نا ختم ہونے والا سلسلہ بھی چل نکلا۔ اریبہ بیگم اسے پریشانی سے دیکھ رہی تھیں۔
"تم ایسا کرو، یہ دوا کھا لو۔" انہوں نے جھٹ الماری سے دوا نکال کر اس کو پانی کے ساتھ دی تو نیلم نے بالکل انکار نہ کیا اور گولی تھام لی۔
"اب میری بات دھیان سے سنو۔ اماں کو میں کھانا ان کے کمرے میں دے جاؤں گی۔ اماں یوں بھی شام کو جلدی کھا لیتی ہیں۔ تمہیں بھوک ہو تو تم بھی اوون میں گرم کر کے کھا لینا اور زیادہ کام کاج کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیٹی رہنا ہم بھی جلدی آنے کی کوشش کریں گے۔" اریبہ بیگم نے اسے ناصحانہ انداز میں نصیحت کی۔
"جی...... آپ پریشان نہ ہوں میں اتنی بھی بیمار نہیں، بس اس طرح شرکت نہیں کر پاؤں گی۔ آپ آرام سے واپس آئیں، کوئی مسئلہ نہیں۔" نیلم کو تو ان کے جانے کی جلدی تھی، تاکہ جلدی سے ناول کو مکمل کر سکے۔ سو ان کے لفظ جلد واپس آنے کی کوشش پر بری طرح سے سٹپٹا کر رہ گئی تھی۔
پھر وہ سب جب تک گاڑی میں بیٹھ کر روانہ نہیں ہوگئے۔ وہ اپنے بستر ہی میں دبکی رہی اور ان کے روانہ ہوتے ہی یاہو کا نعرہ بلند کرتے ہوئے خوشی سے اٹھی اور ناول اٹھا کر باہر ٹیرس پر آگئی۔ سہانی شام، سرد ہوائیں اور تنہائی نے اس کے مزاج پر خاصا اچھا اثر ڈالا تھا۔
"ایسا کرتی ہوں، ایک کپ چائے بنا کر لاتی ہوں۔ ساتھ ڈرائی فروٹ بھی۔ ناول پڑھنے کا لطف دوبالا ہوجائے گا۔" وہ خود کلامی کرتے ہوئے سیدھا کچن میں آگئی۔ وہ چائے کی تیاری میں مگن تھی جب اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو وہ ایک دم پلٹی۔ سامنے ہی ساحر اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ کھڑا بے حد سنجیدگی اور کینہ توز نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
"یہ کیا بدتمیزی ہے...... کیا تم گھر میں اکیلی ہو؟" ساحر کا لہجہ جارحانہ تھا۔
"کیوں کیا کر دیا میں نے؟" وہ ہونق کھڑی اصل کام جس کے لیے یہاں آئی تھی بھول بھال گئی تھی۔
"پہلے میرے سوال کا جواب دو میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے؟" ساحر کا غصہ دیدنی تھا۔
"ہاں...... وہ دراصل سب لوگ میرب کے نکاح کے فنکشن میں شرکت کے لیے گئے ہیں مگر آپ کب آئے؟" اب اس کے حواس کچھ بحال ہوئے تو اس نے

سوال کیا۔

"دروازہ جو کھلا ہے اور تم یہاں آرام سے کھڑی مزے سے چائے بنا رہی ہو میرے علاوہ اگر کوئی چور گھر میں گھس آتا..... کچھ احساس بھی ہے۔" اس کا لیکچرز دوروں پر تھا اور چہرہ غصے کی تمازت سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ غصے کا بے حد تیز تھا اور اس وجہ سے اکثر سب گھر والے اس کے سامنے کچھ بولنے سے کتراتے تھے مگر نیلم بالکل بھی ساحر کے دباؤ میں آنے والی نہیں تھی۔ سو دو بدو بولی۔

"اول تو میں گھر میں اکیلی نہیں ہوں۔ دادو بھی ہیں' دوسرا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" اس نے برا سا منہ بنا کر جان چھڑانی چاہی۔

"یہ بھی خوب رہی۔ طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اس لیے یہاں کھڑی گنگنا رہی تھی۔" وہ بولا۔

"ہاں تو..... کوئی اعتراض ہے آپ کو اور کس نے کہا ہے کہ بیماری میں گنگنانا منع ہے؟" وہ بھی اب کے لڑنے کے لیے تیار تھی۔ ساحر نے ایک گہری نگاہ اس پر ڈالی۔

سرخ گھیرے دار پھول والی قمیص میں وہ اس وقت خود بھی سرخ و سفید رنگ میں ایک گلاب ہی لگ رہی تھی مگر اس وقت تو ساحر کو اس کے قصوں خیز حسن میں بھی اس کا چہرہ بے حد بھدا معلوم ہو رہا تھا۔ ساحر غصے کا تیز تھا اور اس کو یہ بالکل بھی گوارا نہیں تھا کہ کوئی یوں اس کے عین سامنے آ کر دو بدو جواب دے۔ اس لیے اس نے بھی اس لڑکی کی ڈھٹائی پر اس کو گہری نگاہ سے دیکھنے پر اکتفا کیا اور پھر اچانک ہی نیلم کے لیے بنایا گرما گرم چائے کا مگ اٹھا کر بولا۔

"یہ میں پی رہا ہوں تم اپنے لیے اور بنا لو اور ہاں مجھے بھوک لگی ہے سینڈوچ وغیرہ تیار کر دو۔" ساحر اطمینان سے کہتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر چلا گیا اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔ اس نے دوبارہ اپنے لیے چائے بنانے کا ارادہ ترک کیا مگر کیا کرتی چار و نچار اس کی کیے تو کچھ بنانا ہی تھا کیونکہ گھر بھر کا ڈالا جو تھا۔ فوج میں بھرتی ہونے کے بعد تو اس کی مصروفیت میں لگتا تھا مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ اس کے لیے سینڈوچ بنا کر باہر ہی لے آئی تھی۔ اس کا منہ اترا ہوا تھا۔

لاؤنج میں وہ ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھ رہا تھا۔ کافی کا خالی مگ اس کو منہ چڑا رہا تھا۔ اس نے چٹخنے کے انداز میں ٹرے اس کے عین سامنے میز پر رکھی اور ساحر نے اس کو دیکھا۔ وہ وہاں سے پلٹ کر تیزی سے باہر نکل گئی تو ساحر گہری سانس بھر کر رہ گیا تھا۔

وہ سب لڑکیاں شاپنگ کے لیے آئی تھیں۔ وہ اور فروا الگ چوڑیوں کے اسٹال پر کھڑے تھے۔

"یہ دیکھیں آپی یہ سبز رنگ کی' آپ کے لباس سے بالکل ہم آہنگ ہوں گی۔" شیرین نے ایک سیٹ کی طرف اشارہ کیا جو بے حد خوب صورت تھا۔

"ہے تو اچھی مگر میں سوچ رہی ہوں کہ رنگ برنگی چوڑیوں کا ایک اور سیٹ لے لیتی ہوں۔" نیلم پُرسوچ انداز میں بولی۔

چوڑیاں اس کو بے حد بھاتی تھیں اور اس کا تو چوڑیوں سے جی ہی نہیں بھرتا تھا۔ گرم و سرد موسم میں چوڑیاں اس کی کلائی میں سجتی رہتی تھیں' اس وقت بھی وہ چوڑیوں کو دیکھتی کھو سی گئی تھی۔

"اب چل بھی پڑوں ناں۔ پتا ہے بہت دیر ہو رہی ہے گھر میں اماں کی طبیعت بھی خراب ہے اور پھر سب نے کہا تھا کہ وقت پر گھر آ جانا۔" شہرین نے جلدی سے کہا۔

"تو ساری دیر تو اس فروا کی وجہ سے ہوئی ہے۔ ایک ایک دکان میں گھس گھس کر چیزیں دیکھ کر وہی پہلی والی دکان پر جا کر ہی اس نے سوٹ خریدا ہے۔ اس کا ہی سارا قصور ہے۔ میں نے تو جوتے پر کچھ وقت لگایا مگر اتنا بھی نہیں اور نہ ہی میں دکانیں گھومی تھیں۔" نیلم نے اپنی صفائی پیش کی۔ وہ پھر چوڑیاں پہننے لگی تھی۔

میرے دل کے صراب میں
تیرے خدوخال چمک اٹھے
ہجر کی شب میں تیرا کھلتا ہوا گلاب لہجہ
ودلا سہ دیتا
وقت کے ڈھلتے لمحات
ہتھیلی سے پھسلے موسم
ساحل کی گیلی ریت پر محبت کا تاج محل بنانا
چمکتی روشن صبح تک
کانسی پھولوں کی خوشبو
دیار دل میں مقید
چپ چاپ خالی آنکھوں سے اوجھل ہوتا
وہ وقت حسرت
تیرے ہر غم کو امرت بنا کر دیتے ہیں
تیری آنکھوں میں نہ تھے جو
تڑپ پردہ زمین پر گرتے ہیں
وقت کی دھول میں
آج بھی وہ لمحہ وسل دھڑکتا ہے
میری انگلیوں کی پوروں سے
دن کے رستے سے گزرتا احساس
تو میرے پاس نہ ہو کر بھی
یہیں میرے پاس ہے

وہ اتنا مگن ہو کر چوڑیاں پہن رہی تھی کہ اسے اپنے قریب ساحر کی موجودگی کا احساس تک نہ ہوا تھا۔

"باجی یہ والا سیٹ بھی دیکھیں یہ بالکل نیا سیٹ آیا ہے اور مارکیٹ میں بہت تیزی سے ختم بھی ہو رہا ہے۔" دکان دار اپنی دانست میں نیلم کی آنکھوں میں موجود ایک چمک اور دلچسپی کو دیکھ کر جھٹ اس کے پاس نت نئے ڈیزائن والے سیٹ رکھتا چلا جا رہا تھا۔

وہ بھی من پسند چوڑیوں کے نئے نئے ڈیزائن دیکھ کر ہوش کھو رہی تھی۔ حتیٰ کہ نہ تو اسے اپنے پاس شہرین کی موجودگی محسوس ہوئی اور نہ ہی فروا کی۔ ایک دم ساحر کو دیکھ کر وہ اس کی دنیا میں لوٹ آئی تو اس نے سٹپٹا کر اطراف میں دیکھا تو شہرین کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"چلو اٹھو۔ ادھر دائیں طرف کار میں جا کر بیٹھو۔" ساحر نے حکمانہ انداز میں کہا اور دکان دار دانت نکوس کر نیلم کی بوکھلاہٹ دیکھ رہا تھا۔ نیلم کو اپنی بے حد انسلٹ محسوس ہوئی تھی۔

"نجانے اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے۔" نیلم نے ایک دم ہی دل میں اسے بے حد کوسا۔

"چلو بھئی سنا نہیں تم نے۔" اب کے ساحر نے اتنا اونچا کہا کہ وہ ایک دم ہی غصے میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بھائی اپنا حساب بتا دو۔" وہ پرس کھولنے لگی تب اچانک ساحر نے اس کی کلائی تھام لی بظاہر نرمی سے مگر درپردہ اس کے ہاتھوں کی گرفت بے حد سخت تھی۔

"جا کر کار میں بیٹھو۔ مجھے اور بھی کام ہیں۔ میں تمہارا ڈرائیور نہیں ہوں سمجھیں اور میں پے منٹ کر دوں گا۔" اس وقت ساحر کا لہجہ اور انداز بے حد سنجیدہ تھے۔ وہ تابھی اور خفت سے اطراف میں دیکھ کر رہ گئی اور غصے سے تیز قدم اٹھاتی وہاں سے چل دی تھی۔

ساحر نے گہرا سانس خارج کیا تھا۔ یعنی ناراضی اور شکووں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ یہ تو طے تھا۔

ساحر دل کے معاملات میں پختہ عزم رکھے ہوئے تھا۔ اسے نیلم کی سرکشی بھاتی تھی۔ نیلم خاندان بھر میں وہ واحد لڑکی تھی جو اس کے سامنے تن کر کھڑی ہو جاتی تھی۔ ورنہ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی جو ساحر کے سامنے دو لفظ بھی بول جائے۔ خیر لڑکیاں تو لڑکیاں لڑکے بھی اس کے رعب و دبدبے میں آ جایا کرتے تھے۔ ایک تو وہ سب میں بڑا تھا۔ دوسری وجہ اس نے جب سے آرمی جوائن کی تھی۔ وہ اصولوں کا خاصا پابند ہو گیا تھا۔ اس کے رعب و دبدبے میں سب آ جاتے تھے۔ بڑے تو بڑے بھی اس کی تعریفیں کرتے نہ تھکتے تھے۔ اس کی معاملہ فہمی اور دور اندیشی کے قائل تھے۔ ساحر دل ہی دل میں نیلم کو چاہتا تھا مگر نجانے کیوں نیلم کو زچ کر کے اس کو تسکین ملتی تھی۔ وہ اس کو تنگ کر کے اس کے چہرے پر پھیلی ناراضی اور بے رخی سے جی بھر کر محظوظ ہوتا تھا اور اکثر جب وہ اس کے سامنے کھڑی ہو کر لڑنے بھڑنے پر تیار ہو جایا کرتی تھی تو وہ اس کو

خوب جی بھر کر دیکھتا تھا۔

ڈھولکی کی تھاپ پر ساری لڑکیاں گیت گا رہی تھیں۔ قہقہوں میں ملی جلی شوخ و شنگ لڑکیوں کی صدائیں، بچوں کی تالیاں اور گول گول گھوم کر اپنی دانست میں گانوں پر ڈانس کا انداز سب ہی اس ماحول کو مزید خوشگوار بنا رہے تھے۔

"نیلم بیٹا رسم شروع ہونے والی ہے، جا کر مٹھائی تو لے آؤ۔" اچانک اماں کے کہنے پر وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی اندر کی جانب بڑھی تھی کہ لائٹ چلی گئی۔ نیلم تاریکی میں اپنی دھن میں چلتی بری طرح کسی سے ٹکرائی تھی۔ سامنے والا اس قدر دراز قامت تھا کہ اس کے چوڑی چھاتی سے اس کا سر جا لگا تھا۔

"اف......" وہ کراہ کر رہ گئی۔

"دیکھ کر نہیں چل سکتے اندھے ہیں کیا؟" اچانک جنریٹر چلنے پر روشنی ہوئی اور روشنی سے مانوس ہونے پر اندازہ ہوا کہ موصوف ساحر صاحب اپنے چھ فٹ کے ساتھ اس کے سامنے کھڑے اسے بے حد ستائشی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ سفید لباس میں ملبوس اس دن والی چوڑیاں اس نے دونوں کلائیوں میں بھر بھر کر پہنی ہوئی تھیں۔ وہ اس وقت اس کے قدر قریب تھی۔ وہ سنبھل کر پیچھے ہٹ گئی تو ساحر نے انجان بنتے اس کو دیکھا۔

"میں نے آپ کو پہچانا نہیں کون ہیں آپ؟" ساحر نے چہرے پر دنیا جہان کی معصومیت سجا کر اس سے پوچھا۔

"جی میں سمجھی نہیں۔" حیرت اس کی آنکھوں میں اتر آئی تھی۔

"بھئی اس میں نا سمجھنے والی کون سی بات ہے۔ آج تو ہر طرف چڑیلیں میک اپ کر کے پریاں بنی پھر رہی ہیں۔ اس لیے سمجھ ہی نہیں آ رہا بلکہ پہچاننا مشکل ہو رہا ہے۔" اس کا لہجہ شرارت سے پر تھا مگر نیلم کو اس کا انداز سراسر اپنی توہین ہی لگا تھا۔

"لیکن آپ تو ہمیشہ کی طرح آج بھی ایک بد دماغ انسان لگ رہے ہیں۔ اکھڑ بدتمیز اور قدرے بدصورت بھی۔" نیلم نے ترنت اپنا بدلہ اتارا تو ساحر کے چہرے پر دھیمی سی مسکان آ کر ٹھہر گئی۔

"کیا واقعی میں بدصورت ہوں؟ ذرا ادھر دیکھ کر بتانا۔" ساحر کا لہجہ اور انداز آج بالکل ہی بدلے ہوئے تھے۔ والہانہ انداز اور اس کا والہانہ نگاہوں سے دیکھنا وہ خجل سی ہوگئی۔ آج سے پہلے اس نے کبھی ساحر کو اس قدر قریب سے نہیں دیکھا تھا یا شاید دیکھا بھی تھا تو اس کے نین نقش کو اس قدر جاذبیت سے محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ براؤن آنکھوں والا لڑکا دل کو دھڑکا رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں واضح پسندیدگی اور ستائش کی جھلک کو دیکھ کر وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس کے بعد مہندی کی تقریب میں نیلم نے محسوس کیا کہ ساحر کی نظریں اس کو مسلسل ڈھونڈ رہی ہیں۔

"ادھر آؤ نیلم۔" اچانک ہی اماں نے اسے بلایا تو وہ ان کے پہلو میں بیٹھی گئی۔ تب ہی اسے احساس ہوا کہ ان کے ساتھ اس وقت ایک معمر خاتون موجود ہیں جو اسے کن اکھیوں سے دیکھ رہی ہیں۔

"ماشاء اللہ بہت پیاری بچی ہے۔ کیا کرتی ہے؟" انہوں نے پوچھا تو اماں ہولے سے مسکرا دیں۔

"ابھی گریجویشن کے فائنل ایئر میں ہے۔ عنقریب ہی پیپرز اور پھر فراغت ہی فراغت۔" اماں نے اس سے پہلے ہی جواب دیا۔

"کیا نام ہے بیٹا تمہارا؟" درحقیقت وہ خاتون نیلم کے منہ سے کوئی لفظ سننے کی تمنائی تھیں اور پھر نیلم کو پاس بٹھا کر گاہے بگاہے سوال پوچھتی رہی تھیں۔ نیلم جب اٹھ کر جانے لگی تو اس کے کانوں میں ان خاتون کی آواز آئی وہ اماں سے کہہ رہی تھیں۔

"بہن بہت پیاری بچی ہے ذرا اس فنکشن سے فراغت ہو کر گھر جائیں۔ ذرا دیکھ بھال لیں۔ کل اپنے بیٹے سے بھی متعارف کروا دوں گی؟" نیلم کو یہ سب سن کر عجیب سے محسوسات نے گھیر لیا تھا۔

"کیا ہو گیا منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟" شہرین آج ٹراوزر اور نیلی کرتی جس پر سفید موتیوں سے نفاست سے کام کیا گیا تھا، میں بے حد پیاری لگ رہی تھی۔

"بس یہی سوچ رہی ہوں کہ بیٹیاں کیوں والدین کے لیے بوجھ ہوتی ہیں۔ ایک ایسا بوجھ جن کو والدین جلد از جلد کندھوں سے اتار پھینکنا چاہتے ہیں۔" نیلم کا چہرہ اترا ہوا تھا اور اس کے چہرے کی طرح اس کا لہجہ بھی تلخی لیے ہوئے تھا۔

"یہ کیا بات ہے بھلا وہ بھی آج کے دن، خوشی کا موقع ہے اور آپ نے منہ بنا لیا۔ خیر بات بتاؤ ساری کیا ہوا ہے اندر؟ ایک بات کہوں برا نہ مانیں تو والدین کبھی بھی اپنی اولاد کا برا چاہ ہی نہیں سکتے اور اگر بالفرض نادانستگی میں بھی ان سے کچھ غلط فیصلے ہو جائے تو اس میں بھی اللہ رب العزت بھلائی رکھ دیتا ہے۔ اب یہی دیکھ لیں اولاد کو والدین کبھی بھی بوجھ تصور نہیں کرتے لیکن اولاد کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں بالخصوص بیٹیوں کی تاکہ اللہ رب العزت کے دربار میں سرخرو ہو کر جائیں۔" شہرین چھوٹی ضرور تھی مگر بے حد سلجھی ہوئی طبیعت کی ملک تھی۔

اس کی باتوں پر نیلم ہولے سے مسکرا دی، اس وقت شہرین کی بات سے ہی وہ پُرسکون ہو گئی تھی کچھ دور ہی موجود ساحر نے اس کے چہرے کے ان اتار چڑھاؤ کو بغور ملاحظہ کیا اور قدرے پریشان سا بھی ہوا تھا۔ دل کے معاملات ایسے ہی ہوا کرتے ہیں جن سے دل کے معاملات جڑ جاتے ہیں پھر ان کے دل کو ہمیشہ شاد اور مطمئن رکھنے کا بھی تمنائی ہو جاتا ہے۔

"اچھا یہ بتائیں کہ معاملہ کیا ہے؟" شہرین، نیلم کو یک ٹک دیکھ رہی تھی۔ نیلم کو یہ سب بتانا قدرے مشکل لگ رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ کل کلاں کو جو بھی صورت حال ہوتی ہے وہ گو سامنے آنی ہی تھی۔

"جلدی سے میرے لیے کھیر لاؤ۔" اس نے سراسر بات کو ٹال ہی دیا تھا۔

naeyufaq.com
آنچل کی جانب سے ایک اور آنچل
ماہنامہ
حجاب
کراچی
محبت، نفرت کی آمیزش سے مزین ناقابل فراموش کہانیاں
عشق دی بازی
خاندانی رسم و رواج کس طرح لڑکیوں کو باغی کرتا ہے
ریحانہ آفتاب کے نوک قلم نکلی ایک خوب صورت تحریر
عشق نگر کے مسافر
ایک حادثے نے اسے عشق نگر کا مسافر بنا دیا
ندا حسنین کی دلکش اور مدتوں یاد رہ جانے والی کہانی
آنگن کی چڑیا
قارئین کے تعارف پر مبنی سلسلہ
عالم میں انتخاب
ہر ماہ ایک شاعر کا انتخاب
اس کے علاوہ
بزم سخن، کچن کارنر، دوست کا پیغام آئے، منتخب اشعار، غزلیں، اقتباسات اور دیگر قارئین کی دلچسپی کے مد نظر مستقل سلسلے
Info@naeyufaq.com
(021)35620771/2
0300-8264242

''کیا مطلب کھانا کون کھائے گا بھلا؟'' شہرین نے تعجب سے پوچھا۔

''کھانے کی ابھی خواہش نہیں بس کھیر کھانے کا جی چاہ رہا ہے تم لے آؤ۔'' تب ہی شہرین مسکرا کر اس کے لیے کھانا لینے چلی گئی۔ نیلم تھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اطراف میں مگن سب کو کھانا کھاتے دیکھ رہی تھی جب اچانک ساحر پلیٹ میں سارے آئٹم لا کر اس کے عین مقابل بیٹھ گیا۔ وہ ساحر کو اس وقت یہاں دیکھ کر کچھ بول ہی نہ پائی تھی۔

''اب ٹکر ٹکر کیا دیکھ رہی ہو کھانا کھاؤ؟'' اس نے پلیٹ نیلم کے سامنے کی تو نیلم نے ایک نظر ساحر کو اور ایک نظر پلیٹ پر ڈالی۔ ساحر کی آنکھوں میں بے ساختہ امڈتی محبت کو دیکھ کر وہ ساکن رہ گئی تھی۔ وہ شعلہ بیانی سے کام لینے والی اس کے سامنے دو بدو کھڑے ہوجانے والی آج نجانے کیوں چپ چاپ اس کو دیکھ کر حیرت زدہ سی رہ گئی تھی۔

''نیلم ایک بات کہوں؟'' نیلم نے ذرا کی ذرا پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

''اتنے برسوں سے تمہیں ستا رہا ہوں اور پھر یہی خوب صورت یادیں لے کر واپس لوٹ جاتا ہوں۔ ان ہی یادوں کے سہارے میں کئی ماہ بتا دیتا ہوں۔ تم ہر پل' ہر موسم میں' ہر سانس کے ساتھ مجھے محسوس ہوتی ہو۔ جانتی ہو نیلم موسم کی اصل خوب صورتی کا احساس اس شخص کو ہی ہوسکتا ہے جو اپنوں سے دور رہا ہو اور اس بے وصل کے نشاط لمحوں میں تمہارا ساتھ میرے لیے انمول ہے۔'' ساحر کی طرف سے یہ سب سن کر وہ بالکل ہی ساکن رہ گئی تھی۔ یہ وہ شخص تھا جو ہر وقت اس کے لیے اس کی اپنی نگاہ میں مشکلات کا سبب بنتا تھا مگر آج اس کے اتنے خوب صورت اعتراف نے اس کے اندر ہلچل سی مچادی تھی۔ وہ سانس روکے اس کو سن رہی تھی۔

''تم کچھ نہیں کہوگی؟'' اس نے ساحر کی طرف ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر دیکھا تو ساحر وہی تھا مگر انداز بدل گیا تھا۔ اس کی نگاہوں میں لو دیتی محبت کی شمع اس کے وجود کو بھی گرما رہی تھی مگر اس کے لب و لہجہ میں درشتی کی جگہ اس قدر لمس اور اس قدر اپنائیت گھلی ہوئی تھی کہ وہ یک ٹک اس کے چہرے کی طرف دیکھتی رہی تھی۔

''میں کیا کہوں؟ مجھے تو یہ سب سن کر ابھی تک یقین ہی نہیں آرہا...... کیا یہ بھی کوئی نئی ترکیب ہے مجھے تنگ کرنے کی؟'' آخری جملہ اس کے اپنے انداز کی ہی نفی کر رہا تھا۔ اس کے جملے کی ادائیگی میں ایک عجیب سا تاثر تھا پھر ساحر اس کے لفظوں کے جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ شہرین کے آتے ہی اس کی بات اس کے دل میں ہی رہ گئی تھی سو وہ چپ چاپ وہاں سے اٹھ گیا مگر اس کے جاتے ہی گھبرائی اور اندر سے ساحر کے سچے جذبوں سے ہراساں نیلم نے سکھ کا سانس لیا تھا۔

''کیا ہوا...... مجھے دیکھتے ہی کہاں چلے گئے بھائی اور کیا کہہ رہے تھے؟'' شہرین نے تعجب سے پوچھا۔

''وہ میرے لیے کھانا لے کر آئے ہیں کہ میں بھوکی نہ رہ جاؤں کہیں۔'' اس کی بات میں سچائی مگر کچھ الجھا الجھا سا انداز تھا۔ پانی کا گلاس لیتے ہوئے شہرین کو چونکا گیا تھا۔

''کیا کہا......! تمہارے لیے کھانا خود لے کر آئے؟ اللہ اللہ۔'' شہرین نے حیرت سے نیلم اور پھر اس کے سامنے پلیٹ کو دیکھا۔

''ثبوت تمہارے سامنے ہے۔ خیر ہوسکتا ہے اماں نے کہا ہو۔'' اس نے اب کے بہانہ تراشا۔

خیر اس وقت تو بات آئی گئی ہوگئی تھی اور اس نے اور شہرین نے بھی اسے معمول کی ایک بات سمجھ کر ٹال دیا تھا مگر اس دن کے بعد اس کا جب بھی ساحر سے سامنا ہوا تھا۔ اس کے لب و لہجے میں اپنائیت اور نگاہوں میں محبت کے دیپ جلتے دیکھے تھے۔ بارات کے فنکشن میں اس نے ساحر کو اپنے ارد گرد منڈلاتے دیکھا تھا۔ وہ محسوس کر رہی تھی کہ ساحر غیر محسوس طریقے سے اس کی تصاویر لے رہا ہے۔ اس نے ایک دو بار پلٹ کر اس کو دیکھا بھی مگر ساحر نے کیمرہ دوسری طرف گھما دیا تھا پھر جب دودھ

پلائی کی رسم ہوئی تو وہ اور شہرین میرب کی بہن کزن ہونے کے ناطے خوب اٹھلکیاں کر رہی تھیں۔

''دولہا بھائی یاد رکھیں کہ یہ دن دوبارہ نہیں آنے والا زندگی میں۔'' شہرین نے اپنی دانست میں بی اماں کا رول ادا کرتے ہوئے کہا تو سب ہنس دیئے۔ ایک دھیمی سی مسکان دولہے اور دلہن کے چہرے پر بھی آویزاں ہوگئی تھی۔ دولہے کے عین ساتھ بیٹھے خوبرو شخص نے شہرین کی بجائے نیلم کی طرف دیکھتے اس کی نگاہوں میں براہ راست جھانکا۔

''آپ جیسی حسین لڑکی ہوں تو دل کرتا ہے یہ دن بار بار آئے...... کیوں بھائی؟'' بظاہر تو ایک مذاق ہی تھا مگر چپ کھڑی نیلم کو عجیب لگا اور وہیں موجود ساحر کو یہ منظر اپنے اندر جھلسا گیا تھا۔ اس نے تیز نگاہوں سے اس لڑکے کو دیکھا جو یہاں ساحر کی موجودگی سے یکسر بے خبر صرف نیلم کے فسوں خیز حسن میں کھویا ہوا تھا۔ اس کی نگاہوں میں نیلم کا حسین چہرہ جیسے ٹھہر سا گیا تھا۔ ساحر تلملایا اور موقع ایسا تھا کہ اس کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے بعد ساحر نے جب نیلم کو ایک طرف کونے میں کرسی پر بیٹھے اپنے موبائل سے چھیڑ چھاڑ کرتے دیکھا تو سوچا اس کے نزدیک جا کر اس سے بات کرتا ہے۔ تب ہی اس سے قبل وہی نوجوان جا کر نیلم سے مخاطب ہوا تھا۔

''کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟'' اس شخص کا انداز قدرے مہذبانہ تھا۔ نیلم سر اثبات میں ہلا گئی۔ دوسرا اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ اس شخص کا تعلق لڑکے والوں سے ہے اور پھر لڑکے والوں کا تو خاصا لحاظ اور مان رکھا جاتا ہے۔

''کیا میں آپ کا نام پوچھ سکتا ہوں؟'' اس شخص نے پوچھا۔ اس سے قبل کہ نیلم جواب دیتی ساحر آ کر نیلم سے مخاطب ہوا۔

''ادھر آؤ...... مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔'' نیلم نے ایک نظر اس اجنبی اور پھر ساحر کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی کو دیکھا' عجیب کشمکش میں اس نے اٹھ کر اپنا پرس تھاما اور اس سے معذرت کرنے کے لیے ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ ساحر نے باقاعدہ اس کی کلائی تھام لی تھی نیلم کو اس کا یہ انداز بالکل بھی پسند نہیں آیا مگر چپ چاپ اس کے ساتھ ہال کے دوسری طرف آ گئی تھی۔ جہاں گہما گہمی کم تھی۔

''یہ کیا طریقہ ہے؟'' اس نے دوٹوک انداز میں پوچھا۔

''میرا خیال ہے کہ تمہیں اس شخص کو دوٹوک انداز میں جواب دے دینا چاہیے تھا تاکہ دوبارہ اس کی ہمت ہی نہ ہو فری ہو کر بات کرنے کی۔'' اس مرتبہ ساحر کا انداز بے حد سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔ جیسے اپنے آپ پر بہت مشکل سے ضبط کر کے کھڑا ہو۔

''آپ کی زرخرید ہوں...... کون ہوں میں آپ کی؟ آپ کس طرح مجھے ہاتھ سے پکڑ کر وہاں سے اٹھا کر لے آئے ہیں۔ مجھے آپ کی تنگ نظری پر حیرت ہے۔ اس شخص نے ایسی کوئی معیوب حرکت نہیں کی اگر کی ہوتی تو آپ سے بہت پہلے میں خود ہی اس شخص کو یا اس جیسے کسی بھی دوسرے شخص کو جواب دینا جانتی ہوں؟'' نیلم بے تکان بولتی رہی اس کا انداز ہی ایسا تھا۔

ساحر اس کے لفظوں سے دھواں دھواں چہرہ لیے ہوئے اس کے سامنے کھڑا تھا اور پھر چپ چاپ شادی ہال سے واپس لوٹ گیا تھا۔ نیلم کو ملال نے گھیر لیا تھا۔ کسی گہرے خسارے کا دکھ اس کی روح میں اتر رہا تھا۔ وہ باقی فنکشن میں چپ چاپ ہی رہی تھی۔

اس کے بعد آنے والے دنوں میں اس کا سامنا ساحر سے ہوتا وہ کترا کر نکل جاتا اور یہ بات نیلم نے اچھی طرح محسوس کرلی تھی اور اس کا سامنا ہونے سے کترا رہا ہے پھر ایک روز اس کو معلوم ہوا کہ ساحر اپنے کیمپ میں واپس چلا گیا ہے ایک عجیب سی افسردگی نے اس کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اسی طرح اداسی بھرے دنوں میں اچانک ہی ایک شام وہی معمہ خاتون ایک نوجوان لڑکی کے ساتھ ان کے گھر آ کر اماں سے اس کا رشتہ طلب

کررہی تھیں۔ جب اسے ڈرائنگ روم میں بلایا گیا تو وہ بہت ہی عجیب اور متضاد خیالات میں گھری ہوئی نظر آرہی تھی۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ مضمحل وجود اور آزودگی اس کے چہرے پر رقم تھی۔

"جی بہن میری طرف سے تو رشتہ بالکل پکا ہے؟ ہم نے تو شادی کے دنوں میں ہی اس بچی کو پسند کرلیا تھا پھر جب میں نے اپنے بیٹے سے بھی پوچھا تو ہمارے لیے خوشی کا اس سے بڑھ کر کوئی مقام نہ تھا کہ اس نے بھی جواباً کہا کہ اس نے تو پہلے ہی اس لڑکی کو اپنے لیے پسند کرلیا تھا۔" معمر خاتون اس کے ساتھ بیٹھی کتنے مزے سے اپنی اور اپنے بیٹے کی سوچ سے آگاہ کررہی تھیں۔ اس کو حیرت اور افسوس نے ایک ساتھ گھیر لیا تھا۔

"میں نے نوٹ کیا ہے کہ آپ کی بیٹی بہت کم گو ہے۔ اس دن بھی بہت چپ چپ سی تھی۔" معمر خاتون نے کچھ سوچ کر اپنی نگاہیں نیلم کے چہرے پر ٹکاتے ہوئے سوال کیا۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے بس ذرا پڑھائی میں مصروف ہے اس کے فائنل ایگزام ہورہے ہیں ناں؟" اماں نے اس کی وکالت کی۔

"بس پھر ایسا کرتے ہیں کہ اس جمعہ کو ہی نکاح کی سادہ سی تقریب رکھ دیتے ہیں اور پھر رخصتی کے لیے اگلے ماہ کا پہلا ہفتہ مناسب رہے گا۔" وہ خاتون اپنے سارے فیصلے صادر کرتی چلی جارہی تھی اور اس نے پلٹ کر اماں کو بے یقینی سے دیکھا مگر اماں کے چہرے پر گہرا سکون اور خوشی اس کی زبان گنگ کرگئی تھی۔

"اماں میں کچن سے آتی ہوں۔" وہ بہانہ بنا کر اٹھ کر وہاں سے چلی گئی۔

اس کے بعد گھر میں پراسراری خاموشی چھا گئی تھی۔ اس کے کانوں تک یہ بات پہنچ گئی تھی کہ سب سے باہمی مشاورت کے لیے بیٹھک بٹھائی جارہی ہے۔ اس کے مستقبل کے حوالے سے اتنا بڑا فیصلہ اور اس کو خود ہی اس سب سے الگ رکھا جارہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ کم از کم اسے مزید تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی جائے۔ اسے کسی بوجھ کی مانند ایک دم سے اتار دینے کی بات نہ کی جائے۔ ابھی تو اس نے امتحانوں کی تھکن اتارنی تھی۔ اس کی الجھن تو قابل دید تھی۔ شہرین نے اس کے کمرے میں قدم رکھا تو وہ اپنے سامنے کتاب کھولے خلا میں گھور رہی تھی۔

"کیا بات ہے، یہ کون سا طریقہ ہے کسی بھی مضمون کو ذہن نشین کرنے کا؟" شہرین کا انداز سراسر مسخرہ پن لیے ہوئے تھا۔ "لگتا ہے اپنے ہونے والے دولہا کے خیالات کی اتھاہ گہرائیوں میں کھوئی ہو۔" شہرین نے مزید کہا تو اس بار نیلم نے اسے گھور کر دیکھنے پر ہی اکتفا کیا۔

"کیا بات ہے تمہیں کچھ خبر ہی نہیں وہاں گول میز کانفرنس تمہارے اعزاز میں منعقد کی گئی ہے اور سب باہمی مشاورت سے یہ طے کرنے میں مصروف ہیں کہ آیا اس رشتے کے لیے ہاں کردیں کے نا۔" شہرین نے حظ اٹھاتے ہوئے اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔

"لیکن یہ ایک سوال جو بالکل سامنے کا ہے صرف مجھ سے ہی پوچھ لیا جاتا تو اچھا تھا۔" نیلم کا انداز تلخی لیے ہوئے تھا۔ اس وقت اماں نجانے کہاں سے کمرے میں آ گئی تھیں۔

"کیا بات ہے نیلم، کیا گھر کے بڑے اب تم سے پوچھ کر فیصلے کریں گے؟ ان کو جو مناسب لگے گا وہ کریں گے۔ اس گھر کا رواج ہے اور برسوں کا قاعدہ بھی۔" اماں کا انداز نجانے کیوں اتنا سخت تھا۔ وہ چپ کرگئی۔ اس نے لبوں پر قفل لگا لیے تھے اور گھر کی پراسرار خاموشی میں ایک دن دوبارہ ارتعاش پیدا ہوا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ گھر والے سب خرم کے گھر گئے ہیں۔ نیلم اداس سی چپ چاپ آ کر سیڑھیوں میں بیٹھ گئی تھی۔

"تم نے ایک ایسے شخص کو خفا کردیا ہے جس کی محبت سب سے الگ سب سے خاص ہے۔ اس کا مقام تمہارے دل میں سب سے الگ ہے؟" آنسو ڈھلک کر اس کے گال بھگو گئے تھے۔

بعض لوگ اس قدر قیمتی ہوتے ہیں کہ ہم انہیں اپنے دل کی مسند میں سب سے اونچے مقام پر انہیں متمکن کرتے ہیں اور اس طرح ساحر بھی اس کے دل میں کب سے اونچے مقام پر براجمان ہوگیا تھا وہ سمجھ ہی تو نہیں پائی تھی۔ وہ راجہ اندر بنا بیٹھا اس کے دل کا مکین بن گیا تھا اور اس کے مقابل میں خوب صورت سے خوب صورت شخص بھی آجاتا اس کے لیے قابل قبول نہیں تھا۔ دل کے ناطے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ زیست کی اصل خوب صورتی تو دونوں کے باہمی میل میں پنہاں ہوتی ہے اور اب جبکہ وہ بھی ساحر کے راستے پر اس کے ہم قدم چلنے کی تمنائی تھی تو ساحر ہی اس سے خفا نجانے ایک ماہ سے کہاں گم تھا۔ اس کے دل نے بے پناہ شدتوں سے ساحر کو پکارا تھا۔

"لوٹ آؤ۔" اچانک سارے گھر کی لائٹیں جلنا شروع ہوگئیں۔ وہ اپنے گال پر آنے والے آنسوؤں کو صاف کرنے لگی تاکہ کسی کو اس کی افسردگی کا علم نہ ہو مگر شاید دیر ہوگئی تھی۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کے عین سر پر پہنچ گیا تھا۔ اس کا چہرہ سنجیدہ تھا بلکہ اس کے چہرے پر کچھ اور ہی رنگ دیکھ کر وہ بری طرح سے چونک گئی تھی۔

"یہاں بیٹھ کر آنسو بہانے سے بہتر ہے کہ اللہ سے کسی کا ہاتھ ہی مانگ لیا جائے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی مگر وہ تو اس کا راستہ روکے کھڑا تھا اور اس کے تو سارے راستے جاتے ہی اس کی طرف تھے۔

"کس کا ساتھ؟" وہ ناسمجھی سے بولی۔

"وہی جس کے لیے یہاں بیٹھ کر رویا جارہا ہے۔ میرا خیال ہے اب تک تو مبارک سلامت بھی ہوگئی ہوگی؟" اس نے ایک زخمی نگاہ ساحر پر ڈالی تو گویا وہ اس کے حالات سے ہرگز بھی بے خبر نہیں تھا اور اب اس کی ذات کو بکھرتے دیکھنے کے لیے آ گیا تھا۔ وہ اس ہی نتیجہ تک پہنچ پائی تھی۔

"شہرین کچن میں ہے شاید اسے میری مدد کی ضرورت ہوگی؟" اس نے دامن چھڑا کر جانا چاہا۔

"شہرین گھر پر نہیں ہے۔ اس نے تو مجھے مطلع کیا تھا کہ گھر جائیں جلدی سے وہ ایک لڑکی جو اپنی ذات کو تو مار سکتی ہے مگر لب نہیں کھول سکتی اس کے پاس جائیں۔" نیلم نے بے یقینی سے ساحر کو دیکھا تو ساحر کے چہرے پر محبت کی کرنیں پھیلی ہوئی تھیں۔

"میں یہاں کسی کے لیے نہیں رو رہی۔ بس ویسے ہی بیٹھی تھی۔" اس نے صاف انکار کیا۔

"ٹھیک ہے تو پھر میں تمہارے والدین سے کہہ دیتا ہوں کہ جو لوگ تمہاری جگہ خرم سے شہرین کا رشتہ طے کرنے گئے ہیں تو تمہاری ہی شادی طے کردیں خرم سے۔" اس بار چونکنے کی باری خود اس کی تھی۔

"کیا کہا آپ نے......؟" حیرت اور خوشی کے ملے جلے امتزاج سے اس کا چہرہ گلنار ہوگیا تھا۔

"جی مزید یہ کہ ان لوگوں کو اعتراض بھی نہیں ہے۔ وہ تو اس گھرانے اور رکھ رکھاؤ سے متاثر ہوئے تھے اور تم نہیں تو شہرین ہی سہی۔" کتنا بڑا بوجھ تھا جو اس کے دل سے اتر گیا تھا۔ وہ بالکل پُرسکون ہوگئی تھی اس کی آنکھیں خوشی سے چھلک رہی تھیں۔ وہ چاہ کر بھی ان آنسوؤں کو روک نہیں پارہی تھی۔

"احمق لڑکی...... دکھ میں بھی روتی ہو اور خوشی میں بھی...... شادی کے بعد مجھے کیسے علم ہوگا کہ یہ آنسو دکھ کے ہیں یا خوشی کے؟" ساحر نے والہانہ انداز میں کہا۔

"کیا شادی کے بعد بھی رلانے کا ارادہ ہے؟" بے ساختہ ہی نیلم کے منہ سے نکلا اور پھر وہ بری طرح سے جھینپ گئی۔ اس کے جانے کے بعد بھی ساحر کا بلند و بانگ قہقہہ اس کا تعاقب کرتا رہا تھا۔

www.naeyufaq.com

biazdill@naeyufaq.com

بیاضِ دل

میمونہ رومان

مہر کنول.....گھوٹکی

تھک گیا میں کرتے کرتے یاد تجھ کو
اب تجھے میں یاد آنا چاہتا ہوں

تسنیم حسین.....کراچی

چل نکلے تو مڑ کے دیکھنا کیا
یہ لہر ڈبوئے یا ترائے

آئے نہ پلٹ کے پھر مسافر
راہ دیکھتی رہ گئی سرائے

امیر نور شیخ.....میانوالی

اب تو تمام عمر اذیت میں ہے جینا
اک بھول کی ایسی سزا دے گیا مجھے

کوثر اکبر ملک.....سرگودھا

کہیں الفاظ خالی ہوگئے ہیں
کہیں لہجوں میں ویرانی بہت ہے

راحت جبین اختر.....لاہور

یہ خاموشی جواب کہ گفتگو کے بیچ ٹھہری ہے
یہی اک بات ساری گفتگو میں سب سے گہری ہے

نازیہ ندیم.....ملتان

اگر دل ہار بیٹھے ہو میرے ہمدم محبت میں
فنا کیسی، بقا کیسی، سزا کیسی، جزا کیسی

دانیہ آفرین.....گجرات

ہم نے دیکھا تھا فقط شوق نظر کی خاطر
یہ نہ سوچا تھا کہ دل میں اتر جاؤ گے

سدرہ سرفراز.....سمندری

کرم کی بھیک نہ دے اپنا تخت بخت سنبھال
ضرورتوں کا خدا تو ہُو فقیر ہم بھی نہیں

ہماری ڈوبتی ہوئی نبضوں سے زندگی نہ مانگ
سخی تو ہیں مگر اتنے امیر ہم بھی نہیں

ہالہ سلیم.....کراچی

منحصر اہل ستم پر ہی نہیں محسن
لوگ اپنوں کی عنایت سے مر جاتے ہیں

نادیہ بتول.....ڈونگہ بونگہ

دسمبر کی خنک راتوں میں تنہائی
تیری نیندیں اڑائے گی قسم لے لو

سمجھ داری کا دعویٰ کرنے والوں کو
یہ دنیا بیچ کھائے گی قسم لے لو

شبنم حنیف.....جڑانوالہ

سب سے مشکل ہے اذیت پہ گوارا کرنا
دل سے اترے ہوئے لوگوں میں گزارا کرنا

ماروی سرمد.....کراچی

بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے

آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے

مریم اورنگزیب.....چیچہ وطنی

اس قدر دنیا کے دکھ اے خوب صورت زندگی
جس طرح تتلی کوئی مکڑی کے جالوں میں رہے

ہاجرہ عبدالحنان.....مالاکنڈ

سوچ کے فاصلے در آئیں تو پھر چاہت بھی
پاس لے آنے میں ہوجاتی ہے ناکام بہت

آمنہ ظفر.....آزاد کشمیر

آپ تانے کھڑے ہیں بندوقیں
ہم دلیلوں سے مرنے والے ہیں

ریحانہ ام کلثوم.....رحیم یار خان

اب اپنا اختیار ہے چاہے جہاں چلیں
راہبر سے اپنی راہ جدا کر چکے ہم

فائزہ پھٹی.....چوکی

سلیقہ عشق میں میرا کمال کا تھا
کہ اختیار بھی دل پر عجب مثال کا تھا

محبتوں میں، میں قائل تھی لب نہ کھلنے کی
جواب ورنہ میرے پاس ہر سوال کا تھا

پروین افضل شاہین.....بہاولنگر

جہاں میں عام نہ ہوئی کبھی حکومت عشق
سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں

ارم کمال.....فیصل آباد

اے کہ دوستی کے رشتے کو
دشمنی کا پیوند لگانے والے

مکافاتِ عمل کا انتظار کر
دھوکے کو اپنے معنی پہنانے والے

کہکشاں امجد.....کراچی

کہانی ختم ہوئی اور ایسے ختم ہوئی
کہ لوگ رونے لگے تالیاں بجاتے ہوئے

شہناز وزائچ.....بہاولنگر

مرنے والے کو بھلا کون سہارا دیتا
شام کا وقت تھا ہر شخص کو گھر جانا تھا

رفعت ناہید.....ٹنڈو الہ یار

مشکل کہاں تھے ترک تعلق کے مرحلے
اے دل سوال مگر تیری زندگی کا تھا

نجمہ فردوس.....حیدرآباد

اگر گاتا تھا تو سو ہاتھ لپکتے تھے مجھے
گر گیا ہوں تو اٹھانے بھی نہیں آیا کوئی

سونیا اداس.....نامعلوم

دل فقیری پہ اتر آئے تو
جھک پڑتا ہے بادشاہوں سے

اقرا جٹ.....منچن آباد

کٹ گیا درخت، مگر تعلق کی بات تھی
بیٹھے رہے زمین پر پرندے تمام رات

ارم صابرہ.....تلہ گنگ

یہاں ہر ایک سے ہجر و وصال کرتے ہو
یہاں اپنا شہر میں جینا محال کرتے ہو

یہ آشنائی اسے یاد ہی نہ ہو شاید
وہ جس کے نام سب ہی ماہ و سال کرتے ہو

نجم انجم.....کراچی

یوں ہی نمٹا دیا ہے جس کو تو نے
وہ قصہ ایسا مختصر نہیں تھا

عائشہ خان.....ڈسکہ

کیا دن مخصوص کرتے ہو محبت کا ایش
محبت کرنے والوں کا ہر دن ویلنٹائن ہوتا ہے

فاریہ.....چوالیس جنوبی

دل پیالہ نہیں گدائی کا
عاشقی در بہ در نہیں ہوتی

رابعہ شاہین.....ننکانہ صاحب

مقصد حاصل کر کے بھی ہم بے مقصد رہے
پاس ہو کے بھی اتنی دوریاں ہیں

بنت شوکت.....جڑانوالا

کرچیاں چبھتی ہیں آج بھی آنکھوں میں ان کی
وہ خواب جو کبھی تیرے سنگ دیکھے تھے

میمونہ خان شیروانی.....کبیر والہ

کیا مکتب عشق میں یہی سکھایا جاتا ہے
ہونٹوں پہ لا کے تبسم جگر پہ تیر چلایا جاتا ہے

ظلم و ستم سے جتنے بھی آنسو نکلے ہو جائیں
کر کے قتل پھر انہیں اشکوں سے نہلایا جاتا ہے

ارم چودھری.....جڑانوالہ

جانے کیوں اتنے مہربان ہوئے بیٹھے ہیں
دل کے ہمارے حکمران ہوئے بیٹھے ہیں

حالِ دل سے میرے جو انجان تھے کبھی
آج یہ کیسے راز دان ہوئے بیٹھے ہیں

فریدہ فری.....لاہور

میں تیرے آنے کی خوشیاں مناؤں
کہ تیرے جانے کا غم سہوں؟

www.naeyufaq.com

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

فنگر فش

اجزاء:۔

مچھلی	آدھا کلو
(بغیر کانٹے کی چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ لیں)	
پیپری کا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
کٹی کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
سویا ساس	ایک کھانے کا چمچ
انڈا	ایک عدد
بریڈ کرمز	حسب ضرورت
کارن فلور	ایک کھانے کا چمچ
تیل	حسب ضرورت
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:۔
مچھلی کے ٹکڑوں میں انڈے، تیل اور بریڈ کرمز کے علاوہ تمام مسالے اچھی طرح مکس کرلیں پھر مچھلی کے ٹکڑوں کو انڈے میں ڈیپ کرکے بریڈ کرمز میں رول کریں اور ڈیپ فرائی کرلیں۔

شازیہ جمیل......گوٹھکی

شملہ مرچ بریانی

اجزاء:۔

مٹن	ایک کلو
چاول (باسمتی)	ایک کلو
لہسن کے جوے	چھ عدد
ثابت دھنیا	ایک چائے کا چمچ
سونف	ایک چائے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
کالا زیرہ	ایک چائے کا چمچ
پیاز (کٹی ہوئی)	تین عدد
ٹماٹر (کٹے ہوئے)	چار عدد
شملہ مرچ (لمبائی میں کٹی ہوئی)	آدھا کلو
آلو (لمبائی میں کٹے ہوئے)	آدھا کلو
ہری مرچ (لمبائی میں کٹی ہوئی)	دو عدد
دہی	ایک کھانے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
سرکہ	ایک کھانے کا چمچ
زردہ کا رنگ	چوتھائی چائے کا چمچ
لہسن ادرک کا پیسٹ	ایک کھانے کا چمچ
تیل	ایک پیالی

ترکیب:۔
سب سے پہلے چاولوں کو پانی میں دھو کر بھگو دیں اس کے بعد گوشت میں ثابت لہسن، ثابت دھنیا، سونف، کالا اور سفید زیرہ اور نمک ڈال دیں۔ پانچ پیالی پانی ڈال کر گوشت گلنے تک پکائیں۔ گوشت گل جائے تو پانی سے گوشت الگ کرلیں اور یخنی چھان لیں۔ ایک دیگچی میں تیل گرم کرکے پیاز کو براؤن کریں۔ لہسن ادرک پیسٹ ڈال دیں۔ شملہ مرچ ڈال کر دو منٹ تک فرائی کریں۔ اس کے بعد آلو اور ٹماٹر ڈال دیں۔ ساتھ ہی دہی لال مرچ ڈال کر دو منٹ تک بھونیں۔ گوشت ڈال کر بھونیں۔ ساتھ ہی ہری مرچیں بھی ڈال دیں۔ اب چاول نتھار کر بعد چاول ڈال دیں۔ یخنی کا پانی ڈال کر تیز آنچ پر پکائیں جب پانی خشک ہوجائے تو زردہ کا رنگ تھوڑے سے پانی میں گھول کر ڈال دیں۔ سرکہ ڈال کر پندرہ منٹ کے لیے دم پر رکھ دیں۔ سلاد اور رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

مہوش آرائیں......گجرات

تھائی فرائیڈ رائس ود فنگر فش

ضروری اشیاء چاولوں کے لیے:۔

چاول (ابال لیں)	آدھا کلو
مرغی کا گوشت (بون لیس)	250 گرام
لہسن پیسٹ	ایک چائے کا چمچ
پیاز (سلائس کاٹ لیں)	دو عدد
نمک	حسب ذائقہ
چائنیز نمک	ایک چائے کا چمچ
سیاہ مرچ پاؤڈر	ایک چائے کا چمچ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ

ضروری اشیاء فنگر فش کے لیے:۔

مچھلی	آدھا کلو
(صاف کرکے دھو کر خشک کرلیں)	
نمک	حسب ذائقہ
لال مرچ (کٹی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
زیرہ، ثابت دھنیا (بھون کر کوٹ لیں)	آدھا آدھا چائے کا چمچ
ہلدی پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
اجوائن (کوٹ لیں)	ایک چائے کا چمچ
لیموں (رس نکال لیں)	دو عدد
سویا سوس	دو کھانے کے چمچ
گرم مسالا پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
سیاہ مرچ پاؤڈر	آدھا چائے کا چمچ
کارن فلور	پانچ کھانے کے چمچ
ہری پیاز (کاٹ لیں)	پانچ عدد
انڈے (پھینٹ لیں)	دو عدد
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔
مرغی کے گوشت کو لمبائی میں کاٹ لیں۔ تیل گرم کریں اور اس میں گوشت ڈال کر فرائی کرلیں اور نکال کر پلیٹ میں رکھ لیں۔ باقی تیل گرم کرکے اس میں پیاز فرائی کریں اور آدھی پیاز نکال لیں۔ باقی بچی ہوئی پیاز میں لہسن پیسٹ ڈال کر ہلکا سا بھونیں اس میں چاول ڈال دیں۔ چائنیز نمک، سیاہ مرچ پاؤڈر، نمک، لال مرچ، ہری پیاز ڈال کر چمچ چلائیں۔ انڈوں میں نمک سیاہ مرچ پاؤڈر ڈال کر پھینٹیں۔ فرائنگ پین میں تیل ڈال کر فرائی کرلیں اور ٹکڑے کرلیں۔ فرائی کیے ہوئے چاولوں میں تیار کیا ہوا آملیٹ اور فرائی کیا ہوا گوشت ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں اور ایک باؤل میں نکال لیں۔ مچھلی لمبائی میں آدھا انچ چوڑے ٹکڑے کاٹ لیں۔ نمک، لال مرچ، کٹا ہوا زیرہ اور ثابت دھنیا، ہلدی پاؤڈر، اجوائن، لیموں کا رس، سویا سوس، گرم مسالا، لال پاؤڈر اور سیاہ مرچ پاؤڈر مکس کرکے مچھلی پر لگادیں۔ آدھا گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ تیل گرم کریں اور مچھلی کے ہر ٹکڑے پر کارن فلور لگا کر انڈے میں ڈپ کرکے فرائی کرلیں اور ٹشو پیپر پر رکھ کر چکنائی جذب کرلیں۔ فنگر فش تیار ہے۔ سرونگ ڈش میں تیار تھائی فرائیڈ رائس نکال کر اس پر تیار کی ہوئی فنگر فش رکھیں مزے دار تھائی فرائیڈ رائس ود فنگر فش کو سلاد اور چلی گارلک سوس کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

نادیہ میمن......کراچی

ٹماٹو پلاؤ

سیلا چاول	۶۰۰ گرام
انڈے	چار عدد
مکھن	۳۔۴ عدد
ہینگ	ایک دانہ
رائی	دو چائے کے چمچ
کری پتہ	دس سے بارہ عدد
ثابت لال مرچ	چھ سے آٹھ عدد
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
ٹماٹر پیوری	دو سے تین کھانے کے چمچ
چکن اسٹاک	چوتھائی کپ
نمک	حسب ذائقہ
ٹماٹر کیوبز	دو کپ
ہری مرچیں	پانچ سے چھ عدد

ترکیب:۔
مکھن گرم کرکے اس میں ثابت لال مرچ، ہینگ، رائی اور زیرہ ڈال کر مکس کرلیں۔ ساتھ ہی کری پتہ شامل کریں۔ پھر اس میں ٹماٹو پیوری، نمک اور چکن اسٹاک ڈال دیں۔ اب اس میں چاول شامل کرلیں۔ اچھی طرح مکس ہوجائے تو اس میں باریک کٹے ٹماٹر اور ہری مرچیں ڈال کر دم پر رکھیں۔ فرنچ فرائز اور ابلے انڈوں کے ساتھ سرو کریں۔

کہکشاں ندیم......ملتان

دہی پیڑا کباب

اجزاء:۔

چنے کی دال بھیگی ہوئی	۲ پیالی
ادرک چوپ کی ہوئی	ایک کھانے کا چمچ
ہری مرچیں چوپ کی ہوئی	۴ عدد
پیاز چوپ کی ہوئی	۲ کھانے کے چمچ
سوکھی گول لال مرچیں	۵ عدد
دار چینی	ایک ٹکڑا
بڑی الائچی	ایک عدد
پسا ہوا گرم مصالحہ	۲ چائے کے چمچ
ہرا دھنیا	۲ کھانے کے چمچ
پانی	ایک پیالی
نمک	حسب ذائقہ

دہی پیڑے کے اجزاء:۔

دہی	۵۰۰ گرام
ہری مرچیں	چوپ کی ہوئی ۳ عدد
پودینہ چوپ کیا ہوا	۲ کھانے کے چمچ
لیموں کا رس	۲ چائے کے چمچ
انڈہ	ایک عدد
نمک	حسب ذائقہ
تیل	تلنے کے لیے

ترکیب:۔

چنے کی دال میں لال مرچیں، دار چینی، بڑی الائچی، گرم مصالحہ، ادرک، پانی اور نمک ملا کر دال گلنے تک پکائیں۔ اسے چوپر میں یکجان کر کے پیالے میں نکالیں۔ اس میں ہرا دھنیا، پودینہ، ہری مرچ اور پیاز ملا لیں۔ دہی کو ململ کے کپڑے میں باندھ کر لٹکا دیں۔ جب سارا پانی نکل جائے تو پیالے میں ڈالیں اور انڈے کے علاوہ پیڑے کے اجزا ملا کر چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا لیں۔ دال کا تھوڑا سا آمیزہ ہتھیلی پر پھیلائیں اور دہی کا پیڑا رکھ کر لپیٹ لیں۔ اس عمل کو دہراتے ہوئے سارے آمیزے کے کباب بنا کر انڈے میں لپیٹ لیں۔ فرائنگ پین میں تیل گرم کریں اور کباب سنہری تل کر نکال لیں۔

گڑیا راجپوت.....میانوالی

آلو مٹر

اجزاء:۔

آلو (دھو کر صاف کر لیں)	ایک کلو
نمک	حسب ذائقہ
سیاہ مرچ پاؤڈر	حسب ذائقہ
شکر	ایک چٹکی
مٹر	دو کپ
مکھن	دو کھانے کے چمچ
زیتون کا تیل	دو کھانے کے چمچ
ہری پیاز (سلائس کاٹ لیں)	پانچ یا چھ عدد

ترکیب:۔

سوس پین میں آلو ڈالیں اور اس میں اتنا پانی شامل کریں کہ آلو اس میں ڈوب جائیں اس کے بعد اس میں نمک اور شکر ڈال کر آلو کو درمیانی آنچ پر ابالیں۔ (آلو کو بہت زیادہ گلانا نہیں ہے) اس کے بعد پانی نتھار کر چھلکا اتار لیں اور ٹھنڈے پانی میں سے الو کو دھو لیں، اس کے بعد سوس پین میں مٹر اور پانی ڈالیں اس میں نمک اور شکر شامل کریں۔ تیس منٹ تک درمیانی آنچ پر ابالیں اس کے بعد نتھار کر مٹر کو ٹھنڈے پانی سے دھو لیں۔ ایک نان اسٹک سوس پین میں درمیانی آنچ پر مکھن اور تیل گرم کریں اس میں ہری پیاز ڈال کر تین منٹ تک فرائی کریں اس کے بعد آلو اور مٹر ڈال کر چمچ چلائیں اور پانچ منٹ تک فرائی کریں نمک اور سیاہ مرچ پاؤڈر شامل کریں، مزے دار آلو مٹر تیار ہے، سرونگ ڈش میں نکالیں اور ابلے ہوئے چاولوں کے ساتھ گرم گرم سرو کریں۔

رانیہ ملک.....فیصل آباد

www.naeyufaq.com

سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر سالگرہ نمبر

biazdill@naeyufaq.com

نیرنگ خیال

ایمان وقار

وطن کا گیت

یہ ملک عظیم امن کا گہوارہ ہے
یہ دیس ہمیں جان سے بھی پیارا ہے
زمین و آسمان دھنک رنگوں جیسے ہیں
اس کا ہر روپ چاند اور ستارہ ہے
چاہے دوست ہو یا دشمن
اس دھرتی نے ہر رشتہ سنوارا ہے
ہر شام جھکتے ہوئے اس رب کے آگے ڈوبتی ہے
اور صدائے اذان نے ہر صبح کو نکھارا ہے
ہر بار اس کے جیالوں نے دیا منہ توڑ جواب
اس پاک دھرتی کو جس نے بھی للکارا ہے
سدا سلامت رہے تا قیامت تک
دنیا میں اپنا اسی دیس سے اجالا ہے

نائلہ ذیشان بٹ.....نارووال

آنچل میرے آنچل

اک بار تو دیکھ
آنچل میرے آنچل
میں پکار رہا ہوں
آنچل میرے آنچل
اک بار تو دیکھ
آنچل میرے آنچل
میری ہر دعا تیرے ساتھ ہے
میری ہر خوشی تیرے دم سے ہے
آنچل میرے آنچل
میں پکار رہا ہوں
آنچل میرے آنچل

رخ چودھری.....کراچی

محبت

محبت ہے بہت تم سے
چاہت بس تمہاری ہے
تمہیں خوشبو بنا کے
دل میں اپنے قید میں کر لوں
تمہیں سپنا بنا کے آنکھ کی وادی میں بسا لوں
تمہیں میں روح کر سمجھوں
تو مجھ میں جی رہے ہو تم
تمہیں میں زندگی جانوں
تو جاناں! سانس بھی تم ہو
خوشی کا رنگ میں مانو
تو میری آس بھی تم ہو
میری دھڑکن
میری ذات بھی تم ہو
کوئی اترائے دولت پر
کسی کو حسن کا ہے زعم
میں کمتر خود کو کیوں سمجھوں
کہ میرے پاس بھی تم ہو

سباس گل.....رحیم یار خان

آنسو

کسی کی آنکھ کے آنسو تمہیں رلا دیں تو
یہی ہے ایک دل درد مند کی پہچان
بصدِ خلوص و وفا وہ جو سب کے کام آئے
وہی ہے آج کے اس دور کا بڑا انسان

راؤ تہذیب حسین تہذیب.....رحیم یار خان

سالگرہ

ہمارے خواب گلابوں کا رنگ لے چکے ہیں
زمین ساری گلاب رتوں کے زیر اثر
بہت سے پھول کھلانے کو پر نکالتی ہے
کسی حسین کا جنم دن قریب آ گیا ہے
گلی کے شرارتی بچے کو چھوڑ کر پیچھے
ہر رنگ، تارے اٹھا کر پھر رہے ہیں

خزاں کی رت میں بہاروں کی آرہی ہے مہک
تمام دریا کناروں پرترس کھارہے ہیں
بلوط شاہ کے درختوں پہ کوکتی کوئل
تمہارے حسن مجسم کے گیت گارہی ہے

دعاایاز

غزل

جانے کیوں اتنے مہربان ہوئے بیٹھے ہیں
ہمارے دل کے حکمران ہوئے بیٹھے ہیں
حالِ دل سے تھے جو انجان کبھی
آج یہ کیسے راز دان ہوئے بیٹھے ہیں
انتظار میں جس کے زندگی کی شام کی
قصۂ زیست سے وہ نادان ہوئے بیٹھے ہیں
جو کتراتے تھے میرے کوچے کو جاتے ہوئے
شب بھر سے میرے گھر کے مہمان ہوئے بیٹھے ہیں

میمونہ خان شیروانی......کبیر والہ

نظم

کہتے ہیں کہ دل گر صاف ہو
پاک ہو
نہ ہو کوئی خواہش
نہ کوئی تمنا
خالی ہو گر دل کا
رہتا ہے اس میں خدا
دل ہے خالی میرا
یہاں کوئی تمنا نہیں
یہاں کوئی خواہش نہیں
حسد بھی نہیں، بغض بھی نہیں
جھوٹ بھی نہیں، منافقت بھی نہیں
اب تو آجائے خدا
اب تو خلوت ہے یہاں

مصباح عالم......کراچی

موسم بدلے گا

جب موسم بدلے گا دیس کا میرے
جب ویران کھڑے پیڑ
اوڑھیں گے بہار کا آنچل
خاموش دھڑکنوں میں
خشک ہونٹوں
ویران چہروں پہ
جب دوڑے گی زندگی کی رمق
تو ہوا کی سریلی آہٹ تمہیں
میرے آنے کا پتا دے گی
سنو ہمدم
منتظر رہنا......
بدلتے موسم کی ڈور تھامے......

عائشہ صدیقہ......کابل

نظم

میری اداس داستاں کوئی پڑھ سکے
یہ آنکھیں ویراں کوئی پڑھ سکے
کہ نہ ہو ضرورت کچھ کہنے کی
میری عرضِ خامشاں کوئی پڑھ سکے
بھلا ہے کون ایسا ہمدم
چلے جو ساتھ میرے ہم قدم
کہ نہ گل وضو فشاں ہوں میں
حرف ہو کر بھی بے زباں ہوں میں
مٹ گئے ہیں محبتوں کے نشاں اپنے
پھر کیوں دیکھیں اب ہم کوئی سپنے
جسے دعویٰ عشق ہو کسی سے
کرے وفا پہلے وہ اس سے
جو ہیں خامیاں میری، ہے وہی میری ثروت
کہ نہ نیک ہوں، نہ ہے کوئی میری دولت
جو نہ ہو سکا، نہ کر سکے ہم
نہ تھا مقدر، نہ ہی تھا ہم میں دم
اب آرزو یہی ہے ملے بس اتنی سی مہلت
چکائیں بھی قرض و فرض، ملے تیری قربت

رابعہ بلوچ......ڈیرہ غازی خان

تذبذب

تمہارے بن
اے جانِ جاناں
اماوس کی سبھی راتیں
اب کاٹے نہیں کٹتی
گزرتا ہے ہر اک دن اب
بہت بے چین میرا کیوں
تمہارے جانے کی خبر ہے اور نجانے
اور نہ آنے کی خبر اے جانے والے
مجھے اتنا بتا دے کب ختم ہوگا
یہ تیرا آنا اور جانا

فریدہ فری......لاہور

نظم

دل یوں مسکرا دیا
جیسے کھلتا ہوا گلاب
جب نظر میں آیا
ہر خوشیوں کو
اپنے اندر سموتا ہوا
شدت جذبات سے
بھیگا ہوا آنچل

مریم مہر

محرما

محرما! یہ جو زندگانی ہے
محرما! درد کی کہانی ہے
محرما! ضبط کھو گیا میرا
محرما! آنکھ پانی پانی ہے
محرما! دن ڈھلے تو مچلتی ہے
محرما! مخملی جوانی ہے
محرما! روح سے پیار کر میری
محرما! جسم جانِ فانی ہے
محرما! اور خواب کیا نوچیں
محرما! بے ردا کہانی ہے
محرما! میں نہیں تیرے دل میں
محرما! کیسی لامکانی ہے
محرما! عشق کو زوال نہیں
محرما! عشق جاودانی ہے
محرما! روبرو محبت ہے
محرما! رمز میں روانی ہے
محرما! سب بھرم جو قائم ہیں
محرما! تیری مہربانی ہے

نمیرہ گل نازی

اک پل دو خوشیاں

میرے اس جنم دن پہ
کیا تحفہ دو گے تم
یہ اک پل ہے
خوشیاں دو
یکم جنوری
اک سالگرہ ہے
اک نئے سال کی آمد بھی
بتاؤ کون سی خوشی دو گے تم
تحفہ سالگرہ کا یا
نئے سال کی آمد کا
چلو
تم سوچ کے بھنور میں
مت پھنسو
آجانا تم خالی ہاتھ
میں پھول بچھادوں گی راہوں میں
دیپ جلادوں گی راہوں میں
فقط اتنا تم کرنا
اک پل میں یہ دو خوشیاں
میرے واسطے سنبھال کے رکھنا
آجانا اور کہہ دینا
نئے سال کی آمد پہ تم کو
تمہارا جنم دن مبارک ہو

تمہارا جنم دن مبارک ہو

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

نظم

سردیوں کی یہ لمبی راتیں
سردیوں کے یہ ٹھنڈے دن
بھولنے ہی نہیں دیتے
تمہیں اور تمہاری یادوں کو
سردیوں کی یہ لمبی راتیں
اور چاند کی حسین چاندنی
بھولنے ہی نہیں دیتے
تمہیں اور تمہاری یادوں کو

اقراٗ جٹ...... منچن آباد

غزل

منزلیں میرے لیے ہیں اور سفر میرے لیے
ہر نظر میرے لیے، حسن نظر میرے لیے
وسعتیں پھیلی زمیں پہ ہیں میرے چاروں طرف
ہیں مگر کتنے ہی پوشیدہ ثمر میرے لیے
میں ہوں ان دیکھے سفر پر گامزن کچھ اس طرح
بن رہے ہیں میرے بازو، میرے پر میرے لیے
یا الٰہی شاد رکھ اس عہد میں میرا جہاں
خلد سے کچھ کم نہیں ہے میرا گھر میرے لیے
چاند تارے اور یہ سورج راہنما انصر میرے
شام ہے میرے لیے اور ہر سحر میرے لیے

نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ

غزل

تیرے پیار کا دم بھرتے تھے میں نے کب انکار کیا
تیری محبت میں جیتے تھے میں نے کب انکار کیا
تپتی دھوپ میں ننگے پاؤں تم کو دیکھنے کی خاطر
گھنٹوں چھت پر ٹہلا کرتے تھے میں نے کب انکار کیا
بے رخی کی جب حد کرتے تھے میں نے کب انکار کیا
میری نم آنکھوں سے تم پر حرف نہ آئے اس خاطر
چھپ چھپ کر رویا کرتے تھے میں نے کب انکار کیا
ایک دفعہ کا ذکر ہے تیرے پیار سے ہم انکاری تھے
اب اپنی حالت پر ہنستے ہیں میں نے کب انکار کیا
غصے سے بے زاری سے تمہیں بھلانے کو انعم
تم کو ہی سوچا کرتے ہیں میں نے کب انکار کیا

انعم زہرہ...... جہانگیر آباد، ملتان

نظم

(ماہم مرزا کے نام)

کیا لکھوں اس کے نام
جسے سوچوں صبح و شام
نیلی جھیل کا پانی ہے وہ
محبت کی ایک کہانی ہے وہ
پیار کے میٹھے بول ہے وہ
ہر اک سے انمول ہے وہ
وہ آسمان کا بادل ہے
وہ میری آنکھ کا کاجل ہے
میرے من کی جیت ہے وہ
میرے لبوں کا گیت ہے وہ
چمن میں کھلتا گلاب ہے وہ
چاہت سے لکھی کتاب ہے وہ
جینے کا اک ارمان ہے وہ
کیونکہ میری جان ہے وہ
وہ چاہت کا اک افسانہ ہے
یہ دل اس کا دیوانہ ہے
میرے لیے وہ میرا صنم ہے
جو ٹوٹ نہ سکے ایسی قسم ہے
کیا لکھوں اس کے نام
جسے سوچوں صبح و شام

تسلیم شہزادی...... بستی فیروز پوریاں کمالیہ

www.naeyufaq.com

dkp@naeyufaq.com

دوستی کا پیغام آئے

همااحمد

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو آنچل

جب پھول کھلتے ہیں
تب خوش بو میں سے رنگ ابھرتے ہیں
اور تتلیاں گنگناتی ہیں
پنچھی شور مچاتے ہیں
تب بہار کا موسم آتا ہے
اور ایک بھولی بات یاد دلاتا ہے
کہ
آنچل اگر تمہارا ہے تو
آج اس کی سالگرہ ہے

سنو آنچل آج تمہاری سالگرہ ہے یعنی خوشیاں سمیٹنے اور دعائیں لینے کا پُرمسرت دن اور ساتھ ہی ساتھ ڈھیروں تحائف وصول کرنے کا حسین موقع اسی لیے ہم بھی اپنے مخصوص انداز میں تمہیں وش کرنے آئے ہیں اور ہمارے یوں وش کرنے کا مطلب کیا ہے یہ تو بعد میں بتائیں گے اس سے پہلے آپ ویلکم کیجیے کیونکہ ہمارے علاوہ بھی ہزاروں لوگ تمہیں وش کرنے آئے ہیں۔ جو تمہاری اصل پہچان رکھتے ہیں۔ تمہارے وجود سے آشنا ہیں اور تمہیں پڑھنے اور سمجھنے کے بعد تمہاری حقیقت جانتے ہیں کہ تم کون اور کیا ہو۔ ہاں تم تنہائی میں شہنائی ہو، اندھیرے میں مشعل راہ ہو، اداسی اور مایوسی میں خوشی ومسرت کا باعث ہو اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ تمہارے اندر ادب کی ایک دنیا رہتی ہے جس کے دم سے ہی آج یہ خوشیوں بھرا دن تمہارے نام ہوا ہے۔ خیر یہ تو ہم کہہ رہے ہیں۔ البتہ کچھ لوگ تو اس قدر تمہارے حریف ہیں کہ تمہاری تعریف کیا تمہیں تو ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے یہاں تک کہ تمہاری اچھائی کو برائی میں بدل دیتے ہیں۔ تمہیں جھوٹا اور فضول میگزین کہہ کر وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں۔ اب ان کی اس حقیرانہ سوچ پر کیا کہنا شاید وہ نہیں جانتے کہ آنچل نے ہی ان کی بیٹی کو تہذیب سکھائی ہے اس کی زندگی کو سنوارا ہے اچھے اور برے کی تمیز بتائی ہے۔ صحیح اور غلط کیا ہے اور اس کا انجام کیسا ہے یہ سب تو آنچل نے بتایا ہے۔ خیر وہ کہتے ہیں ناں اچھے کو سب اچھا اور برے کو سب برا لگتا ہے۔ نیور مائنڈ آنچل کچھ بھی ہو جائے ہم تمہارے ساتھ ہیں کیونکہ تم جو ہر مشکل وقت میں ہمارا ساتھ دیتے ہو جب کبھی ہم اداس ہوں یا تنہا کوئی ہم سے خفا ہو یا ہمیں برا بھلا کہے ایسے لمحات میں تم ہی تو ہمارے ہم راز ہوتے ہو اور تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے اندر لکھی چند سطریں پڑھنے سے ہمارے دکھی دل کا بوجھ کتنا ہلکا ہو جاتا ہے۔ مایوسی اور ناامیدی جو سائے کی مانند ہمارا پیچھا کر رہی ہوتی ہے وہ پل بھر میں غائب ہو جاتی ہے سو تمہارا لفظ لفظ ہمیں سبق سکھاتا ہے۔ بس تمہاری ان ہی خوبیوں پر ہم دل و جان سے فدا ہیں اسی لیے آج اس پُرمسرت دن کو بھلا نہیں سکے اور آپ کو سالگرہ کی مبارک باد دینے آ گئے ہیں۔ یقیناً اب آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ ہمارے وش کرنے کا مقصد کیا ہے ہاں یہی کہ جو بھی اس تحریر کو پڑھے گا اسے نا چاہتے ہوئے بھی یہ کہنا پڑے گا ہیپی برتھ ڈے ٹو یو آنچل۔

ایم سحر ہزارہ...... ایبٹ آباد

میم حرا کے نام

السلام علیکم! امید ہے آپ خیر و عافیت سے ہوں گی۔ سمجھ میں نہیں آتا آپ کے لیے لکھوں کیا تم آپ تو بس آپ ہیں ویسے آپ ہماری کلاس میں صرف تین لڑکیوں کی تعریف کرتی ہیں۔ یہ تو ناانصافی ہوئی ناں باقی اچھی لڑکیوں کے ساتھ، کوئی گمنام بھی ہوتا ہے جو نظروں میں نہیں آتا ہاہاہا۔ جو میں نے محسوس کیا اس کے مطابق آپ کو شاید انوکھا پن پسند ہے۔ غلط بھی ہو سکتا ہے آپ بتا سکتی ہیں کہ میرا خیال ٹھیک ہے یا غلط۔ اس لیے سوچا آپ کو انوکھا اور نیا پن دیں آپ ورا سٹائل ہیں اور آپ کی اسمائل بھی بہت پیاری ہے۔ ہمیشہ ایسے ہی ہنستی مسکراتی رہیے گا۔ اللہ پاک ہمیشہ آپ کو خوش و خرم رکھے آپ کے لیے اور آپ کے گھر والوں کے لیے نیک تمنائیں۔ مجھ ناچیز کو بھی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ پلیز ضرور بتائیے گا کہ آپ کو کیسا لگا سرپرائز اللہ نگہبان۔ آپ کے لیے شعر عرض ہے۔

دعاؤں کی بھیڑ میں اک دعا ہماری ہوگی
جس میں مانگی ہر خوشی تمہاری ہوگی

حرا افتخار...... چشتیاں

اپنوں کے نام

السلام علیکم! ادب و احترام دل کی گہرائی سے خلوص بھرا۔ آپی کیسی ہیں آپ آپی نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور۔ رقیہ ناز

آپ میلسی کی ہیں اپنا پورا پتا دیں، ہم میلسی آپ سے ملنے آ ئیں گے آپ کے گھر اگر برا نہ لگے آپ کو تو، ہم میلسی سے آ گے چک اسلام پور (ہری) میں رہتے ہیں۔ آنچل سے اگر کوئی ہماری دوست بننا چاہے گی تو ہمیں بہت خوشی ہوگی کیونکہ میری دوستوں کے پاس اب دولت آ گئی تو دوستی بھول گئی سچ میں میری کوئی دوست نہیں پُر خلوص دوست کی ضرورت ہے ہمیں۔ میڈم شہزادی ہمیں عشق ہے پیار نہیں تم نے سچ کہا تھا پالینا ہی محبت نہیں پا کے کھو دینا بھی محبت ہے۔ فریال یار محبت، دل لگی کی چیز نہیں ہے ٹھیک کہتی ہو تم ہمیں عشق ہوا تو بھی ہم تبدیل نہیں ہوں گے آ کر دیکھ لو ویسے کے ویسے ہی ہیں ہم اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں پھر بھی ڈیئر میڈم تفصیل سے جواب دے رہی ہوں، ہمارے سب سے عظیم استاد سر اسلم بٹ صاحب کی سالگرہ ہے سر آپ کو بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے آمین ثم آمین۔ رفعت اچھا نہیں کیا تم نے فرحت کیسی ہو بچوں کو پیار دینا سب کو میری طرف سے سلام قبول ہو، کوئی غلطی ہو تو معاف کرنا پلیز آخر میں آپ کے نام۔

اندھیری رات میں رہتے تو کتنا اچھا تھا
ہم اپنی ذات میں رہتے تو کتنا اچھا تھا
دکھوں نے بانٹ لیا ہے تمہارے بعد ہمیں
تمہارے ساتھ ہی رہتے تو کتنا اچھا تھا

مس حیات...... گگومنڈی

پیاری دوستوں کے نام

ہما آپی کیسی ہو، پیاری اقرا ممتاز تمہاری امی جان کو اللہ صحت عطا کرے، پیاری آنٹی مجھے آپ سے بہت پیار ہے آپ امی سے زیادہ میرے نزدیک ہیں۔ آپ سے میں دل کی ہر بات شیئر کرلیتی ہوں اللہ آپ کو صحت و تندرستی والی زندگی عطا کرے آمین۔ سب اقرا ممتاز اور میری آنٹی یعنی اقرا کی امی کی تندرستی کے لیے دعا کریں۔ انیلہ طالب تمہارا اور تمہاری امی جان کا بہت شکریہ کہ دو تین دفعہ کال کی پوچھا اور ان کے علاج کے بارے میں اپنے مفید مشوروں سے نوازا اللہ آپ کو اور آپ کی ماما کو سدا خوش رکھے آمین۔ شکیلہ رضوان چوہان آپ جانو خود اچھی ہو، اس لیے ہم آپ کو اچھی لگتی ہیں۔ آنچل میں ہم سب دوست ہی ہیں۔ شکیلہ جی اپنا تعارف کراؤ ہم آپ کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں فریدہ فری جی آپ تو بڑی رائٹر بن گئی ہو۔ ہم جیسے غریبوں کو تو پوچھتی ہی نہیں اللہ آپ کو کامیابیاں عطا کرے آمین۔ ارم کمال آپ کو سالگرہ مبارک ہو 22 فروری کو آپ کی سالگرہ تھی۔ شانزہ پرویز شانو 23 مارچ کو آپ کی برتھ ڈے تھی اللہ آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے آمین۔ ایمن غفور چوہان حرا کو کہنا کہ مالٹے کھانے ہیں تو ہمارے گھر آ جاؤں، بہت پڑے ہیں ہمارے گھر جلدی سے آ جاؤں، فائزہ بھٹی کہاں غائب ہو، ہم تو بہت اداس ہیں آپ کے لیے نورین مہک، ماریہ نذیر، ایم سحر، یاسمین کنول، تبسم بشیر، اقرا جٹ، نجم انجم اعوان، رمشا آصف، عائشہ پرویز، عائشہ شکیل، ثمرہ گلزار، ایم سحر ہزارہ، نورے ایمان چودھری، رقیہ ناز، شیریں اسلم، حفصہ نور، ایس صغریٰ شہزادی، نورین انجم، پروین افضل شاہین، مدیحہ کنول سرور، ارم صابرہ سب سدا خوش رہو اور مسکراتی رہو کوئی زندگی میں غم نہ آئے آمین۔

صائمہ مشتاق...... بھاگٹانوالہ، سرگودھا

آنچل کی مرچیوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے آل فرینڈ؟ ڈیئر ام ہانی' شاہد ارم آصف تو ہماری فرینڈ بھی ہو، بہت سارا پیار آپ دونوں کے لیے سوئٹ گلشن چودھری، رقیہ ناز، زرناب خان، فائزہ بھٹی رمشا، آصف سدا سلامت رہو، عزیزی اقرا ممتاز، دعاؤں کے لیے جزاک اللہ میں ٹھیک ہوں آپ بھی خوش رہو، سوئٹ ماریہ نذیر، صائمہ مشتاق آپ خوش رہو، پیاری کبریٰ خان میں تو ہر ماہ آنچل میں شامل ہوتی ہوں، شاید آپ ہی نہیں دیکھ پائیں، لولی سسٹر نور چودھری، عائشہ شکیل، اقرا جٹ، لبنیٰ، شکیلہ، قابل احترام فریدہ جاوید فری اور کوثر خالد سلامت رہو، سوئٹ کرن شہزادی، ثمرہ گلزار، عائشہ شکیل، مدیحہ طارق، رابعہ احمد بھٹی اینڈ تحریم، مدیحہ نورین، رمشا آصف، ارم کمال شکر ہے یاد تو کیا آپ نے۔ پیاری نورین انجم سدا مسکرائیں ڈیئر شکیلہ رضوان چوہان خانیوال آپ بھی بہت ہی اچھی ہو۔ آپ سے دوستی کرنا ہم بھی چاہتے ہیں لو جی ہوگئی پکی دوست اب خوش۔ حفصہ نور ہم ٹھیک ٹھاک ہیں گلشن چودھری، ایم سحر ہزارہ، آپ کو بھی محبت بھرا سلام قبول ہو، عائش کشمالے تمنا بلوچ، صائمہ سکندر سومرو آپ سب سلامت رہو، خوش رہو، اللہ حافظ۔

نجم انجم اعوان...... کراچی

لولی کیوٹ اینڈ سوئٹ فرینڈز

السلام علیکم! کیسی ہو آئی ہوپ یو ول بی فائن، اچھے دوست قسمت والوں کو ملتے ہیں۔ شکر ہے اس ذات کا کہ اس نے مجھے تمہارے جیسی سہیلی عطا کی۔ جانتی ہو آج میں جس مقام پر بھی ہوں یہ سب تمہاری دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ ہم مارچ میں فرسٹ ٹائم کالج میں ملی تھیں۔ آج ہماری دوستی کو پورے دس سال ہوگئے ہیں۔ ان دس سالوں میں لائف میں بہت سے نشیب و فراز آئے کئی لوگ ملیں اور کئی بچھڑے لیکن ہمارے خلوص، چاہت، محبت اور دوستی میں کوئی کمی نہیں آئی۔ البتہ یہ دن بدن اور مضبوط ہو رہی ہے۔ دعا ہے کہ ہماری دوستی کا یہ پُر خلوص رشتہ سدا قائم و دائم رہے آمین۔

فیاض الحاق مہانہ...... سلانوالی

اپنی پیاریوں کے نام

پیاری نند فریدہ جاوید فری، آپ اب کیسی ہیں دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مکمل صحت دے آمین۔ ارم کمال، انعم زہرہ، سودائے محمد سردار میرے بیٹے کو دعائیں دینے کا شکریہ۔ سمعیہ رانی، نازیہ کنول نازی کی شادی عارف والا میں ہوئی تھی اس وقت نہ جانے وہ کہاں مقیم ہیں۔ تحسین بیگ، نازش نور آپ دونوں کو آنچل کی بزم میں خوش آمدید کہتے ہیں انعم زہرہ، عائشہ شکیل، رقیہ ناز، میری نگارشات پسند فرمانے کا شکریہ۔ شکیلہ رضوان چوہان اور عائشہ مجھے آپ دونوں کی دوستی قبول ہے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

کچھ اپنوں کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف، قارئین اور پیاری لکھاری بہنوں کے نام پیار بھرا اسلام اور ڈھیر ساری دعائیں، مائی ڈیئر فرینڈز اقرا، طیبہ، مریم، فاطمہ مونا اور حمیرا کیا حال ہے جی، اللہ آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں دے اور پیاری مریم تمہیں تو ڈبل مبارک ہو جی، ہمیں جلد ہی آنٹی بنانے والی ہو آہا مزہ آ گیا اب تو اس کے عہدے پر فائزہ ہونے والی ہو آپ کی خوشیاں ہمیشہ قائم رہیں آمین۔ آپی عالی آپ کو بھی شادی کی مبارک ہو خوش رہو عائشہ اور میری پیاری بہنا ارم جی آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں ملے اب آپ لڑکی نہیں عورت ہو شادی جو ہوگئی ہاہاہاہاہا۔ اب سمجھ میں نہیں آئی کون سی بھابی کا نام لوں مسرت، خوشی یا پاریسہ کا کیونکہ مجھے آپ تینوں ہی عزیز ہو، پر جب سے آپ نے مجھے ہمسائی نند کہہ کر بلایا ہے دل کرتا ہے آپ کا بھانڈا پھوڑ دوں پر نہیں جی آپ استاد ہو لحاظ کیا آپ کا۔ میری دعا ہے آپ کو یعنی مسرت بھابی کو اللہ ہزاروں نہیں لاکھوں خوشیاں دے آمین اور پینڈو بھابیوں صائمہ اینڈ بشریٰ اب تو آپ کو بھی سرانوالی کی ہوا لگ ہی گئی ہے۔ کالج فرینڈز بیسہ۔ اقرا فائزہ، سمیہ اینڈ مریم دلوں میں رہنا سیکھو نا میں تو موڈی لوگ رہتے ہیں، سوری یار سچ آپ کو برا بھی تو لگتا ہے۔ مریم جی آپ کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو عائشی التمشا اور مصباح سویرا آپ سب کو پیار بھرا اسلام ہناء جی میری دعا ہے آپ کو وہ جلد مل جائیں۔ عشق پاگل ہاہاہا آپی جویریہ آپ سے یہ کہنا تھا میں آپ کی بہت تابعدار ہوں آزمالینا کبھی اللہ حافظ۔

حنا...... سرانوالی

مٹھائی جیسی سویٹیوں کے نام

السلام علیکم! میری میٹھی پیاری جلیبیو کیسی ہو سب امید ہے سب بخیر و عافیت ہی ہوں گی۔ تبسم اور ماہا آپ کا دکھ مجھے اپنے دکھوں سا لگتا ہے ایک ادھورا پن سا؟ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو ڈھیروں خوشیاں اور لمبی عمر عطا کرے آمین۔ نور چودھری جانو میں آپ کو بہت مس کرتی ہوں آپ نے کہا کہ ہم چڑیلیں ہیں ہاہاہا کئی چڑیلیں کیوٹ بھی ہوتی ہیں۔ ہم جیسی کیا خیال ہے۔ آپ کے لیے ایک شعر۔

تو جو اوجھل ہے آنکھوں سے اندھیرا سا لگتا ہے
ہر سفر اب تیرے بن ادھورا سا لگتا ہے

آنی سودائے محمد سردار، سمعیہ رانی، سونیہ اداس، ماریہ نذیر، ثمرہ گلزار، ایم سحر، نجم انجم، نورین انجم، عائش کشمالے، رمشا آصف، ام ہانی کیسی ہیں آپ سب۔ عائشہ پرویز، کرن شہزادی فریدہ فری، یاسمین کنول، زیلش ارشان، عائشہ سلیم، ہالہ سلیم، لائبہ علی، نجمہ نذیر، ثانیہ الطاف، فائزہ بھٹی، ہاؤ آر یو؟ ڈیئر شانزہ شانو یار کہاں ہیں آپ؟ مہر نزاکت، شرمیلہ نگین، گل مینا، ایچ ایس حسینہ، پرنسز اریج خان، انعم زہرہ، جاذبہ عباسی، ایس صغریٰ شہزادی، گلشن چودھری، دوستو کیسی ہیں آپ سب؟ مدیحہ نورین کو ڈھیروں مبارک باد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیوں سے نوازے آمین۔ آخر میں صرف آج میں جی لیں ماضی ہر انسان کا ہوتا ہے کبھی خوشیوں سے بھرپور تو کبھی اذیتوں سے بھرا تو کیوں ناں ہم اپنے آج کو ہی بہتر بنائیں ناچیز کو دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ فی امان اللہ۔

عائشہ شکیل...... گوجرہ

آنچل کی پریوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپ سب اور سردیاں کیسی گزر رہی ہیں۔ تبسم بشیر ماما کی طبیعت کیسی ہے اور ماہا کو پیار دینا۔ اقرا ممتاز، صائمہ، فائزہ بھٹی، فائزہ شاہ، زرناب خان، ارم کمال، کرن شہزادی، رقیہ ناز، ایم سحر، شانزہ پرویز، عائشہ شکیل، ایمن غفور، حرا گل غفور آپ کی بھابی شکیلہ رضوان چوہان آپ نے یاد رکھا بہت

شکریہ بھابی جی،نورین انجم گڑیا شکریہ کی کوئی بات نہیں آپ خوش رہو ماما کو سلام کہنا،مدیحہ نورین مہک، جاذبہ عباسی، سعدیہ حورعین سعدی، ماہ رخ سیال، پرنسز ارتج، خوشی سرانوالی، تابی کھرل، یاسمین کنول، سمعیہ رانی، ام ہانی، زارا تعبیر، رمشا آصف، ارم آصف، شہرین اسلم، رابعہ اینڈ تحریم، اسماصدیقہ اور ثمینہ مصری، فاریہ، اقرا جٹ، عائشہ پرویز، عروسہ پرویز، نازش نور(آپ ایم سحر کی بہن ہیں تو ہماری بھی بہن اور دوست ہوئی ویلکم)بشریٰ رضوان، رضوانہ وقاص، سونیا اداس، عطیہ ندیم خان، شازیہ ہاشم اور جن جن کے نام رہ گئے تہہ دل سے معذرت سب کو میری طرف سے ڈھیر سارا پیار اور دعائیں آپ سب کے لیے جن جن کے نام لکھے ہیں۔

پھولوں کی وادی میں ہو گھر تیرا
ستاروں کے آنگن میں ہو بسیرا تیرا
یہ دعا ہے ایک دوست کی دوست کے لیے
تجھ سے بھی اچھا ہو نصیب تیرا

ماریہ نذیر...... بھاگٹانوالہ

چہکتی میناؤں کے نام

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر تبسم!ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر شانو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ڈیئر عائشہ، ہیپی برتھ ڈے آل آف یو، کلیپنگ ہاہاہاہا۔سب سے پہلے پیدا ہوئی عائشہ 6 مارچ دوسرا نمبر تبسم سوئٹی کا اور تیسرا شانو کا 23 مارچ آپ تینوں کو سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور اب جلدی سے کیک کھلاؤ آں منہ کھول لیا میں نے ہاہاہاہا۔اور اپنا اپنا گفٹ بھی ایڈریس کے ساتھ بتادیں، تبسم ڈیئر آپ کیا کبھی اگر آپ نہیں یاد کرائیں گی تو ہم بھول جائیں گے۔ (یہ ہی تو آپ کی بھول ہے) ارے ارے برتھ ڈے کا کہہ رہی ہوں، اگر میں غلط نہیں تو 10 مارچ کو آپ نے اس دنیا کو رونق بخشی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ تینوں کو ہر وہ خوشی عطا کرے جس کی آپ خواہش کریں اور زندگی کے تمام کانٹے اکٹھے کر کے اپنے پاس رکھ لے اور ہر غم آپ لوگوں سے روٹھا رہے آمین ثم آمین۔آنٹی کی طبیعت کیسی ہے اور ماہا کہاں گم ہے؟ پروین افضل تو نیڈ آف تھینکس ڈیئر۔منیب الحسن کو میری طرف سے پیار کیجیے گا۔لولی ڈولی نورین انجم گڑیا میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں اور اسٹڈی کیسی جارہی ہے آپ کی؟ اللہ پاک آپ کو کامیابی و کامرانی عطا کرے آمین۔شکیلہ رضوان چوہان بہنا یاد کرنے کا بے حد شکریہ۔حفصہ نور آپ نے میری فرینڈ کو تبسم بندر لکھا (ہاہاہاہا) اٹس ناٹ فیئر یار، انعم زہرہ آنسوا گر... واقعی یہ بہت خوب صورت یاد ہے۔عائشہ شکیل سوئٹی... سے کس بات پر لڑائی کرنا چاہو گی میں تیار ہوں لڑنے... نہیں بلکہ آپ کو اس بات پر سوری کرنے کے لیے جس... لڑائی کرنا چاہتی ہیں، طبیعت کیسی ہے اب اور پیپرز ہو... ہیں آپ کے تیاری کرلی کہ نہیں، خوش رہو۔میری بلی... اپنی ایک اور پیاری دوست سے مخاطب ہوں جو شادی... غائب ہوگئی ہے۔جی سحر سحری جب سے مہری کا خط پڑھا... خوشی ہورہی ہے کہ بتا نہیں سکتی۔سچی میرا دل تو چاہ رہا... بازار میں میں پیارے چھوٹے چھوٹے پنک کلر کے... دیکھ کر آئی ہوں وہ اپنے اسے نئے آنے والے مہمان کو... کروں (مہری مجھے بھی بتانا کیا کیا خریدا) سیف بھائی تو... خوش ہوں گے۔ اللہ جی آپ دونوں کو ڈھیروں خوشیاں... کرے آمین۔ہاہاہابدر سڑیل کانگریٹس آپ بھی ماما جان... ہو آمنہ خالہ بن گئی ہو اب مٹھائی تو کھلادو ننھی اسوہ کو میری... سے پپی کردینا ماریہ نذیر آپ بھی بہت اچھی ہو، (ایویں ایویں... ہاہاہاہا) دعاؤں کے لیے شکریہ۔ایم سحر وعلیکم السلام آپ کا... شکریہ یاد کرنے اور دعا میں یاد رکھنے کا، اقرا جٹ، اقرا... مجھ سے کوئی ناراضگی ہے آپ لوگوں کی؟ اگر ایسی کوئی بات... میں ایکسکیوز کرتی ہوں ایم رئیلی سوری اگر انجانے میں میں... آپ کو ہرٹ کیا ام ہانی شاہد اینڈ ثمرہ گلزار خیریت؟ رابعہ... کنول ناز فرام حاصل پور آپ دونوں بھی غائب ہو... ایک بات اگر کوئی آپ سے ناراض ہے تو آگے بڑھ کر... لگائیں رنجشیں خود بخود ختم ہوجائیں گی۔اس مختصر زندگی کو... کے حوالے مت کریں جہاں رہیں خوش رہیں اور... خوشیاں اپنے دامن میں سمیٹیں آمین فی امان اللہ۔

نورے ایمان چودھری......

آنچل پریوں کے نام

ہیلو ایوری باڈی، ہائے صبا رد اور اقصیٰ زرگر کہاں غائب... اور تم سب تو میرے ننھیال سے ہو دوستی کریں گی مجھ... پلیز پلیز شانزہ پروین شانو، پروین افضل شاہین، صبا... طالب، اقرا جٹ، ماریہ نذیر آپ سب بہت اچھی ہیں... حسین آپ تو میرے دل کے بہت قریب ہیں اور آپ کی... بھی کیونکہ میں بھی ڈنگہ سے ہوں اس کے علاوہ... پریوں سے دوستی کی ریکوئسٹ ہے خاص طور پر...

...این سے، اللہ حافظ۔

مہرو عباس...... شیخو چک، ڈنگہ

سوئٹ دل والوں کے نام

السلام علیکم! روبینہ کوثر، ارم کمال آپی، فائزہ شاہ اور بہت بہت ...ری فائزہ بھٹی، انیلا طالب بے حد خوشی ہوئی ہے جب جب ...یاد کرتی ہو ماہ کو۔آپ نے مقروض کردیا اپنی محبتوں کا بتاؤ ...اتاروں، اللہ پاک آپ کو اپنی رحمتوں، محبتوں، چاہتوں اور ...وں سے نوازے آمین۔مدیحہ شادی کی بہت مبارک ہو، ...سب کے لیے ایک سرپرائز ہے وہ گلشن چودھری بتائے ...تابی، شانو، عاشوں، محبتوں بھرا سلام انعم خضر، لالا رخ ...کھر، انچو آپی، نورین انجم، ارم نور گل، طیبہ خاور، ماریہ نذیر، ایم ...بزارہ، رابعہ اینڈ تحریم محبتوں بھرا اسلام قبول کریں، خوش رہیں ...اور ہیں دعاؤں میں یاد رکھنا فی امان اللہ۔

ماہ رخ سیال ماہی...... سرگودھا

کیوٹی پائی فرینڈز کے نام

السلام علیکم! میری پیاری دوستوں کے نام۔نورے ایمان ...ہے میرے ساتھ میری پیاری سہیلی تو بھلا کیسے رہ سکتی ہوں ...اکیلی مدیحہ نورین مہک میری پیاری سہیلی بنی دلہنیاں۔ماریہ ...مجھے بہت جیلسی ہوئی ہے جب کوئی میری دوست کو اپنی ...ت کہے۔حمنیٰ آپی بڑی بہن ماں جیسی ہوتی ہے۔عائشہ شکیل ...تو کیوٹ ایک میں کیوٹ باقی سب ڈراؤنے بھوت۔تبسم ...وفا نے بے وفائی کی ہے۔ارم آصف دوست ہر دکھ سکھ میں ...ہوتی ہے۔رمشا آصف پاگل سی دوست ہوں پر دل سے ...ہوں پر نخرے والی ہوں بہت پیاری ہوں، ماہا بشیر، سنا ہے ...کا نام ایم سے شروع ہو وہ بہت ٹیلنٹڈ ہوتے ہیں۔زرناب ...وہ جو میرے دل کے قریب ہے وہ نمونی کوئی اور نہیں تم ہی ...اقرا ممتاز، ہاں وہ پریوں اور پربت کی دیوانی لڑکی ہے۔رقیہ ...ناز مجھے ناز ہے تیری دوستی پر بہت۔فائزہ بھٹی تم یاد نہیں ...ی تو ہم گلہ کیوں کریں خاموشی بھی ایک ادا ہے دوستی نبھانے ...فائزہ شاہ، یارا تیری یاری کو میں نے تو خدا مانا۔رضوانہ ...، کچھ لوگ اتنے میٹھے ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر چینی کا گمان ...ہے۔حرا گل، دوستی ہو تو ہم دونوں جیسی اگر ایک روٹھے تو دوسرا ...سے منالے۔ایمن غفور، کچھ دوستیں بالکل پھولوں جیسی ...ہیں جیسے کہ تم۔پروین افضل آپ سے مل کر ایسا لگا جیسے کھلتا ...باقی فرینڈز کے لیے ڈھیر ساری دعائیں اللہ حافظ۔

ام ہانی شاہد...... ڈگری

سوئٹ لڑکیوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے سب کا سب سے پہلے تو ام ہانی شاہد سالگرہ وش کرنے کے لیے بہت شکریہ۔آپ نے یاد رکھا ہمیشہ خوش رہو اچھی دوست، کیک تمہیں کھلا دوں گی گفٹ تو دو یار ہاہاہاہا۔رقیہ ناز آپ کا بھی بہت شکریہ۔یقین کریں مجھے بہت اچھا لگا آپ کا وش کرنا مگر گفٹ ہاہاہاہا۔بہت خوش رہیں ہمیشہ آمین۔ارم آصف، رمشا آصف، زرناب خان، فائزہ بھٹی، اقرا ممتاز، صائمہ مشتاق، کبریٰ خان چوہان آپ سب نے دسمبر کے شمارے میں مجھے یاد رکھا بہت شکریہ۔فائزہ میں تو تمہیں چاروں شماروں میں بہت یاد کرتی ہوں۔سب لوگ ہمیشہ خوش رہیں۔ خوشیاں بانٹیں، نور چودھری، شانزہ شانو، گلشن چودھری، حرا، ایمن، انجم انجم، نورین انجم، ارم کمال، مدیحہ نورین، تابی کھرل، عائشہ شکیل، رابعہ تحریم، (دوستی کر کے بھول گئی ہو) یاسمین کنول، صفیہ مہر، جاذبہ عباسی، فاریہ، سلمٰی عنایت، پروین آپی، فریدہ فری، افشاں سراج، کرن شہزادی، ماہا بشیر، تبسم بشیر، ثناء کنول اور جو بھی آنچل پڑھتا ہے سب کو میری طرف سے بہت پیار اور ڈھیر ساری دعائیں، ہمیشہ خوش رہیں خوشیاں بانٹیں۔ذکا، صبا آپ دونوں کہاں غائب ہو؟ مدیحہ نورین میری طرف سے شادی کی بہت مبارکباد۔دلہن والی پک مجھے بھی بھیجنا، مجھے دلہن بہت بہت پسند ہے ہاہاہاہا۔دلہن کی جیولری چھو کر دیکھنا بہت مزہ آتا ہے اور بھائی کا نام تو بتاؤ جن سے شادی ہورہی ہے۔

ماریہ نذیر...... بھاگٹانوالہ

آنچل کی چاہنے والوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو سب چاہنے والی بہنیں میں آنچل کی چار یا پانچ سال کی خاموش قاری ہوں کب سے سوچ رہی تھی کہ میں اس خوب صورت محفل کا حصہ بن سکوں میرا نام ایچ کے اے ہے یعنی حریم کے اے ہے اگر لکھنے میں کچھ غلطی ہوجائے تو معذرت میں بہت ایکسائٹڈ ہورہی ہوں پلیز میرا خط شائع کردیجیے گا بہت ہمت سے لکھ رہی ہوں کہ مجھے بھی اس بزم میں جگہ چاہیے کھڑے ہونے کی بھی چلے گی۔آپ بہنوں سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر آپ بہنوں سے پزیرائی ملی تو میں آئندہ بھی لکھتی رہوں گی۔میں نے مبارکباد دینی تھی پروین افضل شاہین آپ کو منی منی کانگریجویشن آپی جی مدیحہ آپی آپ سے دوستی کی درخواست پلیز منع مت کرنا انعم زہرہ آپی آپ کی شاعری میں اتنا

درد کیوں ہوتا ہے طیبہ خاور پھول آپی آپ اب آنچل میں لکھتی کیوں میں آپ سب کو آنچل کے ذریعے جانتی ہوں، اس مہینے جس بہن کی سالگرہ ہوا سے ہیپی والی برتھ ڈے دعاؤں میں یاد رکھیے گا فی امان اللہ اور میرا کوئی دوست نہیں ہے پلیز اس امید پر اس بزم میں آئی ہوں کہ دوست مل جائے گی آمین۔

حریم کے اے......لودھراں

نائس اینڈ ڈیسنٹ ہزبینڈ کے نام

السلام علیکم! مائی کیوٹ لونگ، کیئرنگ شوہر ارسلان صاحب 24 مارچ کو ہماری تیسری نکاح انیورسری ہے سوچا اس بار کچھ الگ طریقے سے وش کروں اس لیے آنچل کے ذریعے وش کررہی ہوں۔ ہیپی انیورسری ٹو یو مائی ڈیئر لولی ہزبینڈ ارسلان چشتی اور تین اپریل کو ہماری تیسری میرج انیورسری ہے۔ ہیپی میرج انیورسری ٹو یو مائی جان۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری جوڑی تاحیات قائم رہے اور ہمیشہ خوش وخرم زندگی گزاریں اپنے بچوں کے ساتھ اور اللہ ہماری فیملی کو نظر بد سے محفوظ رکھے اور شیطان کے شر سے بچائے آمین اور آخر میں قارئین آنچل کو سلام، اللہ حافظ۔

مسز سدرہ ارسلان......ملتان

مدیحہ نورین مہک کے نام

السلام علیکم! تمام قارئین اور آنچل فرینڈز۔ مدیحہ نورین شادی کی بہت بہت مبارک ہو اللہ تعالیٰ آپ کو ڈھیروں خوشیوں سے نوازے اور اپنے پیارے لوگوں میں شامل کریں، آمین، آنچل نگری سے ہمیشہ اپنا رشتہ جوڑے رکھنا تمہاری شاعری کے بغیر تو آنچل ادھورا سا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو زندگی کے اس سفر پر کامیابی عطا کرے آمین، ایک اور بات تمہارا تعارف پڑھنا چاہتی ہوں اگر شائع ہوچکا ہے تو اس ماہ کے شمارے کا بتادیں جس میں آپ کا تعارف چھپا ہے ایما وقار، ام ہانی شاہد (دعاؤں کے لیے خصوصی شکریہ آپ بھی خوش رہیں) فائزہ بھٹی (آپ کی دعاؤں کے صدقے خوش ہیں اور ٹھیک بھی) رمشا آصف (کیسی ہیں جناب) اقرا ممتاز جانو (برتھ ڈے یاد رکھی میری بہت خوشی ہوئی کہ ہم بھی کسی کے لیے اہمیت رکھتے ہیں) کبریٰ خان چوہان ڈیئر (آپ بھی خوش رہیں) زرناب خان، نور چودھری، گلشن چودھری، ماریہ نذیر آپی مہوش مغل سالگرہ کی بہت مبارک۔ حرا گل غفور، حسینہ ایچ ایس، نجم انجم، نورین انجم، کوثر خالد، پروین افضل شاہین، فائزہ شاہ، عظمیٰ بتول، بینا خالد، تبسم بشیر، سمعیہ سجاول، افشاں سراج، رابی اینڈ تحریم بھٹی، سحر تبسم سحری اور جاذبہ عباسی آپ سب کے لیے ڈھیروں نیک خواہشات اور دعائیں۔ خود بھی خوش رہیے اور دوسروں کو خوش رکھنے کی کوشش کیجیے نہ جانے پھر کب حاضر ہوں، اس ماہ بھی لیٹ آئے پلیز آپی جگہ دے دیجیے گا۔ اللہ حافظ۔

رقیہ ناز......میلسی

دوستوں کے نام گل کا پیغام

کوئی منافقت سکھائیں مجھے
رشتوں کو نبھا سکوں میں بھی

السلام علیکم! آنچل رائٹرز، ریڈرز اینڈ آنچل ادارہ کو سلام اور آنچل کی سالگرہ مبارک ہو میری طرف سے سب کو۔ نورین انجم کیا حال ہے جناب؟ شکیلہ رضوان آپ کو دوستی قبول ہے ڈیئر، عائشہ شکیل آپ تو پہلے سے ہی دوست ہیں جناب اس لیے آپ کی دوستی قبول ہے۔ دوستی پکی ہے ناں؟ انعم زہرہ، ایم سحر، شکریہ یاد رکھنے کا۔ ثمرہ گلزار جی مجھ معصوم کو تو آپ نے عورت بنادیا ڈیئر عورت تو میں ہوں ہی عورت تو پہلے دن کی بچی بھی ہوتی ہے میں تو پھر سولہ سترہ سال کی لڑکی ہوں، نور ے ایمان ایس این شہزادی، شانزہ پرویز، شعر پسند کرنے کا شکریہ۔ ثمرہ گلزار آنچل وحجاب یاد رکھنے کا شکریہ آپ سے رابطہ کرکے اچھا لگا۔ اب تو اسکول کے آخری دن چل رہے ہیں۔ بارہ، تیرہ سال سے ہم اسکول کے بچے کہلائے جارہے تھے۔ اب اسکول سے فارغ ہونے والے ہیں کوئی پتا نہیں زندگی کہاں لے جائے۔ ہشتم، نہم پارٹی اور خوب صورت پارٹی کے لیے تھینکس اور ڈریم گروپ جہاں رہو خوش رہو اور توشیبہ پلیز موو آن کرو، دل مت دکھی رکھا کرو، ابھی تو ہم گروپ نے کالج میں جاکر دھوم مچانی ہے۔ سوریلیکس آپی شازیہ کیا حال ہے اور ماہ رخ سیال آپی میری طرف سے ڈھیروں مبارک قبول کریں شادی کی۔ آپی نبیلہ ناز آپ کہاں گم ہوگئی ہیں اور بھی جس نے مارچ ہیں یاد رکھا بے حد شکریہ۔ تابی کھرل کدھر ہو تم، اللہ سب کو خوش رکھے آمین اور آپ سب کو بتاؤں ماہ رخ سیال کی شادی ہے خوش رہیں۔

گلشن چودھری......گجرات

www.naeyufaq.com

dish@aanchal.com.pk

یادگار لمحے

جویریہ سالک

شہادت

ترجمہ:۔ ”کہہ دیا گیا کہ تم داخل ہوجاؤ جنت میں“

وہ شخص چونکہ اللہ کی راہ کا مقتول تھا۔ اس لیے جنت تو گویا اس کے انتظار میں تھی۔ شہادت کے رتبے پر فائز ہوجانے والے خوش قسمت لوگوں کو جنت میں داخلے کے لیے روز حشر کا انتظار نہیں کرنا پڑتا بلکہ جس لمحے ایسے کسی مومن کی شہادت ہوتی ہے اسی لمحے اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

ترجمہ:۔ ”اس نے کہا کاش میری قوم کو معلوم ہوجاتا“ (سورۃ یاسین آیت نمبر ۲۶)

نورالدین......کراچی

عیادت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو کسی مسلمان کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے مگر یہ کہ شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے رحمت اور مغفرت کے لیے دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں ایک پھولوں کا باغ مقرر کردیا جاتا ہے۔“ (ترمذی عن علیؓ)

ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوگیا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے اس کے گھر تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا ”تو اللہ کا دین قبول کرلے“ اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا جو وہیں موجود تھا۔ اس نے اپنے لڑکے سے کہا۔ ”ابوالقاسم کی بات مان لے۔ اس لڑکے نے اسلام قبول کرلیا۔ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے آپ ﷺ فرمارہے تھے۔ ”حمد اس اللہ کی جس نے اس لڑکے کو جہنم سے بچالیا۔“ (صحیح بخاری عن انسؓ) گویا بلاتفریق مذہب وملت ہر بیمار کی عیادت کرنا مسنون ہے۔ اگر کسی غیر مسلم نے کسی مسلمان کے اچھے سلوک سے متاثر ہوکر اسلام قبول کیا تو ایسا عمل اس کی نجات کا باعث بن سکتا ہے۔

حسن اختر پریم......کراچی

سنہری باتیں

❖ اگر کوئی تم سے جلتا ہے تو بجائے غصہ ہونے کے ان کی جلن کی قدر کرو کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہیں خود سے بھی بہتر سمجھتے ہیں۔

❖ کوئی تم سے روٹھ جائے پھر وہ خود ہی تم سے ملنے کو ترسے تو اسے کبھی کھونا مت کیونکہ وہ تم سے بہت پیار کرتا ہے۔

❖ زندگی دو دن کی ہے اس لیے دو ہی اصولوں سے گزارو۔ رہو تو پھولوں کی طرح، بکھرو تو خوشبوں کی طرح۔

ماہ رخ سیال ماہی......سرگودھا

اشفاق احمد

کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بابا جی سے پوچھا۔

”یہ بے چینی کیوں ہے؟ کیوں اتنی پریشانی ہے، کیوں ہم سکون قلب اور اطمینان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے؟“ بابا جی نے کہا۔

”دیکھو تم اپنی پریشانی کی پوٹلیاں اپنے سامنے نہ رکھا کرو، انہیں خود زور لگا کے حل کرنے کی کوشش نہ کیا کرو بلکہ انہیں اللہ کے پاس لے جایا کرو اور کہو۔

اے اللہ! یہ بڑی مشکلات ہیں یہ مجھ سے حل نہیں ہوتیں یہ میں تیرے حضور لایا ہوں، تو انہیں حل کردے اور پھر سے بے فکر ہوجا، اللہ انہیں حل کردے گا بس ایمان اور یقین ہونا چاہیے۔“

ماریہ نذیر......بھاگٹانوالہ

ضروری ہدایات برائے گرمی

○ گرمی کی آمد آمد ہے لہٰذا محسوس ہونے پر خود کو فریزر کے حوالے کردیں۔

○ گرمی میں جس کی سالگرہ ہو اسے تحفے میں خارش والا ٹھنڈا پاؤڈر دیں۔

○ پیاس کی شدت سے نجات کے لیے ایک ڈسپرین کی گولی کوکاکولا میں ڈال کر پئیں۔

○ پیروں کی جلن سے نجات کے لیے فل ٹائم موزے پہنے رکھیں۔

○ گھر سے باہر نکلتے وقت کولڈ کریم لگانا نہ بھولیں۔

○ نہانے سے پہلے پانی کو گرم کرنا نہ بھولیں۔

○ بجلی نہ ہونے کی صورت میں ہاتھ والا پنکھا اپنے پاس رکھنا نہ بھولیں۔

○ آئس کریم کھانے اور شربت پینے سے قبل کچھ وقت انہیں یوں ہی ہوا میں رکھیں۔

○ بے انتہا پسینہ آنے لگے تو چولہے کے سامنے جا بیٹھیں۔

○ ان ہدایات پر عمل کر کے اپنی گرمیاں انجوائے کریں۔

فائزہ شاہ.....کراچی

پردے

ایک موٹی اور کالی عورت نے اپنے شوہر سے کہا۔ "مجھے کھڑکی کے پردے لگوا دو سامنے والا ہمسایہ کھڑکی سے مجھے گھور گھور کر دیکھتا ہے۔"

شوہر نے کہا۔ "دیکھتا ہے تو دیکھنے دو وہ تنگ آ کر خود ہی پردے لگوا لے گا۔"

ارم آصف.....خانگڑھ ضلع مظفر گڑھ

کلام یارم

◎ علم جس وسعت پر محیط ہے شاگرد اس کا کوزہ ہے۔

◎ جوہر کامل مقصد حیات کے بازار میں عمل کے داموں فروخت ہوتا ہے۔

◎ اعمال نامے پاکیزہ مخمل پر تحریر وہ نوری رباعی ہے جسے برگریدوں کے سائے میں آب حق سے لکھا جاتا ہے۔

◎ محبت کرنے سے پہلے احترام کرنا سیکھیں۔

◎ انسان وہی ہے جو اپنی خود نمائی بے شک کرتا پھرے لیکن دوسروں کی خامی کی پردہ پوشی ہر حال میں کریں۔

◎ بلندیوں پر جدوجہد سے پہلے عزم کمند میں ڈالتا ہے۔

◎ اڈو کے اڑنے کا حق صرف پروالوں کے پاس ہی نہیں۔

◎ ہار جانے والے لوگ ان لوگوں سے ہزار درجے بہتر ہوتے ہیں جو مقابلہ کرنے کی ہمت ہی نہیں کرتے۔

◎ ساری کائنات اگر کتاب بنی کھلی پڑی ہو تو انسان کو شاگرد ضرور بن جانا چاہیے۔

◎ اسلام اینٹ کا جواب پتھر نہیں، اسلام اینٹ کا جواب برداشت ہے۔

سیدہ تبسم بشیر حسین.....ڈنگہ

محبت

محبت تاریک جنگل کی طرح ہوتی ہے۔ ایک بار اس کے اندر چلے جاؤ تو یہ باہر نہیں آنے دیتی، اگر باہر آ بھی جاؤ تو آنکھیں جنگل کی اتنی عادی ہو جاتی ہیں کہ روشنی میں کچھ بھی نہیں دیکھ سکتی، وہ بھی نہیں جو بالکل صاف واضح اور روشن ہوتا ہے۔

(ایمان امید اور محبت، عمیرا احمد)

ام ہانی شاہد.....ڈگری

گولڈن ورڈز

□ غریب کی مدد کر کے یہ مت سوچو کہ آپ اس کی دنیا سنوار رہے ہیں بلکہ یہ سوچیں کہ غریب آپ کی آخرت سنوار رہا ہے۔

□ جس کو احساس نہ جگائے اسے کون جگا سکتا ہے۔

□ توبہ کے لیے گناہ گار ہونا ضروری نہیں ہے۔

□ تم کسی کا کچھ مت بگاڑو، اللہ تمہارا کچھ بگڑنے نہیں دے گا۔

□ وفا وہ منزل ہے جس کا پتا محبت آج بھی ڈھونڈ رہی ہے۔

□ بہترین لوگ بہترین نیت رکھتے ہیں جس کی وجہ سے رب ان کے تمام کام سنوارتا ہے۔

□ جس کا کام رب سنوار دے اسے کوئی بگاڑ نہیں سکتا۔

□ اگر کوئی تم سے ناراض ہے اور اسے اس بات کا غور ہے کہ تم اسے مناؤ گے اور تم اس غرور کو ٹوٹنے مت دینا۔

□ مسائل بڑھا کر وسائل کا رونا بے وقوفی ہے۔

□ خیرات سے مال میں کمی نہیں آتی اضافہ ہوتا ہے۔

انجم انجم اعوان.....کراچی

بات یاد رکھنے کی

کوئی تمہارا دل دکھائے تو ناراض مت ہونا کیونکہ قدرت کا قانون ہے جس درخت کا پھل زیادہ میٹھا ہوتا ہے لوگ پتھر بھی اسی کو مارتے ہیں۔

مہر وعباس، زہرہ عباس.....چک شیخوڈنگ

تبدیلی

زندگی بدلنے کے لیے لڑنا پڑتا ہے اور آسان کرنے کے لیے سمجھنا پڑتا ہے وقت آپ کا ہے چاہے تو سونا بنا لو اور چاہو تو سونے میں گزار دو۔

گلشن چودھری.....گجرات

ثمر آئے

میرے حصے میں جو شجر آئے
ان پہ مدت ہوئی ثمر آئے
کب وہ دیوار و در نظر آئے
مدتوں بعد ہم جو گھر آئے

راؤ تہذیب حسین تہذیب.....رحیم یار خان

دنیا کی حقیقت

دنیا اگر ہاتھ سے نکل جائے تو بندہ غریب ہو جاتا ہے یہی دنیا اگر دل سے نکل جائے تو بندہ ولی ہو جاتا ہے۔

ایم فاطمہ سیال.....محمود پور

نصیب

ایک باپ اپنی بیٹی کو دنیا بھر کی خوشیاں اور آسائشیں تو دے سکتا ہے مگر اسے اچھا نصیب نہیں دے سکتا۔

فریدہ فری یوسفزئی.....نامعلوم

یہ ھی سچ ھے

◎ کسی کو بھولنے کے لیے اسے یاد کرنا پڑتا ہے۔

◎ درد دینے والے کو درد کی شدت کا احساس ہوتا تو وہ کسی کو درد ہی نہ دیتا۔

◎ محبت گمراہ نہیں کرتی محبت حقیقی راہ دکھاتی ہے۔ پس اس راہ کو دیکھ تو سب سکتے ہیں پر سمجھ کوئی نہیں سکتا۔

◎ جب دل بدل جائیں تو باتیں کڑوی لگنے لگتی ہیں۔

◎ جہاں محبت ہو وہاں عیب نظر نہیں آتے۔

صفت اللہ.....گنڈی عمر خان

کامیابی

ترقی کرنے اور کامیاب ہونے میں فرق ہے۔ ہم چاہے جتنی بھی ترقی کر جائیں کامیاب تب تک نہیں ہو سکتے جب تک اللہ کی خوشی نہ حاصل کر لیں۔

میمونہ خان شیروانی.....کبیر والا

کامیابی کا راز

محنت، ایمان داری اور مستقل مزاجی یہ تین چیزیں کامیاب انسان بھی بناتی ہے اور زندگی کے ہر میدان میں انسان کو ہمیشہ کامیاب کرتی ہے۔ کام چھوٹا بڑا معنی نہیں رکھتا بس محنت اور ایمان داری ہو، انسان اللہ کے ہاں امیر بن جاتا ہے، اللہ کو ساتھی بناؤ کامیابی قدم قدم پر ملے گی۔ بے شک محنت کا اجر ملے گا۔

عائشہ خان.....ڈسکہ

عمل

بہترین انسان اپنے عمل سے پہچانا جاتا ہے ورنہ اچھی باتیں تو دیواروں پر بھی لکھی جاتی ہیں۔

میمونہ خان شیروانی.....کبیر والا

حرف گل

خواہشیں بے لگام ہو جائیں تو پھر کچھ نہیں بچتا، نہ عزت، نہ محبت، نہ مان اور نہ بھروسا۔

سباس گل.....رحیم یار خان

سنہری الفاظ

◎ رشتے اور راستے اس وقت ختم ہوتے ہیں جب پاؤں نہیں دل تجھ جائیں۔

◎ وہ جگہ چھوڑ دیں جہاں آپ کے احساسات الفاظ کی قدر نہ ہو چاہے وہ کسی کا گھر ہو یا کسی کا دل۔

◎ اچھا لباس اور اچھا اخلاق شخصیت کا آئینہ ہے۔

عائشہ صدیقہ.....کابل افغانستان

شیخ سعدیؒ کے اقوال

شیخ سعدی سے کسی نے پوچھا حال کیسا ہے؟
جواب دیا "اللہ کی نعمتیں کھا کھا کر دانت ٹوٹ گئے ہیں مگر زبان اس کی ناشکری سے باز نہیں آتی۔"

جو دکھ دے اسے چھوڑ دو
مگر
جس کو چھوڑ دو اسے دکھ نہ دو۔

ایسے دوستوں سے ہاتھ دھو لینا بہتر ہے جو تیرے دشمنوں کے ساتھ بیٹھتا ہو۔

رابعہ شاہین.....نکانہ صاحب

www.naeyufaq.com

آئینہ

aayna@naeyufaq.com

شہلا عامر

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بابرکت نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔ سب سے پہلے آپ سب کو آنچل کی سالگرہ مبارک۔ زندگی کے اس سفر میں ہم اپنے آس پاس بہت سے کردار دیکھتے ہیں ان میں اچھے اور برے دونوں شامل ہیں اور ان دونوں کرداروں کا اختتام بھی ہے لیکن وقت مقرر ہے اور سب نے ہی اسی وقت اپنے انجام کو پہنچ جاتا ہے۔ ہم چاہ کر بھی برے کو وقت سے پہلے اس کے انجام تک نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی چاہ کر اچھے انسان کی زندگی طویل کر سکتے ہیں۔ ہم برے سے اپنے مراسم ختم کر سکتے ہیں اور اچھے لوگوں سے بڑھا سکتے ہیں۔ یہ اختتام تھا اُم زویا کی کہانی کا امید ہے آپ سب کی سمجھ میں آ گیا ہوگا۔ اب بڑھتے ہیں آپ سب کے تبصروں کی جانب۔

ثمرہ گلزار..... کوٹلی گجرات۔ السلام علیکم! شہلا جی کیسی ہیں؟ آپ سب پڑھنے والے کیسے ہیں؟ شہلا جی دوسری بار آپ کی محفل میں شرکت کر رہی ہوں دیکھتی ہوں آپ جگہ دیتی ہیں یا نہیں۔ اس بار آنچل 24 کو ملا ویسے مجھے لیٹ ملتا ہے پر اس بار پتا نہیں کیوں جلدی مل گیا ٹائٹل بورنگ لگا فرحین اقبال نے بالیاں پرانے زمانے کی پہنی ہوئی تھی اور ہنس تو ایسے رہی تھی جیسے شہلا جی کے منہ پر جوک لکھا ہوا ہو (ہاہاہا) ویسے شہلا جی آپ سب ٹائٹل ہنسی والے ہی دیتی ہیں کبھی کوئی رونے والا بھی دے دیا کریں۔ ''سرگوشیاں'' میں قیصر آرا سے اتفاق کیا۔ وجد چغتائی اور سعید ہاشمی کی ''حمد ونعت'' بہت پسند آئی پھر بڑھے ''در جواب آں'' میں ڈاکٹر تنویر انور خان جی آپ کی دس کتاب بھی آ گئی ہیں پر آپ نے ہمیں ایک بھی نا بھیجی آپ کو کیا نہیں پتا ہمیں بہت شوق ہے آپ کو پڑھنے کا۔ ''ربنا آتنا'' بہت ہی اچھا سلسلہ ہے مشتاق انکل کی باتیں ہمیں بہت کچھ سیکھاتی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں مزید نکھار پیدا کرے آمین۔ ''ہمارا آنچل'' میں نجم انجم آنٹی کا انٹرویو بہت پسند آیا اس کے بعد بڑھے اپنے فیورٹ ناول 'سمٹتے دی ماری جھلی'' صائمہ آپی آپ بہت اچھا لکھتی ہیں اس ماہ کی قسط لاجواب رہی مجھے پتا تھا وہ بھکاری بابا شرجیل سکندر ہوگا حکیم اللہ اور شرجیل کے ساتھ اللہ نے خوب انصاف کیا، انسان جو بوتا ہے وہ ہی کاٹتا ہے میرے خیال میں اب ہاجرہ بھی ٹھیک ہو جائے گی لیکن صائمہ آپی آپ نے وجاہت کے سر پر چوٹ کیوں لگا دی مجھے تو لگتا ہے آپ نے وجاہت کو چائے والی پیالی ماری ہوگی (ہاہاہاہا) اگلی قسط کا شدت سے انتظار ہوگا۔ آپی اقرا صغیر آپ کے ناول کا خوب صورت اختتام ہوا ہے۔ ''اکائی'' سوری عشنا جی آپ کا ناول میں نہیں پڑھتی بٹ اچھا ہوگا۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' ام ایمان قاضی ویسے تو آپ میری فیورٹ رائٹر ہیں پر ابھی میں نے آپ کا ناول پڑھا ہی نہیں تو پھر تبصرہ کیسے کروں پھر بڑھے افسانوں کی دنیا میں اس بار بس دو افسانے تھے شہلا جی افسانے تین چار تو دیا کریں ناں۔ صبا عیشل جی آپ کا افسانہ اچھا لگا نصیباں کا کردار بہت پسند آیا واقعی

مائیں ایسی ہی ہوتی ہیں اپنی خوشی قربان کر دیتی ہیں اپنی اولاد کے لیے پھر بھی کچھ لوگوں کو قدر نہیں ہوتی والدین کی۔ ''بہار آئی'' کنزہ ظفر پہلی بار آپ کو پڑھ رہی ہوں پر آپ کا افسانہ بھی اچھا تھا بیٹی کے لیے ماں میں آخر ہمت آ ہی گئی زینب کا کردار بھی نائس تھا۔ ''محبت فاتح عالم'' ام زویا آپ میری فیورٹ رائٹر ہیں آپ کا ناول مجھے بہت پسند آیا۔ ''بہاریں لوٹ آئیں'' یہ ناولٹ بھی بس ٹھیک ہی تھا مستقل سلسلوں پر نظر دوڑائی جائے تو ''بیاض دل'' میں فرحت، فرزانہ، سیدہ سحرش، ہما بیگ، صبا نور، حمیرا عثمان، مہروش افتخار رانی، ماہی شیخ، عائشہ عمران، دعا فتخار کے شعر پسند آئے ویسے سب کے اچھے تھے ''ڈش مقابلہ'' میں آلو مٹر اور بھنا ہوا پیازی گوشت اچھا لگا آلو مٹر تو ویسے بھی میرے فیورٹ ہیں۔ ''نیرنگ خیال'' میں نعیم زہرہ، شگفتہ خان، نعیم النصر ہاشمی، مدیحہ شبیر ارم، خان اور عائشہ رحمٰن کی نظمیں پسند آئی۔ ''دوست کے پیغام'' میں رمشا آصف بہنا یاد رکھنے کا شکریہ ایمن غفور سویٹو میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو ارم آصف یاد رکھنے کا شکریہ، اقرا جٹ آپی کیسی ہیں؟ ''یادگار لمحے'' میں نازش نور، حسن اختر پریم، محمد ندیم عطاری، پروین افضل، تبسم بشیر، علیشہ خان سب نے اچھا لکھا رمشا آصف آپ نے بھی اچھا لکھا آئینہ میں اقرا جٹ آپی مختصر کیوں لکھا خوشی سرانولی، فائزہ شاہ، ایم سحر، فائزہ بھٹی، رمشا آصف، امن ملک نور چودھری کے تبصرے پسند آئے، رمشا آصف حرا گل، شبنم بشیر، نور چودھری میرا شعر پسند کرنے کے لیے شکریہ۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں شائلہ آپی نے مجھے بھی اپنی محفل میں شامل کیا اچھا لگا، مدیحہ نورین مہک، عائشہ شکیل، ماریہ نذیر، شازنہ شانو کے سوالات پڑھ کر مزہ آ گیا آخر میں ''آپ کی صحت'' شہلا جی یہ سلسلہ ختم کر دیں ہر ماہ ایک جیسے ہی پڑھنے کو ملتے ہیں کبھی کسی کو نسوانی حسن کا مسئلہ ہے تو کبھی کسی کو بالوں کا رئیلی شہلا جی ہم تھک گئے ہیں ایسے لیٹر پڑھ کر اور ڈائجسٹ کا اینڈ ہوا اللہ حافظ۔

☆ پیاری ثمرہ! میرے منہ پر تو کوئی جوک نہیں لکھا البتہ ماڈل تمہیں ضرور اپنی جیولری سے چڑا رہی تھی اور تم چڑ بھی گئی۔

مسز سدہ ارسلان..... ملتان۔ سویٹ کیوٹ سی اپیا شہلا کیسی ہیں آپ؟ آپ کی خیریت نیک مطلوب چاہتی ہوں۔ تو ہاں جی! آپ سب نے ہمیں پہچانا بھی ہے کہ نہیں؟ اوہ مائی گاڈ آپ لوگ اتنی پیاری سی سدرہ رحمٰن کو بھول گئے جو کہ بہاولپور سے شرکت کرتی تھیں۔ افسوس خیر چھوڑیے ہم آپ سب کو معاف کیے دیتے ہیں، آپ کا کوئی قصور نہیں ہم ہی چھ سال بعد محفل میں شرکت کر رہے ہوں اور اب ہم کلینیکل سائیکالوجسٹ نہ صرف بن گئے ہیں بلکہ ارسلان صاحب کی مسز اور نظالیہ اور ابتہاج دو پیارے بچوں کی مما جانی بھی بن گئے ہیں۔ الحمدللہ اتنی تفصیل کے بعد یقیناً ڈیئر قارئین آنچل کو ہمارے تبصرے نہ کرنے کی وجہ معلوم ہوگئی ہوگی۔ اف ارے پانی شانی تو پوچھیں ہم سے، ہم اب اتنی دور سے تشریف لائے ہیں؟ چلیں خیر ہے لیکن مٹھائی ضرور بانٹیے گا (ہاہاہا) اب آتے ہیں تبصرے کی طرف کہیں شہلا آپی غصہ ہی نہ کر جائیں اور ہمارے تبصرے کو آنچل میں جگہ بھی نہ مل سکے۔ پارک کے پاس مارکیٹ ہے اپنی ساسو ماں کے ساتھ گئی بچوں کی شاپنگ کے لیے لیکن واپس آتے ہوئے ڈائجسٹ شاپ پہ آنچل نظر آ گیا تو ناممکن سی بات ہے لیے بنا کیسے گھر آ سکتی تھی سو خرید ا اور گھر پہنچے تاریخ 22 فروری دیکھی تو ارادہ کر لیا کہ اس بار ضرور آنچل جلدی جلدی پڑھ کے تبصرہ کرنا ہے۔ ہمیشہ کی طرح ٹائٹل گرل بنا آنچل کے نظر آئی لیکن ان کی مسکراتی ہوئی تصویر پیاری لگی اور سب سے کمال تو مجھے ٹائٹل گرل کی جیولری اور

ڈریس لگا اب خود کا بھی ایسا ڈریس بنوانے کا دل کر رہا ہے (ہاہاہا) حقیقت میں نائس جیولری اور ڈریس۔ قیصر بوا جانی سے "سرگوشیاں" کرتے "حمد ونعت" پڑھی اور میری دو سالہ بیٹی نظالیہ نے بھی پڑھی اور یہ اس کی پہلی ریڈنگ ہے جو میں نے ریکارڈ کر لی۔ "در جواب آں" میں قیصر بوا جانی سب سے بڑے پیار سے ملاقات کرتی ہوئی نظر آئیں۔ پھر دوڑے ہم "دانش کدہ" کی طرف جہاں پر مشتاق انکل ہمیں قرآن کی تفسیر کی تعلیمات نہایت پُرمشفق انداز میں سمجھا رہے تھے اپنے ایمان کو تازہ دم کرتے ہم دوڑے کہانیوں کی طرف سوری "ہمارا آنچل" کی طرف جہاں پہ نجم انجم اعوان انٹرویو دیتی بہت پیاری لگی۔ سلسلہ وار ناول "اکائی" تو نہیں پڑھا کیونکہ جب تک پہلی قسط سے نہیں پڑھوں گی مزہ ہی نہیں آنا عشنا آپی۔ "سانسوں کے اس سفر میں" کہیں کہیں آکسیجن ملی تو کہیں پہ دم گھٹتا تھا آکسیجن کی کمی کی بناء پہ بہرحال ہم اس سفر میں ایمان آپی کے ساتھ ہیں ان شاء اللہ شجر اور موحد کی نٹ کھٹ شرارتیں بہت لطف اندوز کرنے لگی اور آیت نے کھانے والی گڑبڑ کی بہت غصہ آیا روایتی جلن کی جھلک نظر آئی۔ مکمل ناول "عشقے دی ماری میں جھلی" صائمہ آپی سے بھی معذرت اکٹھی قسطیں پڑھوں گی پھر تبصرہ ہوگا ان شاء اللہ۔ "محبت فاتح عالم" زبردست مکمل ناول رہا زویا بہنا نے بہت زبردست ٹاپک اٹھایا تقریباً ہر تیسرے گھر کی کہانی ہے یہ ہاں شائنہ نے شادی پہ جو ہنگامہ کیا جو بالکل بھی پسند نہیں آیا لیکن اگر وہ ایسا نہ کرتی تو زینا کو سر واٹچ کیسے ملتے سو شائنہ کے کارنامے سے زینا کو ایک زبردست جیون ساتھی اور واٹچ کو گھر گرہستی والی لڑکی ملی یہ بہت زبردست رہا اور اسی میں ناول کی خوب صورتی تھی اس کا اینڈ پڑھنے کے لیے مجھے صبح کا انتظار کرنا پڑا ویلڈن زویا آپی۔ "بہاریں لوٹ آئیں" اریشہ غزل نے بہت پیارا لکھا ہر کسی کو زندگی اپنے حساب سے گزارنی چاہیے نہ کہ دوسروں کے تجربات کو دیکھ کر اپنی زندگی کی خوب صورتی ہی ختم کر لی جائے۔ زبردست ٹاپک زبردست میری طرف سے گڈ تھا ایسے ٹاپک پر ہماری پیاری رائٹرز کو لکھتے رہنے چاہیے تاکہ اصلاحی معاشرہ ممکن ہو سکے۔ افسانوں میں افسانہ "مرگ یک دوہا" نے تو سمجھیں رولا ہی دیا۔ وائے دی غربت اور ہائے دی عورت کی قسمت لوگوں کی تو ہم پرستی کی شکار ہو جاتی ہے ہمیشہ جہیز ایک لعنت ہے لیکن معاشرے کے لوگ یہ لعنت خوشی اور حق سمجھ کر لیتے ہیں اور کسی ایک چیز کی کمی تک برداشت نہیں کرتے اور ان کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے کتنے معصوم لوگوں کو اپنی بے خودی خوشی تک ختم کرنی پڑ جاتی ہے لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا صد افسوس صباء ویلڈن۔ کنزہ ظفر کا افسانہ "بہار آئی" میں باپ کا پاور فل اور جابر کریکٹر دکھایا اور عورت کو مظلوم بہرحال روایتی ٹاپک تھا انداز اور اسٹوری نئی تھی سو اچھا لگا ایسے والد کے ساتھ پھر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اولاد ماں کے ساتھ کھڑی ہو جاتی ہے جوان ہونے پر اور عورت کے دکھ تب تک ہی ہوتے ہیں جب تک اس کی اولاد چھوٹی ہوتی ہے۔ پھر اولاد کے بڑے ہونے پر ماں مضبوط ہو جاتی ہے مرد کے رویے میں لچک بے حد ضروری ہے اپنے گھر کو جنت بنانے کے لیے۔ کہانیوں پر تفصیل سے تبصرہ کر لیا اب دی اینڈ کرتی ہوں کیونکہ شوہر سے خط پوسٹ بھی کروانا ہے اور اللہ کرے اتنے عرصے بعد لکھنے پہ پذیرائی بھی مل سکے۔ مستقل سلسلے زبردست رہے۔ "بیاض دل" نائلہ مشتاق اور نادیہ بتول کے اشعار پسند آئے جو کہ میں نے واٹس ایپ اسٹیٹس پہ بھی لگائے۔ "دشِ مقابلہ" میں "مغلی ہانڈی اور پٹیالہ کباب" ضرور ٹرائی کروں گی ان شاء اللہ۔ "نیرنگ خیال" سے نظر دوڑاتے "دوست کا پیغام آئے" ٹیچر کے نام پیغام بہت اچھا لگا۔ باقی تمام دوستوں کے ملاقات کرتے لمحوں کا یادگار بنانے جا پہنچے جہاں سیریس اور حکمت

وتعلیم والی یادیں ملیں تو وہیں ہنسانے والی ہنستی مسکراتی بے شمار دل کو لبھانے والی یادیں بکھری پڑی تھیں جن میں سے "زندگی" اور "مستنصر حسین تارڑ" اقتباس بہترین "یادگار لمحے" رہے۔ "آئینہ" میں سب کی شرکت اچھی لگی بہاولپور سے تین لوگوں کی شرکت دیکھ کر خوشی ہوئی اور ملتان سے کسی کا تبصرہ نہ پا کر دکھ بھی ہوا (ہاہاہا) نورے ایمان کا تبصرہ سب سے لمبا تھا جو کہ میری بیٹی نظالیہ اور بیٹے ابتہاج کی نٹ کھٹ شرارتوں کی نظر ہو گیا (ہاہاہا)۔ آج میرے شوہر اتفاق سے لیٹ آ رہے ہیں۔ تب ہی تبصرہ مکمل کر لیا میں نے کال کر کے پوچھا بھی ہے کہ آج سارا دن کہاں غائب رہی ہو؟ واٹس ایپ آن لائن ہی نہیں ہوئی (ہاہاہا)۔ اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ ہمارے آنچل کو ہمیشہ ترقی عطا فرمائے۔ اور قارئین اور رائٹرز، آنچل ٹیم خیر و عافیت کے ساتھ رہیں اور ہمارے آنچل کو ہمیشہ سنوارتے رہیں آمین۔ اللہ نگہبان۔

☆ پیاری سدرہ! اتنے عرصے بعد آمد بہار جیسی لگی۔ مصروفیات زندگی کے ساتھ اتنا خوب صورت تبصرہ اچھا لگا۔

رضوانہ وقاص..... پھری پور کرلاں۔ سب لکھنے والی دوستوں کو سلام۔ سب ٹھیک ٹھاک سردیوں کے مزے لوٹ رہی ہوں گی۔ آنچل 23 تاریخ کو ملا۔ اتوار والے دن۔ تبصرہ 24 تاریخ کو دیکھ رہی ہوں۔ ڈاکٹر کے پاس گئی تھی دن کو اب رات ساڑھے 10 بجے لکھ رہی ہوں کہ لیٹ نہ ہو جائیں میرا خط۔ اب آتی ہوں ماڈل فرحین اقبال بہت اچھی لگ رہی ہے ہنستی مسکراتی ہوئی نظر نہ لگ جائے اتنی پیاری ماڈل کو۔ "سرگوشیاں" پڑھی ہمیں اللہ سبحان وتعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہونا چاہیں کہ ہم ایک مسلمان قوم ہے اور ہمیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ "حمد ونعت" دونوں ہی بہت اچھی۔ "رہنا آنا" سلسلہ بہت اچھا ہے مشتاق انکل اسی طرح لکھتے رہیں اللہ ان کو صحت والی لمبی زندگی عطا کرے آمین۔ "ہمارا آنچل" نجم آنٹی کا پڑھا اچھا لگا۔ "عشقے دی ماری میں جھلی" ہاجرہ کی باتوں میں آ جائے گا وجاہت پلیز صائمہ جی وجاہت سکیزہ کو طلاق نہ دیں ورنہ وہ معصوم سی لڑکی ٹوٹ جائے گی۔ رضا کی ناراضی وجاہت سے ٹھیک ہے۔ یہ جو انجان شخص ہوگا وہ رضا کا باپ ہی ہوگا اور وہ اسے ڈھونڈنے کے لیے پاگل ہو رہا ہے۔ صباء ایشل کا افسانہ اچھا لگا مجید اور نصیباں دونوں کا کردار پسند آیا۔ ان لوگوں کی سمجھ نہیں آتی کہ دوسروں پر کیسے باتیں بنا لیتے ہیں۔ ہر والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ اپنی بیٹیوں کو ہر چیز دیں لیکن نصیب تو نہیں دے سکتے لوگوں کی تو عادت ہے باتیں بنانے کی۔ مکمل ناول ام زویا کا پسند آیا۔ ایک تو ان بہنوں کی سمجھ نہیں آتی۔ آپس میں کیوں ضدیں کیوں کرتی ہیں۔ میری کوئی بہن نہیں مجھے اس لیے نہیں پتا کہ بہنیں آپس میں اتنی ضدیں کرتی ہیں۔ زینا کا اپنے شوہر و شیق کے ساتھ ناراضی اچھی نہیں لگی۔ ان کی ناراضی شکر ہے ختم ہوئی۔ اپنے والدین سے کبھی بھی ناراض نہیں ہونا چاہیے کہ بعد میں اپنے آپ کو بندہ قصوروار سمجھے۔ اس میں شعر اور غزل پسند آئی۔ شائنہ اچھی نہیں لگی ہر بات پر اپنی بہن سے جیلس ہونا پسند نہیں آیا۔ "بہار آئی" بھی افسانہ اچھا لگا۔ ام ایمان قاضی کا ناول بھی اچھا ہی ہوگا لیکن تبصرہ ایک دو قسط پڑھ کر کروں گی۔ "بیاض دل" فرصت، فرزانہ اسماعیل، ہما بیگ، کنول آفاق، ماہی شیخ، میر اعلیٰ، ثانیہ غفور، مسرت جبین، آسیہ بانو، نادیہ بتول کیا بات ہے آپ لوگوں کی چھا گئے جی آپ لوگ ڈش مقابلہ سارے کا سارا پسند آتا ہے مجھے جب میں ٹھیک ہوئی ان شاء اللہ سب ٹرائی کروں گی۔ "بیاض دل" کے بعد جی اب "نیرنگ خیال" کی طرف بڑھتے ہیں آرزو، نیا سال،

بہار، بیٹیوں کا نصیب، چاہت، نجم انجم اعوان، حمیرا قریشی کی غزلیں پسند آئی ہیں۔ ایمان آپی آپ کو میری غزلیں پسند نہیں آتی مجھے بھی ''نیرنگ خیال'' میں جگہ ملنی چاہیے۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں پلیز کوئی بہن مجھے بھی یاد کرلیا کریں یا میں آپ لوگوں کو پسند نہیں آئی میں تو سب دوستوں کے پیغام پڑھتی ہوں لیکن کوئی بہن مجھے یاد نہیں کرتی۔ ارم آصف شکریہ جی آپ نے یاد کیا خوشی ہوتی ہے اپنا نام دیکھ کر ''یادگار لمحے'' سب کا سب پسند آیا ہے۔ ''آئینہ'' میں سب نئی بہنوں کو سلام قبول ہو۔ اس دفعہ تو سب ہی دوستوں کے تبصرے بہت لمبے ہیں۔ 14 اپریل کو میرے بیٹے احمد وقاص کی سالگرہ ہے وش کرنی ہے شکریہ شہلا آپی میں ''ہمارا آنچل'' میں کس طرح شرکت کرسکتی ہوں پلیز بتایئے گا اور میری غزل اور شعر کو بھی جگہ دیں پلیز شکریہ سب کو محبتوں بھرا سلام قبول ہو۔ اللہ حافظ۔

☆ پیاری رضوا! ہمارا آنچل کے سوالات کے جواب لکھ کر بھیج دیں، باری آنے پر شائع کردیں گے۔ احمد وقاص کو ہماری جانب سے سالگرہ مبارک۔

ماریہ نظیر.....بھاگتا نوالہ۔ السلام علیکم! کیسے مزاج ہیں سب کے؟ امید ہے سب پھولوں کی طرح ہنستی مسکراتی ہوں گی۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو یوں ہی خوش رکھے آمین۔ مارچ 2020 کا شمارہ 24 فروری کو شام 4 بجے ملا۔ سات بجے تک پڑھ کر تبصرہ لکھنا شروع کردیا۔ سب سے بڑی خوشی کی خبر زرناب نے اپنا نمبر مجھے دیا۔ یار بہت بہت شکریہ۔ آپ نے مجھ پہ اعتبار کیا۔ میں مرجاتی ہوں مگر کبھی اعتبار توڑتی نہیں۔ سدا خوش رہو آمین۔ جی ہاں تو ٹائٹل کی بات ہورہی تھی بلکہ ہو کہاں رہی تھی میں تو ابھی شروع ہی نہیں کی (ہاہاہا) ٹائٹل پورا سونا لگ رہا تھا ارے بھئی نیند والا سونا نہیں سونا مطلب سونا لوگڈ۔ سنہری سنہری ماڈل اچھی لگی۔ یار سونا تو میرا فیورٹ ہے مگر نیند والا نہیں گولڈ والا سونا (ہاہاہا) اوئی میرے اللہ گھڑی بھی سونے کی تھی۔ شہلا آپی ایک رنگ ہی لے دیں کیونکہ تبسم کو میں نے کہا تھا مگر جواب ہی نہیں دیا اس نے افسوس ہو اناں آپ کو بھی؟ فہرست میں ام ایمان قاضی کی آمد خوش گوار لگی۔ میں تو سمجھی تھی ''ماہ نور'' ناول شروع ہوگا۔ ''سرگوشیاں'' اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے بادل پاکستان پر برسائے اور پاک وطن کو دشمنوں کے شر سے ہمیشہ محفوظ رکھے آمین۔ جی جی آنی آپی ام قاضی کا ناول پوری طرح ہماری امید پر اترے گا۔ ''حمد و نعت'' لفظ لفظ خوشبو نظر نظر امرت، وجد چغتائی اور سعید ہاشمی جزاک اللہ۔ ''درجواب'' سب بہنوں کو نوازے گئے جوابات پڑھے۔ جن کی کہانیاں ناقابل اشاعت ہیں مایوس مت ہوں بار بار کوشش کرو اللہ محنت کا صلہ کبھی اپنے پاس نہیں رکھتا۔ ان شاء اللہ ضرور کامیابی ملے گی۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ ''ربنا آتنا'' عمدہ سلسلہ اور باعث رہنمائی۔ ''ہمارا آنچل'' ارے یہ تو پیاری سی آپی انجم انجم ہیں۔ بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر آپ کو مجھ سے مل کر؟ بتایئے گا ضرور (ہاہاہا) اب آنچل جس ترتیب سے پڑھا ہے اسی ترتیب سے تبصرہ حاضر ہے۔ ''بیاض دل'' سب کے اشعار اچھے تھے۔ خاص کر شائستہ خان کا۔ ''نیرنگ خیال'' انعم زہرہ، ام حمنہ، ودیعہ یوسف زمان اور سید لوبا سجاد کی شاعری پسند آئی۔ اب بہت عرصے بعد اس لوبا سجاد، آر یو اوکے؟ ''دوست کے پیغام'' یار لڑکیوں میں نے بھی تم سب کے نام اچھا سا پیغام لکھا تھا مگر وہ کیا ہے ناں کہ فروری میں دو دفعہ میرا پیغام شامل کردیا ہما آپی نے اور اس دفعہ بولا چل بھاگ ادھر سے بڑی آئی تو دوست کے پیغام میں شامل ہونے کے لیے (ہاہاہا) رمشا آصف والسلام اور آپ بھی خوش رہو۔ تبسم بشیر اتنی اچھی دعا کے

لیے جزاک اللہ۔ مدیحہ نورین مہک میں ٹھیک آپ بتاؤ کیسی ہو؟ اقرا ممتاز دعاؤں کے لیے شکریہ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے آپ کی امی کو صحت عطا فرمائے آمین۔ ایمن اور حرا ہائے آپ دونوں میری دیوانی سچی بتاؤ یار؟ ارم آصف آپ نے یاد رکھا شکریہ اور رمشا کو میری طرف سے بھی مبارک باد سالگرہ کی۔ عطیہ ندیم خان بہت شکریہ یاد کرنے کے لیے۔ ''یادگار لمحے'' سب کی نگارشات اک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ عروسہ شہوار کا (کڑا مرحلہ) زیادہ اچھا لگا۔ ''آئینہ'' زرناب تبصرہ پسند کرنے کے لیے شکریہ ویسے مجھے کہنا تو نہیں تھا (ہاہاہا)۔ فائزہ شاہ، حرا گل، تبسم بشیر، ثناء شوکت (آپ سے کرلی ہے دوستی، اب خوش؟) نورے ایمان چودھری تبصرہ پسند کرنے کے لیے بہت شکریہ۔ 26 تبصرے اس ماہ شامل ہیں اور سب کے سب لاجواب و بے مثال۔ سب نے بہت بہت اچھا لکھا کسی ایک کا نام میں نہ لوں گی۔ ''ہم سے پوچھئے'' (ہاہاہا) ارے اتنے مزے کے جواب۔ ادھو شائلہ آپی آپ کی قسم میرا منہ گوبھی کے پھول جیسا نہیں ہے (سچی مچی)۔ آپ کی صحت میں بس موٹی ہو جاؤں ہے ناں زرناب خان میں نے C.S.S جوکرنا ہے (ہاہاہا)۔ ''عشق کی ماری'' بہت شاندار قسط تھی۔ امید واثق ہے ہاجرہ رضا سے محبت کرے گی اور سکیزہ سے معافی مانگے گی آخر کب تک بدلے کی آگ میں جلنا تم نے ہاجرہ اللہ بھی معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ جس جس نے جو کیا اسے سزا مل گئی۔ اپنے ابو کو ہی دیکھ لو۔ دیکھو سوچو اور عقل کے ناخن لو ہاجرہ بہن، گیا وقت ہاتھ آتا نہیں۔ صائمہ آپی ویلڈن اور جلدی سے اچھا سا اینڈ کردیں۔ صباء ایشل کا افسانہ دل پہ جا لگا۔ ماں کو اولاد سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا ان بے جان چیزوں کی اوقات ہی کیا ہے ماں کی محبت کے آگے۔ اولاد کی خوشی کی خاطر ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہیں۔ (بس ماں شانو کی ماں جیسی نہ ہو۔ ''صدقے تمہارے'' کی شیدہ سبق آموز افسانہ اچھا۔ ''اکائی'' فاطمہ پر مزید آزمائش باقی ہے۔ پردے اٹھ رہے ہیں آہستہ آہستہ راز کھل جائیں گے۔ عشنا آپی بہت اچھا۔ اگلی قسط کا 24 فروری سے انتظار (ہاہاہا)۔ ''محبت فاتح عالم'' ام زویا کا ناول بھی اچھا تھا مگر دو بہنوں کہانی پہلے بھی کئی دفعہ پڑھ چکے ہیں لیکن نئے پراہن میں لپٹی تحریر اچھی لگی۔ زینا کو صبر کا پھل مل گیا اور شائنہ کو ظاہر ہے برے کام کا برا نتیجہ۔ شہروز زینا کا نصیب نہیں تھا اچھا کیا واثق سے محبت کرلی۔ اب دونوں خوش رہو اپنے خرچے پر (ہاہاہا)۔ ''بہار آئی'' کنزہ ظفر کا اضافہ بھی اچھا تھا۔ عورت ایک دفعہ اگر حوصلہ پیدا کرلے تو مرد کی انا کو ختم ہونا ہی پڑتا ہے۔ زینب نے اچھا سبق دیا۔ حد میں رہ کر لڑکیوں کو آگے بڑھنے کا۔ ماں باپ بھی غلط نہیں ہوتے مگر بے جا پابندی اولاد کو زینب کی طرح ہی خودسر بناتی ہے۔ مگر ابا خوش کیوں نہیں ہوا؟ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ زینب کالم نگار جیسی بنے اور جب وہ بن گئی تو غصہ؟ حد نہیں ہوگئی؟ ''سانسوں کے اس سفر میں'' ناول کا نام تو بہت رومان پرور ہے۔ اب اندر سے کیسا ہوگا یہ تو پڑھنے کے بعد ہی پتا چلے گا کیونکہ میرا ارادہ ہے دو تین قسط جمع کرکے پڑھوں۔ کیوں شہلا آپی؟ کوئی اعتراض ہے تو بتادیں پلیز۔ ''بہاریں لوٹ آئیں'' اریشہ غزل کا ناولٹ بہت شاندار رہا۔ شکی مرد سے گزارہ کرنا بہت مشکل ہے۔ مرد اگر مارتا ہو پیٹتا ہو تو چل جاتا ہے مگر شکی مرد کے ساتھ رہنا اذیت کی بھٹی میں مسلسل جلنے کا نام ہے اور انسان کو دوسروں کے اشارے پہ کبھی نہیں چلنا چاہیے جسے زوار اپنے دوست کے کہنے پہ اپنی بیوی سے برا سلوک کرتا تھا۔ واقعی سچی بات ہے آزمائش ختم ہو جاتی ہے جیسے رائمہ کی ہوئی مگر صرف اس صورت میں اگر اللہ پر یقین ہو تو۔ رائمہ نے معاف کرکے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت دیا مگر کیا واقعی ہی شک ختم ہو جاتا ہے؟ بتایئے گا ضرور۔ کیس آپی تبصرہ ہوگیا مکمل اور آخر میں اپنی دوست زریاب کو یہ کہنا تھا کہ

موبائل پہ بات کر کے بہت اچھا لگا آپ بہت معصوم اور اچھی ہو خوش رہو آمین۔ فی امان اللہ۔

☆ پیاری ماریہ! آپ کو گولڈ پسند ہے اف اللہ مانگی بھی تو کیا چیز جس کی قیمت آسمان سے باتیں کررہی ہے۔ خیر دل چھوٹا مت کرو شادی ہوگی تو مل جائے گا۔

سیدہ ماہا بشیر حسین...... ڈنگہ۔ تمام اسٹاف، رائٹر اور ریڈرز کو سلام۔ امید ہے کہ آپ سب خیر خیریت سے خوش باش ہوں گے اللہ خوش رکھے (پر اپنے خرچ پر) ماڈل کا ڈریس مجھے بہت پسند آیا (مشکل سے ہی کوئی چیز پسند آتی ہے) ''سرگوشیاں'' کے بعد ''حمد و نعت'' سے دل کو منور کیا اور پہنچے ''در جواب آں'' پر اس ماہ بھی خط بھیج رہی ہوں اگر جگہ نہ دی تو کبھی نہیں بھیجوں گی۔ توبہ آنی سب بے چاریوں کی کہانیاں ریجکیٹ کردی؟ ویسے سب کا دل توڑتے ہوئے آپ لوگوں کو ڈر نہیں لگتا اگر کسی کی ہائے لگ گئی تو؟ ''اکائی'' دل مار کر پڑھنا پڑھتا ہے کیونکہ خاص نہیں ہے۔ ''سانسوں کے سفر میں'' ام ایمان کے ناول کی پہلی قسط تھی اور سچ پوچھیں تو مجھے خاص پسند نہیں آئی کیا معلوم آگے چل کر اچھی ہو جائے کہانی۔ میں چلی اب تو میں جھلی ہوگئی ہوں اور یہ کیا ہر دفعہ آخر میں کسی کے سر پہ چھت گر رہی ہوتی ہے۔ کوئی چکرا رہا ہوتا ہے۔ کسی کے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا ہوتا ہے تو کوئی کھڑے کھڑے زمین میں جا رہا ہوتا ہے پھر بھی اگلی دفعہ وہ سلامت ہی ہوتا ہے پلیز اینڈ پر ایسی لائنز مت لکھا کریں سخت چڑ ہے مجھے۔ افسانے دن بہ دن کم ہوتے جا رہے ہیں کل کو ایک ہوگا اور پھر ایک بھی نہیں۔ ''بیاض دل'' ایک بھی شعر دل کو نہ لگا۔ 'دوست کے پیغام'' میں جس نے یاد کیا اس کا شکریہ۔ ''یادگار لمحے'' سے محمد ندیم عطاری، حسن اختر پریم، پروین افضل، آپی تبسم بشیر حسین، عائشہ شکیل نے زبردست لکھا۔ ''آئینہ'' سے ماریہ نذیر اور نور ایمان چودھری کے تبصرے پسند آئے۔ ''ہم سے پوچھیے'' اور ''آپ کی صحبت'' بورنگ سلسلے ہیں۔

☆ پیاری ماہا! یہ تو ہم سے پوچھو کتنے صبر و تحمل سے قیصر آپا ان کہانیوں کو پڑھتی ہیں اس کے بعد غصہ ہم پر۔ افسانے اس بار آپ کی فرمائش پر لگائے ہیں۔

فائزہ شاہ فرام...... لانڈھی کراچی۔ السلام علیکم! بوٹی فل! کیسے ہیں آپ سب؟ امید کامل ہے سب ہی مزے میں ہوں گے میرا مطلب گرمیاں انجوائے کررہے ہوں گے۔ شہلا آپی بہت بہت شکریہ میری دوست ثناء شوکت کا خط شامل کرنے کے لیے، آپی اس ماہ کا شمارہ لاجواب ہے پتا ہے کیوں؟ کیونکہ اس ماہ ام ایمان آپی نے آنچل میں چار نہیں چار سو چاند لگا دیئے (ہاہاہا) ''سانسوں کے سفر میں'' آغاز کافی شرارتی و مزیدار تھا ''موحد اور شجر'' کی نوک جھوک پسند آئی۔ ''آیان اور آمنہ'' بھی پسند آئے ''منتہا'' (بریو گرل) پسند آئی جبکہ ''عبدالحنان'' جیسے پسند کرتا ہے وہ یا تو ''فجر ہے یا ملتہا'' آئی تھنک سو ویسے ''اماں جہاں'' فی الحال مجھے ولن لگ رہی ہیں۔ کہانی کا آغاز تو بہت عمدہ ہے مبارک ہو آپی آپ کو اللہ زور قلم مزید بڑھائے۔ ''اکائی'' میں ایک تو یہ ''ریحان میاں'' مجھے انسان کے بچے نہیں لگتے ارے غصہ مت کریں میرا مطلب ہے کہ بھی اتنے برے اور کبھی اتنے اچھے بن جاتے ہیں۔ ہائے ''فاطمہ'' بی بی کیا کہنے آپ کے معصومیت و بھولپن کے۔ بہت عمدہ قسط تھی۔ ''عشقے دی ماری'' ''صائمہ آپی'' ''یہ وجاہت'' کو کیا ہو گیا ہے بھئی اینڈ میں۔ اب مجھے بہت تجسس ہو رہا ہے ویسے ''ہاجرہ'' لگتا ہے کہ تم نہیں سدھرو گی کیونکہ وہ مثل تم پر کہی گئی ہے کہ رسی جل گئی مگر بل نہ گیا' یہ قسط مزیدار تھی کھا کے

جو دیکھی تھی (ہاہاہا) افسانہ ''بہار آئی'' واقعی زینب کی زندگی میں بہار آہی گئی مگر ایک عرصہ خزاں بھگتنے کے بعد جبکہ ''مرگ یک رویا'' واہ ''صبا آپی'' معاشرے کا جو پہلو آپ نے ہمیں دکھایا ہے یقین جانیں ایسے کم ذہنیت کے لوگوں کو دل چاہتا ہے کہ کہیں دور دفن کر آؤں۔ ''بہاریں لوٹ آئیں'' ہائے مگر ہمارے ہاں تو گرمی کی آمد ہے (ہاہاہا) ویسے ناولٹ تھا بہت عمدہ چلیں آخر ایک اور شوہر کو وقت سے پہلے بیوی کی قدر اور اس کا مقام و حقوق نظر آگئے ورنہ معاشرے میں ہر دوسرے گھر میں بیوی پاؤں کی جوتی سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ بہت اعلیٰ اور آخر میں ''محبت فاتح عالم'' اوئے ہوئے ام زدیا آپی بڑی رومانٹک لکھا آپ نے مگر جو آغاز اور کہانی کا پلاٹ تھا وہ نہایت خوب صورت اور موضوع تھا کیونکہ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ سگی بہنیں اور بھائیوں میں بھی آج کے دور میں بے انتہا جلن و حسد پایا جاتا ہے اور یہ پہلو ہم مسلم قوم کے لیے نہایت شرم ناک بھی ہے کیونکہ اسلام ہمیں بھائی چارہ و مساوات کا اور عفو و درگزر کا سبق دیتا ہے مگر افسوس کہ یہ پڑھنے اور سمجھنے کے باوجود لوگ بہروں و گنگوں کی مانند پھر پستی میں آگرتے ہیں خیر میں موضوع سے ہٹ رہی ہوں معذرت اینڈ کافی اچھا تھا وثیق زینا کو اور شائنہ جیسی لڑکیاں شہروز جیسے مکار و بے شرم لڑکوں کو ڈیزرو کرتی ہیں۔ ''بیاض دل'' عمدہ تھا مگر اس بار کچھ شعر مجھے پرانے سے لگے۔ ''ڈش مقابلہ'' اور ''نیرنگ خیال'' امیزگ آپی غزلیات بہت عمدہ تھیں خاص کر انعم زہرہ، نعیم انصر ہاشمی، خوشی سرانوالی اور باقر حسین شاہ (آپ بھی سید ہے میں بھی) بہت اچھا لکھا اور اتنے وقت بعد سیدہ لوابا سجد کے آمد اللہ اکبر کیسی ہیں آپ؟ اور کہاں تھی اتنا عرصہ نا کوئی خیر و خبر کیوں؟ اب آتے رہنے گا پلیز۔ ''دوست کا پیغام'' میں ''رمشا آصف'' کنول ناز (لیجیے میں نے آپ کو یاد کیا پیاری لڑکی) ''حرا گل'' ''ایمن غفور'' خیر مبارک۔ ''ارم آصف'' ذرناب خان اور عطیہ ندیم نے یاد کیا بہت شکریہ آپ سب کیسی ہیں جنہوں نے نہیں کیا کوئی گل جہیں یار نیکسٹ وقت سہی (ہاہاہا) ''ہم سے پوچھیے'' ارے کچھ نہ پوچھیں (ہاہاہا) عمدہ تھا اور ''آئینہ'' میں حرا گل، تبسم بشیر، رضوانہ وقاص اور نور ے ایمان نے یاد کیا۔ شکریہ یہ تبصرے سب کے عمدہ تھے مگر نورے ایمان، فائزہ بھٹی ماریہ، حرا گل، ایم سحر، زرناب خان، خوشی، اقراٗ، نازش (ویلکم) سونیا اداس، امن ملک، کنول ناز، شہرین، بشرہ، رضوانہ، تبسم بشیر، سعدیہ، ارم آصف، عائشہ شکیل، شانزہ بانو، صائمہ مشتاق'' (شکر ہے آپ آئی تو سہی) الغرض سب ہی نے عمدہ تبصرہ کیا باقی آنچل بہت یمی تھا۔ ہاہاہا گڈ بائے۔

نجم انجم ایوان...... کراچی۔ السلام علیکم! شہلا جی اور آنچل فرینڈز سلامت رہیں۔ آنچل کا نیا شمارہ مل گیا مسکراتی ماڈل دیکھ کر دل خوش ہو گیا ''اکائی'' پڑھ کے دل غم سے بھر گیا اگر دیکھا جائے تو یہ ملک کس مشکل اور قربانیوں کے بعد ہمیں نصیب ہوا ہے دل خون کے آنسو رو رہا ہے ''اکائی'' پڑھنے کے بعد اور کچھ پڑھ بھی نہ سکی جن بہنوں نے یاد کیا ان کا شکریہ اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ملک کو سدا سلامت رکھے اور ہمیں مشکلوں سے نجات دلائے آمین۔

عائشہ شکیل...... گوجرہ۔ تمام ریڈرز رائٹرز کو محبت بھرا اسلام پیش ہے۔ آنچل 25 کو ملا ہماری آج کل ٹیسٹ سیریز ہو رہی ہیں لیکن آنچل کے بغیر چین کیونکر؟ ہم نے تو جیسے تیسے پڑھ کر چھوڑا۔ سرورق پر ماڈل کی ہنسی کچھ زیادہ ہی نکل رہی تھی۔ کیوں فرحین آپی خیر تو ہے؟ اور جیولری کی شاپنگ لگتا ہے مری سے کی ہے وہاں ایسی جیولری ہے بڑی بڑی سی (ہاہاہا) اب سالگرہ کے شمارے میں ہمیں پیارا سا ٹائٹل چاہیے اپنے جیسا کیوٹ

سا۔(ہاہاہا، ہی ہی ہی) ورق پلٹتے ''سرگوشیوں'' پر جا پہنچے جہاں قیصر آنی قرارداد پاکستان پر گفت وشنید کررہی تھیں بالکل ہمارے بزرگوں کی قربانیوں کے نتیجے میں ہی یہ مملکت وجود میں آئی ورنہ شاید ہم بھی آج ان تباہ شدہ قوموں میں شامل ہوتے اور تاریخ کے بوسیدہ اوراق کی تصویر بن گئے ہوتے دراصل یہ نبی پاک ﷺ کا اپنی امت پر خاص کرم ہے۔ ''حمد ونعت'' کو ہم نے ترنم میں پڑھا اور ماشاء اللہ اتنی پیاری آواز (ہمم) کہیں نظر نہ لگ جائے۔ ''درجواب آں'' پیاری بہنو حوصلہ رکھو۔ ''ربنا آتنا'' ہمیشہ کی طرح عدہ ہے ہمارے لیے۔ ''ہمارا آنچل'' میں نجم انجم کو پڑھا۔ انٹرویو ویری گڈ۔ آپی اللہ تعالیٰ آپ کے سارے خوابوں کی تکمیل فرمائے آمین۔ ''عشقے دی ماری میں جھلی'' وجاہت اور سکینزہ کا نکاح ہوگیا شکر ہے ارے وجاہت کے بچے جلدی سے لڈو پیک کرلے میں نے بہت دعائیں مانگی تھیں (ہی ہی ہی) کیا اب دوبارہ شرجیل سکندر پلٹ آئے گا؟ ہاجرہ خیر جتنے بھی آنسو بہالے اکڑ لیے پتا نہیں کون سا شربت استعمال کرنا پڑے گا۔ ''مرگ یک رویا'' ہم نے نجانے کہاں سے شک وشبہات پال رکھے ہیں حالانکہ اسلام نے ان کی سخت وعیدت فرمائی ہے یہ سب معاشرے میں غریب لوگوں کی زندگی حرام کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ ''بہار آئی'' واقعی اولاد انسان کو بولنے پر مجبور کردیتی ہے چاہے وہ اس کی برائی ہو یا اچھائی۔ ماں کے لبوں کا قفل کھل جاتا ہے خصوصاً جب اولاد کوئی اچھا کام سرانجام دے۔ زبردست افسانہ تھا۔ ''بہاریں لوٹ آئیں'' کسی کی باتوں میں آکر خود کو تنگ نظر نہیں بنانا چاہیے۔ دوسروں کے اشاروں پر چلنے والے ہمیشہ کھائی میں ہی گرجاتے ہیں خصوصاً شادی کے بعد۔ ''محبت فاتح عالم'' زینا کا کردار انتہائی مضبوط تھا وثیق اور زنیا کی جوڑی واقعی بہت خوب صورت تھی شہروز اور شائنہ یوں ہی بازار کی زینت بن جائیں گے۔ جو اتنی آزادی کا منتظر ہو اللہ اس سے حسن کی دولت چھین لیتا ہے۔ بس وہ بظاہر ہی خوب صورتی کا پتلا رہ جاتا ہے اندر کا اندھیرا اس کے جسمانی صحت پر بھی اثر انداز ہوجاتا ہے۔ ''سانسوں کے سفر میں'' ناول کا اسٹارٹ تو بہترین ہے آگے دیکھتے ہیں۔ ''اکائی'' تھوڑی سلو چل رہی ہے۔ ''بیاضِ دل'' میں فرحت، فرزانہ، سیدہ سحرش، فردوس جبیں، ہما بیگ، اقصیٰ، مہوش افتخار، ماہ جبین، صباء نور، رانی شاہین، سیمی، عائشہ عمران، اسماء فوزیہ عمران، نائلہ مشتاق، نادرہ بتول کے اشعار زبردست تھے۔ ''ڈش مقابلہ'' میں ایک فرائیڈ رائس کو ٹرائی کریں گے باقی ڈشز تو سر کے اوپر سے گزر گئیں۔ نظمیں غزلیں سب کی اعلیٰ وارفع تھیں۔ میری پیاری نور چودھری جانو آپ کو بہت بہت سالگرہ مبارک ہو۔ تبسم جانی زندگی مسائل کا گھر ہے اس کو ایسے ہی ٹریجڈیوں میں سے گزر کر نبھانا پڑتا ہے۔ بس حوصلہ رکھو۔ اللہ آنٹی کو ضرور صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔ بس یقین کا سفر طے کرلو۔ میں آنٹی کے لیے بہت دعا کرتی ہوں۔ اللہ انہیں ضرور شفا عطا کرے گا آمین ثم آمین۔ خود بھی اتنی ہائپر مت ہوا کرو۔ اللہ سب ٹھیک کردے گا او کے جانی۔ رمشا آصف میں ٹھیک ہوں پہلے سے اب۔ آپ کیسی ہو۔ جنہوں نے برتھ ڈے وش کیا اللہ ان کو جزائے خیر دے۔ ''یادگار لمحے'' بھئی میری یہ نظم بھی لگادی خیر تو ہے؟ نور چودھری نے بہت ہی اچھا لکھا۔ تبصرے سب کے جاندار شاندار تھے۔ ''ہم سے پوچھئے'' میں نہ جانے شمائلہ آپی کو میں ناچیز کیسے یاد آ گئی۔ سوال وجواب سب کرارے تھے اور شہلا جانی اور تمام ریڈرز، اسٹاف، رائٹرز کو آنچل کی سالگرہ بہت بہت مبارک ہو اور آنچل یوں ہی صدیوں کے سفر طے کریں آمین۔

میرے لفظ نہیں قابل پر اک دعا میری

آنچل تو دنیا میری تو جیو ہزاروں سال

او کے شہلا آپی بائے بائے پھر اگلے ماہ زندگی رہی تو ضرور حاضر ہوں گے۔

رمشا آصف...... خانگڑھ۔ پیاری شہلا کیسی ہو۔ اس دفعہ آنچل 24 تاریخ کو مغرب کے وقت ملا۔ ٹائٹل گرل بالکل بھی اچھی نہیں لگی۔ منہ تو ایسے کھول کے بیٹھی تھی جیسے کسی کو اپنے دانتوں کا درشن کروا رہی ہوں (ہاہاہاہا) ہر بار ایسا ہی پوز ہوتا ہے جیسے ان ماڈلوں کو اور کوئی پوز آتا ہی نہ ہو۔ ''سرگوشیاں'' آنی نے صحیح کہا۔ اس دفعہ حمد اچھی نہیں لگی۔ البتہ نعت زبردست تھی۔ ''درجواب آں'' آنی کبھی اس سلسلے میں میرا نام بھی شامل کرلیں۔ آپ کی مہربانی ہوگی۔ ''ہمارا آنچل'' نجم انجم سے ملاقات اچھی رہی۔ ''عشقے دی ماری میں جھلی'' ہاجرہ بی بی کچھ تو سدھر جاو، مرتے دم تک اپنی انا کا پرچم بلند ہی رکھنا ہے کیا؟ وجاہت کو عبدالمعید حسن نے ہی مارا ہوگا۔ یقیناً وجاہت ان کے گھر ہاجرہ سے فون پر بات کررہا ہوگا تب حسن نے ان کی باتیں سن لی ہوں گی۔ ''بہار آئی'' اچھا لگا افسانہ۔ ''بہاریں لوٹ آئیں'' سفیر بالکل شیطان کا سگا چچا لگتا ہے (ہاہاہاہا) اپنی زندگی سکون سے گزار رہی ہوں تو دوسروں کا جینا حرام کردیتے ہیں۔ شکر ہے کہ زوار کو بروقت عقل آ گئی۔ ''اکائی'' زبردست کہانی ہے عشنا کوثر جی آپ کے پاس بہت علم ہے آپ کی کہانی سے ہی ہمیں یہ پتا چل رہا ہے کہ کتنی مشکلوں سے ہمیں یہ وطن حاصل ہوا ہے۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' ابھی یہ کہانی نہیں پڑھی ہے چار پانچ اقساط ایک ساتھ ہی پڑھوں گی۔ ''مرگ یک رویا'' صباء ایشل لکھیں اور ہمیں پسند نہ آئے ایسے بھی حالات نہیں۔ لوگ خود نہ چین سے جیتے ہیں اور نہ دوسروں کو جینے دیتے ہیں۔ مکمل ناول ''محبت فاتح عالم'' شائنہ کے ساتھ کچھ برا ضرور ہوتا۔ جو دوسروں کو ٹھکرا دیتے ہیں ان کو ٹھوکر لگے تو ہی وہ اس ٹھوکر سے سبق حاصل کرلیتے ہیں۔ وثیق اور زینا کا کردار اچھا لگا۔ ''بیاض دل'' سے سیدہ سحرش، حمیرا عثمان، صبا نور، ثانیہ غفور سے اچھا لکھا۔ ''ڈش مقابلہ'' اس بار نہیں پڑھا۔ ''نیرنگ خیال'' انعم زہرہ، نعیم انصر ہاشمی، یاسمین کنول، ام حمنہ، خوشی سرانوالی اور ثانیہ مسکان ٹاپ آف دی لسٹ رہے۔ ''دوست کا پیغام آئے'' حرا گل اینڈ ایمن غفور یاد کرنے کا شکریہ ڈیئر میں بالکل ٹھیک ہوں ہما احمد میرا پیغام لگانے کا شکریہ۔ ''یادگار لمحے'' سے مزمل آصف اور نورے ایمان چودھری نے اچھا لکھا۔ ''آئینہ'' میں ماریہ نذیر کے علاوہ کسی کا بھی تبصرہ اچھا نہیں لگا۔ اس دفعہ نور چودھری کے آدھے تبصرے میں بونگیاں ماری ہوئی تھی۔ ہر وقت کی (ہاہاہا، ہی ہی ہی) اچھی نہیں ہوتی ڈیئر ماریہ نذیر کا تبصرہ بہت اچھا لگا۔ آپی جو ہی احمد اور شہلا عامر میں نے کیا آپ دونوں کا ادھار دینا ہے میرے تبصرے کا جواب ہی نہیں دیتی آپ دونوں، اس دفعہ میرا خط کا شامت ورنہ اگلے مہینے سے میں نے تبصرہ لکھنا ہی نہیں ہے (ہاہاہا کھلم کھلا دھمکی) ''ہم سے پوچھئے'' مدیحہ نورین مہک، ماریہ نذیر، عائشہ شکیل، شانزہ پرویز شانو کے سوال اور جواب اچھے لگے۔ ''آپ کی صحت'' اس دفعہ اچھا رہا۔ ایک اچھی بات کے ساتھ اجازت اگر آپ کسی کو خوشی نہیں دے سکتے تو ان کے لیے دکھ کی وجہ بھی نہ بنیں۔ اللہ حافظ۔

☆ پیاری رمشا! ماڈل نے منہ تمہیں کچا چبانے کے لیے کھولا تھا پر اس کو یاد آیا کہ کوّے حرام ہیں۔

ارم آصف...... خانگڑھ۔ السلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہو آپ؟ میں وجہ آپ کو بتاتی ہوں کہ میں نے پچھلے ماہ لیٹر کیوں پوسٹ نہیں کیا تھا۔ جب میں نے دسمبر کا آنچل پڑھ کر لیٹر پوسٹ کیا تو آپ نے میرا تبصرہ شامل نہیں کیا۔ ایک تو ماموں کی شادی تھی اوپر سے سلائی والے کپڑوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا لیکن اس سب کے باوجود

میں نے آنچل پڑھا اور تبصرہ رمشا سے لکھوایا تھا لیکن آپ نے شامل نہیں کیا ایک تو مجھے اس بات پر بھی غصہ تھا دوسرا میں نے فروری کے آنچل کے لیے خط لکھا تھا پر بھائی نے پوسٹ نہیں کیا تھا خیر چھوڑیں اس بات کو۔ آپ نے میری کمی محسوس کی ہائے اللہ مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا۔ 24 تاریخ کو شام میں جب میں چاولوں کے اوپر ہری مرچیں اور آم کا اچار ڈال کر کھانے ہی بیٹھی تھی تب بھائی آنچل لے کر آیا پھر کہاں کی بھوک؟ (دیکھیں کتنا پیار ہے آنچل سے) ٹائٹل پیارا تھا اس بار پیارا تو تھا لیکن ٹوتھ پیسٹ کا اشتہار لگ رہا تھا (ہاہاہا) ''سرگوشیاں'' میں آنی کے پاس پتا نہیں کتنا ذخیرہ ہے معلومات اور الفاظ کا کہ اتنے اچھے طریقے سے ہر بات کو بیان کرتی ہیں بے تحاشا آنی پر پیار آجاتا ہے قسم سے ابھی بھی میرا دل کررہا ہے کہ سامنے آجائیں اور میں گلے سے لگالوں۔ ''حمد و نعت'' ہمیشہ کی طرح لاجواب اور ''ربنا آتنا'' مشتاق انکل آپ کی تعریف کرنے کے لیے تو الفاظ کا ہی قحط پڑجاتا ہے۔ ''ہمارا آنچل'' نجم انجم اعوان چھائی رہیں پتا نہیں میری باری کب آئے گی شاید تب جب میں بوڑھی ہوجاؤں گی (ہاہاہا) ''معشقے دے ماری میں جھلی'' مجھے سو فیصد یقین تھا کہ یہ بوڑھے بابا رضا کے والد ہوں گے۔ حکیم اللہ کے ساتھ اچھا ہوا دل میں ٹھنڈ پڑگئی قسم سے (ہاہاہا) اور یہ وجاہت کو یقیناً حسن نے مارا ہوگا۔ پتا نہیں کیا ہوگا آگے۔ صائمہ جی آپ تھوڑا سا اور لکھ لیتی کیا ہوجاتا ''اکائی'' جنت بی بی (جہنم بی بی ہاہاہاہا) لاکھ بری سہی مگر اس کے ساتھ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا اور فاطمہ آپ نے کس خوشی میں اپنا چہرہ بگاڑا ہے میں تصور میں آپ کو دیکھ کر ڈر گئی ہوں۔ (ہاہاہا) اور بے چاری آیت کا کیا بنے گا؟ ''سانسوں کے اس سفر میں'' ام ایمان قاضی ابھی آپ کی کہانی نہیں پڑھی۔ تین چار اقساط جمع کر کے ایک ساتھ پڑھوں گی پھر مزہ آئے گا۔ ''محبت فاتح عالم'' ام زویا جی آپ جب بھی لکھتی ہیں چھا جاتی ہو قسم سے۔ واثق مبارک ہو اپنے من پسند لائف پارٹنر ملنے پر شائنہ کا اینڈ کچھ برا کرتی آپی، ویسے کہانی اچھی لگی۔ ''بہاریں لوٹ آئیں'' شکر ہے کہ زوار کو ٹھوکر لگنے سے پہلے سنبھلنے کا موقع مل گیا۔ اریشہ غزل جی شاباش اور شکریہ اتنا اچھا لکھنے کے لیے۔ ''مرگ یک رویا'' صبا ایشل لکھیں اور ہمیں ان کا لکھا ہوا پسند نہ آئے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ ''بہار آئی'' کنزہ ظفر بھی چھائی رہیں اپنے خوب صورت افسانے کے ساتھ۔ ''بیاض دل'' میں صبا نور، افشین سلطانہ، کنول آفاق، سیدہ سحرش، شبنم، فرحت، شاہدہ ناز جبکہ ''نیرنگ خیال'' انعم زہرہ، یاسمین کنول، ارم خان، ام حمنہ، سیدہ طوبہ سجاد، ثانیہ مسکان، ثوبیہ سحر اور عائشہ رحمٰن نے اچھا اور کمال لکھا۔ ''یادگار لمحے'' میں بھی سب نے اچھا لکھا نام اس لیے نہیں لکھے کہ آنچل امی کے پاس ہے۔ ''دوست کا پیغام آئے'' ایمن غفور اور حرا غفور آپ نے مجھے سرپرائز دیا ہے فرینڈز جنہیں میری برتھ ڈے یاد تھی۔ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے ایمن غفور بہت بہت شکریہ وش کرنے اور دعائیں دینے کا۔ تبسم بشیر حسین، عائشہ شکیل، ارم کمال سالگرہ مبارک ہو آپ جہاں بھی رہو ہمیشہ خوش رہو۔ عطیہ ندیم خان آپ نے یاد کیا اچھا لگا دوست ہاں جی ہما احمد جی میرا پیغام شامل کرنے کا شکریہ۔ ''آئینہ'' شہلا آپی کی محفل میں 6 چاند لگے ہوئے تھے ایک چاند تو بطور خاص زیادہ چمک رہا تھا (ہاہاہا) وجہ تو میں نے بتادی ہے سالگرہ وش کرنے کا شکریہ آپی اور آپ نے پوچھا ہے کہ کون سی سالگرہ ہے؟ تو میں اس سالگرہ میں اٹھارہ سال کی ہوگئی ہوں اور میری پیاری دوست شانو بھی موجود تھی۔ عائشہ شکیل اگر آپ برا نہ مانو تو یہ بتا سکتی ہو کہ آپ کی ایف بی آئی ڈی پر کس کی تصویر لگی ہوئی ہے؟ ''ہم سے پوچھئے'' سب کے سوال کرارے کرارے تھے اور شمائلہ جی کے جواب چاٹ مسالے کی طرح تھے۔ (ہاہاہا) ''آپ کی صحت'' باقی تو سب ٹھیک ہے لیکن میں

چاہتی ہوں کہ میرے بال بہت لمبے ہوجائیں خیر چھوٹے تو نہیں ہیں اچھا شہلا جی اللہ حافظ۔

☆ پیاری ارم! اول کو میں شوشل میڈیا پر نہیں ہوں۔ سمیہ عثمان موجود ہیں۔ سعیدہ آپی ہیں ان سے بات کرسکتی ہیں۔ بال لمبے کرنے کے لیے انڈے اور دہی کا استعمال زیادہ کریں۔

ام ھانی شاھد...... ڈگری۔ ڈیئر شہلا دو مہینوں کی محبت و چاہت سے سلام اور ڈھیر ساری دعائیں (ارے گھورو مت تمہارے لیے) قبول کیجئے۔ زیادہ مکھن تو نہیں لگ گیا ورنہ تم کالی ہوجاؤ گی (ہاہاہا) آنچل سے دوری کر میں خاص دلبرداشتہ ہوگئی اور کچھ اپنوں کی محبت مجھے واپس آنچل نگری میں (اسی کی مدد سے) کھینچ لائی اب اتنی حیران نہ ہو محاورتاً کہا ہے (ہاہاہا) آنچل کی بات ہو تو آنچل چوبیس کو ملا نہیں تانگوں کو زحمت دے کر خود جا کر لائی ٹائٹل پر نظر پڑتے ہی 150 والٹ کا جھٹکا لگا فرحین اقبال منہ سے بے ساختہ نکلا (اب شہلو تم سوچ رہی ہوگی ایسا کیوں ہوا) تو سنو فرحین اقبال میری فرینڈ کی تایازاد ہے اور میں انہیں دو مہینے پہلے یہاں پر شادی میں ملی تھی اس لیے اتنی شاکڈ ہوئی خیر فرحین اقبال بہت پیاری لگی ہمیشہ کی طرح۔ ''سرگوشیاں'' میں آنی قیصر کو محسوس کر کے بہت خوشی ہوئی ارے آنچل کی برتھ ڈے تو بھول ہی گئی سنو مینی مینی ہیپی ریٹرن آف دی ڈے ہیپی برتھ ڈے آنچل یہ لو میری طرف سے تمہارے لیے روز (ارے انجن کرلو ہاہاہا) ''حمد و نعت'' کے تو کیا ہی کہنے ''در جواب آں'' میں ہمیشہ کی طرح خوب رونق لگی رہی کاش آنی قیصر مجھے بھی یاد کریں۔ ''ربنا آتنا'' پڑھتے ہی بہت اچھا فیل ہوتا ہے۔ ''ہمارا آنچل'' میں نجم انجم کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی بہت ڈیسنٹ لگی۔ سلسلے وار ناولز کی لسٹ دیکھی تو ایک دم ''تیری زلف کے سر ہونے تک'' یاد آگئی اقرا آپی اسے بک کی صورت جلدی لے آئیں پلیز سب سے پہلے نئی سلسلے وار ''سانسوں کے اس سفر میں'' پڑھی مجھے بھی ایسے ہی (کہانی جیسے) خاندان پسند ہیں۔ جس میں اتنی ساری کزنز ہوں بہت مزہ آتا ہے اور نوک جھوک بھی چلتی رہتی ہے ام ایمان قاضی پہلے سلسلے وار کے لیے مبارکباد ہو بہت اچھا لکھا آپ نے فجر، شجر، منتہا تینوں نام یونیک لگے اب دیکھیے آگے کیا ہوتا ہے بیسٹ آف لک ''اکائی'' آیت کافی بہادر اور نڈر لگی (میری طرح ہاہاہا) ویسے پاکستان بہت قربانیوں کے بعد آزاد ہوا اور اب حال یہ ہے کہ حکمران اس کو تباہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں (نکھٹو کہی کے) آئی تھنگ محمد جہانگیر کی ہیروئن آیت ہے فاطمہ بی بی کے پاکستان آتے ہی ایک بار تو میں بھنگڑے ڈالوگی (ہاہاہا) ''معشقے دی ماری میں جھلی'' ہاجرہ بی بی تم جو مرضی کرلو وجاہت کی ہیروئن تو سکینزہ ہی ہے ویسے ہاجرہ عمرانہ کا رول نبھاتی لگ رہی ہے ہاجرہ زمانے کی ظالم ساس وجاہت محبت میں پاگل رانجھا اور سکینزہ ڈری سہمی سی شہزادی۔ ''محبت فاتح عالم'' ام زویا کا نام دیکھا تو جلدی سے پڑھنے بیٹھ گئی شائنہ کی خودسری (بلکہ شائنہ چڑیل) کہنا بہتر ہے۔ زینا کی معصومیت دل کو اچھی لگی شائنہ جیسی لڑکیاں ہمیشہ نفرت کے قابل ہوتی ہے لیکن اس کہانی میں شائنہ کا انجام نہیں دکھایا وثیق نام پہلی بار سنا فائنلی زینا کے ساتھ کچھ تو اچھا ہوا شہروز بھی زینا کو پسند کرتا تھا مگر شائنہ کی وجہ سے مس انڈراسٹینڈنگ ہوئی اور رشتہ ٹوٹ گیا۔ ناولٹ ''بہاریں لوٹ آئیں'' زوار اور رائمہ کا کپل اچھا لگا۔ زوار جیسے تنگ نظر لوگ ہمیشہ خسارے میں رہتے ہیں وہ تو شکر ہے کہ زوار کو وقت پر عقل آگئی (بدھو نا ہو تو) اچھی کہانی رہی افسانے دو ہی کیوں ''مرگ یک رویا'' کہانی اچھی تھی۔ ''بہار آئی'' رئیل اسٹوری تھی مائیں اپنے لیے کچھ نہیں بولتی لیکن اپنی اولاد کے لیے بولتی ہیں آئی لو یو مائی مام چلو جی اسٹوریز ختم ہوئی اب آتے ہیں مستقل سلسلوں کی طرف سارے سلسلوں میں میں نہیں تھی کچھ دیر میں

خود کو یاد کر کے سیڈ رہی پھر "بیاض دل" پر نظر دوڑائی سیدہ سحرش، مہوش افتخار، رانی، صباء نور کے اشعار بیسٹ رہے۔ "ڈش مقابلہ" کے پاس سے گزر رہے تھے کیا ہی کھانوں کی دلکش خوشبو تھی منہ میں پانی آ گیا (ہاہاہا) ویسے پٹیالہ شلوار تو سنا تھا پٹیالہ کباب کہاں سے آ گئے (ہاہاہا) "نیرنگ خیال" میں ارشد محمود، انعم زہرہ، ارم خان، نعیم انصر ہاشمی نے اچھا لکھا۔ "دوست کا پیغام آئے" میں رمشاء آصف، اقرا ممتاز، ایمن غفور، حرا گل، ارم آصف، زرناب خان، یاد رکھنے کے لیے بہت شکریہ۔ "یادگار لمحے" میں تبسم بشیر، فائزہ شاہ، عائشہ خان، وقاص عمر، عائشہ شکیل، مزمل آصف، رمشاء نور، آصف، پروین افضل نے خوب لکھا آئینہ میں زرناب تمہیں میرے رزلٹ کے بارے میں کیسے پتا چلا دیسے میں نے کسی سے شیئر نہیں کیا کہ میں نے پورے اسکول میں ٹاپ کیا ہے اب انٹر کے پیپرز کی ٹینشن ہے فائزہ شاہ، ایم سحر، فائزہ بھٹی، حرا گل، تبسم بشیر، ارم آصف، رمشاء آصف، عائشہ شکیل، شانزہ پرویز، ماریہ نذیر، نورے ایمان، رضوانہ وقاص سب نے بیسٹ لکھا۔ "ہم سے پوچھیے" میں پروین آپی، مدیحہ نورین، نورین انجم، ماریہ نذیر، عائشہ شکیل کے سوال اچھے تھے۔ "آپ کی صحت" (پوچھ رہے ہیں یا بتا رہے ہیں) فٹ ہوں بالکل آپ سب کی دعاؤں سے مدیحہ نورین تمہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی پر شاید تمہیں میں یاد نہیں ماریہ نذیر سر گودھا آنے کی دعوت تو دے دی مگر ایڈریس نہیں دیا کیسی ہو تم؟ رضوانہ وقاص آپ کو میری کمی محسوس ہوئی جان کر خوشی ہوئی عائشہ شکیل سویٹی تم سے کال پر بات کرنا چاہتی ہوں شکیلہ رضوان مجھے آپ کی دوست بن کر خوشی ہوگی۔ نور اگر تم میرے سامنے ہوتی ناں..... تو میں تمہیں بہت ساری گدگدیں کرتی اور تمہیں اپنے ہونے کا احساس دلاتی تبسم تم..... تم تو مجھ سے بات مت کرنا میں تم سے کٹی ہوں زرناب تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے زندگی آخر میں آپ سب سے درخواست ہے کہ میری امی کے لیے دعا کریں وہ ٹھیک ہو جائے جلدی۔ اللہ حافظ۔

☆ پیاری ام ہانی! تمہارا لکھن جانہیں غالباً نقلی تھا۔ بالکل تمہاری محبت کی طرح، اس پر مجھے دکھ بھی ہوا اور رونا بھی آیا۔ امید ہے آنسو پونچھنے اگلے ماہ ضرور آؤ گی۔

سیدہ تبسم بشیر حسین..... ڈنگہ۔ اس ماہ کا آنچل 24 کو ملا ٹائٹل پر فرحین اقبال بہت حسین لگ رہی تھیں۔ خاص کر ان کے ایئر رنگ مجھے بہت پسند آئے میں نے مانگے تو کہنے لگیں ہٹو دور میرا پوز نہ خراب کرو۔ یہاں سے روتے ہوئے سیدھے پہنچے آنی کی محفل میں جہاں ان کی باتیں سن کر ہم اپنا غم بھول گئے (ایئر رنگ نہ ملنے کا) وجد چغتائی اور سعید ہاشمی نے دل و دماغ کو سکون بخشا۔ بھئی اپنی "حمد و نعت" سے "در جواب آں" کہیں خوشی تو کہیں غم والا معاملہ درپیش تھا میں نے بہت سے قارئین کو کہتے سنا ہے کہ کہانیاں بار بار اس موضوع پر ہوتی ہیں کچھ نیا پڑھنے کو نہیں ہوتا ہے اور ادارے والے بھی سب کو یہی کہتے ہیں کہ نئے نئے موضوع پر لکھیے تو ڈیئر قارئین اور ادارے والوں ذرا اپنے آس پاس نظر دوڑائیے اور بتائیے مجھے کیا یہ ساس بہو والے موضوع ختم ہو گئے ہیں کیا ہمارے معاشرے میں سدھار آ گیا ہے کیا بہو کو بیٹی والے حقوق ملنے لگے ہیں، نہیں ناں؟ تو پھر کیسے اس موضوع سے نظریں پھیری جا سکتی ہیں ہماری پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر بات کو تین بار کہتے تھے تاکہ دوسرے بندے کو سمجھ آ جائے تو پھر ہم تو بہت ادنیٰ سی مخلوق ہیں۔ اتنی لمبی بات میں نے کبھی نہیں کی اور اب کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بے چاری بہوؤں سے امید نہ چھینے اگر کہانی پڑھ کر کسی کو آگے بڑھنے کسی کو جینے کی امید ملتی ہے تو ان سے یہ امید نہ چھینیں معاشرے کا سدھار ہم سب پر فرض ہے موضوع کبھی پرانے نہیں ہوتے ہیں۔ اگر

کسی کو برا لگا تو سوری (ارے شہلی منہ بند کر لو کھی چلی جاتی ہے) "ہمارا آنچل" میں اس ماہ نجم اعوان براجمان تھیں۔ ان کے سیدھے سادے جواب پسند آئے۔ "مرگ یک رویا" از صبا عیشل واقعی یہ ماں باپ ہی ہوتے ہیں جو اپنا سب کچھ قربان کر کے بس اپنے بچوں کے بارے میں سوچتے ہیں میری امی بھی اپنی بیماری کے باوجود ہماری ہر ضرورت کا خیال رکھتی ہیں۔ "بہار آئی" از کنزہ ظفر تو بلا آخر زینی کو اس کے خوابوں کی تعبیر مل ہی گئی اور ویسے بھی ہم لڑکیوں کے پاس خوابوں کے علاوہ ہوتا ہی کیا ہے؟ نواز جیسے مرد زندہ ہے بھی بدتر لگتے ہیں مجھے۔ "بہاریں لوٹ آئیں" اریشہ غزل کا ناولٹ بھی پسند آیا۔ "محبت فاتح عالم" ام زویا اگرچہ نئی رائٹر ہیں پر ان کی تحریریں زبردست ہوتی ہیں۔ ویری گڈ "سانسوں کے اس سفر میں" ام ایمان ویلکم جی ویلکم! پہلا سلسلہ وار ناول شائع ہونے پر بہت بہت مبارکباد، پہلی قسط تو کرداروں کے تعارف میں ہی گزر گئی دوسری کا انتظار ہے "بیاض دل" سے ہما بیگ، شبنم، شائستہ خان، مہ جبین، افشین سلطانہ، نازش کنول، مہوش افتخار، کنول آفاق، اقصیٰ، حمیرا علی، مسرت جبین، فوزیہ عمران، نادیہ بتول نے خوب محفل جمائی۔ "نیرنگ خیال" سے ارشد محمود اشد، نعیم انصر ہاشمی، یاسمین کنول، ارم خان، نایاب سہیل، انجم انجم اعوان کے کلام پسند آئے۔ "یادگار لمحے" سے پروین افضل، ارم کمال، علشبہ خان، نورے ایمان چودھری، رمشا آصف کے قلم کا لکھا پسند آیا۔ میری فیورٹ محفل "آئینہ" پیاری شہلا میں واقعی تمہارے دل میں اتر گئی سوچ لو..... اب کسی اور کو آنے نہیں دوں گی اور تمہیں بھول کون رہا ہے؟ تمہارے جوابات تو سارے مہینے وقفے وقفے سے پڑھتی ہوں دیکھ لو میری محبت چند لفظوں پر ہی گزارہ ہے۔ خوشی سرنوالی، فائزہ بھٹی، عائشہ شکیل، ماریہ نذیر، دینہ دوبر گر آ جائے گا جناب..... کیا ہوا اگر تب تک خراب ہو جائے تو؟ کھا لو گی ناں؟ شانزہ شانو، نورے ایمان چودھری (میں میاں مٹھو نہیں، بیوی مٹھو ہوں..... لڑکی ہوں یار) ان سب کے تبصرے ہمیشہ شاندار ہوتے ہیں۔ "ہم سے پوچھیے" میں ارم کمال، نورین انجم، ماریہ نذیر کے سوالات پسند اور جو جواب شائلہ دے وہ تو ناپسند ہو ہی نہیں سکتے۔ میں بھی کبھی آؤں گی شائلہ کی محفل میں لیکن رہنے دیں۔ آخر میں آنچل کو میری طرف سے سالگرہ کی ڈھیر ساری مبارک باد اللہ کرے یہ یوں ہی ترقی کرتا رہے آمین ثم آمین۔ جا رہی ہوں لیکن پھر ضرور آؤں گی کیونکہ ڈیئر شہلو "ہم دل دے چکے صنم" او کے جی اللہ حافظ۔

☆ پیاری تبسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی باتیں دہرائیں ہیں اور ان ہی باتوں کو آگے پھیلانے کو بھی کہا ہے۔ ہر طرح کے جھگڑے سے دور رہنے کا بھی کہا ہے اور ساس بہو تو نام ہی جھگڑے کا ہے، اب موضوع میں بہتر پہلو بھی رکھیں۔ محبت کے موضوع پر قلم اٹھائیں چاہے وہ محبت فرضی ساس بہو کی ہو۔ معاشرے میں سدھار لانے کے لیے بہت سے طریقے ہیں، آپ کی محبت سر آنکھوں پر دل میں تھوڑی سی گنجائش رہنے دو تاکہ کوئی اور بھی با آسانی آ جائے۔

پروین افضل شاہین..... بھلوالنگر۔ اس بار آنچل فرحین اقبال کے سرورق سے سجا اٹھائیس تاریخ کو موصول ہوا۔ دو تاریخ کو تبصرہ ارسال کر رہی ہوں، سرورق دیکھ کر یہ قطعہ کہنے پر مجبور ہو گئی۔

آپ سوچتے ہو ہم نے آپ کو بھلا رکھا ہے
آپ نہیں جانتے دل میں چھپا رکھا ہے
دیکھ نہ لے آپ کو کوئی ان آنکھوں میں

اس ڈر سے پلکوں میں چھپا رکھا ہے

یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آئندہ شمارہ سالگرہ نمبر ہوگا۔ ''حمد و نعت'' اور ''ربنا اتنا'' پڑھ کر روح سرشار ہوگئی۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' ام ایمان قاضی ایک خوب صورت ناول لائیں۔ اس ناول کی پہلی قسط نے ہی پڑھنے والوں کے دل میں جگہ بنالی ہے اور پڑھنے والوں کو اپنے حصار میں لے لیا ہے ویلڈن ام ایمان قاضی۔ اس بار ''ہمارا آنچل'' میں جانی پہچانی شخصیت نجم انجم اعوان تھیں ان سے ملاقات کر کے خوشی ہوئی۔ ''بیاض دل'' میں شبنم، شرمین راؤ، ثانیہ غفور۔ ''ڈش مقابلہ'' میں ارم صابرہ، ہالہ سلیم، نزہت جبین ضیاء۔ ''نیرنگ خیال'' میں ارشد محمود ارشد، انعم زہرہ سیدلوبا سجاد، سدرہ شاہین۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں رمشا آصف، تبسم بشیر حسین، شانزہ پرویز شانو، مدیحہ نورین مہک، اقرأ ممتاز، ایمن غفور، حرا گل، اقرأ جٹ۔ ''یادگار لمحے'' میں فائزہ شاہ، ارم کمال، نورے ایمان چودھری، آئینہ میں ایم سحر، سونیا اداس، فائزہ بھٹی، حرا گل غفور، ماریہ نذیر۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں مدیحہ نور مہک چھائی رہیں، ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ اقرأ اکبر شاہ کے والد کو، گل فراز کی والدہ کو، سدرۃ المنتہیٰ جیلانی کے چچا کو جنت میں جگہ عطا فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔ اجازت دیں اللہ حافظ۔

یاسمین کنول...... پسرور۔ السلام علیکم! دیگر احوال یہ ہے مارچ کا آنچل حسب معمول مارچ سے پہلے ہی دیکھ لیا، دلکش لباس اور خوب صورت جیولری سے مزین نیلگوں آنکھوں والی ماڈل ہنستی مسکراتی اچھی لگی۔ ''سرگوشیاں'' اچھی لگیں 23 مارچ کے حوالے سے تاریخ پاکستان کی باتیں پسند آئی، واقعی ہم اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتے کہ اس نے ہمیں آزاد ملک دیا اور مسلمان بنایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا، الحمدللہ۔ آنچل کا آئندہ شمارہ سالگرہ نمبر ہوگا پڑھ کر خوشی ہوئی۔ ''حمد و نعت'' کے بعد ''ربنا اتنا'' مشتاق احمد قریشی کی تحریر پڑھ کر روحانیت کی دنیا میں کھوگئی اصل پڑھائی یہی ہے۔ باقی سب دنیاوی باتیں۔ ''سانسوں کے سفر میں'' کی پہلی قسط ہی متاثر کن رہی۔ ام ایمان قاضی مبارکباد قبول فرمائیں۔ ''اکائی'' اپنے انداز میں آگے بڑھ رہی ہے۔ صائمہ قریشی کا مکمل ناول ''عشقے دی ماری میں جھلی'' متاثر کن ہے قسط نمبر پندرہ اچھی لگی۔ سکینہ کا کردار اچھا ہے۔ افسانوں میں ''بہار آئی'' اچھا لگا مستقل سلسلے پسند آئے۔ ہماری طرف سے آنچل اور اس کی تمام ٹیم کو سالگرہ کی بہت بہت مبارکباد اللہ کرے آنچل اسی طرح لاکھوں دلوں میں دھڑکتا رہے۔ نوجوان لڑکیاں اس سے تربیت بھی حاصل کریں اور تفریح بھی اللہ تعالیٰ مزید کامیابیوں سے ہم کنار کرے آمین ثم آمین۔

ماریہ نشاء...... ملنگا منڈی، لاہور۔ تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو دل کی گہرائیوں سے پُرخلوص دعا و سلام۔ مہینوں بعد آپ کی محفل میں ڈرتے ڈرتے قدم رکھا ہے کچھ شرمندگی ہے معذرت بھی کرلی ہے۔ حجاب میں میرا افسانہ لگا یہ میرے لیے بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔ سوچا اب سب سے پہلا خط حجاب میں ہی لکھوں گی مگر افسوس یہاں حجاب دس سے پہلے نہیں ملتا اور خط لکھنے کی آخری تاریخ بارہ ہے۔ یوں کوشش کے باوجود میں حجاب میں شکریہ کا خط نہ لکھ سکی۔ پہلے تو معذرت اس کے بعد دل کی گہرائیوں سے شکریہ۔ مجھے حجاب کی ممبر شپ چاہیے اگر اس بار بھی بک شاپ سے حجاب کا شمارہ لیٹ ملا تو پھر ادارے سے رابطہ کروں گی۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف۔ ٹائٹل نہایت ہی زبردست لگا۔ مکمل خوب صورتی نظر آئی۔ ''سرگوشیاں'' اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم آزاد ملک میں سانس لے رہے ہیں۔ غیر مسلم ممالک خاص کر ہندوستان اور پھر کشمیر میں رہنے والے

مسلمان جس ظلم اور بربریت کا شکار ہیں دیکھ کر روح کانپ جاتی ہے۔ ''حمد و نعت'' ہمیشہ کی طرح روح کو شاد کر گئی۔ اس کے بعد اپنے پسندیدہ سلسلے ''در جواب آں'' میں پہنچے مجھے یہ سلسلہ بے حد پسند ہے۔ قیصر آنی کا میٹھا لہجہ اور پھر لکھنے کے سلسلے میں رہنمائی ملتی ہے۔ ''ربنا اتنا'' زبردست مگر جلدی جلدی پڑھا بعد میں لفظ لفظ پر غور کروں گی۔ یہ سلسلہ ایمان بڑھا دیتا ہے۔ ''ہمارا آنچل'' میں نجم انجم اعوان سے مل کر بہت اچھا لگا۔ بچپن واقعی ہی خوب صورت دور ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ مت کہیں کہ اچھی طالب علم ہوتی تو ہاؤس وائف نہ ہوتی۔ بے شمار خواتین ہیں جو بہت زیادہ پڑھ لکھ کر بھی گھر والوں کی خدمت کے فرائض انجام دے رہی ہیں اور اس پر فخر کرتی ہیں۔ آگے بڑھے تو دونوں افسانے زبردست تھے۔ صباء ایشل اور کنزہ ظفر نے اچھا لکھا۔ سلسلے وار ناول ''اکائی'' زبردست ہوتی جارہی ہے۔ عشنا جی کیا پرانے زخم یاد کرادیے۔ ایسی ہی ہجرت کی لاکھوں کہانیاں بکھری پڑی ہیں جنہیں ہم فراموش کرتے جارہے ہیں۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' نیا سلسلہ وار ناول ام ایمان قاضی نے پہلی قسط تو کمال لکھی ہے ہیرو ہیروئن کی کھٹی میٹھی لڑائی نے ہم نے تو انجوائے کی۔ لگتا ہے یوں ہی معیار برقرار رہے۔ ام ایمان کو میں نے پہلے بھی پڑھا بہت اچھی لکھتی ہیں۔ مکمل ناولٹ ''محبت فاتح عالم'' ام زویا ویلڈن بہت اچھا لکھا۔ ویسے بھی ایک آدھے ناولٹ کے علاوہ مسلسل زبردست ناول آرہے ہیں پھر جب شروع کرلیں تو مکمل کیے بنا چین نہیں آتا۔ ''ڈش مقابلہ'' زبردست سچ بتاؤں بھوک بھی لگی ہوئی ہے اور یہاں پہنچ کر مزید بڑھ گئی اور بھوکے پیٹ اسے پڑھنا بھی امتحان سے کم نہیں۔ پٹیالہ کباب ریسپی ضرور چیک کروں گی۔ ''نیرنگ خیال'' میں یہ تبدیلی اچھی لگی کہ آخر میں بتادیا جاتا ہے کہ کون سی غزل قابل اشاعت ہے۔ اس بار غزل میں نگہت رشید، ارم خان، ام حسنہ، حمیرا قریشی نے زبردست لکھا۔ ثوبیہ حسین اور مدیحہ شبیر و دیعہ یوسف زماں قریشی کی نظمیں زبردست لگیں۔ ''دوست کا پیغام آئے'' کاش کوئی ہمیں بھی لکھے مگر کون؟ ہائے حسرتاں۔ ''یادگار لمحے'' میں اللہ کی مصلحت، امانت داری، فرمان رسول ﷺ، زندگی، غلامی، زبردست لگے، بیویاں، جدید کہاوتیں، بری مرچیں، مسکراہٹیں بکھیر گئیں۔ ''آئینہ'' میں سب سے ملاقات کر کے خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ سب کو یوں ہی ہنستا مسکراتا رکھے آمین۔

☆ پیاری ماریہ! حجاب میں تبصرہ ارسال کرنے کی آخری تاریخ بیس ہے تاکہ تیئس کو ہمیں لازمی موصول ہو جائے۔ کہانی کی اشاعت پر شکریہ کی ضرورت نہیں اس میں کوئی بات تھی جب ہی پرچے کی زینت بنی اور آپ کو ادارے طرف سے حجاب کی اعزازی کاپی نہیں ملی تھی۔

اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت، اللہ رب العزت ہم سب پر کرم فرمائے، ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

www.naeyufaq.com

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

عروسہ شہوار......کالا گوجراں

سوال:۔ اپیا ہمیں تو اپنے ہونے کا بہت زعم ہے کیا ہمارا شمار ہر کسی میں کیا جائے گا اب؟

جواب:۔ نہیں، صرف سر پھروں میں کیا جائے گا۔

سوال:۔ کہتے ہیں خاموشیاں بولتی ہیں بتایئے تو میری خاموشیاں آپ سے کیا کہہ رہی ہیں؟

جواب:۔ کہ آپ بہت خوب صورت اور وولڈ فیمس ہیں، شکریہ۔

سوال:۔ خزاں کے زرد پتے اٹھا اٹھا کر تھک سی گئی ہوں میرے دل کے آنگن میں بہار کب آئے گی؟

جواب:۔ جب بابل کے آنگن میں شہنائی بجے گی۔ سمجھی اداس شہزادی۔

سوال:۔ رشتہ کوئی بھی ہو اس میں سب سے ضروری چیز کیا ہے محبت یا عزت؟

جواب:۔ عزت۔

سوال:۔ اگر آنکھیں ملنے کے بعد دو اور دو چار ہو جاتی ہیں تو دو دل ملنے کے بعد ایک کیوں ہو جاتے ہیں؟

جواب:۔ کیونکہ دونوں احمقوں کے خیال ایک ہو جاتے ہیں اس لیے۔

سوال:۔ اپیا اکثر سچائیں جھوٹ میں کیوں رل جاتی ہیں؟

جواب:۔ کیونکہ سچائیوں کے پاس پیسہ نہیں ہوتا۔

سوال:۔ یہ جو میرے پہلو میں رہ رہ کر دھڑکتا ہے وہ آپ کی یاد ہے یا میرا دل؟

جواب:۔ اف اللہ مکھن وہ بھی دیسی گھیوں دا، پر جما نہیں۔

سوال:۔ اپیا جانی! محبت کرنا کوئی جرم ہے، ہو گئی تو ہو گئی کیا کروں؟

جواب:۔ اڑ جاؤ اور اس کے بعد جو ڈنڈے پڑیں وہ گن کر ہم سب کو بتاؤ۔

سوال:۔ وہ لوگ جس کام کے کرنے پر ان پر تنقید کرتے ہیں وہی کام خود کرنے پر ندامت کیوں محسوس نہیں کرتے؟

جواب:۔ وہ لوگ وہ ہوتے ہیں جس سے پہلے بے لگتا ہے، سمجھتی تو ہو تم۔

امن ملک......نور پور

سوال:۔ آپی ہم پھر آ گئے؟

جواب:۔ وہ تو آنا ہی تھا کیونکہ تم بہت ڈھیٹ ہو۔

سوال:۔ جانِ من، جانِ وفا، بھلا کون؟

جواب:۔ ملا نصیر اور کون۔

سوال:۔ آپی میری دوست کی شادی ہو رہی ہے کیا گفٹ دوں؟

جواب:۔ اس کو دے سارے گفٹ لے لو، یہ گفٹ اس کو یاد رہے گا۔

سوال:۔ آپی میری دوست بنی ہے دلہن پھول کھلے ہیں دل کے؟

جواب:۔ کس کے دل کے یہ بھی تو بتاؤ۔

سوال:۔ اچھا غصہ نہ کرو جا رہی ہوں۔

جواب:۔ تو جاؤ روکا کس نے ہیں۔

سوال:۔ اچھی سی دعا دو اور خبردار ساس نند کا نام لیا تو؟

جواب:۔ چلو اللہ تمہارے دل کے پھول بھی جلدی کھلائے آمین، اس میں ساس نند دونوں آ گئی ہیں۔

عقیلہ رضی......فیصل آباد

سوال:۔ ہائے اتنی لمبی لائن بہت مشکل سے پہلی بار آپ کی محفل میں شرکت کی ہے ہماری انٹری دینا آپ کو کیسا لگا؟

جواب:۔ بالکل ایسا جیسے چڑیا گھر میں نیا جانور آ گئے۔

سوال:۔ آپی سنا ہے آپ کے بال بہت لمبے ہیں کیا لگاتی ہیں؟

جواب:۔ تمہیں کیوں بتاؤں ورنہ تم بھی وہی ٹوٹکہ اپناؤ گی۔

سوال:۔ آپی وہ مجھے بار بار کال کیوں کرتے ہیں جبکہ ان کو پتا بھی ہے کہ میں......؟

جواب:۔ ویلی ہو وہ بھی سدا کی۔

سوال:۔ آپی وہ میرے خواب میں ہی آ کر کیوں روٹھتے ہیں؟

جواب:۔ کیونکہ جاگتے میں ان کو آپ سے ڈرنے کی فرصت جو نہیں ہوتی۔

سوال:۔ اب اجازت چاہتی ہوں پیاری سی دعا کے ساتھ۔

جواب:۔ اللہ آپ کو سدا سلامت رکھے آمین۔

ثمرہ گلزار......کوٹلی گجرات

سوال:۔ شمائلہ آپی میری طرف سے پیارا سا میٹھا سلام قبول کریں؟

جواب:۔ دل سے قبول کیا، خوش۔

سوال:۔ آپی جی کہتے ہیں دل ایک بار دھڑکتا ہے پر لڑکوں کا ہر لڑکی کو دیکھ کر کیوں دھڑکا جاتا ہے؟

جواب:۔ کیونکہ ان کا دل کے الیکٹرک سے جڑا ہوتا ہے۔

سوال:۔ آپی جی جب کوئی لڑکا بے وفائی کرے تو اس کے بال کھینچنے چاہیے یا اس پر جوتوں کی برسات کرنی چاہیے؟

جواب:۔ اس پر باجماعت فاتحہ پڑھنی چاہیے۔

سوال:۔ ہم تیرے بن اب رہ نہیں سکتے، بھلا کس کے آپی؟

جواب:۔ آنچل کے اور کس کے۔

سوال:۔ آپی آپ سب لڑکیوں کو جاتے ہوئے دعا دیتی ہیں مجھے کیوں نہیں، مجھے بھی میٹھی سی دعا دیں ناں۔

جواب:۔ جاؤ بابا معاف کرو۔

فرح عنائیت......نوریانہ بوسال

سوال:۔ شمائلہ آپی کیسی ہیں آپ؟

جواب:۔ ویسی ہی جیسی تم چھوڑ کر گئی تھی۔

سوال:۔ آپی یہ سوال لے کر ہم جگہ جگہ گھومے تسلی بخش جواب نہیں ملا کہ لوگ ہمیشہ مکھن کیوں لگاتے ہیں صوفی یا بناسپتی کیوں نہیں؟

جواب:۔ مکھن سے انرجی زیادہ ملتی ہے ناں، اس لیے۔

سوال:۔ آپی لوگ شادی، منگنی سارے ایونٹ اتوار کو ہی کیوں رکھتے ہیں پتا ہے اتوار کو......

جواب:۔ تم جھاڑو پونچھا اور پورے ہفتے کے کپڑے دھوتی ہو، سب کو پتا ہے۔

سوال:۔ اب اچھی سی دعا سے رخصت کر دیں۔

جواب:۔ رخصت تو تمہیں تمہارے گھر والے کریں گے، میری طرف سے تم ابھی صرف گھر جاؤ۔

نجم انجم اعوان......کراچی

سوال:۔ ملک صاحب کی آنکھ کا آپریشن کرایا ہے اب اسے میرے سر کے سفید بال دور سے بھی نظر آ جاتے ہیں۔

جواب:۔ تو ایسا کرو ایک کالے رنگ کا ڈبا اور برش بھی پکڑا دو اور کہو کہ ان بالوں کو بھی رنگ دو۔

سوال:۔ میں نے شمائلہ کاشف کو اغوا کرنا ہے مشورہ دو کہ کامیابی کیسے حاصل ہو؟

جواب:۔ اپنی مونچھیں صاف کرا لو، وہ ایسے ہی جال میں پھنس جائیں گی۔

سوال:۔ شمو رانی موبائل کی سم ہر جگہ مفت میں مل جاتی ہے مگر آٹا مفت کیوں نہیں ملتا؟

جواب:۔ کیونکہ آٹے سے ہم کسی کمپنی کو سود نہیں دے سکتے ناں۔

سوال:۔ آپ کی خوب صورتی سے جل جل کر کالی ہو گئی ہوں اب رنگ گورا کیسے کروں، ہی ہی ہی ہی۔

جواب:۔ چولہے کے پاس اور دھوپ میں ذرا کم کم جانا۔

نورین لطیف......ٹوبہ ٹیک سنگھ

سوال:۔ آپی جی میں آ گئی کیسا لگا میرا پھر سے آنا؟

جواب:۔ مت پوچھو، ورنہ پھر کبھی نہیں آؤ گی۔

سوال:۔ کدھر رکھوں، کدھر رکھوں، بہت وزنی ہے آنچل کی سالگرہ کا گفٹ۔

جواب:۔ لو لائی بھی ہو تو جھاڑو، چلو اب لگانا بھی شروع کر دو۔

سوال:۔ آپی جی میری طرف سے سب کو آنچل کی سالگرہ مبارک ہو؟

جواب:۔ تمہیں بھی۔

سوال:۔ آپی جی اگر آپ کی جگہ میں ہوتی تو؟

جواب:۔ تو خود ہی سوال لکھتی اور جواب دیتی۔

سعدیہ رمضان سعدی......صادق آباد

سوال:۔ آنی آپ ہمارے ہاں آئیں ناں میں آپ کو کھیتوں میں لے کر جاؤں گی اور آپ کو آم کھلاؤں گی؟

جواب:۔ تم بھی میرے یہاں آؤ ناں، تمہیں چونی دوں گی فیڈر رینا کر دوں گی۔

سوال:۔ آنی اچھی سی دعا دیں؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ تمہیں جلدی سے بڑا کر دے سب کہو آمین۔

www.naeyufaq.com

آپ کی صحت

ڈاکٹر شائستہ سرفراز

فیصل عمر رحیم یار خان سے لکھتے ہیں کہ میری عمر 28 سال ہے مگر میرا وزن 95 کلو ہے۔ زیادہ وزن کی وجہ سے بہت پریشانی ہے۔ جلدی تھک جاتا ہوں اور سانس پھولنے لگتی ہے۔ برائے مہربانی کوئی مناسب دوا تجویز کریں۔

محترم آپ PHYTO LACCA کے 10 BERRY Q قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین دفعہ استعمال کریں۔ مرغن اور مرچ مصالحے والے کھانوں سے پرہیز کریں اور روزانہ واک اور ورزش کریں۔

محترمہ نور فاطمہ چتوکی سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 22 سال ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میری گردن کے دائیں بائیں اور پیچھے ایسا لگتا ہے جیسے میل جمی ہوئی ہو۔ چہرے کا رنگ صاف ہے اس لیے بہت نمایاں ہوتا ہے۔ برائے مہربانی اگر کوئی دوا ہے تو مجھے ضرور بتائیں۔

محترمہ آپ CALANDULA 8 کے 10 قطرے ناریل کے تیل میں ملا کر روزانہ گردن پر لگائیں اور مہینے میں ایک دفعہ اس کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر پی لیں ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

محترمہ رضیہ افتخار ڈیرہ غازی خان سے لکھتی ہیں کہ میری کمر کے نچلے حصے میں درد رہتا ہے۔ نیچے بیٹھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ اگر بیٹھنا پڑے تو درد بڑھ جاتا ہے اور ٹانگیں سن ہو جاتی ہیں۔ چلنے میں بھی پریشانی ہوتی ہے۔ مناسب دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ تین دوائیں SYMPHYTUM-200, RUSTON-200, LEDUM PALLUSTRE-200 کے پانچ پانچ قطرے آدھا کپ نیم گرم پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

محمد عارف صادق آباد سے لکھتے ہیں کہ مجھے یورک ایسڈ کا مسئلہ ہے۔ کوئی دوا تجویز کر دیں۔

محترم آپ یورک ایسڈ کے لیے URTICA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں۔

عائشہ چھینہ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ میں بہت کمزور ہوں۔ تھوڑا سا کام کرتی ہوں تو تھک جاتی ہوں، میرے بال بھی بہت رو کھے اور کمزور ہیں اور نسوانی حسن میں بھی کمی ہے۔ ان چیزوں کی وجہ سے بہت دسترب ہوں، برائے کرم کوئی حل بتائیں۔

محترمہ آپ CUPRUM MET-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں، بالوں کے لیے کلینک سے APHRODITE HAIR GROWER اور تیسرے مسئلے کے لیے BREAST BEAUTY بذریعہ ایزی پیسہ منگوالیں۔ مستقل

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

ڈاکٹر صاحب مرحوم 50 سال سے زائد عرصہ طب کے شعبے سے وابستہ رہے اور 20 سال سے زائد عرصہ "ماہنامہ آنچل" کے معروف سلسلے "آپ کی صحت" کے ذریعے قارئین کو ہومیو پیتھک طریقہ علاج کے مطابق طبی مشورے فراہم کرتے رہے۔ مندرجہ ذیل دوائیں ڈاکٹر صاحب کے 50 سالہ طبی تجربے کا نچوڑ ہیں۔

قدرتی بال، سر کی رونق بحال

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر قیمت =/700 روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت =/500 روپے

چہرے و دیگر غیر ضروری بالوں کا مستقل خاتمہ

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر قیمت =/900 روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت =/800 روپے

ایفروڈائٹ بریسٹ بیوٹی

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر قیمت =/600 روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت =/500 روپے

ایفروڈائٹ پین کلر

ایک بوتل بذریعہ منی آرڈر قیمت =/700 روپے

براہ راست کلینک سے لینے پر قیمت =/500 روپے

زیر نگرانی:
محمد عاصم مرزا
محمد آصف مرزا
محمد عامر مرزا

ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک

ایڈریس: دوکان نمبر C-5، کے ڈی فلیٹس فیز 4، شادمان ٹاؤن نمبر 2، سیکٹر 14-B، نارتھ کراچی 75850

فون نمبر: 021-36997059، صبح 10 تا رات 9 بجے

منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں

منی آرڈر بذریعہ پاکستان پوسٹ بھیجنے کا پتا:

استعمال سے ان شاء اللہ آپ کے مسئلے حل ہو جائیں گے۔

حنا عمر جہلم سے لکھتی ہیں کہ میرے بیٹے کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ وہ ذہنی طور پر کمزور ہے جو پڑھتا ہے بھول جاتا ہے۔ کام کرنے میں بھی سست ہے۔ اسکول میں بچوں سے پیچھے ہونے کی وجہ سے بہت ڈسٹرب رہتا ہے۔ لوگوں سے بیزار ہونے لگا ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔ امتحانوں میں بہت محنت کرتا ہے لیکن پھر بھول جاتا ہے اور نمبر کم آنے پر بہت پریشان ہوتا ہے۔ برائے مہربانی کوئی حل بتائیں۔

محترمہ آپ اپنے بیٹے کو ANACARDIUM-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین دفعہ پلائیں۔ اس کے ساتھ نرم رویہ رکھیں اور دوستانہ ماحول فراہم کریں اور محنت کرنے پر حوصلہ افزائی کریں۔

ام ہانی شاہد ڈگری سے لکھتی ہیں کہ میری کزن کی عمر سترہ سال ہے اور وہ اپنی سانولی رنگت سے خوش نہیں ہے۔ منہ پر دانے ہیں جو بعد میں کالے نشان چھوڑ جاتے ہیں۔ مہربانی فرما کر رنگ گورا اور چہرہ صاف کرنے کے لیے دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ قدرتی رنگت کو بدلنا ممکن نہیں ہوتا لیکن آپ IODIUM IM کے 10 قطرے آدھا گلاس پانی میں ہفتے میں ایک دفعہ پئیں۔ پانی زیادہ پئیں ان شاء اللہ بہتری ہوگی۔

ش م فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 16 سال ہے میرا قد بہت چھوٹا ہے اور چہرے پر غیر ضروری بال ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا قد مناسب ہو جائے اور بال ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں۔ اس کے علاوہ مجھے لیکوریا کا بھی مسئلہ ہے۔ پلیز مناسب دوا بتا دیں۔

محترمہ آپ قد کے لیے CALCIUM PHOS 6X کی دو گولی دن میں تین مرتبہ لیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں روزانہ ایک دفعہ پئیں۔

لیکوریا کے لیے PULSATILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ایک مرتبہ پئیں اور غیر ضروری بالوں سے نجات کے لیے APHRODITE HAIR INHIBITOR بذریعہ ایزی پیسہ کلینک سے منگوالیں۔

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا کلینک
صبح دس تا شام چار بجے
ایڈریس: دکان نمبر C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن نمبر 2 سیکٹر B-14 نارتھ کراچی 75850 فون نمبر 021-36997059۔

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800 خط لکھنے کا پتا آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔

hashim.mirza@aphrodite.com.pk

www.naeyufaq.com